رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حسین زندگی کے حالاتِ مبارکہ پر مشتمل مدنی گلدستہ

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

پیش کش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

(شعبۂ تخریج)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

نام کتاب : سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف : شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

پیش کش : شعبۂ تخریج (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

سن طباعت : 26 رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ، 27 ستمبر 2008ء

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران

پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

- ……**کراچی** : شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی فون:021-32203311
- ……**لاھور** : داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ فون:042-37311679
- ……**سردار آباد** : (فیصل آباد) امین پور بازار فون:041-2632625
- ……**کشمیر** : چوک شہیداں، میر پور فون:058274-37212
- ……**حیدر آباد** : فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن فون:022-2620122
- ……**ملتان** : نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ فون:061-4511192
- ……**اوکاڑہ** : کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال فون:044-2550767
- ……**راولپنڈی** : فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ فون:051-5553765
- ……**خان پور** : دُرانی چوک، نہر کنارہ فون:068-5571686
- ……**نواب شاہ** : چکرا بازار، نزد MCB فون:0244-4362145
- ……**سکھر** : فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ فون:071-5619195
- ……**گوجرانوالہ** : فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ فون:055-4225653
- ……**پشاور** : فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر

E.mail: ilmia@dawateislami.net

فہرس

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

''بَنا عاشقِ مصطفیٰ یاالٰہی'' کے اٹھارہ حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ''18 نیّتیں''

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم: ''اچھی نیّت بندے کو جنّت میں داخل کر دیتی ہے۔''

(الجامع الصغیر، ص۵۵۷، الحدیث ۹۳۲۶، دار الکتب العلمیة بیروت)

دو مَدَنی پھول: ﴿1﴾ بِغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
﴿2﴾ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿1﴾ ہر بار حَمد و {2} صلوٰۃ اور {3} تعوُّذ و {4} تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صَفْحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) {5} **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالَعہ کروں گا {6} حتَّی الامکان اِس کا باوُضو اور {7} قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا {8} قرآنی آیات اور {9} اَحادیثِ مبارکہ کی زِیارت کروں گا {10} جہاں جہاں ''**اللہ**'' کا نام پاک آئے گا وہاں **عَزَّوَجَلَّ** اور {11} جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پڑھوں گا {12} (اپنے ذاتی نسخے پر) ''یادداشت'' والے صَفْحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا {13} (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضَّرورت (یعنی ضرورتاً) خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا {14} کتاب مکمّل پڑھنے کے لیے بہ نیّت حُصولِ علمِ دین روزانہ کم از کم چار صفحات پڑھ کر علمِ دین حاصل کرنے کے ثواب کا حقدار بنوں گا {15} دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا

{16 }اس حدیثِ پاک " تَهَادَوْا تَحَابُّوْا " ایک دوسرے کوتحفہ دوآپس میں محبت بڑھے گی" (مؤطا امام مالك ، ج۲،ص۴۰۷، رقم: ۱۷۳۱،دارالمعرفة بيروت) پرعمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق تعداد میں) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا {17 }اس کتاب کے مطالَعے کا ساری اُمّت کوایصالِ ثواب کروں گا {18 }کتابت وغیرہ میں شَرعی غلَطی ملی تو ناشرین کوتحریری طور پرمُطّلع کروں گا۔(ناشِرین ومصنّف وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اچھی اچھی نیّتوں سے متعلق رَہنمائی کیلئے، امیرِ اہلسنّت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ کا سنّتوں بھرا بیان "نیّت کا پھل" اور نیتوں سے متعلق آپ کے مُرتّب کردہ کارڈ اور پمفلٹ مکتبة المدينه کی کسی بھی شاخ سے ھدیّۃً حاصِل فرمائیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

المدینة العلمیة

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ
مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للہ علی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''**دعوتِ اسلامی**'' نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ''**المدینة العلمیة**'' بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلَماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَ ھُمُ اللّٰہُ تعالیٰ پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کتبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲) شعبۂ درسی کُتُب
(۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب (۴) شعبۂ تراجمِ کتب
(۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''**المدینة العلمیة**'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ

اَہلسنّت، عظیم البَرَکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین و مِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوسعَ سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔

تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزوجل ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بَشُمُول ''**المدینة العلمیة**'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیشِ لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ عزوجل اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے مقدس انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا رہا اور سب سے آخر میں اس نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا جو عرب وعجم میں بے مثل اور اصل ونسل، حسب ونسب میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں، عقل وفراست ودانائی اور بردباری میں فزوں تر، علم وبصیرت میں سب سے برتر، یقینِ محکم اور عزمِ راسخ میں سب سے قوی تر، رحم وکرم میں سب سے زیادہ رحیم وشفیق ہیں۔ اللہ عزوجل نے ان کے روح وجسم کو مصفّٰی اور عیب ونقص سے ان کو منزہ رکھا، ایسی حکمت ودانائی سے ان کو نوازا کہ جس نے اندھی آنکھوں، غافل دلوں اور بہرے کانوں کو کھول دیا الغرض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے فضائل ومحاسن اور مناقب کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس کا احاطہ ممکن نہیں۔

ان میں بعض اوصاف وہ ہیں کہ جن کی تصریح اللہ عزوجل نے اپنی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں فرمادی کہ آپ کو اپنی مخلوق میں علی وجہ الکمال جاہ وجلال کے ساتھ ظاہر فرمایا اور محاسنِ جمیلہ، اخلاقِ حمیدہ، مناصبِ کریمہ، فضائلِ حمیدہ سے ممتاز فرمایا، آپ کے مراتب عالیہ پر لوگوں کو خبردار کیا اور انہیں آپ کے اخلاق وآداب کی تعلیم دی اور بندوں کو ان پر اعتصام والتزام کے وجوب کی تلقین کی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا، ارشاد فرمایا:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (پ ۲۱، الاحزاب: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ان کا اچھی طرح اتباع کرو اور دین الٰہی کی مدد کرو اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑو اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر چلو یہ بہتر ہے۔(خزائن العرفان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہو جائے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام...الخ، ج۱، ص۵۴، الحدیث:۱۶۷)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے، جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام...الخ، ج۱، ص۵۵، الحدیث:۱۷۵)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی پیروی ایمان کے کامل ہونے اور جنت میں آپ کا قرب پانے کا ذریعہ ہے اور ہر مسلمان یہ خواہش کرے گا کہ وہ ان نعمتوں سے سرفراز ہو لہٰذا اسے چاہیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، افعال، حالات اور سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ کر کے اپنی زندگی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کی اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے گزارے۔

سیرت طیبہ پر ہر زمانہ کے علماء نے اپنے اپنے ذوق اور ماحول کی ضروریات کے مطابق کام کیا لیکن یہ وہ بحر ناپیدا کنار ہے جس میں ہر ایک کو بساط بھر غواصی کے باوجود اپنے عجز کا اعتراف رہا، ہنوز یہ سلسلہ مبارکہ جاری ہے عربی زبان کے علاوہ اردو زبان

میں بھی اس موضوع پر کئی کتب تصنیف کی جا چکی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''سیرتِ مصطفیٰ''
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کی اگرچہ ایک مختصر جھلک پیش کرتی ہے،
تاہم اس کتاب میں حیاتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف پہلوؤں کو نہایت
خوبصورتی سے جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے جن کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے نہایت
مفید ہے۔

''دعوتِ اسلامی'' کی مجلس ''المدينة العلمية'' اس مدنی گلدستے کو دورِ جدید
کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے، جس میں
مدنی علما کرام دام فیوضہم نے درج ذیل کام کرنے کی کوشش کی ہے

۞ کتاب کی نئی کمپوزنگ، جس میں رموزِ اوقاف کا بھی خیال رکھنے کی کوشش کی گئی ہے
۞ احتیاط کے ساتھ مکرر پروف ریڈنگ تاکہ اغلاط کا امکان کم ہو ۞ دیگر نسخوں سے
تقابل اور حوالہ جات کی حتی المقدور تخریج ۞ عربی عبارات اور آیاتِ قرآنیہ کے متن کی
تطبیق و تصحیح ۞ اور آخر میں مآخذ ومراجع کی فہرست مصنفین ومؤلفین کے ناموں، ان کے
سن وفات اور مطابع کے ساتھ ذکر کر دی گئی ہے۔

اس کتاب کو حتی المقدور احسن انداز میں پیش کرنے میں علمائے کرام نے جو
محنت وکوشش کی اللہ عزوجل اسے قبول فرمائے، انہیں بہترین جزا دے اور ان کے علم وعمل
میں برکتیں عطا فرمائے اور دعوتِ اسلامی کی مجلس ''المدينة العلمية '' اور دیگر مجالس کو
دن گیارھویں رات بارھویں ترقی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شعبۂ تخریج مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الـحـمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نـؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شرور انـفسنا و من سیئات اعمالنا من یھد اللّٰہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لآ الٰـہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا و مولانا محمدا عبدہ و رسولہ۔ اللّٰھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علٰی الٰہ وصحبہ اجمعین ابد الآبدین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

شرفِ انتساب

حضور شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ عظمت میں ایک ناکارہ امّتی کا نذرانۂ عقیدت

یارسول اللہ! بہ درگاہت پناہ آوردہ ام
ہمچو کاہے عاجزم، کوہِ گناہ آوردہ ام

خاک بوسِ نعلین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
عبدالمصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

عرضِ مؤلّف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

الحمدللہ! خداوند قدوس جل جلالہ کا بے شمار شکر ہے کہ میری ایک بہت ہی دیرینہ اور بہت بڑی قلبی تمنا پوری ہوگئی کہ بہت سے موانع کے باوجود حضور اقدس، شہنشاہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کے اہم عنوانوں پر یہ چند اوراق لکھنے کی مجھے سعادت نصیب ہوگئی۔ فالحمد للہ علی احسانہ۔

یہ کتاب اگرچہ اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت ہی مختصر ہے لیکن بحمدہٖ تعالیٰ سیرت نبویہ کے ضروری مضامین کی ایک حد تک جامع ہے، جس کو میں چمنستان سیرت کے گلہائے رنگا رنگ کا ایک مقدس اور حسین گلدستہ بنا کر ''سیرۃ المصطفیٰ'' کے نام سے ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی روحانی مسرت حاصل کررہا ہوں۔

مختصر کیوں؟

پہلے خیال تھا کہ سیرت مقدسہ کے تمام عنوانوں پر کئی جلدوں میں ایک مبسوط ومفصل کتاب تحریر کروں مگر بچند وجوہ مجھے اپنے اس خیال سے رجوع کرنا پڑا۔

اولاً: یہ کہ مجھ سے پہلے ہر زمانے میں اور ہر زبان میں ہزاروں خوش نصیبوں کو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس سیرت پر کتابیں لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہزاروں لاکھوں خوش بخت مسلمان اس سعادت سے سرفراز ہوتے رہیں گے۔ بہت سے خوش قسمت مصنفین ہزاروں صفحات پر کئی کئی

جلدوں میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں اسی مضمون پر لکھ کر سعادت کونین سے سرفراز اور دولت دارین سے مالا مال ہو گئے اور اس میں شک نہیں کہ ان بزرگان دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی ان ضخیم کتابوں میں سیرت نبویہ کے تمام اہم عنوانوں پر سیر حاصل تفاصیل فراہم کی ہیں لیکن پھر بھی ان میں سے کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ ہم نے شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے تمام گوشوں کو مکمل کر کے اس کے تمام جزئیات کا احاطہ کر لیا ہے کیونکہ سیرت نبویہ کا ہر عنوان وہ بحر ناپیدا کنار ہے کہ اس کو پار کر لینا بڑے بڑے اہل علم کے لئے اتنا ہی دشوار ہے جتنا کہ آسمان کے چاند وستاروں کو توڑ کر اپنے دامن میں رکھ لینا۔

اب ظاہر ہے کہ جو کام علم وعمل کے ان سر بلند پہاڑوں سے نہ ہو سکا بھلا مجھ جیسے ناکارہ انسان سے اس کام کے انجام پا جانے کا کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے مجھے اسی میں اپنی خیریت نظر آئی کہ صرف چند اوراق کی ایک کتاب سیرت نبویہ کے موضوع پر لکھ کر مصنفین سیرت کی مقدس فہرست میں اپنا نام لکھوا لوں اور ان بزرگوں کی صف نعال میں جگہ پالینے کی سعادت حاصل کرلوں۔

ثانیاً: یہ کہ انسانی مصروفیات کے اس دور میں جب کہ مسلمانوں کو اپنی ضروریات زندگی سے بالکل ہی فرصت نہیں مل رہی ہے اور علمی تحقیقات سے ان کی ہمتیں کوتاہ اور دلچسپیاں ناپید ہو چکی ہیں اور ذہن وحافظہ کی قوتیں بھی کافی حد تک ماؤف وکمزور ہو چکی ہیں، آج کل کے مسلمانوں سے یہ امید فضول نظر آئی کہ وہ طویل ومفصل اور موٹی موٹی کتابوں کو پڑھ کر اس کے مضامین کو اپنے ذہن وحافظہ میں محفوظ رکھ سکیں گے۔ لہٰذا اس حال وماحول کا لحاظ کرتے ہوئے میرے خیال میں یہی مناسب

معلوم ہوا کہ سیرت نبویہ کے موضوع پر ایک اتنی مختصر اور جامع کتاب لکھ دی جائے جس کو مسلم طبقہ اپنے قلیل ترین اوقات فرصت میں صرف چند نشستوں کے اندر پڑھ ڈالے اور اس کو اپنے ذہن و حافظہ میں محفوظ رکھے۔

ثالثاً: یہ کہ میرے نزدیک اس موضوع پر مبسوط و مفصل کتاب کی تدوین و تالیف تو بہت ہی آسان کام ہے مگر اس کی طباعت و اشاعت کا انتظام کرنا غریب طبقہ علما کے لئے اتنا ہی مشکل کام ہے جتنا کہ ہمالیہ کی بلند چوٹیوں کو سر کر لینا، کیونکہ مسلمانان اہل سنت کا مالدار طبقہ لغو اور فضول کاموں میں تو لاکھوں کی دولت اڑا دینے کو اپنے لئے اتنا ہی آسان سمجھتا ہے جتنا کہ اپنی ناک پر سے مکھی اڑا دینے کو، لیکن کسی دینی و مذہبی کتاب کی طباعت یا اس کی خریداری میں اس کے لئے ایک نیا پیسہ لگا دینا اتنا ہی دشوار اور کٹھن کام ہے جتنا کہ اپنی کھال کو اتار کر پامال کر دینا۔ یہ وہ تلخ حقیقت ہے کہ جس کی تلخی سے بار بار تجربات کے کام و دہن بگڑ چکے ہیں لہٰذا ان تجربات کی بنا پر میں نے یہی بہتر سمجھا کہ میں بس اتنی ہی ضخیم کتاب لکھوں جس کی طباعت و اشاعت کے اخراجات کا سارا بار میں خود ہی اٹھا سکوں اور مجھے کسی کے آگے دست سوال دراز کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

سببِ تالیف

اولاً: تو خود ایک مدت دراز سے یہ نیک تمنا میرے دل کی گہرائیوں میں موجزن رہتی تھی کہ میں اپنے قلم سے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی پر کوئی کتاب لکھ کر ان بزرگان ملت کا کفش بردار بن جاؤں جنہوں نے سیرت نبویہ کی تصنیف و تالیف میں اپنی عمروں کا سرمایہ صرف کر کے ایسی تجارت آخرت کی کہ اس کے نفع میں انہیں "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کی دولت

دارین کا خزانہ مل گیا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہو گئے۔)

پھر مزید برآں میری تصنیفات کے قدردانوں نے بھی بار بار تقاضا کیا کہ سیرت مبارکہ کے مقدس موضوع پر بھی کچھ نہ کچھ آپ ضرور لکھ دیں اور ان کرم فرماؤں کا یہ مخلصانہ اصرار اس حد تک میرے سر پر سوار ہو گیا کہ میں اس سے انکار و فرار کی تاب نہ لا سکا۔

پھر ''سمند ناز پہ اک اور تازیانہ ہوا'' کہ اغیار نے بار بار یہ طعنہ مارا کہ علمائے اہل سنت محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اردو زبان میں سیرت نبویہ کے موضوع پر ان لوگوں نے بہت ہی کم لکھا، برخلاف اس کے ملک کی دوسری جماعتوں کے قلمکاروں نے اس موضوع پر اس قدر زیادہ لکھا کہ اردو کتابوں کی مارکیٹ میں سیرت کی بہت کتابیں مل رہی ہیں جو سب انہی لوگوں کے زور قلم کی رہین منت ہیں۔

یہ ہیں وہ اسباب و محرکات جن سے متاثر ہو کر اپنی نااہلی اور علمی سرمایہ سے افلاس کے باوجود مجھے قلم اٹھانا پڑا اور کثرت کار و ہجوم افکار کے محشرستاں میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود چند اوراق کا یہ مجموعہ پیش کرنا پڑا۔

اس کتاب کو میں نے حتی الامکان اپنی طاقت بھر جاذب قلب و نظر اور جامع ہونے کے ساتھ مختصر بنانے کی کوشش کی ہے اب یہ فیصلہ ناظرین کرام کی نگاہ نقد و نظر کا دست نگر ہے کہ میں اپنی کوششوں میں کسی حد تک کامیاب ہوا یا نہیں؟

ہجومِ موانع

یکم جمادی الاخری ۱۳۹۵ھ کا دن میری تاریخ زندگی میں یادگار رہے گا کیونکہ استخارہ کے بعد اسی تاریخ کو میں نے اس کتاب کی ''بسم اللہ'' تحریر کی مگر خدا عزوجل کی شان کہ ابھی چند ہی صفحات لکھنے پایا تھا کہ بالکل ہی ناگہاں ریاحی درد گردہ کا اتنا شدید

دورہ پڑا کہ میں اپنی زندگی سے مایوس ہونے لگا اور ٹانڈہ سے مکان جا کر مسلسل ایک ماہ تک صاحب فراش رہا۔ پھر رمضان ۱۳۹۵ھ میں مرض سے افاقہ ہوا تو نقاہت ہی کے عالم میں بحالت روزہ اس کام کو شروع کیا اور الحمد للہ عزوجل! کہ اس کی برکت سے روز بروز صحت وطاقت میں اضافہ ہوتا گیا اور کام آگے بڑھتا رہا۔ مگر پھر ۳ شوال ۱۳۹۵ھ کو اچانک آشوب چشم کا عارضہ لاحق ہو گیا اور پھر کام بند ہو گیا۔ ایک ماہ کے بعد لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا تو جاڑوں کا چھوٹا دن، دونوں وقت کا مدرسہ، خطوط کے جوابات، احباب سے ملاقاتیں، ان مشاغل کی وجہ سے تصنیف وتالیف کیلئے دن بھر قلم پکڑنے کی فرصت ہی نہیں ملتی تھی، مجبوراً سردیوں کی راتوں میں لحاف اوڑھ کر لکھنا پڑا۔ پھر بڑی مشکل یہ درپیش تھی کی ٹانڈہ میں ضروری کتابوں کا ملنا دشوار تھا اور مدرسہ کی مصروفیات کے باعث ملک کی کسی لائبریری میں نہیں جا سکتا تھا۔ مجبوراً انہی چند کتابوں کی مدد سے جو اپنے پاس تھیں کام چلانا پڑا، جن کے حوالے جابجا اس کتاب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

پھر اواخر صفر ۱۳۹۶ھ میں ناگہانی طور پر یہ حادثہ گزرا کی میری پیاری جوان بیٹی عارفہ خاتون مرحومہ مرض سرسام میں مبتلا ہوگئی اور ۲۷ صفر ۱۳۹۶ھ کو وفات پا گئی۔ اس صدمہ جانکاہ نے میرے دل ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ پھر ربیع الاول ۱۳۹۶ھ میں جلسوں کا ایسا تانتا بندھا کہ ایک ماہ میں تقریباً بارہ جلسوں میں تقریریں کرنا پڑیں اور بحالت سفر اس کا موقع ہی نہیں تھا کہ کچھ لکھ سکتا۔ غرض روز بروز نامساعد حالات نے قدم قدم پر مجھے قلم اٹھانے سے روکا مگر بحمدہٖ تعالیٰ ان طوفانوں کے تلاطم میں بھی میرے عزم واستقامت کی کشتی نہیں ڈگمگائی اور میں فرصت کے اوقات میں چلتے پھرتے چند سطریں لکھتا ہی رہا۔ خداوند قدوس علیم وخبیر ہے کہ ان ہوش ربا حالات میں

اس کتاب کا صرف چودہ ماہ کی قلیل مدت میں مکمل ہو جانا اس کو اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہہ سکتا کہ

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ○ (1)

یعنی یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالٰی بہت بڑے فضل والا ہے۔

ملتجیانہ گزارش

جن پریشان کن حالات میں اس کتاب کی ترتیب و تالیف ہوئی ہے وہ آپ کے سامنے ہیں اس لئے اگر ناظرین کرام کو اس میں کوئی کمی یا خامی نظر آئے، تو میں بہت ہی شکر گزار ہوں گا کہ وہ میری اصلاح فرما کر مجھے اپنا ممنون احسان بنائیں اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد ازراہِ کرم ایک کارڈ لکھ کر مجھے اپنے تاثرات سے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشنوں میں خامیوں کی تکمیل اور آپ کے حکموں کی تعمیل کر کے تلافی مافات کر سکوں۔

شکریہ و دُعا

آخر میں اپنے شاگرد رشید و عزیز سعید مولوی محمد ظہیر عالم صاحب آسی قادری نیپالی سلمہ اللہ تعالٰی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کا املاء تحریر کرنے اور حوالوں کو تلاش کرنے میں نہایت ہی اخلاص کے ساتھ میری مدد کی۔ اسی طرح اپنے دوسرے تلمیذ باتمیز اخی فی اللہ مولوی محمد نعیم اللہ صاحب مجددی فیضی سلمہ اللہ تعالٰی کا بھی شکر گزار ہوں کہ وہ میری دوسری تصنیفات کی طرح اس کتاب کی کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح اور اس کی طباعت و اشاعت کی جدوجہد میں میرے شریک کار رہے۔ مولیٰ تعالٰی ان

دونوں عزیزوں کو نعمت کونین سے سرفراز اور دولت دارین سے مالا مال فرمائے اور میری اس تالیف کو مقبول فرما کر اس کو قبول فی الارض کی کرامتوں سے نوازے اور اس کو امت مسلمہ کے لیے ذریعۂ رشد وہدایت اور مجھ گنہگار کیلئے زادِ آخرت وسامان مغفرت بنائے۔

آمین بجاه سید المرسلین صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلٰی اله الطیبین واصحابه المکرمین وعلٰی من تبعھم الی یوم الدین برحمته وھو ارحم الراحمین.

عبدالمصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

یکم شعبان ۱۳۹۶ھ ٹانڈہ

مسجد سے محبت کی فضیلت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ الفت نشان ہے: ''جو مسجد سے الفت (محبت) رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے الفت رکھتا ہے۔'' (طبرانی اوسط حدیث ۲۳۷۹)

حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''مسجد سے الفت، رضائے الٰہی کیلئے اس میں اعتکاف، نماز، ذکر اللہ اور شرعی مسائل سیکھنے سکھانے کیلئے بیٹھے رہنے کی عادت بنانا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس بندے سے محبت کرنا اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ عطا فرماتا اور اس کو اپنی حفاظت میں داخل فرماتا ہے۔'' (فیض القدیر ج۶ ص۱۰۷)

مقدمۃ الکتاب

سیرت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا موضوع اس قدر دل کش، ایمان افروز اور روح پرور عنوان ہے کہ عاشقان رسول کیلئے اس چمنستان کی گل چینی، ایمانی قلب وروح کے لئے فرح وسرور کی ایسی ''بہشت خلد'' ہے کہ جنۃ الفردوس کی ہزاروں رعنائیاں اس کے ایک ایک پھول سے رنگ وبو کی بھیک مانگنے کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار تصور کرتی ہیں۔ اسی لیے ان حق پرست علماء ربانیین نے جن کے مقدس سینوں میں محبت رسول کے ہزاروں پھول کھلے ہوئے ہیں اس ایمانی عنوان اور نورانی موضوع پر اپنی زندگی کی آخری سانس تک قلم چلاتے چلاتے اپنی جانیں قربان کردیں۔ چنانچہ آج ہر زبان میں سیرت نبویہ کی کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کی سوانح حیات کے بارے میں اس کا لاکھواں بلکہ کروڑواں حصہ بھی عالم وجود میں نہ آسکا۔

وہ عاشقان رسول جو سیرت نویسی کی بدولت آسمان عزت وعظمت میں ستاروں کی طرح چمکتے اور چمنستان شہرت میں پھولوں کی طرح مہکتے ہیں ان خوش نصیب عالموں کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ان کا حصر وشمار ہماری طاقت واقتدار سے باہر ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہاں ان چند مشہور علماء سیرت کے مقدس ناموں کا ان کے سنہ وفات کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جو بارگاہ الٰہی میں ذاکر رسول ہونے کی حیثیت سے اس قدر مقبول ہیں کہ اگر ایام قحط میں نماز استسقاء کے بعد ان بزرگوں کے ناموں کا وسیلہ پکڑ کر خدا سے دعا مانگی جائے تو فوراً ہی باران رحمت کا نزول ہوجائے اور اگر

---

1 ......پ ۲۸، الجمعۃ: ٤

مجالس میں ان سعید روحوں کا تذکرہ چھیڑ دیا جائے تو رحمت کے فرشتے اپنے مقدس بازوؤں اور پروں کو پھیلا کر ان محفلوں کا شامیانہ بنا دیں۔

چند مصنفین سیرت

خلفاء راشدین بلکہ خلیفۂ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت سے کچھ قبل تک چونکہ حدیثوں کا لکھنا ممنوع قرار دے دیا گیا تھا تاکہ قرآن و حدیث میں خلط ملط نہ ہونے پائے اس لئے سیرت نبویہ کے موضوع پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کوئی تصنیف عالم وجود میں نہ آسکی مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب احادیث نبویہ کی کتابت کا عام طور پر چرچا ہوا تو دور تابعین میں ''محدثین'' کے ساتھ ساتھ سیرت نبویہ کے مصنفین کا بھی ایک طبقہ پیدا ہو گیا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سیرت نبویہ کے موضوع پر کتابیں تو تصنیف نہ کر سکے مگر وہ اپنی یادداشت سے زبانی طور پر اپنی مجالس، اپنی درسگاہوں، اپنے خطبات میں احادیث احکام کے ساتھ ساتھ سیرت نبویہ کے مضامین بھی بیان کرتے رہتے تھے۔ اسی لئے احادیث کی طرح مضامین سیرت کی روایتوں کا سرچشمہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کی مقدس شخصیتیں ہیں۔

بہر حال دور تابعین سے گیارہویں صدی تک چند مقتدر محدثین و مصنفین سیرت کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمائیے۔ گیارہویں صدی کے بعد والے مصنفین کے ناموں کو ہم نے اس فہرست میں اس لئے جگہ نہیں دی کہ یہ لوگ درحقیقت اگلے مصنفین ہی کے خوشہ چین و فیض یافتہ ہیں۔

﴿۱﴾ حضرت عروہ بن زبیر تابعی (متوفی ۹۲ھ)

﴿۲﴾ حضرت عامر بن شراحیل امام شعبی (متوفی ۱۰۴ھ)

﴿۳﴾ حضرت ابان بن امیر المومنین حضرت عثمان (متوفی ۱۰۵ھ)

﴿۴﴾ حضرت وہب بن منبہ یمنی (متوفی ۱۱۰ھ)

﴿۵﴾ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ (متوفی ۱۲۰ھ)

﴿۶﴾ حضرت شرجیل بن سعد (متوفی ۱۲۳ھ)

﴿۷﴾ حضرت محمد بن شہاب زہری (متوفی ۱۲۴ھ)

﴿۸﴾ حضرت اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سدی (متوفی ۱۲۷ھ)

﴿۹﴾ حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن حزم (متوفی ۱۳۵ھ)

﴿۱۰﴾ حضرت موسیٰ بن عقبہ (صاحب المغازی) (متوفی ۱۴۱ھ)

﴿۱۱﴾ حضرت معمر بن راشد (متوفی ۱۵۰ھ)

﴿۱۲﴾ حضرت محمد بن اسحاق (صاحب المغازی) (متوفی ۱۵۰ھ)

﴿۱۳﴾ حضرت زیاد بکائی (متوفی ۱۸۳ھ)

﴿۱۴﴾ حضرت محمد بن عمر واقدی (صاحب المغازی) (متوفی ۲۰۷ھ)

﴿۱۵﴾ حضرت محمد بن سعد (صاحب الطبقات) (متوفی ۲۳۰ھ)

﴿۱۶﴾ حضرت ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (مصنف بخاری شریف) (متوفی ۲۵۶ھ)

﴿۱۷﴾ حضرت مسلم بن حجاج قشیری (مصنف مسلم شریف) (متوفی ۲۶۱ھ)

﴿۱۸﴾ حضرت ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (متوفی ۲۶۷ھ)

﴿۱۹﴾ حضرت ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی صاحب السنن (متوفی ۲۷۵ھ)

﴿۲۰﴾ حضرت ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) (مصنف جامع ترمذی)

﴿۲۱﴾ حضرت ابوعبداللہ محمد یزید بن ماجہ قزوینی (متوفی ۲۷۳ھ) (صاحب السنن)

﴿۲۲﴾ حضرت ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) (مصنف سنن نسائی)

﴿۲۳﴾ حضرت محمد بن جریر طبری (صاحب التاریخ) (متوفی ۳۱۰ھ)

﴿۲۴﴾ حضرت حافظ عبدالغنی بن سعید امام النسب (متوفی ۳۳۲ھ)

﴿۲۵﴾ حضرت ابونعیم احمد بن عبداللہ (صاحب الحلیہ) (متوفی ۴۳۰ھ)

﴿۲۶﴾ حضرت شیخ الاسلام ابوعمر حافظ ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ)

﴿۲۷﴾ حضرت ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)

﴿۲۸﴾ حضرت علامہ قاضی عیاض (صاحب الشفاء) (متوفی ۵۴۴ھ)

﴿۲۹﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی (صاحب الروض الانف) (متوفی ۵۸۱ھ)

﴿۳۰﴾ حضرت علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی (صاحب شرف المصطفیٰ) (متوفی ۵۹۷ھ)

﴿۳۱﴾ حضرت احمد بن محمد بن ابوبکر قسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) (صاحب مواہب لدنیہ)

﴿۳۲﴾ حضرت امام شرف الدین عبدالمومن دمیاطی (متوفی ۷۰۵ھ) (صاحب سیرت دمیاطی)

﴿۳۳﴾ حضرت ابن سید الناس بصری (صاحب عیون الاثر) (متوفی ۷۳۴ھ)

﴿۳۴﴾ حضرت حافظ علاء الدین مغلطائی (صاحب الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ) (متوفی ۷۶۲ھ)

﴿۳۵﴾ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) (شارح بخاری)

﴿۳۶﴾ حضرت علامہ بدرالدین محمود عینی (شارح بخاری) (متوفی ۸۵۵ھ)

﴿۳۷﴾ حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد سمہودی (صاحب وفاء الوفاء) (متوفی ۹۱۱ھ)

﴿۳۸﴾ حضرت محمد بن یوسف صالحی (صاحب السیرۃ الشامیہ) (متوفی ۹۴۲ھ)

﴿۳۹﴾ حضرت علی بن برہان الدین (صاحب السیرۃ الحلبیہ) (متوفی ۱۰۴۴ھ)

﴿۴۰﴾ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (صاحب مدارج النبوۃ) (متوفی ۱۰۵۲ھ)

سیرت کیا ہے؟

قدمائے محدثین وفقہاء ''مغازی وسیر'' کے عنوان کے تحت میں فقط غزوات اوراس کے متعلقات کو بیان کرتے تھے مگر سیرت نبویہ کے مصنفین نے اس عنوان کو اس قدر وسعت دے دی کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے وفات اقدس تک کے تمام مراحل حیات، آپ کی ذات وصفات، آپ کے دن رات اورتمام وہ چیزیں جن کوآپ کی ذات والا صفات سے تعلقات ہوں خواہ وہ انسانی زندگی کے معاملات ہوں یا نبوت کے معجزات ہوں ان سب کو''کتاب سیرت'' ہی کے ابواب وفصول اورمسائل شمار کرنے لگے۔

چنانچہ اعلان نبوت سے پہلے اور بعد کے تمام واقعات کاشانہ نبوت سے جبل حراء کے غارتک اورجبل حراء کے غار سے جبل ثور کے غارتک اورحرم کعبہ سے طائف کے بازارتک اورمکہ کی چراگاہوں سے ملک شام کی تجارت گاہوں تک اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں کی خلوت گاہوں سے لیکر اسلامی غزوات کی رزم گاہوں تک آپ کی حیات مقدسہ کے ہر ہر لمحہ میں آپ کی مقدس سیرت کا آفتاب عالم تاب جلوہ گر ہے۔

اسی طرح خلفاء راشدین ہوں یا دوسرے صحابۂ کرام، ازواج مطہرات ہوں یا آپ کی اولاد عظام، ان سب کی کتاب زندگی کے اوراق پر سیرت نبوت کے نقش ونگار پھولوں کی طرح مہکتے، موتیوں کی طرح چمکتے اورستاروں کی طرح جگمگاتے ہیں۔اور

یہ تمام مضامین سیرت نبویہ کے ''شجرۃ الخلد'' ہی کی شاخیں، پتیاں، پھول اور پھل ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملک عرب

یہ براعظم ایشیاء کے جنوب مغرب میں واقع ہے چونکہ اس ملک کے تین طرف سمندر نے اور چوتھی طرف سے دریائے فرات نے جزیرہ کی طرح گھیر رکھا ہے اس لئے اس ملک کو ''جزیرۃ العرب'' بھی کہتے ہیں۔ اس کے شمال میں شام و عراق، مغرب میں بحراحمر (بحیرۂ قلزم) جو مکہ معظّمہ سے بجانب مغرب تقریباً ستتر (۷۷) کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اور جنوب میں بحر ہند اور مشرق میں خلیج عمان و خلیج فارس ہیں۔ اس ملک میں قابل زراعت زمینیں کم ہیں اور اس کا کثیر حصہ پہاڑوں اور ریگستانی صحراؤں پر مشتمل ہے۔

(تاریخ دول العرب والاسلام جلد۱ ص۳)

علماء جغرافیہ نے زمینوں کی طبعی ساخت کے لحاظ سے اس ملک کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

﴿۱﴾ حجاز ﴿۲﴾ یمن ﴿۳﴾ حضر موت ﴿۴﴾ مہرہ

﴿۵﴾ عمان ﴿۶﴾ بحرین ﴿۷﴾ نجد ﴿۸﴾ احقاف

(تاریخ دول العرب والاسلام ج۱ ص۳)

حجاز

یہ ملک کے مغربی حصہ میں بحر احمر (بحیرۂ قلزم) کے ساحل کے قریب واقع ہے۔ حجاز سے ملے ہوئے ساحل سمندر کو جو نشیب میں واقع ہے ''تہامہ'' یا ''غور'' (پست زمین) کہتے اور حجاز سے مشرق کی جانب جو ملک کا حصہ ہے وہ ''نجد'' (بلند زمین)

کہلاتا ہے۔ ''حجاز'' چونکہ ''تہامہ'' اور ''نجد'' کے درمیان حاجز اور حائل ہے اسی لئے ملک کے اس حصہ کو ''حجاز'' کہنے لگے۔ (دول العرب والاسلام ج ۱ ص ۴)

حجاز کے مندرجہ ذیل مقامات تاریخ اسلام میں بہت زیادہ مشہور ہیں۔

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بدر، احد، خیبر، فدک، حنین، طائف، تبوک، غدیر خم وغیرہ۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر ''مدین'' تبوک کے محاذ میں بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے۔ مقام ''حجر'' میں جو وادی القریٰ ہے وہاں اب تک عذاب سے قوم ثمود کی الٹ پلٹ کردی جانے والی بستیوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ''طائف'' حجاز میں سب سے زیادہ سرد اور سرسبز مقام ہے اور یہاں کے میوے بہت مشہور ہیں۔

مکہ مکرمہ

حجاز کا یہ مشہور شہر مشرق میں ''جبل ابوقبیس'' اور مغرب میں ''جبل قعیقعان'' دو بڑے بڑے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اور اس کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور ریتلے میدانوں کا سلسلہ دور دور تک چلا گیا ہے۔ اسی شہر میں حضور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

اس شہر اور اس کے اطراف میں مندرجہ ذیل مشہور مقامات واقع ہیں۔ کعبہ معظّمہ، صفا مروہ، منٰی، مزدلفہ، عرفات، غارِ حرا، غار ثور، جبل تنعیم، جعرانہ وغیرہ۔

مکہ مکرمہ کی بندرگاہ اور ہوائی اڈا ''جدہ'' ہے۔ جو تقریباً چون کیلومیٹر سے کچھ زائد کے فاصلہ پر بحیرۂ قلزم کے ساحل پر واقع ہے۔

مکہ مکرمہ میں ہر سال ذوالحجہ کے مہینے میں تمام دنیا کے لاکھوں مسلمان بحری، ہوائی اور خشکی کے راستوں سے حج کے لیے آتے ہیں۔

مدینہ منورہ

مکہ مکرمہ سے تقریباً تین سوبیس کیلومیٹر کے فاصلہ پر مدینہ منورہ ہے جہاں مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر حضورا کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اوردس برس تک مقیم رہ کراسلام کی تبلیغ فرماتے رہے اوراسی شہرمیں آپ کامزارمقدس ہے جومسجد نبوی کے اندر''گنبدخضرا'' کے نام سے مشہور ہے۔

مدینہ منورہ سے تقریباساڑھے چارکیلومیٹر جانب شمال کو''احد'' کا پہاڑ ہے جہاں حق وباطل کی مشہورلڑائی ''جنگ احد''لڑی گئی اسی پہاڑ کے دامن میں حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت سیدالشہد اءحمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامزارمبارک ہے جوجنگ احدمیں شہید ہوئے۔

مدینہ منورہ سے تقریباپانچ کیلومیٹرکی دوری پر''مسجدقبا'' ہے۔یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں ہجرت کے بعدحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایااوراپنے دست مبارک سے اس مسجدکوتعمیرفرمایااس کے بعدمدینہ منورہ میں تشریف لائے اورمسجدنبوی کی تعمیرفرمائی۔مدینہ منورہ کی بندرگاہ''ینبع'' ہے جومدینہ منورہ سے ایک سوسترہ کیلومیٹر کے فاصلہ پربحیرہ قلزم کے ساحل پرواقع ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عرب میں کیوں؟

اگرہم عرب کوکرۂ زمین کے نقشہ پردیکھیں تواس کے محل وقوع سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک عرب کوایشیا، یورپ اورافریقہ تین براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہےاس سے بخوبی یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگرتمام دنیا کی ہدایت کے واسطےایک واحدمرکز قائم کرنے کے لیے ہم کسی جگہ کاانتخاب کرنا چاہیں توملک عرب ہی اس کے

لیے سب سے زیادہ موزوں اور مناسب مقام ہے۔ خصوصاً حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ اور یورپ اور ایشیا کی تین بڑی بڑی سلطنتوں کا تعلق ملک عرب سے تھا تو ظاہر ہے کہ ملک عرب سے اٹھنے والی آواز کو ان براعظموں میں پہنچائے جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔ غالباً یہی وہ حکمت الٰہیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملک عرب میں پیدا فرمایا اور ان کو اقوام عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عرب کی سیاسی پوزیشن

حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت ملک عرب کی سیاسی حالت کا یہ حال تھا کہ جنوبی حصہ پر سلطنت حبشہ کا اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا قبضہ تھا اور شمالی ٹکڑا سلطنت روم کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کے زیر اثر تھا۔ اندرون ملک بزعم خود ملک عرب آزاد تھا لیکن اس پر قبضہ کرنے کے لئے ہر ایک سلطنت کوشش میں لگی ہوئی تھی اور درحقیقت ان سلطنتوں کی باہمی رقابتوں ہی کے طفیل میں ملک عرب آزادی کی نعمت سے بہرہ ور تھا۔

عرب کی اخلاقی حالت

عرب کی اخلاقی حالت نہایت ہی ابتر بلکہ بد سے بدتر تھی جہالت نے ان میں بت پرستی کو جنم دیا اور بت پرستی کی لعنت نے ان کے انسانی دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو تو ہم پرست بنا دیا تھا وہ مظاہر فطرت کی ہر چیز پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے اور خود ساختہ مٹی اور پتھر کی مورتوں کی عبادت کرتے تھے۔ عقائد کی خرابی کے ساتھ ساتھ ان کے اعمال و افعال بے حد بگڑے ہوئے

تھے، قتل، رہزنی، جوا، شراب نوشی، حرام کاری، عورتوں کا اغواء، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا ،عیاشی، فحش گوئی، غرض کون سا ایسا گندہ اور گھناؤنا عمل تھا جو ان کی سرشت میں نہ رہا ہو۔ چھوٹے بڑے سب کے سب گناہوں کے پتلے اور پاپ کے پہاڑ بنے ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیم کی اولاد

بانیٔ کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک فرزند کا نام نامی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہے جو حضرت بی بی ہاجرہ کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اور ان کی والدہ حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو مکہ مکرمہ میں لا کر آباد کیا اور عرب کی زمین ان کو عطا فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند کا نام نامی حضرت اسحاق علیہ السلام ہے جو حضرت بی بی سارہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مقدس شکم سے تولد ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ملک شام عطا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی حضرت قطورہ کے پیٹ سے جو اولاد ''مدین'' وغیرہ ہوئے ان کو آپ نے یمن کا علاقہ عطا فرمایا۔

اولاد حضرت اسمٰعیل

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے اور ان کی اولاد میں خداوند قدوس نے اس قدر برکت عطا فرمائی کہ وہ بہت جلد تمام عرب میں پھیل گئے یہاں تک کہ مغرب میں مصر کے قریب تک ان کی آبادیاں جا پہنچیں اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے اور شمال کی طرف ان کی بستیاں ملک شام سے جا ملیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایک فرزند جن کا نام ''قیدار'' تھا بہت ہی نامور ہوئے اور ان کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی اور یہ لوگ اپنے باپ کی طرح ہمیشہ کعبہ معظّمہ کی خدمت کرتے

رہے جس کو دنیا میں توحید کی سب سے پہلی درسگاہ ہونیکا شرف حاصل ہے۔

انہی قیدار کی اولاد میں ''عدنان'' نامی نہایت اولوالعزم شخص پیدا ہوئے اور ''عدنان'' کی اولاد میں چند پشتوں کے بعد ''قصی'' بہت ہی جاہ وجلال والے شخص پیدا ہوئے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد پر ۴۴۰ء میں ایک سلطنت قائم کی اور ایک قومی مجلس (پارلیمنٹ) بنائی جو ''دارالندوہ'' کے نام سے مشہور ہے اور اپنا ایک قومی جھنڈا بنایا جسکو ''لواء'' کہتے تھے اور مندرجہ ذیل چار عہدے قائم کیے۔ جن کی ذمہ داری چار قبیلوں کو سونپ دی۔

﴿۱﴾رفادۃ ﴿۲﴾سقایۃ ﴿۳﴾حجابۃ ﴿۴﴾قیادۃ

''قصی'' کے بعد ان کے فرزند ''عبدمناف'' اپنے باپ کے جانشین ہوئے پھر ان کے فرزند ''ہاشم'' پھر ان کے فرزند ''عبدالمطلب'' یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے جانشین ہوتے رہے۔ انہی عبدالمطلب کے فرزند حضرت عبداللہ ہیں۔ جن کے فرزندارجمند ہمارے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ جن کی مقدس سیرت پاک لکھنے کا خداوند عالم نے اپنے فضل سے ہم کو شرف عطا فرمایا ہے۔

سیرۃ النبی پڑھنے کا طریقہ

اس کتاب کا مطالعہ آپ اس طرح نہ کریں جس طرح عام طور پر لوگ ناولوں یا قصہ کہانیوں، یا تاریخی کتابوں کو نہایت ہی لاپروائی کے ساتھ پاکی ناپاکی ہر حالت میں پڑھتے رہتے ہیں اور نہایت ہی بے توجہی کے ساتھ پڑھ کر ادھر ادھر ڈال دیا کرتے ہیں بلکہ آپ اس جذبۂ عقیدت اور والہانہ جوش محبت کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کریں کہ یہ شہنشاہ دارین اور محبوب رب المشرقین والمغربین کی حیات طیبہ اور ان کی سیرت

مقدسہ کا ذکر جمیل ہے جو ہماری ایمانی عقیدتوں کا مرکز اور ہماری اسلامی زندگی کا محور ہے۔ یہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان قابل احترام اداؤں کا بیان ہے جن پر کائنات عالم کی تمام عظمتیں قربان ہیں، لہذا اس کے مطالعہ کے وقت آپ کو ادب واحترام کا پیکر بن کر اور تعظیم وتوقیر کے جذبات صادقہ سے اپنے قلب ودماغ کو منور کر کے اس تصور کے ساتھ اس کی ایک ایک سطر کو پڑھنا چاہیے کہ اس کا ایک ایک لفظ میرے لئے حسنات وبرکات کا خزانہ ہے اور گویا میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس دربار میں حاضر ہوں اور آپ کی ان پیاری پیاری اداؤں کو دیکھ رہا ہوں اور آپ کے فیض صحبت سے انوار حاصل کر رہا ہوں۔ حضرت ابوابراہیم تجیبی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا اسکے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ پرسکون ہو کر نیازمندی وعاجزی کا اظہار کرے، اور اپنے قلب میں آپ کی عظمت اور ہیبت وجلال کا ایسا ہی تاثر پیدا کرے جیسا کہ آپ کے روبرو حاضر ہونے کی صورت میں آپ کے جلال وہیبت سے متاثر ہوتا۔''

(شفاء ج۲ ص۳۲)

اور حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اقدس کے بعد بھی ہر امتی پر آپ کی اتنی ہی تعظیم وتوقیر لازم ہے جتنی کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔ چنانچہ خلیفہ بغداد ابوجعفر منصور عباسی جب مسجد نبوی میں آ کر زور زور سے بولنے لگا تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکو یہ کہہ کر ڈانٹ دیا کہ اے امیر المومنین! یہاں بلند آواز سے گفتگو نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دربار کا یہ ادب سکھایا کہ

لَا تَـرْفَعُوْآ اَصْـوَا تَـكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [(1)] یعنی نبی کے دربار میں اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔

"وان حرمته ميتا كحرمته حيا" اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی وفات اقدس کے بعد بھی ہر امتی پر آپ کی اتنی ہی تعظیم واجب ہے جتنی کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔ یہ سن کر خلیفہ لرزہ براندام ہوکر نرم پڑ گیا۔ (شفاء شریف ج۲ ص۳۲ و ص۳۳)

بہرحال سیرت مقدسہ کی کتابوں کو پڑھتے وقت ادب واحترام لازم ہے اور بہتر یہ ہے کہ جب پڑھنا شروع کرے تو درود شریف پڑھ کر کتاب شروع کرے اور جب تک دلجمعی باقی رہے پڑھتا رہے اور جب ذرا بھی اکتاہٹ محسوس کرے تو پڑھنا بند کر دے اور بے توجہی کے ساتھ ہرگز نہ پڑھے۔

واللّٰہ تعالیٰ ھو الموفق والمعین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وعلیٰ اله وصحبه اجمعين

مسواک کی فضیلت

حضرت سیدنا ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا فرمان برکت نشان ہے: اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ یعنی "مسواک منہ کی پاکیزگی اور اللہ عزوجل کی خوشنودی کا سبب ہے۔" (سنن ابنِ ماجه، ص ٢٤٩٥، حديث ٢٨٩)

---

(1)......پ ٢٦، الحجرات: ٢

حضور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مکی زندگی

محمد وہ کتاب کون کا طغرائے پیشانی
محمد وہ حریم قدس کا شمع شبستانی
مبشر جس کی بعثت کا ظہورِ عیسیٰ مریم
مصدق جس کی عظمت کا لب موسیٰ عمرانی

(علیہم الصلوٰۃ والسلام)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَللّٰهُمَّ لَكَ الۡحَمۡدُ سَرۡمَدًا صَلِّ عَلٰى حَبِيۡبِكَ الۡمُصۡطَفٰى وَاٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَبَدًا

حَسۡبِیۡ رَبِّیۡ جَلَّ اللّٰه   نُوۡرِ مُحَمَّدۡ صَلَّى اللّٰه

لَا مَقۡصُوۡدَ اِلَّا اللّٰه   چل میرے خامہ! بِسۡمِ اللّٰه

پہلا باب

خاندانی حالات

نسب نامہ

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے یہ ہے:

﴿۱﴾ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ﴿۲﴾ بن عبداللہ ﴿۳﴾ بن عبدالمطلب ﴿۴﴾ بن ہاشم ﴿۵﴾ بن عبد مناف ﴿۶﴾ بن قصی ﴿۷﴾ بن کلاب ﴿۸﴾ بن مرہ ﴿۹﴾ بن کعب ﴿۱۰﴾ بن لوی ﴿۱۱﴾ بن غالب ﴿۱۲﴾ بن فہر ﴿۱۳﴾ بن مالک ﴿۱۴﴾ بن نضر ﴿۱۵﴾ بن کنانہ ﴿۱۶﴾ بن خزیمہ ﴿۱۷﴾ بن مدرکہ ﴿۱۸﴾ بن الیاس ﴿۱۹﴾ بن مضر ﴿۲۰﴾ بن نزار ﴿۲۱﴾ بن معد ﴿۲۲﴾ بن عدنان۔ (1)

(بخاری ج۱، باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شجرۂ نسب یہ ہے:

﴿۱﴾ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ﴿۲﴾ بن آمنہ ﴿۳﴾ بنت وہب ﴿۴﴾ بن عبد مناف ﴿۵﴾ بن زہرہ ﴿۶﴾ بن کلاب ﴿۷﴾ بن مرہ۔ (2)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲، ص۵۷۳

2 ......السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، اولاد عبد المطلب، ص۴۸

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا نسب نامہ ''کلاب بن مرہ'' پر مل جاتا ہے اور آگے چل کر دونوں سلسلے ایک ہو جاتے ہیں۔ ''عدنان'' تک آپ کا نسب نامہ صحیح سندوں کے ساتھ باتفاق مؤرخین ثابت ہے اس کے بعد ناموں میں بہت کچھ اختلاف ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب بھی اپنا نسب نامہ بیان فرماتے تھے تو ''عدنان'' ہی تک ذکر فرماتے تھے۔ (کرمانی بحوالہ حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۵۴۳)

مگر اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ ''عدنان'' حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ارجمند ہیں۔

خاندانی شرافت

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاندان ونسب نجابت وشرافت میں تمام دنیا کے خاندانوں سے اشرف واعلیٰ ہے اور یہ وہ حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدترین دشمن کفار مکہ بھی کبھی اس کا انکار نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت ابو سفیان نے جب وہ کفر کی حالت میں تھے بادشاہ روم ہرقل کے بھرے دربار میں اس حقیقت کا اقرار کیا کہ ''هو فينا ذو نسب'' یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ''عالی خاندان'' ہیں۔ (1)

(بخاری ج ۱ ص ۴)

حالانکہ اس وقت وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے اور چاہتے تھے کہ اگر ذرا بھی کوئی گنجائش ملے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات پاک پر کوئی عیب لگا کر بادشاہ روم کی نظروں سے آپ کا وقار گرا دیں۔

---

1 ......صحيح البخاری ، كتاب بدء الوحی ، باب ٦، ج ١، ص ١٠ مفصلاً

مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ''کنانہ'' کو برگزیدہ بنایا اور ''کنانہ'' میں سے ''قریش'' کو چنا، اور ''قریش'' میں سے ''بنی ہاشم'' کو منتخب فرمایا، اور ''بنی ہاشم'' میں سے مجھ کو چن لیا۔ (1)

(مشکوٰۃ فضائل سید المرسلین)

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ؎

لَهُ النَّسَبُ الْعَالِیُ فَلَيْسَ كَمِثْلِهٖ

حَسِيْبٌ نَسِيْبٌ مُنْعَمٌ مُتَكَرَّمٗ

یعنی حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاندان اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ کوئی بھی حسب و نسب والا اور نعمت و بزرگی والا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل نہیں ہے۔

قریش

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندانِ نبوت میں سبھی حضرات اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے بڑے نامی گرامی ہیں۔ مگر چند ہستیاں ایسی ہیں جو آسمان فضل و کمال پر چاند تارے بن کر چمکے۔ ان باکمالوں میں سے ''فِہر بن مالک'' بھی ہیں ان کا لقب ''قریش'' ہے اور ان کی اولاد ''قریشی'' یا ''قریش'' کہلاتی ہے۔

''فِہر بن مالک'' قریش اس لئے کہلاتے ہیں کہ ''قریش'' ایک سمندری جانور کا نام ہے جو بہت ہی طاقتور ہوتا ہے، اور سمندری جانوروں کو کھا ڈالتا ہے یہ تمام جانوروں پر ہمیشہ غالب ہی رہتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا چونکہ ''فِہر بن مالک'' اپنی شجاعت اور خداداد طاقت کی بنا پر تمام قبائلِ عرب پر غالب تھے اس لئے تمام اہل

1 ......صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث: ۲۲۷۶، ص ۱۲۴۹

عرب ان کو ''قریش'' کے لقب سے پکارنے لگے۔ چنانچہ اس بارے میں ''شمرخ بن عمرو حمیری'' کا شعر بہت مشہور ہے کہ ؎

وَ قُرَیْشٌ هِیَ الَّتِیْ تَسْكُنُ الْبَحْرَ　　　بِهَا سُمِّیَتْ قُرَیْشٌ قُرَیْشًا

یعنی ''قریش'' ایک جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے۔اسی کے نام پر قبیلۂ قریش کا نام ''قریش'' رکھ دیا گیا۔[1] (زرقانی علی المواہب ج ا ص ۷۶)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ماں باپ دونوں کا سلسلۂ نسب ''فہر بن مالک'' سے ملتا ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماں باپ دونوں کی طرف سے ''قریشی'' ہیں۔

ہاشم

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پردادا ''ہاشم'' بڑی شان و شوکت کے مالک تھے۔ان کا اصلی نام ''عمرو'' تھا انتہائی بہادر، بے حد سخی، اور اعلٰی درجے کے مہمان نواز تھے۔ایک سال عرب میں بہت سخت قحط پڑ گیا اور لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے تو یہ ملکِ شام سے خشک روٹیاں خرید کر حج کے دنوں میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چورا کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میں ثرید بنا کر تمام حاجیوں کو خوب پیٹ بھر کر کھلایا۔اس دن سے لوگ ان کو ''ہاشم'' (روٹیوں کا چورا کرنے والا) کہنے لگے۔[2]

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸)

چونکہ یہ ''عبد مناف'' کے سب لڑکوں میں بڑے اور باصلاحیت تھے اس لئے

---

[1]......شرح الزرقانی علی المواهب،المقصد الاول فی تشریف اللّٰه تعالی...الخ،ج۱،ص۱۴۴

[2]......مدارج النبوت ، قسم اول ، باب اول ، ج۲،ص۸وشرح الزرقانی علی المواهب، المقصد الاو ل فی تشریف اللّٰه تعالی...الخ ،ج۱،ص۱۳۸

عبد مناف کے بعد کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے بہت حسین وخوبصورت اور وجیہ تھے جب سن شعور کو پہنچے تو ان کی شادی مدینہ میں قبیلہ خزرج کے ایک سردار عمرو کی صاحبزادی سے ہوئی جن کا نام ''سلمٰی'' تھا۔ اوران کے صاحبزادے ''عبدالمطلب'' مدینہ ہی میں پیدا ہوئے چونکہ ہاشم پچیس سال کی عمر پا کر ملک شام کے راستہ میں بمقام ''غزہ'' انتقال کر گئے۔ اس لئے عبدالمطلب مدینہ ہی میں اپنے نانا کے گھر پلے بڑھے، اور جب سات یا آٹھ سال کے ہو گئے تو مکہ آ کر اپنے خاندان والوں کے ساتھ رہنے لگے۔

عبدالمطلب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دادا ''عبدالمطلب'' کا اصلی نام ''شیبہ'' ہے۔ یہ بڑے ہی نیک نفس اور عابد وزاہد تھے۔ ''غار حرا'' میں کھانا پانی ساتھ لے کر جاتے اور کئی کئی دنوں تک لگاتار خداعزوجل کی عبادت میں مصروف رہتے۔ رمضان شریف کے مہینے میں اکثر غارِحرا میں اعتکاف کیا کرتے تھے، اور خداعزوجل کے دھیان میں گوشہ نشین رہا کرتے تھے۔ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نورِ نبوت ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور ان کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اہل عرب خصوصاً قریش کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ مکہ والوں پر جب کوئی مصیبت آتی یا قحط پڑ جاتا تو لوگ عبدالمطلب کو ساتھ لے کر پہاڑ پر چڑھ جاتے اور بارگاہِ خداوندی میں ان کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتے تھے تو دعا مقبول ہو جاتی تھی۔ یہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے لوگوں کو بڑی سختی کے ساتھ روکتے تھے اور چور کا ہاتھ کاٹ ڈالتے تھے۔ اپنے دسترخوان سے پرندوں کو بھی کھلایا کرتے تھے اس لئے ان کا لقب ''مطعم الطیر'' (پرندوں کو کھلانے والا) ہے۔ شراب اور زنا کو حرام جانتے تھے اور عقیدہ کے لحاظ سے ''موحد'' تھے۔ ''زمزم

شریف'' کا کنواں جو بالکل پٹ گیا تھا آپ ہی نے اس کو نئے سرے سے کھدوا کر درست کیا، اورلوگوں کو آب زمزم سے سیراب کیا۔ آپ بھی کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے۔ اصحاب فیل کا واقعہ آپ ہی کے وقت میں پیش آیا۔ ایک سوبیس برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ [1] (زرقانی علی المواہب ج۱ص۷۲)

اصحابِ فیل کا واقعہ

حضوراکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیدائش سے صرف پچپن دن پہلے یمن کا بادشاہ ''ابرہہ'' ہاتھیوں کی فوج لے کر کعبہ ڈھانے کے لئے مکہ پرحملہ آور ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ''ابرہہ'' نے یمن کے دارالسلطنت ''صنعاء'' میں ایک بہت ہی شاندار اور عالی شان ''گرجا گھر'' بنایا اور یہ کوشش کرنے لگا کہ عرب کے لوگ بجائے خانہ کعبہ کے یمن آ کر اس گرجا گھر کا حج کیا کریں۔ جب مکہ والوں کو یہ معلوم ہوا تو قبیلہ ''کنانہ'' کا ایک شخص غیظ وغضب میں جل بھن کر یمن گیا، اور وہاں کے گرجا گھر میں پاخانہ پھر کر اس کو نجاست سے لت پت کر دیا۔ جب ابرہہ نے یہ واقعہ سنا تو وہ طیش میں آپے سے باہر ہو گیا اور خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ پر حملہ کر دیا۔ اور اس کی فوج کے اگلے دستہ نے مکہ والوں کے تمام اونٹوں اور دوسرے مویشیوں کو چھین لیا اس میں دو سو یا چار سو اونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے۔ [2]

(زرقانی ج۱ص۸۵)

---

❶......شرح الزرقانی علی المواہب، المقصد الاول فی تشریف اللّٰہ تعالٰی...الخ، ج۱، ص۱۳۵۔۱۳۸مختصراً والمواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی،المقصد الاول فی تشریف اللّٰہ تعالٰی...الخ ،ج۱،ص۱۵۵

❷......شرح الزرقانی علی المواہب،المقصد الاول،عام الفیل وقصۃ ابرھۃ،ج۱،ص۱۵۶۔۱۵۸ملتقطاً

عبدالمطلب کو اس واقعہ سے بڑا رنج پہنچا۔ چنانچہ آپ اس معاملہ میں گفتگو کرنے کے لئے اس کے لشکر میں تشریف لے گئے۔ جب ابرہہ کو معلوم ہوا کہ قریش کا سرداراس سے ملاقات کرنے کے لئے آیا ہے تو اس نے آپ کو اپنے خیمہ میں بلا لیا اور جب عبدالمطلب کو دیکھا کہ ایک بلند قامت، رعب دار اور نہایت ہی حسین و جمیل آدمی ہیں جن کی پیشانی پر نورِ نبوت کا جاہ و جلال چمک رہا ہے تو صورت دیکھتے ہی ابرہہ مرعوب ہو گیا۔ اور بے اختیار تختِ شاہی سے اُتر کر آپ کی تعظیم و تکریم کے لئے کھڑا ہو گیا اور اپنے برابر بٹھا کر دریافت کیا کہ کہیے، سردار قریش! یہاں آپ کی تشریف آوری کا کیا مقصد ہے؟ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ ہمارے اونٹ اور بکریاں وغیرہ جو آپ کے لشکر کے سپاہی ہانک لائے ہیں آپ ان سب مویشیوں کو ہمارے سپرد کر دیجیے۔ یہ سن کر ابرہہ نے کہا کہ اے سردارِ قریش! میں تو یہ سمجھتا تھا کہ آپ بہت ہی حوصلہ منداور شاندار آدمی ہیں۔ مگر آپ نے مجھ سے اپنے اونٹوں کا سوال کر کے میری نظروں میں اپنا وقار کم کر دیا۔ اونٹ اور بکری کی حقیقت ہی کیا ہے؟ میں تو آپ کے کعبہ کو توڑ پھوڑ کر برباد کرنے کے لئے آیا ہوں، آپ نے اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔ عبدالمطلب نے کہا کہ مجھے تو اپنے اونٹوں سے مطلب ہے کعبہ میرا گھر نہیں ہے بلکہ وہ خدا کا گھر ہے۔ وہ خود اپنے گھر کو بچا لے گا۔ مجھے کعبہ کی ذرا بھی فکر نہیں ہے۔[1] یہ سن کر ابرہہ اپنے فرعونی لہجہ میں کہنے لگا کہ اے سردار مکہ! سن لیجیے! میں کعبہ کو ڈھا کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا، اور روئے زمین سے اس کا نام و نشان مٹا دوں گا کیونکہ مکہ والوں نے میرے گرجا گھر کی بڑی بے حرمتی کی ہے اس لئے میں اس کا انتقام لینے

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب،المقصد الاول،عام الفیل وقصۃ ابرھۃ،ج۱،ص۱۶۱ ملخصاً

کے لئے کعبہ کو مسمار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ عبدالمطلب نے فرمایا کہ پھر آپ جانیں اور خدا جانے۔ میں آپ سے سفارش کرنے والا کون؟ اس گفتگو کے بعد ابرہہ نے تمام جانوروں کو واپس کر دینے کا حکم دے دیا۔ اور عبدالمطلب تمام اونٹوں اور بکریوں کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلے آئے اور مکہ والوں سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اپنے مال مویشیوں کو لے کر مکہ سے باہر نکل جاؤ۔ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اور دروں میں چھپ کر پناہ لو۔ (1) مکہ والوں سے یہ کہہ کر پھر خود اپنے خاندان کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں گئے اور دروازہ کا حلقہ پکڑ کر انتہائی بے قراری اور گریہ و زاری کے ساتھ دربار باری میں اس طرح دعا مانگنے لگے کہ ؎

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْنَعُ رَحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَكَ

وَانْصُرْ عَلٰى اٰلِ الصَّلِيْبِ وَعَابِدِيْهِ اَلْيَوْمَ اٰلَكَ

اے اللہ! بے شک ہر شخص اپنے اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے۔ لہٰذا تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما، اور صلیب والوں اور صلیب کے پجاریوں (عیسائیوں) کے مقابلہ میں اپنے اطاعت شعاروں کی مدد فرما۔ عبدالمطلب نے یہ دعا مانگی اور اپنے خاندان والوں کو ساتھ لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اور خدا کی قدرت کا جلوہ دیکھنے لگے۔ (2) ابرہہ جب صبح کو کعبہ ڈھانے کے لئے اپنے لشکر جرار اور ہاتھیوں کی قطار کے ساتھ آگے بڑھا اور مقام "مغمس" میں پہنچا تو خود اس کا ہاتھی جس کا نام "محمود" تھا ایک دم بیٹھ گیا۔ ہر چند مارا، اور بار بار للکارا مگر ہاتھی نہیں اٹھا۔ (3) اسی حال میں قہر

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب، المقصد الاول، عام الفيل وقصة ابرهة، ج ۱، ص ۱۶۱ ملخصاً

2 ......شرح الزرقانی علی المواهب، المقصد الاول، عام الفيل وقصة ابرهة، ج ۱، ص ۱۵۷

3 ......شرح الزرقانی علی المواهب، المقصد الاول، عام الفيل وقصة ابرهة، ج ۱، ص ۱۶۲ ملخصاً

الٰہی ابابیلوں کی شکل میں نمودار ہوا اور ننھے ننھے پرندے جھنڈ کے جھنڈ جن کی چونچ اور پنجوں میں تین تین کنکریاں تھیں سمندر کی جانب سے حرم کعبہ کی طرف آنے لگے۔ ابابیلوں کے ان دل بادل لشکروں نے ابرہہ کی فوجوں پر اس زور شور سے سنگ باری شروع کردی کہ آن کی آن میں ابرہہ کے لشکر، اور اس کے ہاتھیوں کے پرخچے اڑ گئے۔ ابابیلوں کی سنگ باری خداوند قہار و جبار کے قہر و غضب کی ایسی مار تھی کہ جب کوئی کنکری کسی فیل سوار کے سر پر پڑتی تھی تو وہ اس آدمی کے بدن کو چھیدتی ہوئی ہاتھی کے بدن سے پار ہو جاتی تھی۔ ابرہہ کی فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچا اور سب کے سب ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں سمیت اس طرح ہلاک و برباد ہو گئے کہ ان کے جسموں کی بوٹیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گئیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی ''سورۂ فیل'' میں خداوند قدوس نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ؕ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۙ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۙ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۠ (1)

یعنی (اے محبوب) کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپ کے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کر ڈالا کیا انکے داؤں کو تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں تاکہ انہیں کنکر کے پتھروں سے ماریں تو انہیں چبائے ہوئے بھُس جیسا بنا ڈالا

جب ابرہہ اور اس کے لشکروں کا یہ انجام ہوا تو عبدالمطلب پہاڑ سے نیچے اترے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ ان کی اس کرامت کا دور دور تک چرچا ہو گیا اور تمام اہل عرب ان کو ایک خدا رسیدہ بزرگ کی حیثیت سے قابل احترام سمجھنے لگے۔ (2)

(1) ......پ ۳۰، الفیل: ۱۔۵

(2) ......شرح الزرقانی علی المواھب، المقصد الاول، عام الفیل وقصة ابرھة، ج۱، ص۱٦٤

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ ہمارے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والد ماجد ہیں۔ یہ عبدالمطلب کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے اور پیارے تھے۔ چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمدی اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا اس لئے حسن وخوبی کے پیکر، اور جمالِ صورت وکمال سیرت کے آئینہ دار، اور عفت و پارسائی میں یکتائے روزگار تھے۔ قبیلۂ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن و جمال پر فریفتہ اوران سے شادی کی خواست گار تھیں۔ مگر عبدالمطلب ان کے لئے ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسب ونسب کی شرافت اور عفت و پارسائی میں بھی ممتاز ہو۔ عجیب اتفاق کہ ایک دن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار کے لئے جنگل میں تشریف لے گئے تھے ملک شام کے یہودی چند علامتوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخرالزماں کے والد ماجد یہی ہیں۔ چنانچہ ان یہودیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہا قتل کر ڈالنے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی یہودیوں کی ایک بہت بڑی جماعت مسلح ہو کر اس نیت سے جنگل میں گئی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہائی میں دھوکہ سے قتل کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ بھی اپنے فضل وکرم سے بچالیا۔ عالم غیب سے چند ایسے سوار ناگہاں نمودار ہوئے جو اس دنیا کے لوگوں سے کوئی مشابہت ہی نہیں رکھتے تھے، ان سواروں نے آکر یہودیوں کو مار بھگایا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحفاظت ان کے مکان تک پہنچا دیا۔ ''وہب بن مناف'' بھی اس دن جنگل میں تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا، اس لئے ان کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے انتہا محبت وعقیدت پیدا ہو گئی، اور گھر آکر یہ عزم کرلیا کہ میں اپنی نورِ نظر حضرت آمنہ

رضی اللہ تعالٰی عنہا کی شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی سے کروں گا۔ چنانچہ اپنی اس دلی تمنا کو اپنے چند دوستوں کے ذریعہ انہوں نے عبدالمطلب تک پہنچا دیا۔ خدا کی شان کہ عبدالمطلب اپنے نورِ نظر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے جیسی دلہن کی تلاش میں تھے، وہ ساری خوبیاں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بنت وہب میں موجود تھیں۔ عبدالمطلب نے اس رشتہ کو خوشی خوشی منظور کرلیا۔ چنانچہ چوبیس سال کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نکاح ہو گیا اور نورِ محمدی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منتقل ہو کر حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے شکمِ اطہر میں جلوہ گر ہو گیا اور جب حمل شریف کو دو مہینے پورے ہو گئے تو عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کھجوریں لینے کے لئے مدینہ بھیجا، یا تجارت کے لئے ملک شام روانہ کیا، وہاں سے واپس لوٹتے ہوئے مدینہ میں اپنے والد کے ننہال ''بنو عدی بن نجار'' میں ایک ماہ بیمار رہ کر پچیس برس کی عمر میں وفات پا گئے اور وہیں ''دارِ نابغہ'' میں مدفون ہوئے۔ (1)

(زرقانی علی المواہب ج۱ص۱۰۱ و مدارج جلد۲ص۱۴)

قافلہ والوں نے جب مکہ واپس لوٹ کر عبدالمطلب کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیماری کا حال سنایا تو انہوں نے خبر گیری کے لئے اپنے سب سے بڑے لڑکے ''حارث'' کو مدینہ بھیجا۔ ان کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ راہی ملک بقا ہو چکے تھے۔ حارث نے مکہ واپس آ کر جب وفات کی خبر سنائی تو سارا گھر ماتم کدہ بن گیا اور بنو ہاشم کے ہر گھر میں ماتم برپا ہو گیا۔ خود حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اپنے مرحوم شوہر کا ایسا پُر درد مرثیہ کہا ہے کہ جس کو سن کر آج بھی دل درد

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم دوم، باب اول ،ج۲،ص۱۲۔۱۴ ملتقطاً

سے بھر جاتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر فرشتوں نے غمگین ہو کر بڑی حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ الٰہی! عزوجل تیرا نبی یتیم ہو گیا۔ حضرت حق نے فرمایا: کیا ہوا؟ میں اس کا حامی و حافظ ہوں۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۱۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترکہ ایک لونڈی ''اُم ایمن'' جس کا نام ''برکہ'' تھا کچھ اونٹ کچھ بکریاں تھیں، یہ سب ترکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملا۔ ''اُمِ ایمن'' بچپن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کرتی تھیں کھلاتیں، کپڑا پہناتیں، پرورش کی پوری ضروریات مہیا کرتیں، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عمر ''اُم ایمن'' کی دل جوئی فرماتے رہے اپنے محبوب و متبنّٰی غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا، اوران کے شکم سے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔[2] (عامہ کتب سیر)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایمان

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ دونوں مؤمن ہیں یا نہیں؟ بعض علماء ان دونوں کو مؤمن نہیں مانتے اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا اور فرمایا کہ ان دونوں کو مؤمن یا کافر کہنے سے زبان کو روکنا چاہیے اور اس کا علم خدا عزوجل کے سپرد کر دینا چاہیے، مگر اہل سنت کے علماء محققین مثلاً امام جلال الدین سیوطی و علامہ ابن حجر ہیتمی و امام قرطبی و حافظ الشام ابن ناصر الدین و حافظ شمس الدین دمشقی و قاضی ابو بکر ابن العربی مالکی و شیخ

1 ......مدارج النبوت ، قسم دوم، باب اول ،ج۲،ص ۱۴

2 ......الاستیعاب، کتاب النساء و کناھن، باب الباء ،ج۴،ص۳۵۶ ودلائل النبوۃ للبیھقی، باب ذکر رضاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرضعتہ ...الخ،ج۱،ص ۱۵۰

عبدالحق محدث دہلوی وصاحب الاکلیل مولانا عبدالحق مہاجر مدنی وغیرہ رحمہم اللہ تعالٰی کا یہی عقیدہ اور قول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ماں باپ دونوں یقیناً بلاشبہ مؤمن ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشاد ہے کہ

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو مؤمن نہ ماننا یہ علماء متقدمین کا مسلک ہے لیکن علماء متأخرین نے تحقیق کے ساتھ اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالٰی عنہما بلکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب ''مؤمن'' ہیں اور ان حضرات کے ایمان کو ثابت کرنے میں علماء متأخرین کے تین طریقے ہیں:

اول یہ کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالٰی عنہما اور آباء واجداد سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے، لہٰذا ''مؤمن'' ہوئے۔ دوم یہ کہ یہ تمام حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان نبوت سے پہلے ہی ایسے زمانے میں وفات پا گئے جو زمانہ ''فترت'' کہلاتا ہے اور ان لوگوں تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوتِ ایمان پہنچی ہی نہیں لہٰذا ہرگز ہرگز ان حضرات کو کافر نہیں کہا جا سکتا بلکہ ان لوگوں کو مؤمن ہی کہا جائے گا۔ سوم یہ کہ اللہ تعالٰی نے ان حضرات کو زندہ فرما کر ان کی قبروں سے اٹھایا اور ان لوگوں نے کلمہ پڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو زندہ کرنے کی حدیث اگرچہ بذات خود ضعیف ہے مگر اس کی سندیں اس قدر کثیر ہیں کہ یہ حدیث ''صحیح'' اور ''حسن'' کے درجے کو پہنچ گئی ہے۔

اور یہ وہ علم ہے جو علماء متقدمین پر پوشیدہ رہ گیا جس کو حق تعالٰی نے علماء متأخرین پر منکشف فرمایا اور اللہ تعالٰی جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے اپنی رحمت کے ساتھ خاص

فرمالیتا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں چند رسائل تصنیف کیے ہیں اور اس مسئلہ کو دلیلوں سے ثابت کیا ہے اور مخالفین کے شبہات کا جواب دیا ہے۔(1) (اشعۃ اللمعات ج اول ص ۷۱۸)

اسی طرح خاتمۃ المفسرین حضرت شیخ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ

امام قرطبی نے اپنی کتاب ''تذکرہ'' میں تحریر فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ''حجۃ الوداع'' میں ہم لوگوں کو ساتھ لے کر چلے اور ''حجون'' کی گھاٹی پر گزرے تو رنج و غم میں ڈوبے ہوئے رونے لگے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگی۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنی اونٹنی سے اتر پڑے اور کچھ دیر کے بعد میرے پاس واپس تشریف لائے تو خوش خوش مسکراتے ہوئے تشریف لائے۔ میں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، کیا بات ہے؟ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم رنج و غم میں ڈوبے ہوئے اونٹنی سے اترے اور واپس لوٹے تو شاداں و فرحاں مسکراتے ہوئے تشریف فرما ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے گیا تھا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ ان کو زندہ فرمادے تو خداوند تعالیٰ نے ان کو زندہ فرمادیا اور وہ ایمان لائیں۔(2)

اور ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے کہ ہر وہ شخص جو کفر کی حالت میں مرگیا ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے بجز رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے،

---

1 ......اشعة اللمعات ، کتاب الجنائز، باب زيارة القبور،الفصل الاول،ج١،ص٧٦٥

2 ......روح البيان،سورة البقرة تحت الآية:١١٩،ج١،ص٢١٧

کیونکہ اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور یہ دونوں ایمان لائے۔(1)

یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ماں باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں کے پاس روئے اور ایک خشک درخت زمین میں بو دیا، اور فرمایا کہ اگر یہ درخت ہرا ہو گیا تو یہ اس بات کی علامت ہو گی کہ ان دونوں کا ایمان لانا ممکن ہے۔ چنانچہ وہ درخت ہرا ہو گیا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے وہ دونوں اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اسلام لائے اور پھر اپنی اپنی قبروں میں تشریف لے گئے۔

اور ان دونوں کا زندہ ہونا، اور ایمان لانا، نہ عقلاً محال ہے نہ شرعاً کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتایا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک سے بھی چند مردے زندہ ہوئے۔(2) جب یہ سب باتیں ثابت ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں بھلا کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے؟ اور جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ ''میں نے اپنی والدہ کے لئے دعائے مغفرت کی اجازت طلب کی تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی۔'' یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زندہ ہو کر ایمان لانے سے بہت پہلے کی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا زندہ ہو کر ایمان لانا یہ ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر ہوا ہے (جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے چند ہی ماہ پہلے کا واقعہ ہے) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مراتب و درجات ہمیشہ بڑھتے ہی رہے تو ہو سکتا ہے کہ پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

1 ......الاشباہ والنظائر، کتاب الحظر والاباحۃ، ص۲٤۸

2 ......روح البیان، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ:۱۱۹، ج۱، ص۲۱۷

وسلم کو خداوند تعالیٰ نے یہ شرف نہیں عطا فرمایا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسلمان ہوں مگر بعد میں اس فضل و شرف سے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سرفراز فرما دیا کہ آپ کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صاحب ایمان بنا دیا[1] اور قاضی امام ابوبکر ابن العربی مالکی سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء واجداد جہنم میں ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ملعون ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ [2] (احزاب)

یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں ملعون کر دے گا۔

حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ کو اپنے نعتیہ اشعار میں اس طرح بیان فرمایا ہے: ؎

حَبَا اللّٰہُ النَّبِیَّ مَزِیۡدَ فَضۡلٍ عَلٰی فَضۡلٍ وَّکَانَ بِہٖ رَءُوۡفًا

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو فضل بالائے فضل سے بھی بڑھ کر فضیلت عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ ان پر بہت مہربان ہے۔

فَاَحۡیَا اُمَّـہٗ وَکَذَا اَبَاہُ لِاِیۡمَان بِہٖ فَضۡلاً لَّطِیۡفًا

کیونکہ خداوند تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماں باپ کو حضور پر ایمان لانے کے لئے اپنے فضل لطیف سے زندہ فرما دیا۔

---

1 ......روح البیان، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ:۱۱۹، ج۱، ص۲۱۷

2 ......پ۲۲، الاحزاب:۵۷

فَسَلِّمْ فَالْقَدِیْمُ بِہٖ قَدِیْرٌ وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ بِہٖ ضَعِیْفًا

تو تم اس بات کو مان لو کیونکہ خداوند قدیم اس بات پر قادر ہے اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (1) (انتہی ملتقطاً، تفسیر روح البیان ج۱ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)

صاحب الاکلیل حضرت علامہ شیخ عبدالحق مہاجر مدنی قدس سرہ الغنی نے تحریر فرمایا کہ علامہ ابن حجر ہیتمی نے مشکوٰۃ کی شرح میں فرمایا ہے کہ ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا، یہاں تک کہ وہ دونوں ایمان لائے اور پھر وفات پاگئے۔'' یہ حدیث صحیح ہے اور جن محدثین نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے ان میں سے امام قرطبی اور شام کے حافظ الحدیث ابن ناصر الدین بھی ہیں اور اس میں طعن کرنا بے محل اور بے جا ہے، کیونکہ کرامات اور خصوصیات کی شان ہی یہ ہے کہ وہ قواعد اور عادات کے خلاف ہوا کرتی ہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا موت کے بعد اٹھ کر ایمان لانا، یہ ایمان ان کے لئے نافع ہے حالانکہ دوسروں کے لئے یہ ایمان مفید نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نسبت رسول کی وجہ سے جو کمال حاصل ہے وہ دوسروں کے لئے نہیں ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حدیث لیت شعری ما فعل ابوای (کاش! مجھے خبر ہوتی کہ میرے والدین کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا) کے بارے میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''درمنثور'' میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث مرسل اور ضعیف الاسناد ہے۔

(اکلیل علیٰ مدارک التنزیل ج۲ص۱۰)

---

1 ......روح البیان، سورة البقرة تحت الآیة:۱۱۹، ج۱، ص۲۱۷

بہر کیف مندرجہ بالا اقتباسات جو معتبر کتابوں سے لئے گئے ہیں ان کو پڑھ لینے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عقیدت اور ایمانی محبت کا یہی تقاضا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور تمام آباء واجداد بلکہ تمام رشتہ داروں کے ساتھ ادب واحترام کا التزام رکھا جائے۔ بجز ان رشتہ داروں کے جن کا کافر اور جہنمی ہونا قرآن وحدیث سے یقینی طور پر ثابت ہے جیسے ''ابولہب'' اور اس کی بیوی ''حمالۃ الحطب'' باقی تمام قرابت والوں کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے کیونکہ جن لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت قرابت حاصل ہے ان کی بے ادبی وگستاخی یقیناً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایذا رسانی کا باعث ہوگا اور آپ قرآن کا فرمان پڑھ چکے کہ جو لوگ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ایذاء دیتے ہیں، وہ دنیا وآخرت میں ملعون ہیں۔

اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک محققانہ رسالہ بھی ہے جس کا نام "شمول الاسلام لاباء الکرام" ہے۔ جس میں آپ نے نہایت ہی مفصل ومدلل طور پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء واجداد موحد ومسلم ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

برکات نبوت کا ظہور

جس طرح سورج نکلنے سے پہلے ستاروں کی روپوشی، صبح صادق کی سفیدی، شفق کی سرخی سورج نکلنے کی خوشخبری دینے لگتی ہیں اسی طرح جب آفتاب رسالت کے طلوع کا زمانہ قریب آ گیا تو اطراف عالم میں بہت سے ایسے عجیب عجیب واقعات اور خوارق عادات بطور علامات کے ظاہر ہونے لگے جو ساری کائنات کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر یہ

بشارت دینے لگے کہ اب رسالت کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہونے والا ہے۔

چنانچہ اصحابِ فیل کی ہلاکت کا واقعہ، ناگہاں بارانِ رحمت سے سرزمین عرب کا سرسبز وشاداب ہوجانا، اور برسوں کی خشک سالی دفع ہوکر پورے ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہوجانا، بتوں کا منہ کے بل گر پڑنا، فارس کے مجوسیوں کی ایک ہزار سال سے جلائی ہوئی آگ کا ایک لمحہ میں بجھ جانا، کسریٰ کے محل کا زلزلہ، اور اس کے چودہ کنگوروں کا منہدم ہوجانا، ''ہمدان'' اور ''قم'' کے درمیان چھ میل لمبے چھ میل چوڑے ''بحرۂ ساوہ'' کا یکا یک بالکل خشک ہوجانا، شام اور کوفہ کے درمیان وادی ''سماوہ'' کی خشک ندی کا اچانک جاری ہوجانا، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی والدہ کے بدن سے ایک ایسے نور کا نکلنا جس سے ''بصریٰ'' کے محل روشن ہو گئے۔ یہ سب واقعات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جو حضور علیہ الصلوات والتسلیمات کی تشریف آوری سے پہلے ہی ''مبشرات'' بن کر عالم کائنات کو یہ خوشخبری دینے لگے کہ[1]۔

مبارک ہو وہ شہ پردے سے باہر آنے والا ہے
گدائی کو زمانہ جس کے در پر آنے والا ہے

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے قبل اعلان نبوت جو خلاف عادت اور عقل کو حیرت میں ڈالنے والے واقعات صادر ہوتے ہیں ان کو شریعت کی اصطلاح میں ''ارہاص'' کہتے ہیں اور اعلان نبوت کے بعد انہی کو ''معجزہ'' کہا جاتا ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا تمام واقعات ''ارہاص'' ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت

[1] ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، ولادته...الخ، ج۱، ص۲۱۸ ...... ۲۳۱

کرنے سے قبل ظاہر ہوئے جن کو ہم نے ''برکات نبوت'' کے عنوان سے بیان کیا ہے۔اس قسم کے واقعات جو''ارہاص'' کہلاتے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے،ان میں سے چند کا ذکر ہو چکا ہے چند دوسرے واقعات بھی پڑھ لیجئے۔ (1)

﴿ ۱ ﴾ محدث ابونعیم نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جس رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا نورِ نبوت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت اقدس سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مقدس میں منتقل ہوا،روئے زمین کے تمام چوپایوں،خصوصاً قریش کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے گویائی عطا فرمائی اور انہوں نے بزبانِ فصیح اعلان کیا کہ آج اللہ عزوجل کا وہ مقدس رسول شکم مادر میں جلوہ گر ہو گیا جس کے سر پر تمام دنیا کی امامت کا تاج ہے اور جو سارے عالم کو روشن کرنے والا چراغ ہے۔مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی۔اسی طرح سمندروں اور دریاؤں کے جانوروں نے ایک دوسرے کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کا وقت قریب آ گیا۔ (2) (زرقانی علی المواہب ج۱ص۱۰۸)

﴿ ۲ ﴾ خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بدلی آئی جس میں روشنی کے ساتھ گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے اُڑنے کی آواز تھی اور کچھ

---

1 ......النبراس شرح شرح العقائد،اقسام الخارق سبعة،ص ۲۷۲،ملتقطاً

2 ......المواهب اللدنية، المقصدالاول، آيات حمله، ج ۱،ص ۶۲

انسانوں کی بولیاں بھی سنائی دیتی تھیں۔ پھر ایک دم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے سامنے سے غیب ہو گئے اور میں نے سنا کہ ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو مشرق و مغرب میں گشت کراؤ اور ان کو سمندروں کی بھی سیر کراؤ تاکہ تمام کائنات کو ان کا نام، ان کا حلیہ، ان کی صفت معلوم ہو جائے اور ان کو تمام جاندار مخلوق یعنی جن وانس، ملائکہ اور چرندوں و پرندوں کے سامنے پیش کرو اور انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی صورت، حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت، حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت اسحٰق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی طاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کر کے ان کو تمام پیغمبروں کے کمالات اور اخلاق حسنہ سے مزین کردو۔[1] اس کے بعد وہ بادل چھٹ گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ ریشم کے سبز کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور اس کپڑے سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی منادی اعلان کر رہا ہے کہ واہ وا! کیا خوب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تمام دنیا پر قبضہ دے دیا گیا اور کائناتِ عالم کی کوئی چیز باقی نہ رہی جو ان کے قبضۂ اقتدار و غلبۂ اطاعت میں نہ ہو۔ اب میں نے چہرۂ انور کو دیکھا تو چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور بدن سے پاکیزہ مشک کی خوشبو آ رہی تھی

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، ولادته...الخ، ج ۱، ص ۲۱۲ ...... ۲۱۵

پھر تین شخص نظر آئے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت، تیسرے کے ہاتھ میں ایک چمک دار انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی کو سات مرتبہ دھو کر اس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگا دی، پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اٹھایا اور ایک لمحہ کے بعد مجھے سپرد کر دیا۔(1) (زرقانی علی المواہب ج۱ص۱۱۳ تا ص۱۱۵)

دوسرا باب

بچپن

ولادت باسعادت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔ مگر قول مشہور یہی ہے کہ واقعہ ''اصحاب فیل'' سے پچپن دن کے بعد ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ولادت باسعادت کی تاریخ ہے۔ اہل مکہ کا بھی اسی پر عملدرآمد ہے کہ وہ لوگ بارہویں ربیع الاول ہی کو کاشانۂ نبوت کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور وہاں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔(2) (مدارج النبوۃ ج۲ص۱۴)

تاریخ عالم میں یہ وہ نرالا اور عظمت والا دن ہے کہ اسی روز عالم ہستی کے ایجاد کا باعث، گردش لیل ونہار کا مطلوب، خلق آدم کا رمز، کشتی نوح کی حفاظت کا راز، بانی کعبہ کی دعا، ابن مریم کی بشارت کا ظہور ہوا۔ کائناتِ وجود کے الجھے ہوئے گیسوؤں کو سنوارنے والا، تمام جہان کے بگڑے نظاموں کو سدھارنے والا یعنی ؎

---

1 ......المواھب اللدنیۃمع شرح الزرقانی، ولادتہ...الخ،ج۱،ص۲۱۵......۲۱۶

2 ......مدارج النبوت، قسم دوم، باب اول، ج۲،ص۱۴ ملخصاً

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ماویٰ، ضعیفوں کا ملجا یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

سندالاصفیاء، اشرف الانبیاء، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالمِ وجود میں رونق افروز ہوئے اور پاکیزہ بدن، ناف بریدہ، ختنہ کئے ہوئے خوشبو میں بسے ہوئے بحالت سجدہ، مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین میں اپنے والد ماجد کے مکان کے اندر پیدا ہوئے باپ کہاں تھے جو بلائے جاتے اور اپنے نونہال کو دیکھ کر نہال ہوتے۔ وہ تو پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ دادا بلائے گئے جو اس وقت طوافِ کعبہ میں مشغول تھے۔ یہ خوشخبری سن کر دادا ''عبدالمطلب'' خوش خوش حرم کعبہ سے اپنے گھر آئے اور والہانہ جوشِ محبت میں اپنے پوتے کو کلیجے سے لگا لیا۔ پھر کعبہ میں لے جا کر خیر و برکت کی دعا مانگی اور ''محمد'' نام رکھا۔[1] آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا ابولہب کی لونڈی ''ثویبہ'' خوشی میں دوڑتی ہوئی گئی اور ''ابولہب'' کو بھتیجا پیدا ہونے کی خوشخبری دی تو اس نے اس خوشی میں شہادت کی انگلی کے اشارہ سے ''ثویبہ'' کو آزاد کر دیا جس کا ثمرہ ابولہب کو یہ ملا کہ اس کی موت کے بعد اس کے گھر والوں نے اس کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا، تو اس نے اپنی انگلی اٹھا کر یہ کہا کہ تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد مجھے کچھ (کھانے پینے) کو نہیں ملا بجز اس کے کہ ''ثویبہ'' کو آزاد کرنے کے سبب سے اس انگلی کے ذریعہ کچھ پانی پلا دیا جاتا ہوں۔[2] (بخاری ج۲ باب وامہاتکم التی ارضعنکم)

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، ولادته...الخ، ج۱، ص۲۳۲

2 ......صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب وامهاتكم اللا تى ارضعنكم، الحديث: ۵۱۰۱، ج۳، ص۴۳۲ والمواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، ذكر رضاعه صلى الله عليه وسلم...الخ، ج۱، ص۲۵۹

اس موقع پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بہت ہی فکر انگیز اور بصیرت افروز بات تحریر فرمائی ہے جو اہل محبت کے لئے نہایت ہی لذت بخش ہے، وہ لکھتے ہیں کہ

اس جگہ میلاد کرنے والوں کے لئے ایک سند ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شب ولادت میں خوشی مناتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ابولہب کو جو کافر تھا اور اس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی منانے، اور باندی کا دودھ خرچ کرنے پر جزا دی گئی تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہو کر خوشی مناتا ہے اور اپنا مال خرچ کرتا ہے۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۱۹)

مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جس مقدس مکان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، تاریخ اسلام میں اس مقام کا نام ''مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' (نبی کی پیدائش کی جگہ) ہے، یہ بہت ہی متبرک مقام ہے۔ سلاطینِ اسلام نے اس مبارک یادگار پر بہت ہی شاندار عمارت بنا دی تھی، جہاں اہل حرمین شریفین اور تمام دنیا سے آنے والے مسلمان دن رات محفل میلاد شریف منعقد کرتے اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''فیوض الحرمین'' میں تحریر فرمایا ہے کہ میں ایک مرتبہ اس محفل میلاد شریف میں حاضر ہوا، جو مکہ مکرمہ میں بارہویں ربیع الاول کو ''مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' میں منعقد ہوئی تھی جس وقت ولادت

---

1 ......مدارج النبوت، قسم دوم باب اول، ذکر نسب وحمل وولادت...الخ، ج۲، ص۱۹

کا ذکر پڑھا جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ یکبارگی اس مجلس سے کچھ انوار بلند ہوئے، میں نے ان انوار پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ رحمتِ الٰہی اور ان فرشتوں کے انوار تھے جو ایسی محفلوں میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ (فیوض الحرمین)

جب حجاز پر نجدی حکومت کا تسلط ہوا تو مقابر جنۃ المعلٰی وجنۃ البقیع کے گنبدوں کے ساتھ ساتھ نجدی حکومت نے اس مقدس یادگار کو بھی توڑ پھوڑ کر مسمار کر دیا اور برسوں یہ مبارک مقام ویران پڑا رہا، مگر میں جب جون ۱۹۵۹ء میں اس مرکز خیر و برکت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو میں نے اس جگہ ایک چھوٹی سی بلڈنگ دیکھی جو مقفل تھی۔ بعض عربوں نے بتایا کہ اب اس بلڈنگ میں ایک مختصر سی لائبریری اور ایک چھوٹا سا مکتب ہے، اب اس جگہ نہ میلاد شریف ہو سکتا ہے نہ صلاۃ و سلام پڑھنے کی اجازت ہے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بلڈنگ سے کچھ دور کھڑے ہو کر چپکے چپکے صلاۃ و سلام پڑھا، اور مجھ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ میں کچھ دیر تک روتا رہا۔

دودھ پینے کا زمانہ

سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو لہب کی لونڈی ''حضرت ثویبہ'' کا دودھ نوش فرمایا پھر اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دودھ سے سیراب ہوتے رہے، پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں اور اپنے قبیلہ میں رکھ کر آپ کو دودھ پلاتی رہیں اور انہیں کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دودھ پینے کا زمانہ گزرا۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۱۸)

شرفاء عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے گرد و نواح

1 ......مدارج النبوت، قسم دوم، باب اول، ج۲، ص۱۸، ۱۹ ملخصاً

دیہاتوں میں بھیج دیتے تھے دیہات کی صاف ستھری آب و ہوا میں بچوں کی تندرستی اور جسمانی صحت بھی اچھی ہو جاتی تھی اور وہ خالص اور فصیح عربی زبان بھی سیکھ جاتے تھے کیونکہ شہر کی زبان باہر کے آدمیوں کے میل جول سے خالص اور فصیح و بلیغ زبان نہیں رہا کرتی۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں ''بنی سعد'' کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی۔ اس سال عرب میں بہت سخت کال پڑا ہوا تھا، میری گود میں ایک بچہ تھا، مگر فقر و فاقہ کی وجہ سے میری چھاتیوں میں اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہو سکے۔ رات بھر وہ بچہ بھوک سے تڑپتا اور روتا بلبلاتا رہتا تھا اور ہم اس کی دلجوئی اور دلداری کے لئے تمام رات بیٹھ کر گزارتے تھے۔ ایک اونٹنی بھی ہمارے پاس تھی۔ مگر اس کے بھی دودھ نہ تھا۔ مکہ مکرمہ کے سفر میں جس خچر پر میں سوار تھی وہ بھی اس قدر لاغر تھا کہ قافلہ والوں کے ساتھ نہ چل سکتا تھا میرے ہمراہی بھی اس سے تنگ آ چکے تھے۔ بڑی بڑی مشکلوں سے یہ سفر طے ہوا جب یہ قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا تو جو عورت رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتی اور یہ سنتی کہ یہ یتیم ہیں تو کوئی عورت آپ کو لینے کے لئے تیار نہیں ہوتی تھی، کیونکہ بچے کے یتیم ہونے کے سبب سے زیادہ انعام و اکرام ملنے کی امید نہیں تھی۔ ادھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قسمت کا ستارہ ثریا سے زیادہ بلند اور چاند سے زیادہ روشن تھا، ان کے دودھ کی کمی ان کے لئے رحمت کی زیادتی کا باعث بن گئی، کیونکہ دودھ کم دیکھ کر کسی نے ان کو اپنا بچہ دینا گوارا نہ کیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر ''حارث بن عبدالعزیٰ'' سے کہا کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خالی ہاتھ واپس جاؤں اس سے تو بہتر یہی ہے کہ میں اس یتیم ہی کو لے چلوں، شوہر نے اس کو منظور کر لیا اور حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اس دریتیم کو لے کر آئیں جس سے صرف حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے گھر میں نہیں بلکہ کائناتِ عالم کے مشرق و مغرب میں اجالا ہونے والا تھا۔ یہ خداوند قدوس کا فضل عظیم ہی تھا کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سوئی ہوئی قسمت بیدار ہوگئی اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آغوش میں آ گئے۔ اپنے خیمہ میں لا کر جب دودھ پلانے بیٹھیں تو باران رحمت کی طرح برکاتِ نبوت کا ظہور شروع ہو گیا، خدا کی شان دیکھیے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مبارک پستان میں اس قدر دودھ اترا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اور ان کے رضاعی بھائی نے بھی خوب شکم سیر ہو کر دودھ پیا، اور دونوں آرام سے سو گئے، ادھر اونٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھر گئے تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر نے اس کا دودھ دوہا۔ اور میاں بیوی دونوں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور دونوں شکم سیر ہو کر رات بھر سکھ اور چین کی نیند سوئے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوہر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ برکتیں دیکھ کر حیران رہ گیا، اور کہنے لگا کہ حلیمہ! تم بڑا ہی مبارک بچہ لائی ہو۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ واقعی مجھے بھی یہی امید ہے کہ یہ نہایت ہی بابرکت بچہ ہے اور خدا کی رحمت بن کر ہم کو ملا ہے اور مجھے یہی توقع ہے کہ اب ہمارا گھر خیر و برکت سے بھر جائے گا۔ (1)

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی گود میں لے کر مکہ مکرمہ سے اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تو میرا وہی

(1) ......مدارج النبوت، قسم دوم، باب اول، ج۲، ص۱۹، ۲۰ ملخصاً والمواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، ذكر رضاعه صلى الله عليه وسلم، ج۱، ص۷۹

خچر اب اس قدر تیز چلنے لگا کہ کسی کی سواری اس کی گرد کو نہیں پہنچتی تھی، قافلہ کی عورتیں حیران ہو کر مجھ سے کہنے لگیں کہ اے حلیمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا یہ وہی خچر ہے جس پر تم سوار ہو کر آئی تھیں یا کوئی دوسرا تیز رفتار خچر تم نے خرید لیا ہے؟ الغرض ہم اپنے گھر پہنچے وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا تمام جانوروں کے تھن میں دودھ خشک ہو چکے تھے، لیکن میرے گھر میں قدم رکھتے ہی میری بکریوں کے تھن دودھ سے بھر گئے، اب روزانہ میری بکریاں جب چراگاہ سے گھر واپس آتیں تو ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوتے حالانکہ پوری بستی میں اور کسی کو اپنے جانوروں کا ایک قطرہ دودھ نہیں ملتا تھا میرے قبیلہ والوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم لوگ بھی اپنے جانوروں کو اسی جگہ چراؤ جہاں حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جانور چرتے ہیں۔ چنانچہ سب لوگ اسی چراگاہ میں اپنے مویشی چرانے لگے جہاں میری بکریاں چرتی تھیں، مگر یہاں تو چراگاہ اور جنگل کا کوئی عمل دخل ہی نہیں تھا یہ تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے برکات نبوت کا فیض تھا جس کو میں اور میرے شوہر کے سوا میری قوم کا کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا تھا۔ (1)

الغرض اسی طرح ہر دم ہر قدم پر ہم برابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکتوں کا مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تندرستی اور نشوونما کا حال دوسرے بچوں سے اتنا اچھا تھا کہ دو سال میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب اچھے بڑے معلوم ہونے لگے، اب ہم دستور کے مطابق رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی والدہ کے پاس لائے اور انہوں نے حسب توفیق ہم کو انعام و اکرام سے نوازا۔ (2)

1 ......مدارج النبوت ، قسم دوم ،باب اول، ج۲،ص ۲۰ ملتقطاً

2 ......شرح الزرقانی علی المواھب، من خصائصہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ،ج۱،ص۲۷۹ والمواھب اللدنیۃ ، ذکر رضاعہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم،ج۱،ص۸۲

گو قاعدہ کے مطابق اب ہمیں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھنے کا کوئی حق نہیں تھا، مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکات نبوت کی وجہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی ہم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی گوارا نہیں تھی۔ عجیب اتفاق کہ اس سال مکہ معظّمہ میں وبائی بیماری پھیلی ہوئی تھی چنانچہ ہم نے اس وبائی بیماری کا بہانہ کر کے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رضا مند کر لیا اور پھر ہم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واپس اپنے گھر لائے اور پھر ہمارا مکان رحمتوں اور برکتوں کی کان بن گیا اور آپ ہمارے پاس نہایت خوش و خرم ہو کر رہنے لگے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کچھ بڑے ہوئے تو گھر سے باہر نکلتے اور دوسرے لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود ہمیشہ ہر قسم کے کھیل کود سے علیٰحدہ رہتے۔[1] ایک روز مجھ سے کہنے لگے کہ اماں جان! میرے دوسرے بھائی بہن دن بھر نظر نہیں آتے یہ لوگ ہمیشہ صبح کو اٹھ کر روزانہ کہاں چلے جاتے ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ لوگ بکریاں چرانے چلے جاتے ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا: مادرِ مہربان! آپ مجھے بھی میرے بھائی بہنوں کے ساتھ بھیجا کیجیے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصرار سے مجبور ہو کر آپ کو حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بچوں کے ساتھ چراگاہ جانے کی اجازت دے دی۔ اور آپ روزانہ جہاں حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بکریاں چرتی تھیں تشریف لے جاتے رہے اور بکریاں چراگاہوں میں لے جا کر ان کی دیکھ بھال کرنا جو تمام انبیاء اور رسولوں علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے آپ نے اپنے عمل سے بچپن ہی میں اپنی ایک خصلت نبوت کا اظہار فرما دیا۔[2]

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب، من خصائصه صلی الله علیه وسلم، ج ۱، ص ۲۷۸ ماخوذاً

2 ......مدارج النبوت، قسم دوم، باب اول، ج ۲، ص ۲۱

شق صدر

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم چراگاہ میں تھے کہ ایک دم حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک فرزند ''ضمرہ'' دوڑتے اور ہانپتے کانپتے ہوئے اپنے گھر پر آئے اور اپنی ماں حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اماں جان! بڑا غضب ہو گیا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تین آدمیوں نے جو بہت ہی سفید لباس پہنے ہوئے تھے، چت لٹا کر ان کا شکم پھاڑ ڈالا ہے اور میں اسی حال میں ان کو چھوڑ کر بھاگا ہوا آیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شوہر دونوں بدحواس ہو کر گھبرائے ہوئے دوڑ کر جنگل میں پہنچے تو یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر خوف و ہراس سے چہرہ زرد اور اداس ہے، حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں پیار سے چمکار کر پوچھا کہ بیٹا! کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص جن کے کپڑے بہت ہی سفید اور صاف ستھرے تھے میرے پاس آئے اور مجھ کو چت لٹا کر میرا شکم چاک کر کے اس میں سے کوئی چیز نکال کر باہر پھینک دی اور پھر کوئی چیز میرے شکم میں ڈال کر شگاف کو سی دیا لیکن مجھے ذرہ برابر بھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ص۲۱)

یہ واقعہ سن کر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شوہر دونوں بے حد گھبرائے اور شوہر نے کہا کہ حلیمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجھے ڈر ہے کہ ان کے اوپر شاید کچھ آسیب کا اثر ہے لہٰذا بہت جلد تم ان کو ان کے گھر والوں کے پاس چھوڑ آؤ۔ اس کے

---

1 ......مدارج النبوت، قسم دوم، باب اول، ج۲، ص۲۱ ملخصاً والمواهب اللدنية، ذكر رضاعه صلى الله عليه وسلم، ج۱، ص۸۲

بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا آپ کو لے کر مکہ مکرمہ آئیں کیونکہ انہیں اس واقعہ سے یہ خوف پیدا ہوگیا تھا کہ شاید اب ہم کما حقہ ان کی حفاظت نہ کر سکیں گے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جب مکہ معظّمہ پہنچ کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے سپرد کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ حلیمہ! رضی اللہ تعالٰی عنہا تم تو بڑی خواہش اور چاہ کے ساتھ میرے بچے کو اپنے گھر لے گئی تھیں پھر اس قدر جلد واپس لے آنے کی وجہ کیا ہے؟ جب حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے شکم چاک کرنے کا واقعہ بیان کیا اور آسیب کا شبہ ظاہر کیا تو حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، خدا کی قسم! میرے نور نظر پر ہرگز ہرگز کبھی بھی کسی جن یا شیطان کا عمل دخل نہیں ہوسکتا۔ میرے بیٹے کی بڑی شان ہے۔ پھر ایام حمل اور وقت ولادت کے حیرت انگیز واقعات سنا کر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو مطمئن کر دیا اور حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر کے اپنے گاؤں میں واپس چلی آئیں اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی آغوشِ تربیت میں پرورش پانے لگے۔ (1)

شق صدر کتنی بار ہوا؟

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سورۂ ''الم نشرح'' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا مقدس سینہ چاک کیا گیا اور اس میں نور و حکمت کا خزینہ بھرا گیا۔

پہلی مرتبہ جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے

(1)……المواهب اللدنية ، ذكر رضاعه صلى الله تعالى عليه وسلم، ج ١، ص ٨٢ وشرح الزرقاني على المواهب ، شق صدره صلى الله عليه وسلم ، ج ١، ص ٢٨٠، ٢٨١

گھر تھے جس کا ذکر ہو چکا۔اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا تا کہ جوانی کی پر آشوب شہوتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائیں۔تیسری بار غارِ حرا میں شق صدر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الٰہی کے عظیم اور گراں بار بوجھ کو برداشت کر سکیں۔چوتھی مرتبہ شب معراج میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مبارک سینہ چاک کر کے نور و حکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا،تا کہ آپ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الٰہی عزوجل کی تجلیوں،اور کلام ربانی کی ہیبتوں اور عظمتوں کے متحمل ہو سکیں۔

ام ایمن

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گھر سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور اپنی والدہ محترمہ کے پاس رہنے لگے تو حضرت ''امِ ایمن'' جو آپکے والد ماجد کی باندی تھیں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی خاطر داری اور خدمت گزاری میں دن رات جی جان سے مصروف رہنے لگیں۔امِ ایمن کا نام ''برکۃ'' ہے یہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کو آپ کے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے میراث میں ملی تھیں۔یہی آپ کو کھانا کھلاتی تھیں کپڑے پہناتی تھیں آپ کے کپڑے دھویا کرتی تھیں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان کا نکاح کر دیا تھا جن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ پیدا ہوئے۔[1] (رضی اللہ تعالٰی عنہم)

1 ......مدارج النبوت،قسم دوم،باب اول،ج۲،ص۲۳ والمواهب اللدنية،ذكر حضانته صلى الله عليه وسلم،ج۱،ص۹۷

بچپن کی ادائیں

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا گہوارہ یعنی جھولا فرشتوں کے ہلانے سے ہلتا تھا اور آپ بچپن میں چاند کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرماتے تھے تو چاند آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی انگلی کے اشاروں پر حرکت کرتا تھا۔ جب آپ کی زبان کھلی تو سب سے اول جو کلام آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبرالحمد للّٰہ رب العالمین و سبحان اللّٰہ بکرۃ و اصیلا بچوں کی عادت کے مطابق کبھی بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کپڑوں میں بول و براز نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمیشہ ایک معین وقت پر رفع حاجت فرماتے۔ اگر کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شرم گاہ کھل جاتی تو آپ رو رو کر فریاد کرتے۔ اور جب تک شرم گاہ نہ چھپ جاتی آپ کو چین اور قرار نہیں آتا تھا اور اگر شرم گاہ چھپانے میں مجھ سے کچھ تاخیر ہو جاتی تو غیب سے کوئی آپ کی شرم گاہ چھپا دیتا۔ جب آپ اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل ہوئے تو باہر نکل کر بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود کھیل کود میں شریک نہیں ہوتے تھے لڑکے آپ کو کھیلنے کے لئے بلاتے تو آپ فرماتے کہ میں کھیلنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہوں۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۲۱)

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف جب چھ برس کی ہوگئی تو آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ کے دادا کے ننھیال بنوعدی بن نجار میں رشتہ داروں کی ملاقات یا اپنے شوہر کی قبر کی زیارت

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم دوم ، باب اول، ج ۲،ص ۲۰

کے لئے تشریف لے گئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والد ماجد کی باندی ام ایمن بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں وہاں سے واپسی پر ''ابواء'' نامی گاؤں میں حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگئی اور وہ وہیں مدفون ہوئیں۔ والد ماجد کا سایہ تو ولادت سے پہلے ہی اٹھ چکا تھا اب والدہ ماجدہ کی آغوش شفقت کا خاتمہ بھی ہوگیا۔ لیکن حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ دریتیم جس آغوشِ رحمت میں پرورش پا کر پروان چڑھنے والا ہے وہ ان سب ظاہری اسبابِ تربیت سے بے نیاز ہے۔ (1)

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو مکہ مکرمہ لائیں اور آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کیا اور دادا نے آپ کو اپنی آغوش تربیت میں انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ پرورش کیا اور حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف آٹھ برس کی ہوگئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا۔ (2)

ابوطالب کے پاس

عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا ابوطالب نے آپ کو اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیک خصلتوں اور دل لبھا دینے والی بچپن کی پیاری پیاری اداؤں نے ابوطالب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایسا گرویدہ بنا دیا کہ مکان کے اندر اور باہر ہر وقت آپ کو اپنے ساتھ ہی

---

1 ......المواهب اللدنية ، ذكر رضاعه صلى الله تعالى عليه وسلم، ج١،ص٨٨ملخصاً

2 ......شرح الزرقاني على المواهب،ذكر وفاة امه...الخ،ج١،ص٣٥٣

رکھتے۔ اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے، اپنے پاس ہی آپ کا بستر بچھاتے اور ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔ (1)

ابو طالب کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی وقت بھی کوئی جھوٹ بولے ہوں یا کبھی کسی کو دھوکہ دیا ہو، یا کبھی کسی کو کوئی ایذا پہنچائی ہو، یا بیہودہ لڑکوں کے پاس کھیلنے کے لئے گئے ہوں یا کبھی کوئی خلافِ تہذیب بات کی ہو۔ ہمیشہ انتہائی خوش اخلاق، نیک اطوار، نرم گفتار، بلند کردار اور اعلٰی درجہ کے پارسا اور پرہیز گار رہے۔

آپ کی دُعا سے بارش

ایک مرتبہ ملکِ عرب میں انتہائی خوفناک قحط پڑ گیا۔ اہلِ مکہ نے بتوں سے فریاد کرنے کا ارادہ کیا مگر ایک حسین و جمیل بوڑھے نے مکہ والوں سے کہا کہ اے اہلِ مکہ! ہمارے اندر ابو طالب موجود ہیں جو بانی کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین بھی ہیں۔ ہمیں ان کے پاس چل کر دعا کی درخواست کرنی چاہیے۔ چنانچہ سردارانِ عرب ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فریاد کرنے لگے کہ اے ابو طالب! قحط کی آگ نے سارے عرب کو جھلسا کر رکھ دیا ہے۔ جانور گھاس پانی کے لئے ترس رہے ہیں اور انسان دانہ پانی نہ ملنے سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہے ہیں۔ قافلوں کی آمد و رفت بند ہو چکی ہے اور ہر طرف بربادی و ویرانی کا دور دورہ ہے۔ آپ بارش کے لئے دعا کیجیے۔ اہلِ عرب کی فریاد سن کر ابو طالب کا دل بھر آیا اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر حرم کعبہ میں گئے۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیوار کعبہ

---

(1)......شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر وفاۃ امہ...الخ، ج۱، ص۳۵۴

سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور دعا مانگنے میں مشغول ہو گئے۔ درمیان دعا میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک کو آسمان کی طرف اٹھا دیا ایک دم چاروں طرف سے بدلیاں نمودار ہوئیں اور فوراً ہی اس زور کا بارانِ رحمت برسا کہ عرب کی زمین سیراب ہو گئی۔ جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ چٹیل میدانوں کی زمینیں سرسبز و شاداب ہو گئیں۔ قحط دفع ہو گیا اور کال کٹ گیا اور سارا عرب خوش حال اور نہال ہو گیا۔

چنانچہ ابوطالب نے اپنے اس طویل قصیدہ میں جس کو انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح میں نظم کیا ہے اس واقعہ کو ایک شعر میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ ؎

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ ثِمَالُ الْیَتَامِیْ عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ

یعنی وہ (حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ ان کے رخ انور کے ذریعہ بدلی سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کا ٹھکانا اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔ [1] (زرقانی علی المواہب ج ا ص ۱۹۰)

اُمّی لقب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا لقب ''اُمّی'' ہے اس لفظ کے دو معنی ہیں یا تو یہ ''اُم القریٰ'' کی طرف نسبت ہے۔ ''اُم القریٰ'' مکہ مکرمہ کا لقب ہے۔ لہٰذا ''اُمی'' کے معنی مکہ مکرمہ کے رہنے والے یا ''اُمّی'' کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے دنیا میں کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی نے بھی آپ کو نہیں پڑھایا لکھایا۔ مگر خداوند قدوس نے آپ کو

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۳۵۵

اس قدر علم عطا فرمایا کہ آپ کا سینہ اولین و آخرین کے علوم و معارف کا خزینہ بن گیا۔ اور آپ پر ایسی کتاب نازل ہوئی جس کی شان تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ (ہر ہر چیز کا روشن بیان) ہے حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

نگار من کہ بہ مکتب نرفت و خط ننوشت

بغمزہ سبق آموز صد مدرس شد

یعنی میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ کبھی مکتب میں گئے، نہ لکھنا سیکھا مگر اپنے چشم و ابرو کے اشارہ سے سیکڑوں مدرسوں کو سبق پڑھا دیا۔

ظاہر ہے کہ جس کا استاد اور تعلیم دینے والا خلاق عالم جل جلالہ ہو بھلا اس کو کسی اور استاد سے تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہوگی؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ ؎

ایسا امی کس لئے منت کش استاذ ہو

کیا کفایت اس کو اقرء ربك الاکرم نہیں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے امی لقب ہونے کا حقیقی راز کیا ہے؟ اس کو تو خداوند علام الغیوب کے سوا اور کون بتا سکتا ہے؟ لیکن بظاہر اس میں چند حکمتیں اور فوائد معلوم ہوتے ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ تمام دنیا کو علم و حکمت سکھانے والے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا استاد صرف خداوند عالم ہی ہو، کوئی انسان آپ کا استاد نہ ہوتا کہ کبھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پیغمبر تو میرا پڑھایا ہوا شاگرد ہے۔

دوم۔ یہ کہ کوئی شخص کبھی یہ خیال نہ کر سکے کہ فلاں آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کا استاد تھا تو شاید وہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہوگا۔

سوم۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں کوئی یہ وہم بھی نہ کر سکے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم چونکہ پڑھے لکھے آدمی تھے اس لیے انہوں نے خود ہی قرآن کی آیتوں کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے اور قرآن انہیں کا بنایا ہوا کلام ہے۔

چہارم۔ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم ساری دنیا کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیں تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پہلی اور پرانی کتابوں کو دیکھ دیکھ کر اس قسم کی انمول اور انقلاب آفریں تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

پنجم۔ اگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کا کوئی استاد ہوتا تو آپ کو اس کی تعظیم کرنی پڑتی، حالانکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کو خالق کائنات نے اس لیے پیدا فرمایا تھا کہ سارا عالم آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی تعظیم کرے، اس لیے حضرت حق جل شانہ نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ میرا محبوب کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرے اور کوئی اس کا استاد ہو۔ (واللہ تعالٰی اعلم)

سفرشام اور بحیرٰی

جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس کی ہوئی تو اس وقت ابوطالب نے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کیا۔ ابوطالب کو چونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم سے بہت ہی والہانہ محبت تھی اس لیے وہ آپ کو بھی اس سفر میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل تین بار تجارتی سفر فرمایا۔ دو مرتبہ ملک شام گئے اور ایک بار یمن تشریف لے گئے، یہ ملک شام کا پہلا سفر ہے اس سفر کے دوران ''بُصریٰ'' میں ''بُحیریٰ'' راہب (عیسائی سادھو) کے پاس آپ کا قیام

ہوا۔اس نے توراۃ وانجیل میں بیان کی ہوئی نبی آخرالزماں کی نشانیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیااور بہت عقیدت اوراحترام کے ساتھ اس نے آپ کے قافلہ والوں کی دعوت کی اورابوطالب سے کہا کہ یہ سارے جہان کے سرداراور رب العالمین کے رسول ہیں، جن کو خداعزوجل نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شجر وحجران کوسجدہ کرتے ہیں اورابران پر سایہ کرتا ہے اوران کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔اس لئے تمہارے اوران کے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ اب تم ان کو لے کرآ گے نہ جاؤ اوراپنا مال تجارت یہیں فروخت کر کے بہت جلد مکہ چلے جاؤ۔کیونکہ ملک شام میں یہودی لوگ ان کے بہت بڑے دشمن ہیں۔وہاں پہنچتے ہی وہ لوگ ان کوشہید کرڈالیں گے۔بحیرٰی راہب کے کہنے پرابوطالب کوخطرہ محسوس ہونے لگا۔چنانچہ انہوں نے وہیں اپنی تجارت کا مال فروخت کردیااور بہت جلد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کواپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔بُحیرٰی راہب نے چلتے وقت انتہائی عقیدت کے ساتھ آپ کوسفر کا کچھ توشہ بھی دیا۔(1)

(ترمذی ج۲ باب ماجاء فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تیسراباب
اعلانِ نبوّت سے پہلے کے کارنامے

جنگِ فجار

اسلام سے پہلے عربوں میں لڑائیوں کا ایک طویل سلسلہ جاری تھا۔انہی لڑائیوں میں سے ایک مشہورلڑائی ''جنگ فجار'' کے نام سے مشہور ہے۔عرب کے لوگ

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب ، باب ماجاء فی بدء نبوۃ النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم، الحدیث: ۳٦٤٠، ج٥، ص٣٥٦ والسیرۃ النبویة لابن ھشام، قصة بحیری، ص٧٣

ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب، ان چار مہینوں کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان مہینوں میں لڑائی کرنے کو گناہ جانتے تھے۔ یہاں تک کہ عام طور پر ان مہینوں میں لوگ تلواروں کو نیام میں رکھ دیتے۔ اور نیزوں کی برچھیاں اتار لیتے تھے۔ مگر اس کے باوجود کبھی کبھی کچھ ایسے ہنگامی حالات درپیش ہوگئے کہ مجبوراً ان مہینوں میں بھی لڑائیاں کرنی پڑیں۔ تو ان لڑائیوں کو اہل عرب ''حروب فجار'' (گناہ کی لڑائیاں) کہتے تھے۔ سب سے آخری جنگ فجار جو ''قریش'' اور ''قیس'' کے قبیلوں کے درمیان ہوئی اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف بیس برس کی تھی۔ چونکہ قریش اس جنگ میں حق پر تھے، اس لئے ابو طالب وغیرہ اپنے چچاؤں کے ساتھ آپ نے بھی اس جنگ میں شرکت فرمائی۔ مگر کسی پر ہتھیار نہیں اٹھایا۔ صرف اتنا ہی کیا کہ اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے رہے۔ اس لڑائی میں پہلے قیس پھر قریش غالب آئے اور آخر کار صلح پر اس لڑائی کا خاتمہ ہوگیا۔ [1] (سیرت ابن ہشام ج۲ ص۱۸۶)

حلف الفُضول

روز روز کی لڑائیوں سے عرب کے سیکڑوں گھرانے برباد ہوگئے تھے۔ ہر طرف بدامنی اور آئے دن کی لوٹ مار سے ملک کا امن وامان غارت ہو چکا تھا۔ کوئی شخص اپنی جان و مال کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔ نہ دن کو چین، نہ رات کو آرام، اس وحشت ناک صورتِ حال سے تنگ آکر کچھ صلح پسند لوگوں نے جنگ فجار کے خاتمہ کے بعد ایک اصلاحی تحریک چلائی۔ چنانچہ بنو ہاشم، بنو زہرہ، بنو اسد وغیرہ قبائل قریش کے بڑے بڑے سرداران عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

1 ...... المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، خروجہ الی الشام، ج۱، ص۳۶۲ والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام، حرب الفجار، ص۷۵

چچا زبیر بن عبدالمطلب نے یہ تجویز پیش کی کہ موجودہ حالات کو سدھارنے کے لئے کوئی معاہدہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ خاندان قریش کے سرداروں نے ''بقائے باہم'' کے اصول پر ''جیو اور جینے دو'' کے قسم کا ایک معاہدہ کیا اور حلف اٹھا کر عہد کیا کہ ہم لوگ:

﴿۱﴾ ملک سے بے امنی دور کریں گے۔ ﴿۲﴾ مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

﴿۳﴾ غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔ ﴿۴﴾ مظلوم کی حمایت کریں گے۔

﴿۵﴾ کسی ظالم یا غاصب کو مکہ میں نہیں رہنے دیں گے۔

اس معاہدہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور آپ کو یہ معاہدہ اس قدر عزیز تھا کہ اعلانِ نبوت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدہ سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس معاہدہ کے بدلے میں کوئی مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیتا تو مجھے اتنی خوشی نہیں ہوتی۔ اور آج اسلام میں بھی اگر کوئی مظلوم ''یاآل حلف الفضول'' کہہ کر مجھے مدد کے لئے پکارے تو میں اس کی مدد کے لئے تیار ہوں۔

اس تاریخی معاہدہ کو ''حلف الفضول'' اس لئے کہتے ہیں کہ قریش کے اس معاہدہ سے بہت پہلے مکہ میں قبیلہ ''جرہم'' کے سرداروں کے درمیان بھی بالکل ایسا ہی ایک معاہدہ ہوا تھا۔ اور چونکہ قبیلۂ جرہم کے وہ لوگ جو اس معاہدہ کے محرک تھے ان سب لوگوں کا نام ''فضل'' تھا یعنی فضل بن حارث اور فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ اس لئے اس معاہدہ کا نام ''حلف الفضول'' رکھ دیا گیا، یعنی ان چند آدمیوں کا معاہدہ جن کے نام ''فضل'' تھے۔ [1] (سیرت ابن ہشام ج۱ ص۱۳۴)

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، حرب الفجار، ص٥٦

ملکِ شام کا دوسرا سفر

جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عمر شریف تقریباً پچیس سال کی ہوئی تو آپ کی امانت وصداقت کا چرچا دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مکہ کی ایک بہت ہی مالدار عورت تھیں۔ ان کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کو ضرورت تھی کہ کوئی امانت دار آدمی مل جائے تو اس کے ساتھ اپنی تجارت کا مال وسامان ملک شام بھیجیں۔ چنانچہ ان کی نظر انتخاب نے اس کام کے لئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو منتخب کیا اور کہلا بھیجا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میرا مال تجارت لے کر ملک شام جائیں جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امانت و دیانت داری کی بنا پر میں آپ کو اس کا دوگنا دوں گی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمالی اور تجارت کا مال وسامان لے کر ملک شام کو روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اپنے ایک معتمد غلام ''میسرہ'' کو بھی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ روانہ کر دیا تا کہ وہ آپ کی خدمت کرتا رہے۔ جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملک شام کے مشہور شہر ''بصریٰ'' کے بازار میں پہنچے تو وہاں ''نسطورا'' راہب کی خانقاہ کے قریب میں ٹھہرے۔ ''نسطورا'' میسرہ کو بہت پہلے سے جانتا پہچانتا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت دیکھتے ہی ''نسطورا'' میسرہ کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ اے میسرہ! یہ کون شخص ہیں جو اس درخت کے نیچے اتر پڑے ہیں۔ میسرہ نے جواب دیا کہ یہ مکہ کے رہنے والے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ ہیں ان کا نام نامی ''محمد'' اور لقب ''امین'' ہے۔ نسطوراء نے کہا کہ سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے آج تک کبھی کوئی نہیں اترا۔ اس لئے مجھے یقین کامل ہے کہ ''نبی آخر الزماں'' یہی ہیں۔ کیونکہ آخری نبی کی تمام نشانیاں جو میں نے توریت وانجیل میں پڑھی ہیں وہ سب میں ان میں دیکھ رہا ہوں۔ کاش! میں اس وقت زندہ رہتا جب یہ

اپنی نبوت کا اعلان کریں گے تو میں ان کی بھرپور مدد کرتا اور پوری جاں نثاری کے ساتھ ان کی خدمت گزاری میں اپنی تمام عمر گزار دیتا۔ اے میسرہ! میں تم کو نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کہ خبردار! ایک لمحہ کے لئے بھی تم ان سے جدا نہ ہونا اور انتہائی خلوص و عقیدت کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہنا کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان کو ''خاتم النبیین'' ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بصریٰ کے بازار میں بہت جلد تجارت کا مال فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ واپسی میں جب آپ کا قافلہ شہر مکہ میں داخل ہونے لگا تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ایک بالا خانے پر بیٹھی ہوئی قافلہ کی آمد کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ جب ان کی نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑی تو انہیں ایسا نظر آیا کہ دو فرشتے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سر پر دھوپ سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے قلب پر اس نورانی منظر کا ایک خاص اثر ہوا اور وہ فرط عقیدت سے انتہائی والہانہ محبت کے ساتھ یہ حسین جلوہ دیکھتی رہیں۔ پھر اپنے غلام میسرہ سے انہوں نے کئی دن کے بعد اس کا ذکر کیا تو میسرہ نے بتایا کہ میں تو پورے سفر میں یہی منظر دیکھتا رہا ہوں۔ اور اس کے علاوہ میں نے بہت سی عجیب و غریب باتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ پھر میسرہ نے نسطورا راہب کی گفتگو اور اسکی عقیدت و محبت کا تذکرہ بھی کیا۔ یہ سن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو آپ سے بے پناہ قلبی تعلق، اور بے حد عقیدت و محبت ہو گئی اور یہاں تک ان کا دل جھک گیا کہ انہیں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نکاح کی رغبت ہو گئی۔[2] (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۷)

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم دوم ، باب دوم، ج ۲،ص ۲۷

2 ......مدارج النبوت ، قسم دوم ، باب دوم، ج ۲،ص ۲۷

نکاح

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مال و دولت کے ساتھ انتہائی شریف اور عفت مآب خاتون تھیں۔ اہل مکہ ان کی پاک دامنی اور پارسائی کی وجہ سے ان کو طاہرہ (پاکباز) کہا کرتے تھے۔ ان کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی پہلے ان کا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا تھا اور ان سے دو لڑکے ''ہند بن ابو ہالہ'' اور ''ہالہ بن ابو ہالہ'' پیدا ہو چکے تھے۔ پھر ابو ہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوسرا نکاح ''عتیق بن عابد مخزومی'' سے کیا۔ ان سے بھی دو اولاد ہوئی، ایک لڑکا ''عبداللہ بن عتیق'' اور ایک لڑکی ''ہند بنت عتیق''۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوسرے شوہر ''عتیق'' کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ بڑے بڑے سرداران قریش ان کے ساتھ عقد نکاح کے خواہش مند تھے لیکن انہوں نے سب پیغاموں کو ٹھکرا دیا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ اخلاق و عادات کو دیکھ کر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حیرت انگیز حالات کو سن کر یہاں تک ان کا دل آپ کی طرف مائل ہو گیا کہ خود بخود ان کے قلب میں آپ سے نکاح کی رغبت پیدا ہو گئی۔ کہاں تو بڑے بڑے مالداروں اور شہر مکہ کے سرداروں کے پیغاموں کو رد کر چکی تھیں اور یہ طے کر چکی تھیں کہ اب چالیس برس کی عمر میں تیسرا نکاح نہیں کروں گی اور کہاں خود ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا جو ان کے بھائی عوام بن خویلد کی بیوی تھیں۔ ان سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ ذاتی حالات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں پھر ''نفیسہ'' بنت امیہ کے ذریعہ خود ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ مشہور امام سیرت محمد بن اسحٰق نے لکھا ہے کہ اس رشتہ کو پسند کرنے کی جو وجہ حضرت

خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کی ہے وہ خود ان کے الفاظ میں یہ ہے: اِنِّیُ قَدُ رَغِبُتُ فِیُكَ لِحُسُنِ خُلُقِكَ وَصِدُقِ حَدِیُثِكَ یعنی میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اچھے اخلاق اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچائی کی وجہ سے آپ کو پسند کیا۔(1)(زرقانی علی المواہب ج ۱ص ۲۰۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس رشتہ کو اپنے چچا ابو طالب اور خاندان کے دوسرے بڑے بوڑھوں کے سامنے پیش فرمایا۔ بھلا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی پاک دامن، شریف، عقلمند اور مالدار عورت سے شادی کرنے کو کون نہ کہتا؟ سارے خاندان والوں نے نہایت خوشی کے ساتھ اس رشتہ کو منظور کر لیا۔اور نکاح کی تاریخ مقرر ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو طالب وغیرہ اپنے چچاؤں اور خاندان کے دوسرے افراد اور شرفاء بنی ہاشم و سرداران مضر کو اپنی برات میں لے کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور نکاح ہوا۔ اس نکاح کے وقت ابو طالب نے نہایت ہی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔اس خطبہ سے بہت اچھی طرح اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کے خاندانی بڑے بوڑھوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کیسا خیال تھا اور آپ کے اخلاق و عادات نے ان لوگوں پر کیسا اثر ڈالا تھا۔(2) ابو طالب کے اس خطبہ کا ترجمہ یہ ہے:

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنایا اور ہم کو معد اور مضر کے خاندان

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني،تزوجه عليه السلام من خديجة،ج ١،ص ٣٧٠۔٣٧٤ مختصراً

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني،تزوجه عليه السلام من خديجة،ج ١،ص ٣٧٦ مختصراً

میں پیدا فرمایا اور اپنے گھر (کعبہ) کا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا اور ہم کو علم و حکمت والا گھر اور امن والا حرم عطا فرمایا اور ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا۔

یہ میرے بھائی کا فرزند محمد بن عبداللہ ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے جس شخص کا بھی اس کے ساتھ موازنہ کیا جائے یہ اس سے ہر شان میں بڑھا ہوا ہی رہے گا۔ ہاں مال اس کے پاس کم ہے لیکن مال تو ایک ڈھلتی ہوئی چھاؤں اور ادل بدل ہونے والی چیز ہے۔ اما بعد! میرا بھتیجا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ شخص ہے جس کے ساتھ میری قرابت اور قربت و محبت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرتا ہے اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتا ہے اور اس کا مستقبل بہت ہی تابناک، عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔ (1)

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۰۱)

جب ابو طالب اپنا یہ ولولہ انگیز خطبہ ختم کر چکے تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے بھی کھڑے ہو کر ایک شاندار خطبہ پڑھا۔ جس کا مضمون یہ ہے:

خدا ہی کے لئے حمد ہے جس نے ہم کو ایسا ہی بنایا جیسا کہ اے ابو طالب! آپ نے ذکر کیا اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جن کو آپ نے شمار کیا۔ بلاشبہ ہم لوگ عرب کے پیشوا اور سردار ہیں اور آپ لوگ بھی تمام فضائل کے اہل ہیں۔ کوئی قبیلہ آپ لوگوں کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتا اور کوئی شخص آپ لوگوں کے فخر و شرف کو

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، تزوجه عليه السلام من خديجة، ج ١، ص ٣٧٦ ملخصاً و مدارج النبوت ، قسم دوم ، باب دوم ، ج ٢، ص ٢٨

ردنہیں کرسکتا اور بے شک ہم لوگوں نے نہایت ہی رغبت کے ساتھ آپ لوگوں کے ساتھ ملنے اور رشتہ میں شامل ہونے کو پسند کیا۔ لہٰذا اے قریش! تم گواہ رہو کہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو میں نے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زوجیت میں دیا چار سو مثقال مہر کے بدلے۔ (1)

غرض حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نکاح ہو گیا اور حضور محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خانہ معیشت ازدواجی زندگی کے ساتھ آباد ہو گیا۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقریباً ۲۵ برس تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہیں اور ان کی زندگی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا باقی آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ جن کا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ساری دولت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر قربان کردی اور اپنی تمام عمر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غمگساری اور خدمت میں نثار کردی جن کی تفصیل آئندہ صفحات میں تحریر کی جائے گی۔

کعبہ کی تعمیر

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راست بازی اور امانت و دیانت کی بدولت خداوند عالم عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس قدر مقبولِ خلائق بنا دیا اور عقلِ سلیم اور بے مثال دانائی کا ایسا عظیم جوہر عطا فرما دیا کہ کم عمری میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

(1) ......شرح الزرقانی علی المواهب ،تزوجه علیه السلام من خدیجة، ج ۱ ، ص ۳۷۷

عرب کے بڑے بڑے سرداروں کے جھگڑوں کا ایسا لاجواب فیصلہ فرما دیا کہ بڑے بڑے دانشوروں اور سرداروں نے اس فیصلہ کی عظمت کے آگے سر جھکا دیا، اور سب نے بالاتفاق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا حکم اور سردارِ اعظم تسلیم کر لیا۔ چنانچہ اس قسم کا ایک واقعہ تعمیر کعبہ کے وقت پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پینتیس (۳۵) برس کی ہوئی تو زوردار بارش سے حرم کعبہ میں ایسا عظیم سیلاب آ گیا کہ کعبہ کی عمارت بالکل ہی منہدم ہو گئی۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا بنایا ہوا کعبہ بہت پرانا ہو چکا تھا۔ عمالقہ، قبیلۂ جرہم اور قصی وغیرہ اپنے اپنے وقتوں میں اس کعبہ کی تعمیر و مرمت کرتے رہے تھے مگر چونکہ عمارت نشیب میں تھی اس لئے پہاڑوں سے برساتی پانی کے بہاؤ کا زوردار دھارا وادئ مکہ میں ہو کر گزرتا تھا اور اکثر حرم کعبہ میں سیلاب آ جاتا تھا۔ کعبہ کی حفاظت کے لیے بالائی حصہ میں قریش نے کئی بند بھی بنائے تھے مگر وہ بند بار بار ٹوٹ جاتے تھے۔ اس لیے قریش نے یہ طے کیا کہ عمارت کو ڈھا کر پھر سے کعبہ کی ایک مضبوط عمارت بنائی جائے جس کا دروازہ بلند ہو اور چھت بھی ہو۔[1] چنانچہ قریش نے مل جل کر تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ اس تعمیر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور سرداران قریش کے دوش بدوش پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے مختلف قبیلوں نے تعمیر کے لیے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لئے۔ جب عمارت ''حجر اسود'' تک پہنچ گئی تو قبائل میں سخت جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ ہم ہی ''حجر اسود'' کو اٹھا کر دیوار میں نصب کریں۔ تاکہ ہمارے قبیلہ کے لئے یہ فخر و اعزاز کا باعث بن جائے۔ اس کشمکش میں چار دن گزر گئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ

1 ......السیرۃ الحلبیۃ، باب بنیان قریش الکعبۃ...الخ، ج۱، ص۲۰۴ مختصراً

تلواریں نکل آئیں بنوعبدالدار اور بنوعدی کے قبیلوں نے تو اس پر جان کی بازی لگا دی اور زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنی قسموں کو مضبوط کرنے کے لئے ایک پیالہ میں خون بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں۔ پانچویں دن حرم کعبہ میں تمام قبائل عرب جمع ہوئے اور اس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے ایک بڑے بوڑھے شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ کل جو شخص صبح سویرے سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل ہو اس کو پنچ مان لیا جائے۔ وہ جو فیصلہ کر دے سب اس کو تسلیم کر لیں۔ چنانچہ سب نے یہ بات مان لی۔ خدا عزوجل کی شان کہ صبح کو جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہوا وہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے کہ واللہ یہ ''امین'' ہیں لہٰذا ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس جھگڑے کا اس طرح تصفیہ فرمایا کہ پہلے آپ نے یہ حکم دیا کہ جس جس قبیلہ کے لوگ حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کے مدعی ہیں ان کا ایک ایک سردار چن لیا جائے۔ چنانچہ ہر قبیلہ والوں نے اپنا اپنا سردار چن لیا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو بچھا کر حجر اسود کو اس پر رکھا اور سرداروں کو حکم دیا کہ سب لوگ اس چادر کو تھام کر مقدس پتھر کو اٹھائیں۔ چنانچہ سب سرداروں نے چادر کو اٹھایا اور جب حجر اسود اپنے مقام تک پہنچ گیا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے متبرک ہاتھوں سے اس مقدس پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح ایک ایسی خونریز لڑائی ٹل گئی جس کے نتیجہ میں نہ معلوم کتنا خون خرابا ہوتا۔[1] (سیرت ابن ہشام ج۱ ص۱۹۶ تا ۱۹۷)

خانہ کعبہ کی عمارت بن گئی لیکن تعمیر کے لئے جو سامان جمع کیا گیا تھا وہ کم

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام ، حديث بنيان الكعبة ...الخ، ص ٧٩

پڑ گیا اس لئے ایک طرف کا کچھ حصہ باہر چھوڑ کر نئی بنیاد قائم کر کے چھوٹا سا کعبہ بنا لیا گیا کعبہ معظّمہ کا یہی حصہ جس کو قریش نے عمارت سے باہر چھوڑ دیا ''حطیم'' کہلاتا ہے جس میں کعبہ معظّمہ کی چھت کا پرنالا گرتا ہے۔

کعبہ کتنی بار تعمیر کیا گیا؟

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ''تاریخ مکہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''خانہ کعبہ'' دس مرتبہ تعمیر کیا گیا:

﴿۱﴾ سب سے پہلے فرشتوں نے ٹھیک ''بیت المعمور'' کے سامنے زمین پر خانہ کعبہ کو بنایا۔ ﴿۲﴾ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر فرمائی۔ ﴿۳﴾ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں نے اس عمارت کو بنایا۔ ﴿۴﴾ اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اس مقدس گھر کو تعمیر کیا۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿۵﴾ قوم عمالقہ کی عمارت۔ ﴿۶﴾ اس کے بعد قبیلہ جرہم نے اس کی عمارت بنائی۔ ﴿۷﴾ قریش کے مورث اعلیٰ ''قصی بن کلاب'' کی تعمیر۔ ﴿۸﴾ قریش کی تعمیر جس میں خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی اور قریش کے ساتھ خود بھی اپنے دوش مبارک پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ ﴿۹﴾ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تجویز کردہ نقشہ کے مطابق تعمیر کیا۔ یعنی حطیم کی زمین کو کعبہ میں داخل کر دیا۔ اور دروازہ سطح زمین کے برابر نیچا رکھا اور ایک دروازہ مشرق کی جانب اور ایک دروازہ مغرب کی سمت بنا دیا۔ ﴿۱۰﴾ عبدالملک بن مروان اموی کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کر دیا۔ اور ان کے

بنائے ہوئے کعبہ کو ڈھا دیا۔ اور پھر زمانۂ جاہلیت کے نقشہ کے مطابق کعبہ بنا دیا۔ جو آج تک موجود ہے۔

لیکن حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ نئے سرے سے کعبہ کی تعمیر جدید صرف تین ہی مرتبہ ہوئی ہے:

﴿۱﴾ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی تعمیر ﴿۲﴾ زمانۂ جاہلیت میں قریش کی عمارت اور ان دونوں تعمیروں میں دو ہزار سات سو پینتیس (۲۷۳۵) برس کا فاصلہ ہے ﴿۳﴾ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعمیر جو قریش کی تعمیر کے بیاسی سال بعد ہوئی۔

حضرات ملائکہ اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے فرزندوں کی تعمیرات کے بارے میں علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ صحیح روایتوں سے ثابت ہی نہیں ہے۔ باقی تعمیروں کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ یہ عمارت میں معمولی ترمیم یا ٹوٹ پھوٹ کی مرمت تھی۔ تعمیر جدید نہیں تھی۔ (1) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(حاشیہ بخاری ج۱ ص۲۱۵ باب فضل مکہ)

مخصوص احباب

اعلانِ نبوت سے قبل جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخصوص احباب و رفقاء تھے وہ سب نہایت ہی بلند اخلاق، عالی مرتبہ، ہوش مند اور باوقار لوگ تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مقرب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو برسوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ وطن اور سفر میں رہے۔ اور تجارت نیز دوسرے کاروباری معاملات میں ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شریک کار و راز دار رہے۔ اسی طرح حضرت خدیجہ رضی

1 ......حاشية صحيح البخارى، كتاب المناسك، باب فضل مكة وبنيانها، حاشية: ٤، ج ١، ص ٢١٥

اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قریش کے نہایت ہی معزز رئیس تھے اور جن کا ایک خصوصی شرف یہ ہے کہ ان کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی تھی، یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخصوص احباب میں خصوصی امتیاز رکھتے تھے۔ (1)

حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو زمانہ جاہلیت میں طبابت اور جراہی کا پیشہ کرتے تھے یہ بھی احباب خاص میں سے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد یہ اپنے گاؤں سے مکہ آئے تو کفار قریش کی زبانی یہ پروپیگنڈا سنا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجنون ہو گئے ہیں۔ پھر یہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ میں تشریف لے جارہے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے لڑکوں کا ایک غول ہے جو شور مچا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ شبہ پیدا ہوا اور پرانی دوستی کی بنا پر ان کو انتہائی رنج و قلق ہوا۔ چنانچہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں طبیب ہوں اور جنون کا علاج کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا عزوجل کی حمد و ثنا کے بعد چند جملے ارشاد فرمائے جن کا حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ فوراً ہی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (2) (مشکوٰۃ باب علامات النبوۃ ص ۲۲۵ و مسلم ج اول ص ۲۸۵ کتاب الجمعہ)

حضرت قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت کے کاروبار میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شریک کار رہا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

---

1 ......اسدالغابة فی معرفة الصحابة، حكيم بن حزام، ج ٢، ص ٥٨ مختصراً

2 ......مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل و الشمائل، باب علامات النبوة، الفصل الاول، الحديث: ٥٨٦٠، ج ٢، ص ٣٧٤

گہرے دوستوں میں سے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معاملہ اپنے تجارتی شرکا کے ساتھ ہمیشہ نہایت ہی صاف ستھرا رہتا تھا اور کبھی کوئی جھگڑا پیش نہیں آتا تھا۔(1) (استیعاب ج۲ ص ۵۳۷)

موحدین عرب سے تعلقات

عرب میں اگرچہ ہر طرف شرک پھیل گیا تھا اور گھر گھر میں بت پرستی کا چرچا تھا۔ مگر اس ماحول میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو توحید کے پرستار، اور شرک و بت پرستی سے بیزار تھے۔ انہی خوش نصیبوں میں زید بن عمرو بن نفیل ہیں۔ یہ علی الاعلان شرک و بت پرستی سے انکار، اور جاہلیت کی مشرکانہ رسموں سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ شرک و بت پرستی کے خلاف اعلان مذمت کی بنا پر ان کا چچا "خطاب بن نفیل" ان کو بہت زیادہ تکلیفیں دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کو مکہ سے شہر بدر کر دیا تھا اور ان کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیتا تھا۔ مگر یہ ہزاروں ایذاؤں کے باوجود عقیدۂ توحید پر پہاڑ کی طرح ڈٹے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ کے دو شعر بہت مشہور ہیں جن کو یہ مشرکین کے میلوں اور مجمعوں میں بہ آواز بلند سنایا کرتے تھے کہ ؎

اَرَبًّا وَّاحِدًا اَمْ اَلْفَ رَبٍّ ۔۔۔ اَدِيْنُ اِذَا تُقُسِّمَتِ الْاُمُوْرُ

تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا ۔۔۔ كَذَالِكَ يَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِيْرُ

یعنی کیا میں ایک رب کی اطاعت کروں یا ایک ہزار رب کی؟ جب کہ لوگوں کے دینی معاملات تقسیم ہو چکے ہیں۔ میں نے تو لات و عزیٰ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور ہر بصیرت والا ایسا ہی کرے گا۔(2) (سیرت ابن ہشام ج۱ ص ۲۲۶)

1 ......الاستیعاب ، حرف القاف، ج۳، ص۳٤۹

2 ......السیرۃ النبویۃ لابن هشام ، زید بن عمرو بن نفیل، ص ۹۰

یہ مشرکین کے دین سے متنفر ہو کر دین برحق کی تلاش میں ملک شام چلے گئے تھے۔ وہاں ایک یہودی عالم سے ملے۔ پھر ایک نصرانی پادری سے ملاقات کی اور جب آپ نے یہودی و نصرانی دین کو قبول نہیں کیا تو ان دونوں نے "دین حنیف" کی طرف آپ کی رہنمائی کی جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا دین تھا اور ان دونوں نے یہ بھی بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی، اور وہ ایک خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ یہ سن کر زید بن عمرو بن نفیل ملک شام سے مکہ واپس آ گئے۔ اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر مکہ میں بہ آواز بلند یہ کہا کرتے تھے کہ اے لوگو! گواہ رہو کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں۔ [1] (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۲۵)

اعلانِ نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ زید بن عمرو بن نفیل کو بڑا خاص تعلق تھا اور کبھی کبھی ملاقاتیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما راوی ہیں کہ ایک مرتبہ وحی نازل ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقام "بلدح" کی ترائی میں زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے دستر خوان پر کھانا پیش کیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کھانے سے انکار کر دیا، تو زید بن عمرو بن نفیل کہنے لگے کہ میں بتوں کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا۔ میں صرف وہی ذبیحہ کھاتا ہوں جو اللہ تعالٰی کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر قریش کے ذبیحوں کی برائی بیان کرنے لگے اور قریش کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ بکری کو اللہ تعالٰی نے پیدا فرمایا اور اللہ تعالٰی نے اس کے لئے آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے گھاس اگائی۔ پھر اے قریش! تم بکری کو

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، زيد بن عمرو بن نفيل، ص۹۳ وصحيح البخاري، كتاب مناقب الانصار، باب حديث زيد بن عمرو بن نفيل، الحديث:۳۸۲۷، ج۲، ص۵۶۷

اللہ کے غیر (بتوں) کے نام پر ذبح کرتے ہو؟[1]

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ سے ٹیک لگائے ہوئے کہتے تھے کہ اے جماعت قریش! خدا کی قسم! میرے سوا تم میں سے کوئی بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر نہیں ہے۔[2] (بخاری ج ۱ باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل ص ۵۴۰)

کاروباری مشاغل

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اصل خاندانی پیشہ تجارت تھا اور چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بچپن ہی میں ابو طالب کے ساتھ کئی بار تجارتی سفر فرما چکے تھے۔ جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تجارتی لین دین کا کافی تجربہ بھی حاصل ہو چکا تھا۔ اس لئے ذریعہ معاش کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا۔ اور تجارت کی غرض سے شام و بُصریٰ اور یمن کا سفر فرمایا۔ اور ایسی راست بازی اور امانت و دیانت کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارتی کاروبار کیا کہ آپ کے شرکاء کار اور تمام اہل بازار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''امین'' کے لقب سے پکارنے لگے۔

ایک کامیاب تاجر کے لئے امانت، سچائی، وعدہ کی پابندی، خوش اخلاقی تجارت کی جان ہیں۔ ان خصوصیات میں مکہ کے تاجر امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو تاریخی شاہکار پیش کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں نادر روزگار ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نزول وحی اور

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل، الحدیث:۳۸۲۶، ج ۲، ص ۵۶۷

2 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل، الحدیث:۳۸۲۸، ج ۲، ص ۵۶۸

اعلانِ نبوت سے پہلے میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا۔ کچھ رقم میں نے ادا کر دی، کچھ باقی رہ گئی تھی۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں ابھی ابھی آ کر باقی رقم بھی ادا کر دوں گا۔ اتفاق سے تین دن تک مجھے اپنا وعدہ یاد نہیں آیا۔ تیسرے دن جب میں اس جگہ پہنچا جہاں میں نے آنے کا وعدہ کیا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی جگہ منتظر پایا۔ مگر میری اس وعدہ خلافی سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماتھے پر اک ذرا بل نہیں آیا۔ بس صرف اتنا ہی فرمایا کہ تم کہاں تھے؟ میں اس مقام پر تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ [1] (سنن ابوداؤد ج۲ ص۳۳۴ باب فی العدۃ۔ مجتبائی)

اسی طرح ایک صحابی حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو لوگ ان کی تعریف کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں انہیں تمہاری نسبت زیادہ جانتا ہوں۔ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں عرض گزار ہوا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فدا ہوں آپ نے سچ فرمایا، اعلان نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے شریک تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک تھے، آپ نے کبھی لڑائی جھگڑا نہیں کیا تھا۔ [2]

(سنن ابوداؤد ج۲ ص۷۱۳ باب کراہیۃ المرا۔ مجتبائی)

غیر معمولی کردار

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ طفولیت ختم ہوا اور جوانی کا زمانہ آیا تو بچپن کی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جوانی بھی عام لوگوں سے نرالی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شباب مجسم حیاء اور چال چلن عصمت و وقار کا کامل نمونہ تھا۔ اعلانِ نبوت

---

1 ……سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی العدۃ، الحدیث:٤٩٩٦، ج٤، ص٣٨٨

2 ……سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی کراهية المراء، الحديث٤٨٣٦، ج٤، ص٣٤٢

سے قبل حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تمام زندگی بہترین اخلاق و عادات کا خزانہ تھی۔ سچائی، دیانتداری، وفاداری، عہد کی پابندی، بزرگوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت، رشتہ داروں سے محبت، رحم وسخاوت، قوم کی خدمت، دوستوں سے ہمدردی، عزیزوں کی غمخواری، غریبوں اور مفلسوں کی خبر گیری، دشمنوں کے ساتھ نیک برتاؤ، مخلوق خدا کی خیر خواہی، غرض تمام نیک خصلتوں اور اچھی اچھی باتوں میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتنی بلند منزل پر پہنچے ہوئے تھے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے انسانوں کیلئے وہاں تک رسائی تو کیا؟ اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

کم بولنا، فضول باتوں سے نفرت کرنا، خندہ پیشانی اور خوش روئی کے ساتھ دوستوں اور دشمنوں سے ملنا۔ ہر معاملہ میں سادگی اور صفائی کے ساتھ بات کرنا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاص شیوہ تھا۔

حرص، طمع، دغا، فریب، جھوٹ، شراب خوری، بدکاری، ناچ گانا، لوٹ مار، چوری، فحش گوئی، عشق بازی، یہ تمام بری عادتیں اور مذموم خصلتیں جو زمانہ جاہلیت میں گویا ہر بچے کے خمیر میں ہوتی تھیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات گرامی ان تمام عیوب و نقائص سے پاک صاف رہی۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راست بازی اور امانت و دیانت کا پورے عرب میں شہرہ تھا اور مکہ کے ہر چھوٹے بڑے کے دلوں میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے برگزیدہ اخلاق کا اعتبار، اور سب کی نظروں میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک خاص وقار تھا۔

بچپن سے تقریباً چالیس برس کی عمر شریف ہوگئی۔ لیکن زمانہ جاہلیت کے ماحول میں رہنے کے باوجود تمام مشرکانہ رسوم، اور جاہلانہ اطوار سے ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن عصمت پاک ہی رہا۔ مکہ شرک و بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔

خود خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندان والے ہی کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔

غرض نزول وحی اور اعلانِ نبوت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی اخلاق حسنہ اور محاسن افعال کا مجسمہ اور تمام عیوب و نقائص سے پاک و صاف رہی۔ چنانچہ اعلانِ نبوت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں نے انتہائی کوشش کی کہ کوئی ادنیٰ سا عیب، یا ذرا سی خلاف تہذیب کوئی بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے کسی دور میں بھی مل جائے تو اس کو اچھال کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقار پر حملہ کر کے لوگوں کی نگاہوں میں آپ کو ذلیل و خوار کر دیں۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ ہزاروں دشمن سوچتے سوچتے تھک گئے لیکن کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں مل سکا جس سے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر انگشت نمائی کر سکیں۔ لہٰذا ہر انسان اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہے کہ بلا شبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کردار انسانیت کا ایک ایسا محیر العقول اور غیر معمولی کردار ہے جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا کسی دوسرے کے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلانِ نبوت کے بعد سعید روحیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر تن من دھن کے ساتھ اس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان ہونے لگیں کہ ان کی جاں نثاریوں کو دیکھ کر شمع کے پروانوں نے جاں نثاری کا سبق سیکھا۔ اور حقیقت شناس لوگ فرط عقیدت سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن صداقت پر اپنی عقلوں کو قربان کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اسلامی راستہ پر عاشقانہ اداؤں کے ساتھ زبان حال سے یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ ؎

چلو وادیٔ عشق میں پا برہنہ! یہ جنگل وہ ہے جس میں کانٹا نہیں ہے

چوتھا باب

اعلانِ نبوت سے بیعتِ عقبہ تک

جب حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدس زندگی کا چالیسواں سال شروع ہوا تو ناگہاں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ایک نیا انقلاب رونما ہو گیا کہ ایک دم آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلوت پسند ہو گئے اور اکیلے تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے کا ذوق وشوق پیدا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر اوقات غور وفکر میں پائے جاتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بیشتر وقت مناظر قدرت کے مشاہدہ اور کائنات فطرت کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ دن رات خالقِ کائنات کی ذات وصفات کے تصور میں مستغرق اور اپنی قوم کے بگڑے ہوئے حالات کے سدھار اور اس کی تدبیروں کے سوچ بچار میں مصروف رہنے لگے اور ان دنوں میں ایک نئی بات یہ بھی ہو گئی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اچھے اچھے خواب نظر آنے لگے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہر خواب اتنا سچا ہوتا کہ خواب میں جو کچھ دیکھتے اس کی تعبیر صبح صادق کی طرح روشن ہو کر ظاہر ہو جایا کرتی تھی۔[1] (بخاری ج۱ ص۲)

غارِ حراء

مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کی دوری پر ''جبل حراء'' نامی پہاڑ کے اُوپر ایک غار (کھوہ) ہے جس کو ''غار حراء'' کہتے ہیں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر کئی کئی دنوں کا کھانا پانی ساتھ لے کر اس غار کے پرسکون ماحول کے اندر خدا کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ جب کھانا پانی ختم ہو جاتا تو کبھی خود گھر پر آ کر لے جاتے

1 ......صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی ، باب ۳،الحدیث:۳، ج۱،ص۷ مختصراً

اور کبھی حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کھانا پانی غار میں پہنچا دیا کرتی تھیں۔ آج بھی یہ نورانی غار اپنی اصلی حالت میں موجود اور زیارت گاہ خلائق ہے۔ (1)

پہلی وحی

ایک دن آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ''غارِ حراء'' کے اندر عبادت میں مشغول تھے کہ بالکل اچانک غار میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ (یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو ہمیشہ خدا عزوجل کا پیغام اس کے رسولوں علیہم الصلاۃ والسلام تک پہنچاتے رہے ہیں) فرشتے نے ایک دم کہا کہ ''پڑھیئے'' آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ''پڑھنے والا نہیں ہوں۔'' فرشتہ نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پکڑا اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زوردار معانقہ کیا پھر چھوڑ کر کہا کہ ''پڑھیئے'' آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔'' فرشتہ نے دوسری مرتبہ پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے سینے سے چمٹایا اور چھوڑ کر کہا کہ ''پڑھیئے'' آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا کہ ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔'' تیسری مرتبہ پھر فرشتہ نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بہت زور کے ساتھ اپنے سینے سے لگا کر چھوڑا اور کہا کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ○ (2) یہی سب سے پہلی وحی تھی جو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ ان آیتوں کو یاد کر کے حضور اقدس

---

1 ......ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب کیف کان بدء الوحی...الخ، باب ۳، تحت الحدیث:۳، ج۱، ص۱۰۵۔۱۰۷ ملتقطاً و ملخصاً

2 ......ترجمہ کنزالایمان: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ (پ۳۰، العلق:۱۔۵)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے۔ مگر اس واقعہ سے جو بالکل ناگہانی طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش آیا اس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر لرزہ طاری تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کملی اڑھاؤ۔ مجھے کملی اڑھاؤ۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوف دور ہوا اور کچھ سکون ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے غار میں پیش آنے والا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ ''مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔'' یہ سن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو رشتہ داروں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں۔ دوسروں کا بار خود اٹھاتے ہیں۔ خود کما کما کر مفلسوں اور محتاجوں کو عطا فرماتے ہیں۔ مسافروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق و انصاف کی خاطر سب کی مصیبتوں اور مشکلات میں کام آتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ''ورقہ بن نوفل'' کے پاس لے گئیں۔ ورقہ ان لوگوں میں سے تھے جو ''موحد'' تھے اور اہل مکہ کے شرک و بت پرستی سے بیزار ہو کر ''نصرانی'' ہو گئے تھے اور انجیل کا عبرانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا کہ بھائی جان! آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ بتائیے۔ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غار حراء کا پورا واقعہ بیان فرمایا۔ یہ سن کر ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا۔ پھر ورقہ

بن نوفل کہنے لگے کہ کاش! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے زمانے میں تندرست جوان ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے باہر نکالے گی۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (تعجب سے) فرمایا کہ کیا مکہ والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے تو ورقہ نے کہا جی ہاں! جو شخص بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح نبوت لے کر آیا لوگ اس کے ساتھ دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے۔

اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی اترنے کا سلسلہ بند ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کے انتظار میں مضطرب اور بے قرار رہنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں گھر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی نے ''یا محمد'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ کر پکارا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ وہی فرشتہ (حضرت جبریل علیہ السلام) جو غار میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ایک خوف کی کیفیت پیدا ہو گئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکان پر آ کر لیٹ گئے اور گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمبل اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ ناگہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورہ ''مدثر'' کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور رب تعالیٰ کا فرمان اتر پڑا کہ

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۙ [1] (بخاری ج۱ ص۳)	یعنی اے بالاپوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈرسناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔

1 ......پ۲۹، المدثر: ۱۔۵ و صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب ۳، الحدیث: ۳،۴، ج۱، ص۷

ان آیات کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے دعوتِ اسلام کے منصب پر مامور فرما دیا اور آپ خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق دعوت حق اور تبلیغ اسلام کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

دعوتِ اسلام کے لئے تین دور

پہلا دور

تین برس تک حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہائی پوشیدہ طور پر نہایت راز داری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فرض ادا فرماتے رہے اور اس درمیان میں عورتوں میں سب سے پہلے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت و تبلیغ سے حضرت عثمان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی جلد ہی دامن اسلام میں آ گئے۔ پھر چند دنوں کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد، حضرت ارقم بن ابوارقم، حضرت عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی حضرت قدامہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر کچھ مدت کے بعد حضرت ابوذر غفاری و حضرت صہیب رومی، حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطاب حضرت عمر کی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چچی حضرت ام الفضل حضرت عباس بن عبدالمطلب کی

بیوی اور حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مسلمان ہوگئیں۔ان کے علاوہ دوسرے بہت سے مردوں اور عورتوں نے بھی اسلام لانے کا شرف حاصل کرلیا۔[1]

(زرقانی علی المواہب ج۱ص۲۴۶)

واضح رہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے جو''سابقین اولین'' کے لقب سے سرفراز ہیں ان خوش نصیبوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ سب سے پہلے دامن اسلام میں آنے والے وہی لوگ ہیں جو فطرۃً نیک طبع اور پہلے ہی سے دین حق کی تلاش میں سرگرداں تھے اور کفار مکہ کے شرک و بت پرستی اور مشرکانہ رسوم جاہلیت سے متنفر اور بیزار تھے۔ چنانچہ نبی برحق کے دامن میں دین حق کی تجلی دیکھتے ہی یہ نیک بخت لوگ پروانوں کی طرح شمع نبوت پر نثار ہونے لگے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

دُوسرا دور

تین برس کی اس خفیہ دعوت اسلام میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورۂ''شعراء'' کی آیت وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ۝[2] نازل فرمائی اور خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے محبوب! آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو خدا سے ڈرایئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر''یا معشر قریش'' کہہ کر قبیلہ قریش کو پکارا۔ جب سب قریش جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میں تم لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ

---

1 ......المواهب اللدنية،دقائق حقائق بعثته،ج۱،ص۱۱۵،۱۱۶وشرح الزرقاني على المواهب، ذكر اول من آمن بالله ورسوله،ج۱،ص۴۵۵،۴۶۰ملتقطاًو ملخصاً

2 ......ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔(پ۱۹، الشعرآء:۲۱۴)

میری بات کا یقین کرلو گے؟ تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہاں! ہاں! ہم یقیناً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات کا یقین کرلیں گے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمیشہ سچا اور امین ہی پایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا رہا ہوں اور اگر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب الٰہی اتر پڑے گا۔ یہ سن کر تمام قریش جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا ابولہب بھی تھا، سخت ناراض ہو کر سب کے سب چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اول فول بکنے لگے۔[1] (بخاری ج۲ ص۷۰۲ و عامہ تفاسیر)

تیسرا دور

اب وہ وقت آ گیا کہ اعلان نبوت کے چوتھے سال سورۂ حجر کی آیت فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ[2] نازل فرمائی اور حضرت حق جل شانہٗ نے یہ حکم فرمایا کہ اے محبوب! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمایئے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علانیہ طور پر دین اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے۔ اور تمام قریش بلکہ تمام اہل مکہ بلکہ پورا عرب آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ایذا رسانیوں کا ایک طولانی سلسلہ شروع ہو گیا۔[3]

رحمت عالم پر ظلم و ستم

کفارِ مکہ خاندان بنو ہاشم کے انتقام اور لڑائی بھڑک اٹھنے کے خوف سے

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب و لاتخزنی...الخ، الحدیث: ٤٧٧٠، ج٣، ص٢٩٤ بتغیر

2 ......ترجمہ کنزالایمان: تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے۔ (پ١٤، النحل: ٩٤)

3 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، الاجھار بدعوته، ج١، ص٤٦١، ٤٦٢

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل تو نہیں کر سکے لیکن طرح طرح کی تکلیفوں اور ایذا رسانیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑنے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاہن، ساحر، شاعر، مجنون ہونے کا ہر کوچہ و بازار میں زوردار پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے شریر لڑکوں کا غول لگا دیا جو راستوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے اور یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانہ ہے، کا شور مچا مچا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوپر پتھر پھینکتے۔ کبھی کفار مکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھاتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر نجاست ڈال دیتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دھکا دیتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس اور نازک گردن میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک دم سنگدل کافر عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلے میں چادر کا پھندہ ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دم گھٹنے لگا۔ چنانچہ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے قرار ہو کر دوڑ پڑے اور عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دے کر دفع کیا اور یہ کہا کہ کیا تم لوگ ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ ''میرا رب اللہ ہے۔'' اس دھکم دھکا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو مارا بھی اور کفار کی مار بھی کھائی۔ (1) (زرقانی ج۱ ص۲۵۲ و بخاری ج۱ ص۵۴۴)

کفار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور روحانی تاثیرات و تصرفات کو دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے بڑا جادوگر کہتے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواہب، الاجھار بدعوتہ ام اذیتہ، ج ١، ص ٤٦٨ و صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مالقی النبی و اصحابہ... الخ، الحدیث: ٣٨٥٦، ج ٢، ص ٥٧٥

قرآن شریف کی تلاوت فرماتے تو یہ کفار قرآن اور قرآن کو لانے والے (جبریل) اور قرآن کو نازل فرمانے والے (اللہ تعالٰی) کو اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دیتے۔ اور گلی کوچوں میں پہرہ بٹھا دیتے کہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے اور تالیاں پیٹ پیٹ کر اور سیٹیاں بجا بجا کر اس قدر شور و غل مچاتے کہ قرآن کی آواز کسی کو سنائی نہیں دیتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کہیں کسی عام مجمع میں یا کفار کے میلوں میں قرآن پڑھ کر سناتے یا دعوت ایمان کا وعظ فرماتے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا چچا ابولہب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے چلا چلا کر کہتا جاتا تھا کہ اے لوگو! یہ میرا بھتیجا جھوٹا ہے، یہ دیوانہ ہو گیا ہے، تم لوگ اس کی کوئی بات نہ سنو۔ (معاذ اللہ)

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ''ذوالمجاز'' کے بازار میں دعوت اسلام کا وعظ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے اور لوگوں کو کلمۂ حق کی دعوت دی تو ابوجہل آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دھول اڑاتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے لوگو! اس کے فریب میں مت آنا، یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ لات و عزیٰ کی عبادت چھوڑ دو۔ (1) (مسند امام احمد ج۴ وغیرہ)

اسی طرح ایک مرتبہ جب کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عین حالتِ نماز میں ابوجہل نے کہا کہ کوئی ہے؟ جو آل فلاں کے ذبح کیے ہوئے اونٹ کی اوجھڑی لا کر سجدہ کی حالت میں ان کے کندھوں پر رکھ دے۔ یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط کافر اٹھا اور اس اوجھڑی کو لا کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دوش مبارک پر رکھ دیا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سجدہ میں تھے دیر تک اوجھڑی کندھے اور گردن پر پڑی

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، احادیث رجال من اصحاب النبی ، الحدیث:۲۳۲۵۲، ج۹، ص۶۲

رہی اور کفار ٹھٹھا مار مار کر ہنستے رہے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گر گر پڑتے رہے آخر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ان دنوں ابھی کمسن لڑکی تھی آئیں اور ان کافروں کو برا بھلا کہتے ہوئے اس اوجھڑی کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوش مبارک سے ہٹا دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر قریش کی اس شرارت سے انتہائی صدمہ گزرا اور نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ یہ دعا مانگی کہ "اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ" یعنی اے اللہ! تو قریش کو اپنی گرفت میں پکڑ لے، پھر ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عمارہ بن ولید کا نام لے کر دعا مانگی کہ الٰہی! تو ان لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے ان سب کافروں کو جنگ بدر کے دن دیکھا کہ ان کی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں۔ پھر ان سب کفار کی لاشوں کو نہایت ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر بدر کے ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان گڑھے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔ (1) (بخاری ج۱ ص۷۴ باب المرأۃ تطرح الخ)

چند شریر کفار

جو کفار مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی اور ایذا رسانی میں بہت زیادہ سرگرم تھے۔ ان میں سے چند شریروں کے نام یہ ہیں۔

﴿۱﴾ ابولہب ﴿۲﴾ ابوجہل ﴿۳﴾ اسود بن عبد یغوث ﴿۴﴾ حارث بن قیس بن عدی ﴿۵﴾ ولید بن مغیرہ ﴿۶﴾ امیہ بن خلف ﴿۷﴾ ابی بن خلف ﴿۸﴾ ابو قیس بن فاکہہ

(1) ......صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب المرأۃ تطرح عن المصلی...الخ، الحدیث: ۵۲۰، ج۱، ص۱۹۳

﴿۹﴾عاص بن وائل﴿۱۰﴾نضر بن حارث﴿۱۱﴾منبہ بن الحجاج﴿۱۲﴾زہیر بن ابی امیہ﴿۱۳﴾سائب بن صیفی﴿۱۴﴾عدی بن حمرا﴿۱۵﴾اسود بن عبدالاسد ﴿۱۶﴾عاص بن سعید بن العاص﴿۱۷﴾عاص بن ہاشم﴿۱۸﴾عقبہ بن ابی معیط ﴿۱۹﴾حکم بن ابی العاص۔ یہ سب کے سب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑوسی تھے اوران میں سے اکثر بہت ہی مالدار اور صاحب اقتدار تھے اور دن رات سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں مصروف کار رہتے تھے۔(نعوذ باللہ من ذالک)

مسلمانوں پر مظالم

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی کفار مکہ نے ایسے ایسے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے کہ مکہ کی زمین بلبلا اُٹھی۔ یہ آسان تھا کہ کفار مکہ ان مسلمانوں کو دم زدن میں قتل کر ڈالتے مگر اس سے ان کافروں کے جوش انتقام کا نشہ نہیں اتر سکتا تھا کیونکہ کفار اس بات میں اپنی شان سمجھتے تھے کہ ان مسلمانوں کو اتنا ستاؤ کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر پھر شرک و بت پرستی کرنے لگیں۔اس لئے قتل کر دینے کی بجائے کفار مکہ مسلمانوں کو طرح طرح کی سزاؤں اور ایذا رسانیوں کے ساتھ ستاتے تھے۔مگر خدا کی قسم! شراب توحید کے ان مستوں نے اپنے استقلال واستقامت کا وہ منظر پیش کر دیا کہ پہاڑوں کی چوٹیاں سر اٹھا اٹھا کر حیرت کے ساتھ ان بلاکشانِ اسلام کے جذبۂ استقامت کا نظارہ کرتی رہیں۔ سنگدل، بے رحم اور درندہ صفت کافروں نے ان غریب وبیکس مسلمانوں پر جبر و اکراہ اور ظلم وستم کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مگر ایک مسلمان کے پائے استقامت میں بھی ذرہ برابر تزلزل نہیں پیدا ہوا اور ایک مسلمان کا بچہ بھی اسلام سے منہ پھیر کر کافر و مرتد نہیں ہوا۔

کفارمکہ نے ان غرباء مسلمین پر جوروجفا کاری کے بے پناہ اندوہناک مظالم ڈھائے اور ایسے ایسے روح فرساء اور جاں سوز عذابوں میں مبتلا کیا کہ اگر ان مسلمانوں کی جگہ پہاڑ بھی ہوتا تو شاید ڈگمگانے لگتا۔ صحرائے عرب کی تیز دھوپ میں جب کہ وہاں کی ریت کے ذرات تنور کی طرح گرم ہو جاتے۔ ان مسلمانوں کی پشت کو کوڑوں کی مار سے زخمی کر کے اس جلتی ہوئی ریت پر پیٹھ کے بل لٹاتے اور سینوں پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیتے کہ وہ کروٹ نہ بدلنے پائیں لوہے کو آگ میں گرم کر کے ان سے ان مسلمانوں کے جسموں کو داغتے ، پانی میں اس قدر ڈبکیاں دیتے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا۔ چٹائیوں میں ان مسلمانوں کو لپیٹ کر ان کی ناکوں میں دھواں دیتے جس سے سانس لینا مشکل ہو جاتا اور وہ کرب و بے چینی سے بدحواس ہو جاتے۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اس زمانے میں اسلام لائے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ابوارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں مقیم تھے اور صرف چند ہی آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ قریش نے ان کو بے حد ستایا۔ یہاں تک کہ کوئلے کے انگاروں پر ان کو چت لٹایا اور ایک شخص ان کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی اور رطوبت سے کوئلے بجھ گئے۔ برسوں کے بعد جب حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا تو اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی۔ پوری پیٹھ پر سفید سفید داغ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اس عبرت ناک منظر کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بھر آیا اور وہ رو پڑے۔[1] (طبقات ابن سعد ج ۳ تذکرہ خباب)

---

[1]......الطبقات الکبری لابن سعد ، خباب بن الارت رضی اللّٰہ تعالٰی عنه ، ج۳،ص ۱۲۲،۱۲۳

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو امیہ بن خلف کافر کے غلام تھے۔ان کی گردن میں رسی باندھ کر کوچہ و بازار میں ان کو گھسیٹا جاتا تھا۔ان کی پیٹھ پر لاٹھیاں برسائی جاتی تھیں اور ٹھیک دوپہر کے وقت تیز دھوپ میں گرم گرم ریت پر ان کو لٹا کر اتنا بھاری پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا تھا کہ ان کی زبان باہر نکل آتی تھی۔امیہ کافر کہتا تھا کہ اسلام سے باز آ جاؤ ورنہ اسی طرح گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔مگر اس حال میں بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر بل نہیں آتا تھا بلکہ زور زور سے "اَحَد، اَحَد" کا نعرہ لگاتے تھے اور بلند آواز سے کہتے تھے کہ خدا ایک ہے۔خدا ایک ہے۔[1]

(سیرت ابن ہشام ج ا ص ۳۱۷ تا ص ۳۱۸)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرم گرم بالو پر چت لٹا کر کفار قریش اس قدر مارتے تھے کہ یہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ان کی والدہ حضرت بی بی سُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسلام لانے کی بنا پر ابو جہل نے ان کی ناف کے نیچے ایسا نیزہ مارا کہ یہ شہید ہو گئیں۔حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کفار کی مار کھاتے کھاتے شہید ہو گئے۔حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ اس قدر طرح طرح کی اذیت دیتے اور ایسی ایسی مار دھاڑ کرتے کہ یہ گھنٹوں بے ہوش رہتے۔جب یہ ہجرت کرنے لگے تو کفار مکہ نے کہا کہ تم اپنا سارا مال و سامان یہاں چھوڑ کر مدینہ جا سکتے ہو۔آپ خوشی خوشی دنیا کی دولت پر لات مار کر اپنی متاع ایمان کو ساتھ لے کر مدینہ چلے گئے۔[2]

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب، اسلام حمزة، ج۱، ص۴۹۸

2 ......شرح الزرقانی علی المواھب ، اسلام حمزة، ج۱، ص۴۹۶۔۴۹۷ مختصراً

حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوان بن امیہ کافر کے غلام تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ جب صفوان کو ان کے اسلام کا پتا چلا تو اس نے ان کے گلے میں رسی کا پھندہ ڈال کر ان کو گھسیٹا اور گرم جلتی ہوئی زمین پر ان کو چت لٹا کر سینے پر وزنی پتھر رکھ دیا جب ان کو کفار گھسیٹ کر لے جا رہے تھے راستہ میں اتفاق سے ایک گبریلا نظر پڑا۔ امیہ کافر نے طعنہ مارتے ہوئے کہا کہ ''دیکھ تیرا خدا یہی تو نہیں ہے۔'' حضرت ابوفکیہہ نے فرمایا کہ ''اے کافر کے بچے! خاموش میرا اور تیرا خدا اللہ ہے۔'' یہ سن کر امیہ کافر غضب ناک ہو گیا اور اس زور سے ان کا گلا گھونٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ ان کا دم نکل گیا۔

اسی طرح حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس قدر مارا جاتا تھا کہ ان کے جسم کی بوٹی بوٹی دردمند ہو جاتی تھی۔ (1)

حضرت بی بی لبینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو لونڈی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کفر کی حالت میں تھے اس غریب لونڈی کو اس قدر مارتے تھے کہ مارتے مارتے تھک جاتے تھے مگر حضرت لبینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُف نہیں کرتی تھیں بلکہ نہایت جرأت و استقلال کے ساتھ کہتی تھیں کہ اے عمر! اگر تم خدا کے سچے رسول پر ایمان نہیں لاؤ گے تو خدا تم سے ضرور اس کا انتقام لے گا۔ (2)

حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرانے کی باندی تھیں۔ یہ مسلمان ہو گئیں تو ان کو اس قدر کافروں نے مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی

---

1 ......السیرۃ الحلبیۃ، باب استخفائہ و اصحابہ...الخ، ج ۱، ص ۴۲۴ مختصراً

2 ......السیرۃ الحلبیۃ، باب استخفائہ و اصحابہ...الخ، ج ۱، ص ۴۲۵

رہیں۔ مگر خداوند تعالیٰ نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے پھر ان کی آنکھوں میں روشنی عطا فرما دی تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جادو کا اثر ہے۔(1) (زرقانی علی المواہب ج۱ ص۲۷۰)

اسی طرح حضرت بی بی ''نہدیہ'' اور حضرت بی بی ام عبیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی باندیاں تھیں۔ اسلام لانے کے بعد کفار مکہ نے ان دونوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر بے پناہ اذیتیں دیں مگر یہ اللہ والیاں صبر و شکر کے ساتھ ان بڑی بڑی مصیبتوں کو جھیلتی رہیں اور اسلام سے ان کے قدم نہیں ڈگمگائے۔(2)

حضرت یارِ غارِ مصطفیٰ ابوبکر صدیق با صفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس کس طرح اسلام پر اپنی دولت نثار کی اس کی ایک جھلک یہ ہے کہ آپ نے ان غریب و بے کس مسلمانوں میں سے اکثر کی جان بچائی۔ آپ نے حضرت بلال و عامر بن فہیرہ و ابوفکیہہ ولبینہ و زنیرہ و نہدیہ و ام عنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان تمام غلاموں کو بڑی بڑی رقمیں دے کر خرید ا اور سب کو آزاد کر دیا اور ان مظلوموں کو کافروں کی ایذاؤں سے بچا لیا۔(3) (زرقانی علی المواہب و سیرت ابن ہشام ج۱ ص۳۱۹)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دامن اسلام میں آئے تو مکہ میں ایک مسافر کی حیثیت سے کئی دن تک حرم کعبہ میں رہے۔ یہ روزانہ زور زور سے چلا چلا کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے تھے اور روزانہ کفار قریش ان کو اس قدر مارتے تھے کہ

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب، اسلام حمزة، ج۱، ص۵۰۲

2 ......شرح الزرقانی علی المواهب، اسلام حمزة، ج۱، ص۵۰۲

3 ......شرح الزرقانی علی المواهب، اسلام حمزه، ج۱، ص۵۰۲ والسیرة الحلبية، باب استخفائه واصحابه ...الخ، ج۱، ص۴۲۵

یہ لہولہان ہو جاتے تھے اور ان دنوں میں آب زمزم کے سوا ان کو کچھ بھی کھانے پینے کو نہیں ملا۔[1] (بخاری ج ا ص ۵۴۴ باب اسلام ابی ذر)

واضح رہے کہ کفار مکہ کا یہ سلوک صرف غریبوں اور غلاموں ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ اسلام لانے کے جرم میں بڑے بڑے مالداروں اور رئیسوں کو بھی ان ظالموں نے نہیں بخشا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ جو شہر مکہ کے ایک متمول اور ممتاز معززین میں سے تھے مگر ان کو بھی حرم کعبہ میں کفار قریش نے اس قدر مارا کہ ان کا سر خون سے لت پت ہو گیا۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ جو نہایت مالدار اور صاحب اقتدار تھے۔ جب یہ مسلمان ہوئے تو غیروں نے نہیں بلکہ خود ان کے چچا نے ان کو رسیوں میں جکڑ کر خوب خوب مارا۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ بڑے رعب اور دبدبہ کے آدمی تھے مگر انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیتے تھے جس سے ان کا دم گھٹنے لگتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کتنے جاہ و اعزاز والے رئیس تھے مگر جب ان کے اسلام کا حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پتا چلا تو ان کو رسی میں باندھ کر مارا اور ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی بہن حضرت بی بی فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہا کو بھی اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کے کان کے آویزے گر پڑے اور چہرے پر خون بہہ نکلا۔[2]

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اسلام ابی ذر رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث: ۳۸۶۱، ج۲، ص۵۷۶

2 ......شرح الزرقانی علی المواھب، اسلام عمر الفاروق رضی اللّٰہ عنہ، ج۲، ص۵

کفار کا وفد بارگاہ رسالت میں

ایک مرتبہ سرداران قریش حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے یہ سوچنے لگے کہ آخر اتنی تکالیف اور سختیاں برداشت کرنے کے باوجود محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنی تبلیغ کیوں بند نہیں کرتے؟ آخران کا مقصد کیا ہے؟ ممکن ہے یہ عزت و جاہ یا سرداری و دولت کے خواہاں ہوں۔ چنانچہ سبھوں نے عتبہ بن ربیعہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ تم کسی طرح ان کا دلی مقصد معلوم کرو۔ چنانچہ عتبہ تنہائی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آخر اس دعوت اسلام سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ کیا آپ مکہ کی سرداری چاہتے ہیں؟ یا عزت و دولت کے خواہاں ہیں؟ یا کسی بڑے گھرانے میں شادی کے خواہش مند ہیں؟ آپ کے دل میں جو تمنا ہو کھلے دل کے ساتھ کہہ دیجیے۔ میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر آپ دعوت اسلام سے باز آجائیں تو پورا مکہ آپ کے زیر فرمان ہو جائے گا اور آپ کی ہر خواہش اور تمنا پوری کر دی جائے گی۔ عتبہ کی یہ ساحرانہ تقریر سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب میں قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں۔ جن کو سن کر عتبہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس کے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال خوف ذوالجلال سے لرزنے اور کانپنے لگا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں آپ کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ بس کیجیے۔ میرا دل اس کلام کی عظمت سے پھٹا جا رہا ہے۔ عتبہ بارگاہ رسالت سے واپس ہوا مگر اس کے دل کی دنیا میں ایک نیا انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ عتبہ ایک بڑا ہی ساحر البیان خطیب اور انتہائی فصیح و بلیغ آدمی تھا۔ اس نے واپس لوٹ کر سرداران قریش سے کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو کلام پیش کرتے ہیں وہ نہ جادو ہے نہ کہانت نہ شاعری بلکہ وہ کوئی اور ہی چیز ہے۔ لہٰذا میری

رائے ہے کہ تم لوگ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ کامیاب ہو کر سارے عرب پر غالب ہو گئے تو اس میں ہم قریشیوں ہی کی عزت بڑھے گی، ورنہ سارا عرب ان کو خود ہی فنا کر دے گا مگر قریش کے سرکش کافروں نے عتبہ کا یہ مخلصانہ اور مدبرانہ مشورہ نہیں مانا بلکہ اپنی مخالفت اور ایذا رسانیوں میں اور زیادہ اضافہ کر دیا۔(1)

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۵۸ و سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۹۴)

قریش کا وفد ابو طالب کے پاس

کفارِ قریش میں کچھ لوگ صلح پسند بھی تھے وہ چاہتے تھے کہ بات چیت کے ذریعہ صلح و صفائی کے ساتھ معاملہ طے ہو جائے۔ چنانچہ قریش کے چند معزز رؤسا ابو طالب کے پاس آئے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام اور بت پرستی کے خلاف تقریروں کی شکایت کی۔ ابو طالب نے نہایت نرمی کے ساتھ ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا لیکن حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خدا کے فرمان فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (2) کی تعمیل کرتے ہوئے علی الاعلان شرک و بت پرستی کی مذمت اور دعوت توحید کا وعظ فرماتے ہی رہے۔ اس لئے قریش کا غصہ پھر بھڑک اٹھا۔ چنانچہ تمام سردارانِ قریش یعنی عتبہ و شیبہ و ابو سفیان و عاص بن ہشام و ابو جہل و ولید بن مغیرہ و عاص بن وائل وغیرہ وغیرہ سب ایک ساتھ مل کر ابو طالب کے پاس آئے اور یہ کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے اس لئے یا تو آپ درمیان میں سے ہٹ جائیں اور اپنے بھتیجا کو ہمارے سپرد کر دیں یا پھر آپ بھی کھل کر ان کے ساتھ میدان میں نکل پڑیں تا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، قول عتبة بن ربيعة فى امر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص۱۱۴، ۱۱۵ ملخصاً والمواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، اسلام حمزة، ج۱، ص۴۷۹، ۴۸۰

2 ...... ترجمۂ کنزالایمان: تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے۔ (پ۱۴، الحجر: ۹۴)

فیصلہ ہو جائے۔ ابو طالب نے قریش کا تیور دیکھ کر سمجھ لیا کہ اب بہت ہی خطرناک اور نازک گھڑی سر پر آن پڑی ہے۔ ظاہر ہے کہ اب قریش برداشت نہیں کر سکتے اور میں اکیلا تمام قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ابو طالب نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو انتہائی مخلصانہ اور مشفقانہ لہجے میں سمجھایا کہ میرے پیارے بھتیجے! اپنے بوڑھے چچا کی سفید داڑھی پر رحم کرو اور بڑھاپے میں مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں۔ اب تک تو قریش کا بچہ بچہ میرا احترام کرتا تھا مگر آج قریش کے سرداروں کا لب ولہجہ اور ان کا تیور اس قدر بگڑا ہوا تھا کہ اب وہ مجھ پر اور تم پر تلوار اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم کچھ دنوں کے لئے دعوت اسلام موقوف کر دو۔ اب تک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ظاہری معین، مددگار جو کچھ بھی تھے وہ صرف اکیلے ابو طالب ہی تھے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دیکھا کہ اب ان کے قدم بھی اکھڑ رہے ہیں چچا کی گفتگو سن کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھرائی ہوئی مگر جذبات سے بھری ہوئی آواز میں فرمایا کہ چچا جان! خدا کی قسم! اگر قریش میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لا کر دے دیں تب بھی میں اپنے اس فرض سے باز نہ آؤں گا۔ یا تو خدا اس کام کو پورا فرما دے گا یا میں خود دین اسلام پر نثار ہو جاؤں گا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ جذباتی تقریر سن کر ابو طالب کا دل پسیج گیا اور وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی ہاشمی رگوں کے خون کا قطرہ قطرہ بھتیجے کی محبت میں گرم ہو کر کھولنے لگا اور انتہائی جوش میں آ کر کہہ دیا کہ جان عم! جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ [1] (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۶ وغیرہ)

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام ،مباداة رسول الله صلى الله عليه وسلم...الخ، ص۱۰۳، ۱۰۴ ملخصاً

ہجرت حبشہ ۵ ؁ نبوی

کفار مکہ نے جب اپنے ظلم و ستم سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ''حبشہ'' جا کر پناہ لینے کا حکم دیا۔

نجاشی

حبشہ کے بادشاہ کا نام ''اصحمہ'' اور لقب ''نجاشی'' تھا۔ عیسائی دین کا پابند تھا مگر بہت ہی انصاف پسند اور رحم دل تھا اور توراۃ و انجیل وغیرہ آسمانی کتابوں کا بہت ہی ماہر عالم تھا۔

اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ان مہاجرین کرام کے مقدس نام حسب ذیل ہیں۔

﴿۱، ۲﴾ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔ ﴿۳، ۴﴾ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ ﴿۵، ۶﴾ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ حضرت اِم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ ﴿۷، ۸﴾ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حشمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ ﴿۹﴾ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ﴿۱۰﴾ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ﴿۱۱﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ﴿۱۲﴾ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ﴿۱۳﴾ حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم یا حاطب بن عمرو

رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔﴿۱۴﴾حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔﴿۱۵﴾حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[1] (زرقانی علی المواہب ج۱ص۲۷۰)

کفار مکہ کو جب ان لوگوں کی ہجرت کا پتا چلا تو ان ظالموں نے ان لوگوں کی گرفتاری کے لئے ان کا تعاقب کیا لیکن یہ لوگ کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے کفار ناکام واپس لوٹے۔ یہ مہاجرین کا قافلہ حبشہ کی سرزمین میں اتر کر امن و امان کے ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد ناگہاں یہ خبر پھیل گئی کہ کفار مکہ مسلمان ہو گئے۔ یہ خبر سن کر چند لوگ حبشہ سے مکہ لوٹ آئے مگر یہاں آکر پتا چلا کہ یہ خبر غلط تھی۔ چنانچہ بعض لوگ تو پھر حبشہ چلے گئے مگر کچھ لوگ مکہ میں روپوش ہو کر رہنے لگے لیکن کفار مکہ نے ان لوگوں کو ڈھونڈ نکالا اور ان لوگوں پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے لگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو حبشہ چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حبشہ سے واپس آنے والے اور ان کے ساتھ دوسرے مظلوم مسلمان کل تراسی (۸۳) مرد اور اٹھارہ عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔[2]

(زرقانی علی المواہب ج۱ص۲۸۷)

کفار کا سفیر نجاشی کے دربار میں

تمام مہاجرین نہایت امن وسکون کے ساتھ حبشہ میں رہنے لگے۔ مگر کفار مکہ

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب، الھجرة الاولی الی الحبشة، ج۱، ص۵۰۳، ۵۰۶ملخصاً

2 ......شرح الزرقانی علی المواھب، الھجرة الاولی الی الحبشة، ج۱، ص۵۰۳، ۵۰۶
والمواھب اللدنیةمع شرح الزرقانی، الھجرة الثانیة الی الحبشة...الخ، ج۲، ص۳۱
وشرح الزرقانی علی المواھب،باب دخول الشعب ...الخ،ج۲،ص۱۶

کو کب گوارا ہوسکتا تھا کہ فرزندان توحید کہیں امن و چین کے ساتھ رہ سکیں۔ ان ظالموں نے کچھ تحائف کے ساتھ ''عمرو بن العاص'' اور ''عمارہ بن ولید'' کو بادشاہ حبشہ کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ان دونوں نے نجاشی کے دربار میں پہنچ کر تحفوں کا نذرانہ پیش کیا اور بادشاہ کو سجدہ کرکے یہ فریاد کرنے لگے کہ اے بادشاہ! ہمارے کچھ مجرم مکہ سے بھاگ کر آپ کے ملک میں پناہ گزین ہو گئے ہیں۔آپ ہمارے ان مجرموں کو ہمارے حوالہ کر دیجیے۔یہ سن کر نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا۔اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ مسلمانوں کے نمائندہ بن کر گفتگو کے لئے آگے بڑھے اور دربار کے آداب کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا بلکہ صرف سلام کرکے کھڑے ہو گئے۔درباریوں نے ٹوکا تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔اس لئے میں بادشاہ کو سجدہ نہیں کرسکتا۔(1)

(زرقانی علی المواہب ج۱ ص۲۸۸)

اس کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دربار شاہی میں اس طرح تقریر شروع فرمائی کہ

''اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔شرک و بت پرستی کرتے تھے۔ لوٹ مار، چوری، ڈکیتی، ظلم وستم اور طرح طرح کی بدکاریوں اور بداعمالیوں میں مبتلا تھے۔اللہ تعالٰی نے ہماری قوم میں ایک شخص کو اپنا رسول بنا کر بھیجا جس کے حسب و

---

1 ......المواھب اللدنیۃمع شرح الزرقانی، الھجرۃ الثانیۃ الی الحبشۃ...الخ، ج۲، ص۳۳ والمواھب اللدنیۃمع شرح الزرقانی،الھجرۃ الاولی الی الحبشۃ...الخ،ج۱،ص۵۰۶

نسب اور صدق و دیانت کو ہم پہلے سے جانتے تھے، اس رسول نے ہم کو شرک و بت پرستی سے روک دیا اور صرف ایک خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا اور ہر قسم کے ظلم و ستم اور تمام برائیوں اور بدکاریوں سے ہم کو منع کیا۔ ہم اس رسول پر ایمان لائے اور شرک و بت پرستی چھوڑ کر تمام برے کاموں سے تائب ہو گئے۔ بس یہی ہمارا گناہ ہے جس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہو گئی اور ان لوگوں نے ہمیں اتنا ستایا کہ ہم اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر آپ کی سلطنت کے زیر سایہ پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب یہ لوگ ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم پھر اسی پرانی گمراہی میں واپس لوٹ جائیں۔''

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سے نجاشی بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔ یہ دیکھ کر کفار مکہ کے سفیر عمرو بن العاص نے اپنے ترکش کا آخری تیر بھی پھینک دیا اور کہا کہ اے بادشاہ! یہ مسلمان لوگ آپ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کچھ دوسرا ہی اعتقاد رکھتے ہیں جو آپ کے عقیدہ کے بالکل ہی خلاف ہے۔ یہ سن کر نجاشی بادشاہ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ نے سورۂ مریم کی تلاوت فرمائی۔ کلام ربانی کی تاثیر سے نجاشی بادشاہ کے قلب پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ اس پر رقت طاری ہو گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو یہی بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں جو کنواری مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک سے بغیر باپ کے خدا کی قدرت کا نشان بن کر پیدا ہوئے۔ نجاشی بادشاہ نے بڑے غور سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کو سنا اور یہ کہا کہ بلاشبہ انجیل اور قرآن دونوں ایک ہی آفتاب ہدایت کے دو نور ہیں اور یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام

خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خدا کے وہی رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں دی ہے اور اگر میں دستورِ سلطنت کے مطابق تختِ شاہی پر رہنے کا پابند نہ ہوتا تو میں خود مکہ جا کر رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جوتیاں سیدھی کرتا اور ان کے قدم دھوتا۔ بادشاہ کی تقریر سن کر اس کے درباری جو کٹر قسم کے عیسائی تھے ناراض و برہم ہو گئے مگر نجاشی بادشاہ نے جوشِ ایمانی میں سب کو ڈانٹ پھٹکار کر خاموش کر دیا۔ اور کفارِ مکہ کے تحفوں کو واپس لوٹا کر عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو دربار سے نکلوا دیا اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ میری سلطنت میں جہاں چاہو امن و سکون کے ساتھ آرام و چین کی زندگی بسر کرو۔ کوئی تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ (1)

(زرقانی ج۱ ص ۲۸۸)

واضح رہے کہ نجاشی بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس کے انتقال پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ حالانکہ نجاشی بادشاہ کا انتقال حبشہ میں ہوا تھا اور وہ حبشہ ہی میں مدفون بھی ہوئے مگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غائبانہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھ کر ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

حضرت ابوبکر اور ابن دغنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی مگر جب آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ مقام "برک الغماد" میں پہنچے تو قبیلہ قارہ کا سردار "مالک بن دغنہ" راستے میں ملا اور دریافت کیا کہ کیوں؟ اے ابوبکر! کہاں چلے؟ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

(1) ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، الهجرة الثانية الى الحبشة...الخ، ج۲، ص۳۳

نے اہل مکہ کے مظالم کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا کہ اب میں اپنے وطن مکہ کو چھوڑ کر خدا کی لمبی چوڑی زمین میں پھرتا رہوں گا اور خدا کی عبادت کرتا رہوں گا۔ ابن دغنہ نے کہا کہ اے ابوبکر! آپ جیسا آدمی نہ شہر سے نکل سکتا ہے نہ نکالا جا سکتا ہے۔ آپ دوسروں کا بار اٹھاتے ہیں، مہمانانِ حرم کی مہمان نوازی کرتے ہیں، خود کما کما کر مفلسوں اور محتاجوں کی مالی امداد کرتے ہیں، حق کے کاموں میں سب کی امداد و اعانت کرتے ہیں۔ آپ میرے ساتھ مکہ واپس چلیے میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ ابن دغنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زبردستی مکہ واپس لایا اور تمام کفار مکہ سے کہہ دیا کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ لہٰذا خبردار! کوئی ان کو نہ ستائے کفار مکہ نے کہا کہ ہم کو اس شرط پر منظور ہے کہ ابوبکر اپنے گھر کے اندر چھپ کر قرآن پڑھیں تا کہ ہماری عورتوں اور بچوں کے کان میں قرآن کی آواز نہ پہنچے۔ ابن دغنہ نے کفار کی شرط کو منظور کر لیا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند دنوں تک اپنے گھر کے اندر قرآن پڑھتے رہے مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبۂ اسلامی اور جوش ایمانی نے یہ گوارا نہیں کیا کہ معبودان باطل لات و عزیٰ کی عبادت تو علی الاعلان ہو اور معبود برحق اللہ تعالیٰ کی عبادت گھر کے اندر چھپ کر کی جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کے باہر اپنے صحن میں ایک مسجد بنالی اور اس مسجد میں علی الاعلان نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھنے لگے اور کفار مکہ کی عورتیں اور بچے بھیڑ لگا کر قرآن سننے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار مکہ نے ابن دغنہ کو مکہ بلایا اور شکایت کی کہ ابوبکر گھر کے باہر قرآن پڑھتے ہیں۔ جس کو سننے کے لئے ان کے گرد ہماری عورتوں اور بچوں کا میلہ لگ جاتا ہے۔ اس سے ہم کو بڑی تکلیف ہوتی ہے لہٰذا تم ان سے کہہ دو کہ یا تو وہ گھر

میں قرآن پڑھیں ورنہ تم اپنی پناہ کی ذمہ داری سے دست بردار ہو جاؤ۔ چنانچہ ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا کہ اے ابوبکر! رضی اللہ تعالٰی عنہ آپ گھر کے اندر چھپ کر قرآن پڑھیں ورنہ میں اپنی پناہ سے کنارہ کش ہو جاؤں گا اس کے بعد کفار مکہ آپ کو ستائیں گے تو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ اے ابن دغنہ! تم اپنی پناہ کی ذمہ داری سے الگ ہو جاؤ مجھے اللہ تعالٰی کی پناہ کافی ہے اور میں اس کی مرضی پر راضی برضا ہوں۔[1]

(بخاری ج۱ ص ۳۰۷ باب جوار ابی بکر الصدیق)

حضرت حمزہ مسلمان ہوگئے

اعلان نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما دو ایسی ہستیاں دامن اسلام میں آ گئیں جن سے اسلام اور مسلمانوں کے جاہ وجلال اور ان کے عزت واقبال کا پرچم بہت ہی سر بلند ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچاؤں میں حضرت حمزہ کو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بڑی والہانہ محبت تھی اور وہ صرف دو تین سال حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عمر میں زیادہ تھے اور چونکہ انہوں نے بھی حضرت ثویبہ کا دودھ پیا تھا اسلئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت ہی طاقتور اور بہادر تھے اور شکار کے بہت ہی شوقین تھے۔ روزانہ صبح سویرے تیر کمان لے کر گھر سے نکل جاتے اور شام کو شکار سے واپس لوٹ کر حرم میں جاتے، خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور قریش کے سرداروں کی مجلس میں کچھ دیر بیٹھا

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الکفالۃ ، باب جوار ابی بکر رضی اللّٰہ عنہ فی عھد النبی...الخ، الحدیث:۲۲۹۷، ج۲،ص ۷۵

کرتے تھے۔ایک دن حسب معمول شکار سے واپس لوٹے تو ابن جدعان کی لونڈی اور خود ان کی بہن حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو بتایا کہ آج ابوجہل نے کس کس طرح تمہارے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کی ہے۔ یہ ماجرا سن کر مارے غصہ کے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون کھولنے لگا۔ ایک دم تیر کمان لئے ہوئے مسجد حرام میں پہنچ گئے اور اپنی کمان سے ابوجہل کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور کہا کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے؟ تجھے خبر نہیں کہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔ یہ دیکھ کر قبیلۂ بنی مخزوم کے کچھ لوگ ابوجہل کی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے تو ابوجہل نے یہ سوچ کر کہ کہیں بنو ہاشم سے جنگ نہ چھڑ جائے یہ کہا کہ اے بنی مخزوم! آپ لوگ حمزہ کو چھوڑ دیجیے۔ واقعی آج میں نے ان کے بھتیجے کو بہت ہی خراب خراب قسم کی گالیاں دی تھیں۔ (1)

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴ و زرقانی ج ۱ ص ۲۵۶)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمان ہو جانے کے بعد زور زور سے ان اشعار کو پڑھنا شروع کر دیا ؎

حَمِدۡتُّ اللّٰهَ حِیۡنَ هَدٰی فُؤَادِیۡ   اِلَی الۡاِسۡلَامِ وَالدِّیۡنِ الۡحَنِیۡفِ

میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس وقت کہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کی طرف ہدایت دی۔

اِذَا تُلِیَتۡ رَسَائِلُهٗ عَلَیۡنَا!   تَحَدَّرَ دَمۡعُ ذِی اللُّبِّ الۡحَصِیۡفِ

---

1 ……شرح الزرقانی علی المواھب، اسلام حمزة رضی اللّٰه عنه ،ج ۱،ص ۴۷۷ و دلائل النبوة للبیهقی ، ذکر اسلام حمزة بن عبدالمطلب رضی اللّٰه عنه ،ج ۲،ص ۲۱۳

جب احکام اسلام کی ہمارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے تو باکمال عقل والوں کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

وَاَحْمَدُ مُصْطَفًى فِيْنَا مُطَاعٌ فَلَا تَغْشَوْهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِيْفِ

اور خدا کے برگزیدہ احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے مقتدیٰ ہیں تو (اے کافرو) اپنی باطل بکواس سے ان پر غلبہ مت حاصل کرو۔

فَلَا وَاللّٰهِ نُسْلِمُهٗ لِقَوْمٍ! وَلَمَّا نَقْضِ فِيْهِمْ بِالسُّيُوْفِ

تو خدا کی قسم! ہم انہیں قوم کفار کے سپرد نہیں کریں گے۔ حالانکہ ابھی تک ہم نے ان کافروں کے ساتھ تلواروں سے فیصلہ نہیں کیا ہے۔[1] (زرقانی ج۱ ص۲۵۶)

حضرت عمر کا اسلام

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اسلام لانے کے بعد تیسرے ہی دن حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے واقعات میں بہت سی روایات ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک دن غصہ میں بھرے ہوئے ننگی تلوار لے کر اس ارادہ سے چلے کہ آج میں اسی تلوار سے پیغمبرِ اسلام کا خاتمہ کر دوں گا۔ اتفاق سے راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ قریشی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ یہ مسلمان ہو چکے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ان کے اسلام کی خبر نہیں تھی۔ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پوچھا کہ کیوں؟ اے عمر! اس دوپہر کی گرمی میں ننگی تلوار لے کر کہاں چلے؟ کہنے لگے کہ آج بانیٔ اسلام کا فیصلہ کرنے کے لئے گھر سے نکل پڑا

---

1 ......المواهب اللدنية، فصل فى ترتيب دعوة النبى صلى الله عليه وسلم، ج١، ص١٢٠، ١٢١

ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن ''فاطمہ بنت الخطاب'' اور تمہارے بہنوئی ''سعید بن زید'' بھی تو مسلمان ہوگئے ہیں۔ یہ سن کر آپ بہن کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر کے اندر چند مسلمان چھپ کر قرآن پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی آواز سن کر سب لوگ ڈر گئے اور قرآن کے اوراق چھوڑ کر ادھر ادھر چھپ گئے۔ بہن نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ چلا کر بولے کہ اے اپنی جان کی دشمن! کیا تو بھی مسلمان ہوگئی ہے؟ پھر اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ پر جھپٹے اور ان کی داڑھی پکڑ کر ان کو زمین پر پٹخ دیا اور سینے پر سوار ہو کر مارنے لگے۔ ان کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اپنے شوہر کو بچانے کے لئے دوڑ پڑیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان کو ایسا طمانچہ مارا کہ ان کے کانوں کے جھومر ٹوٹ کر گر پڑے اور ان کا چہرہ خون سے لہولہان ہوگیا۔ بہن نے صاف صاف کہہ دیا کہ عمر! سن لو تم سے جو ہو سکے کرلو مگر اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بہن کا خون آلودہ چہرہ دیکھا اور ان کا عزم و استقامت سے بھرا ہوا یہ جملہ سنا تو ان پر رقت طاری ہوگئی اور ایک دم دل نرم پڑ گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش کھڑے رہے۔ پھر کہا کہ اچھا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔ بہن نے قرآن کے اوراق کو سامنے رکھ دیا۔ اٹھا کر دیکھا تو اس آیت پر نظر پڑی کہ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ o (1) اس آیت کا ایک ایک لفظ صداقت کی تاثیر کا تیر بن کر دل کی گہرائی میں پیوست ہوتا چلا گیا اور جسم کا ایک ایک بال لرزہ براندام ہونے لگا۔

1 ...... ترجمہ کنزالایمان: اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔ (پ ۲۷، الحدید: ۱)

جب اس آیت پر پہنچے کہ اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ [1] تو بالکل ہی بے قابو ہوگئے اور بے اختیار پکار اٹھے کہ ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ''

یہ وہ وقت تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت ارقم بن ابوارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مکان میں مقیم تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بہن کے گھر سے نکلے اور سیدھے حضرت ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مکان پر پہنچے تو دروازہ بند پایا، کنڈی بجائی، اندر کے لوگوں نے دروازہ کی جھری سے جھانک کر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ننگی تلوار لئے کھڑے تھے۔ لوگ گھبرا گئے اور کسی میں دروازہ کھولنے کی ہمت نہیں ہوئی مگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بلند آواز سے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور اندر آنے دو اگر نیک نیتی کے ساتھ آیا ہے تو اس کا خیر مقدم کیا جائے گا ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اندر قدم رکھا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود آگے بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بازو پکڑا اور فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے! تو مسلمان ہو جا آخر تو کب تک مجھ سے لڑتا رہے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بہ آواز بلند کلمہ پڑھا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مارے خوشی کے نعرہ تکبیر بلند فرمایا اور تمام حاضرین نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ چھپ چھپ کر خدا کی عبادت کرنے کے کیا معنی؟ اٹھئے ہم کعبہ میں چل کر علی الاعلان خدا کی عبادت کریں گے اور خدا کی قسم! میں کفر کی حالت میں جن جن مجلسوں میں بیٹھ کر اسلام کی مخالفت کرتا رہا ہوں اب ان تمام مجالس میں اپنے اسلام کا اعلان کروں گا۔ پھر حضور

---

[1] ...... ترجمہ کنزالایمان: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ (پ ۲۷، الحدید: ۷)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحابہ کی جماعت کو لے کر دو قطاروں میں روانہ ہوئے۔ ایک صف کے آگے آگے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ چل رہے تھے اور دوسری صف کے آگے آگے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے۔ اس شان سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور نماز ادا کی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حرم کعبہ میں مشرکین کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ یہ سنتے ہی ہر طرف سے کفار دوڑ پڑے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مارنے لگے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی ان لوگوں سے لڑنے لگے۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ماموں ابوجہل آ گیا۔ اس نے پوچھا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ مسلمان ہو گئے ہیں اس لئے لوگ برہم ہو کر ان پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ یہ سن کر ابوجہل نے حطیم کعبہ میں کھڑے ہو کر اپنی آستین سے اشارہ کر کے اعلان کر دیا کہ میں نے اپنے بھانجے عمر کو پناہ دی۔ ابوجہل کا یہ اعلان سن کر سب لوگ ہٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ اسلام لانے کے بعد میں ہمیشہ کفار کو مارتا اور ان کی مار کھاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اسلام کو غالب فرما دیا۔[1] (زرقانی علی المواہب ج۱ ص۲۷۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مسلمان ہونے کا ایک سبب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں کفر کی حالت میں قریش کے بتوں کے پاس حاضر تھا اتنے میں ایک شخص گائے کا ایک بچھڑا لے کر آیا اور اس کو بتوں کے نام پر ذبح کیا۔ پھر بڑے زور سے چیخ مار کر کسی نے یہ کہا کہ "یَا جَلِیْحُ اَمْرٌ نَّجِیْحٌ رَجُلٌ فَصِیْحٌ

---

1 ……شرح الزرقانی علی المواھب، اسلام عمر الفاروق رضی اللّٰہ عنہ، ج۲، ص۵۔۱۰ والمواھب اللدنیۃ، ھجرتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ج۱، ص۱۲۵، ۱۲۶ ملتقطاً

یَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَا اللّٰہُ۔" یہ آواز سن کر سب لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن میں نے یہ عزم کرلیا کہ میں اس آواز دینے والے کی تحقیق کئے بغیر ہرگز ہرگز یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ اس کے بعد پھر یہی آواز آئی کہ یَا جَلِیْحُ اَمْرٌ نَّجِیْحٌ رَجُلٌ فَصِیْحٌ یَقُوْلُ لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی اے کھلی ہوئی دشمنی کرنے والے! ایک کامیابی کی چیز ہے کہ ایک فصاحت والا آدمی "لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ" کہہ رہا ہے۔ حالانکہ بتوں کے آس پاس میرے سوا دوسرا کوئی بھی نہیں تھا۔ اس کے فوراً ہی بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ اس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حد متاثر تھے۔ اس لئے ان کے اسلام لانے کے اسباب میں اس واقعہ کو بھی کچھ نہ کچھ ضرور دخل ہے۔ (1)

(بخاری ج۱ ص ۵۴۶ و زرقانی ج۱ ص ۲۷۶ باب اسلام عمر)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کفار مکہ نے بہت زیادہ ستایا تو عاص بن وائل سہمی نے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی پناہ میں لے لیا جو زمانۂ جاہلیت میں آپ کا حلیف تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کی مار دھاڑ سے بچ گئے۔ (2)

(بخاری باب اسلام عمر ج۱ ص ۵۴۵)

شعب ابی طالب ۷ ھ نبوی

اعلان نبوت کے ساتویں سال ۷ ھ نبوی میں کفار مکہ نے جب دیکھا کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور حضرت حمزہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه، الحدیث: ۳۸۶۶، ج ۲، ص ۵۷۸

2 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه، الحدیث: ۳۸۶۴، ج ۲، ص ۵۷۸ ملخصاً

جیسے بہادران قریش بھی دامن اسلام میں آ گئے تو غیظ وغضب میں یہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے اور تمام سرداران قریش اور مکہ کے دوسرے کفار نے یہ اسکیم بنائی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے اور ان لوگوں کو کسی تنگ وتاریک جگہ میں محصور کر کے ان کا دانہ پانی بند کر دیا جائے تا کہ یہ لوگ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائیں۔ چنانچہ اس خوفناک تجویز کے مطابق تمام قبائل قریش نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ جب تک بنی ہاشم کے خاندان والے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالہ نہ کر دیں

﴿۱﴾ کوئی شخص بنو ہاشم کے خاندان سے شادی بیاہ نہ کرے۔

﴿۲﴾ کوئی شخص ان لوگوں کے ہاتھ کسی قسم کے سامان کی خرید وفروخت نہ کرے۔

﴿۳﴾ کوئی شخص ان لوگوں سے میل جول، سلام وکلام اور ملاقات و بات نہ کرے۔

﴿۴﴾ کوئی شخص ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ جانے دے۔ منصور بن عکرمہ نے اس معاہدہ کو لکھا اور تمام سرداران قریش نے اس پر دستخط کر کے اس دستاویز کو کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔ ابو طالب مجبوراً حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور دوسرے تمام خاندان والوں کو لے کر پہاڑ کی اس گھاٹی میں جس کا نام ''شعب ابی طالب'' تھا پناہ گزین ہوئے۔ ابولہب کے سوا خاندان بنو ہاشم کے کافروں نے بھی خاندانی حمیت و پاسداری کی بنا پر اس معاملہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور سب کے سب پہاڑ کے اس تنگ وتاریک درہ میں محصور ہو کر قیدیوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور یہ تین برس کا زمانہ اتنا سخت اور کٹھن گزرا کہ بنو ہاشم درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے پکا پکا کر کھاتے تھے۔ اور ان کے بچے بھوک پیاس کی شدت

سے تڑپ تڑپ کر دن رات رویا کرتے تھے۔ سنگدل اور ظالم کافروں نے ہر طرف پہرہ بٹھا دیا تھا کہ کہیں سے بھی گھاٹی کے اندر دانہ پانی نہ جانے پائے۔ (1)

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۷۸)

مسلسل تین سال تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خاندان بنو ہاشم ان ہوش ربا مصائب کو جھیلتے رہے یہاں تک کہ خود قریش کے کچھ رحم دلوں کو بنو ہاشم کی ان مصیبتوں پر رحم آ گیا اور ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو توڑنے کی تحریک اٹھائی۔ چنانچہ ہشام بن عمرو عامری، زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود وغیرہ یہ سب مل کر ایک ساتھ حرم کعبہ میں گئے اور زہیر نے جو عبدالمطلب کے نواسے تھے کفار قریش کو مخاطب کر کے اپنی پر جوش تقریر میں یہ کہا کہ اے لوگو! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہ ہم لوگ تو آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے بچے بھوک پیاس سے بے قرار ہو کر بلبلا رہے ہیں۔ خدا کی قسم! جب تک اس وحشیانہ معاہدہ کی دستاویز پھاڑ کر پاؤں سے نہ روندی جائے گی میں ہرگز ہرگز چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ یہ تقریر سن کر ابوجہل نے تڑپ کر کہا کہ خبردار! ہرگز ہرگز تم اس معاہدہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ زمعہ نے ابوجہل کو للکارا اور اس زور سے ڈانٹا کہ ابوجہل کی بولتی بند ہو گئی۔ اسی طرح مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو نے بھی خم ٹھونک کر ابوجہل کو جھڑک دیا اور ابوالبختری نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ اے ابوجہل! اس ظالمانہ معاہدہ سے نہ ہم پہلے راضی تھے اور نہ اب ہم اس کے پابند ہیں۔

اسی مجمع میں ایک طرف ابوطالب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ

---

1 ......المواهب اللدنية ، هجرته صلى الله عليه وسلم، ج ١، ص ١٢٦

اے لوگو! میرے بھتیجے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ اس معاہدہ کی دستاویز کو کیڑوں نے کھا ڈالا ہے اور صرف جہاں جہاں خدا کا نام لکھا ہوا تھا اس کو کیڑوں نے چھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ اس دستاویز کو نکال کر دیکھو اگر واقعی اس کو کیڑوں نے کھالیا ہے جب تو اس کو چاک کر کے پھینک دو۔ اور اگر میرے بھتیجے کا کہنا غلط ثابت ہوا تو میں محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ یہ سن کر مطعم بن عدی کعبہ کے اندر گیا اور دستاویز کو اتار لایا اور سب لوگوں نے اس کو دیکھا تو واقعی بجز اللہ تعالٰی کے نام کے پوری دستاویز کو کیڑوں نے کھالیا تھا۔ مطعم بن عدی نے سب کے سامنے اس دستاویز کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ اور پھر قریش کے چند بہادر باوجودیکہ یہ سب کے سب اس وقت کفر کی حالت میں تھے ہتھیار لے کر گھاٹی میں پہنچے اور خاندان بنو ہاشم کے ایک ایک آدمی کو وہاں سے نکال لائے اور ان کو ان کے مکانوں میں آباد کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۰ ؁ نبوی کا ہے۔ منصور بن عکرمہ جس نے اس دستاویز کو لکھا تھا اس پر یہ قہر الٰہی ٹوٹ پڑا کہ اس کا ہاتھ شل ہو کر سوکھ گیا۔[1] (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۶ وغیرہ)

غم کا سال ۱۰ ؁ نبوی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ''شعب ابی طالب'' سے نکل کر اپنے گھر میں تشریف لائے اور چند ہی روز کفار قریش کے ظلم و ستم سے کچھ امان ملی تھی کہ ابو طالب بیمار ہو گئے اور گھاٹی سے باہر آنے کے آٹھ مہینے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

ابو طالب کی وفات حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے ایک بہت ہی جاں گداز اور روح فرسا حادثہ تھا کیونکہ بچپن سے جس طرح پیار و محبت کے ساتھ ابو طالب نے

---

1 ......مدارج النبوت، قسم دوم، باب سوم، ج ۲، ص ۴٦ مختصرًا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی اور زندگی کے ہر موڑ پر جس جاں نثاری کے ساتھ آپ کی نصرت و دستگیری کی اور آپ کے دشمنوں کے مقابل سینہ سپر ہو کر جس طرح آلام ومصائب کا مقابلہ کیا اس کو بھلا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح بھول سکتے تھے۔

ابوطالب کا خاتمہ

جب ابو طالب مرض الموت میں مبتلا ہو گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے چچا! آپ کلمہ پڑھ لیجیے۔ یہ وہ کلمہ ہے کہ اس کے سبب سے میں خدا کے دربار میں آپ کی مغفرت کے لئے اصرار کروں گا۔ اس وقت ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ ابو طالب کے پاس موجود تھے۔ ان دونوں نے ابو طالب سے کہا کہ اے ابو طالب! کیا آپ عبدالمطلب کے دین سے روگردانی کریں گے؟ اور یہ دونوں برابر ابو طالب سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ ابو طالب نے کلمہ نہیں پڑھا بلکہ ان کی زندگی کا آخری قول یہ رہا کہ ''میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں۔'' یہ کہا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے بڑا صدمہ پہنچا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کے لئے اس وقت تک دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے منع نہ فرمائے گا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوگئی کہ

مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ ۢبَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ [1]

یعنی نبی اور مومنین کے لئے یہ جائز ہی نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے

---

1 ......پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۳

مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ جب انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ مشرکین جہنمی ہیں۔[1] (بخاری ج۱ ص۵۴۸ باب قصہ ابی طالب)

حضرت بی بی خدیجہ کی وفات

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ابھی ابو طالب کے انتقال کا زخم تازہ ہی تھا کہ ابو طالب کی وفات کے تین دن یا پانچ دن کے بعد حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ مکہ میں ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ جس ہستی نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا وہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی تھی۔ جس وقت دنیا میں کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخلص مشیر اور غمخوار نہیں تھا حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی تھیں کہ ہر پریشانی کے موقع پر پوری جاں نثاری کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غمخواری اور دلداری کرتی رہتی تھیں اس لئے ابو طالب اور حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کی وفات سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مددگار اور غمگسار دونوں ہی دنیا سے اٹھ گئے جس سے آپ کے قلب نازک پر اتنا عظیم صدمہ گزرا کہ آپ نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' (غم کا سال) رکھ دیا۔

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رمضان ۱۰ نبوی میں وفات پائی۔ بوقت وفات پینسٹھ برس کی عمر تھی۔ مقام حجون (قبرستان جنت المعلی) میں مدفون ہوئیں۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس ان کی قبر میں اترے اور اپنے مقدس

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب قصة ابی طالب، الحدیث: ۳۸۸٤، ج۲، ص۵۸۳ وشرح الزرقانی علی المواهب، وفاة خدیجة و ابی طالب، ج۲، ص۳۸، ٤۲ ملخصاً

ہاتھوں سے ان کی لاش مبارک کو زمین کے سپرد فرمایا۔[1] (زرقانی ج۱ص۲۹۶)

طائف وغیرہ کا سفر

مکہ والوں کے عناد اور سرکشی کو دیکھتے ہوئے جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوسی نظر آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لئے مکہ کے قرب و جوار کی بستیوں کا رُخ کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''طائف'' کا بھی سفر فرمایا۔ اس سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ طائف میں بڑے بڑے اُمراء اور مالدار لوگ رہتے تھے۔ ان رئیسوں میں ''عمرو'' کا خاندان تمام قبائل کا سردار شمار کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ تین بھائی تھے۔ عبدیالیل۔ مسعود۔ حبیب۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تینوں کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ ان تینوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ انتہائی بیہودہ اور گستاخانہ جواب دیا۔ ان بدنصیبوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ طائف کے شریر غنڈوں کو ابھار دیا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ برا سلوک کریں۔ چنانچہ لچوں لفنگوں کا یہ شریر گروہ ہر طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑا اور یہ شرارتوں کے مجسمے آپ پر پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ آپ کے مقدس پاؤں زخموں سے لہولہان ہو گئے۔[2] اور آپ کے موزے اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخموں سے بے تاب ہو کر بیٹھ جاتے تو یہ ظالم انتہائی بے دردی کے ساتھ آپ کا بازو پکڑ کر اٹھاتے اور جب آپ

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب، وفاة خدیجة و ابی طالب، ج۲، ص۴۸

2 ......شرح الزرقانی علی المواهب، وفاة خدیجة و ابی طالب، ج۲، ص۵۰، ۵۱

چلنے لگتے تو پھر آپ پر پتھروں کی بارش کرتے اور ساتھ ساتھ طعنہ زنی کرتے۔ گالیاں دیتے۔ تالیاں بجاتے۔ ہنسی اڑاتے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دوڑ دوڑ کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر آنے والے پتھروں کو اپنے بدن پر لیتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بچاتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی خون میں نہا گئے اور زخموں سے نڈھال ہو کر بے قابو ہو گئے۔ یہاں تک کہ آخر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگور کے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ مکہ کے ایک مشہور کافر عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ حال دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی شیبہ بن ربیعہ کو آپ پر رحم آ گیا اور کافر ہونے کے باوجود خاندانی حمیت نے جوش مارا۔ چنانچہ ان دونوں کافروں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے باغ میں ٹھہرایا اور اپنے نصرانی غلام ''عداس'' کے ہاتھ سے آپ کی خدمت میں انگور کا ایک خوشہ بھیجا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر خوشہ کو ہاتھ لگایا تو عداس تعجب سے کہنے لگا کہ اس اطراف کے لوگ تو یہ کلمہ نہیں بولا کرتے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ عداس نے کہا کہ میں ''شہر نینویٰ'' کا رہنے والا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا شہر ہے۔ وہ بھی میری طرح خدا عزوجل کے پیغمبر تھے۔ یہ سن کر عداس آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور فوراً ہی آپ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (1)

(زرقانی علی المواہب ج۱ ص۳۰۰)

اسی سفر میں جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقام ''نخلہ'' میں تشریف فرما ہوئے اور رات کو نماز تہجد میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے تو ''نصیبین'' کے جنوں کی ایک جماعت

1 ......المواهب اللدنية ، هجرته صلى الله عليه وسلم، ج ١، ص١٣٦، ١٣٧

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور قرآن سن کر یہ سب جن مسلمان ہو گئے۔ پھران جنوں نے لوٹ کر اپنی قوم کو بتایا تو مکہ مکرمہ میں جنوں کی جماعت نے فوج درفوج آ کر اسلام قبول کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں سورۂ جن کی ابتدائی آیتوں میں خداوند عالم نے اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔[1] (زرقانی ج۱ ص۳۰۳)

مقام نخلہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند دنوں تک قیام فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام ''حراء'' میں تشریف لائے اور قریش کے ایک ممتاز سردار مطعم بن عدی کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ کیا تم مجھے اپنی پناہ میں لے سکتے ہو؟ عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص ان سے حمایت اور پناہ طلب کرتا تو وہ اگرچہ کتنا ہی بڑا دشمن کیوں نہ ہو وہ پناہ دینے سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ مطعم بن عدی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اس نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ تم لوگ ہتھیار لگا کر حرم میں جاؤ اور مطعم بن عدی خود گھوڑے پر سوار ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ مکہ لایا اور حرم کعبہ میں اپنے ساتھ لے کر گیا اور مجمع عام میں اعلان کر دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پناہ دی ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اطمینان کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دیا اور کعبہ کا طواف کر کے حرم میں نماز ادا کی اور مطعم بن عدی اور اس کے بیٹوں نے تلواروں کے سائے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے دولت خانہ تک پہنچا دیا۔[2] (زرقانی ج۱ ص۳۰۶)

اس سفر کے مدتوں بعد ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا

---

1 ......المواھب اللدنیة ، ھجرته صلی اللّٰه علیه وسلم، ج۱، ص۱۳۷، ۱۳۸ ملتقطاً

2 ......شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر الجن، ج۲، ص۶۶ ملخصاً

جنگ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اے عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ دن میرے لئے جنگ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت تھا جب میں نے طائف میں وہاں کے ایک سردار ''عبد یالیل'' کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے دعوت اسلام کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور اہل طائف نے مجھ پر پتھراؤ کیا۔ میں اس رنج و غم میں سر جھکائے چلتا رہا یہاں تک کہ مقام ''قرن الثعالب'' میں پہنچ کر میرے ہوش و حواس بجا ہوئے۔ وہاں پہنچ کر جب میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بدلی مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے اس بادل میں سے حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول اور ان کا جواب سن لیا اور اب آپ کی خدمت میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔ تاکہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ پہاڑوں کا فرشتہ مجھے سلام کر کے عرض کرنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول اور انہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ سب کچھ سن لیا ہے اور مجھ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں اور میں آپ کا حکم بجالاؤں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ''اخشبین'' (ابوقبیس اور قعیقعان) دونوں پہاڑوں کو ان کفار پر اُلٹ دوں تو میں اُلٹ دیتا ہوں۔ یہ سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے اپنے ایسے بندوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔ (1)

(بخاری باب ذکر الملائکہ ج۱ ص ۴۵۸ و زُرقانی ج۱ ص ۲۹۷)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم اٰمین...الخ، الحدیث:۳۲۳۱، ج۲، ص۳۸۶ و شرح الزرقانی علی المواهب، خروجه الی الطائف، ج۲، ص۵۱، ۵۲ ملخصاً

قبائل میں تبلیغ اسلام

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ حج کے زمانے میں جب کہ دور دور کے عربی قبائل مکہ میں جمع ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام قبائل میں دورہ فرما کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اسی طرح عرب میں جا بجا بہت سے میلے لگتے تھے جن میں دور دراز کے قبائل عرب جمع ہوتے تھے۔ ان میلوں میں بھی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ عکاظ، مجنہ، ذوالمجاز کے بڑے بڑے میلوں میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبائل عرب کے سامنے دعوت اسلام پیش فرمائی۔ عرب کے قبائل بنو عامر، محارب، فزارہ، غسان، مرہ، سلیم، عبس، بنو نصر، کندہ، کلب، عذرہ، حضارمہ وغیرہ ان سب مشہور قبائل کے سامنے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسلام پیش فرمایا مگر آپ کا چچا ابولہب ہر جگہ آپ کے ساتھ ساتھ جاتا اور جب آپ کسی قبیلہ کے سامنے وعظ فرماتے تو ابولہب چلا چلا کر یہ کہتا کہ ''یہ دین سے پھر گیا ہے، یہ جھوٹ کہتا ہے۔''(1) (زرقانی ج۱ ص۳۰۹)

قبیلہ بنو ذہل بن شیبان کے پاس جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اس قبیلہ کا سردار ''مفروق'' آپ کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا کہ اے قریشی برادر! آپ لوگوں کے سامنے کونسا دین پیش کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سورۂ انعام کی چند آیتیں

---

1 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، ذکر عرض المصطفٰی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نفسه...الخ، ج۲، ص۷۳ والسیرة النبویة لابن ھشام، عرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم...الخ، ص۱۶۸ ملخصاً

تلاوت فرمائیں ۔ یہ سب لوگ آپ کی تقریر اور قرآنی آیتوں کی تاثیر سے انتہائی متاثر ہوئے لیکن یہ کہا کہ ہم اپنے اس خاندانی دین کو بھلا ایک دم کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ جس پر ہم برسہا برس سے کار بند ہیں۔اس کے علاوہ ہم ملک فارس کے بادشاہ کسریٰ کے زیر اثر اور رعیت ہیں۔ اور ہم یہ معاہدہ کر چکے ہیں کہ ہم بادشاہ کسریٰ کے سوا کسی اور کے زیر اثر نہیں رہیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی صاف گوئی کی تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ خیر، خدا اپنے دین کا حامی و ناصر اور معین و مددگار ہے۔[1] (روض الانف بحوالہ سیرۃ النبی)

پانچواں باب

مدینہ میں آفتاب رِسالت کی تجلیاں

''مدینہ منورہ'' کا پرانا نام ''یثرب'' ہے۔جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شہر میں سکونت فرمائی تو اس کا نام ''مدینۃ النبی'' (نبی کا شہر) پڑ گیا۔ پھر یہ نام مختصر ہو کر ''مدینہ'' مشہور ہو گیا۔ تاریخی حیثیت سے یہ بہت پرانا شہر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو اِس شہر میں عرب کے دو قبیلے ''اوس'' اور ''خزرج'' اور کچھ ''یہودی'' آباد تھے۔ اوس وخزرج کفارِ مکہ کی طرح ''بت پرست'' اور یہودی ''اہل کتاب'' تھے۔ اوس وخزرج پہلے تو بڑے اتفاق و اتحاد کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے مگر پھر عربوں کی فطرت کے مطابق اِن دونوں قبیلوں میں لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ یہاں تک کہ آخری لڑائی جو تاریخ عرب میں ''جنگ بعاث'' کے نام سے مشہور ہے اس قدر ہولناک اور خونریز ہوئی کہ اس لڑائی میں اوس وخزرج کے تقریباً تمام نامور بہادر لڑ بھڑ

[1]......الروض الانف (مترجم)، ج ۲،ص۳۴۸

کر کٹ مر گئے اور یہ دونوں قبیلے بے حد کمزور ہو گئے۔ یہودی اگرچہ تعداد میں بہت کم تھے مگر چونکہ وہ تعلیم یافتہ تھے اس لئے اوس و خزرج ہمیشہ یہودیوں کی علمی برتری سے مرعوب اور ان کے زیر اثر رہتے تھے۔

اِسلام قبول کرنے کے بعد رسولِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم و تربیت کی بدولت اوس و خزوج کے تمام پرانے اختلافات ختم ہو گئے اور یہ دونوں قبیلے شیر و شکر کی طرح مل جل کر رہنے لگے۔ اور چونکہ اِن لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کی اپنے تن من دھن سے بے پناہ امداد و نصرت کی اِس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خوش بختوں کو "انصار" کے معزز لقب سے سرفراز فرما دیا اور قرآن کریم نے بھی ان جاں نثاران اسلام کی نصرت رسول و امدادِ مسلمین پر ان خوش نصیبوں کی مدح و ثنا کا جا بجا خطبہ پڑھا اور از روئے شریعت انصار کی محبت اور ان کی جناب میں حسن عقیدت تمام اُمت مسلمہ کیلئے لازم الایمان اور واجب العمل قرار پائی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

مدینہ میں اسلام کیونکر پھیلا

انصار گو بت پرست تھے مگر یہودیوں کے میل جول سے اتنا جانتے تھے کہ نبی آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے اور مدینہ کے یہودی اکثر انصار کے دونوں قبیلوں اوس و خزرج کو دھمکیاں بھی دیا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان کے ظہور کے وقت ہم ان کے لشکر میں شامل ہو کر تم بت پرستوں کو دنیا سے نیست و نابود کر ڈالیں گے۔ اس لئے نبی آخر الزمان کی تشریف آوری کا یہود اور انصار دونوں کو انتظار تھا۔

۱۱ ؁ نبوی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معمول کے مطابق حج میں آنے والے قبائل کو دعوت اسلام دینے کے لئے منیٰ کے میدان میں تشریف لے گئے اور قرآنِ

مجید کی آیتیں سنا سنا کر لوگوں کے سامنے اسلام پیش فرمانے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ میں عقبہ (گھاٹی) کے پاس جہاں آج ''مسجد العقبہ'' ہے تشریف فرما تھے کہ قبیلۂ خزرج کے چھ آدمی آپ کے پاس آ گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے ان کا نام و نسب پوچھا۔ پھر قرآن کی چند آیتیں سنا کر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جس سے یہ لوگ بے حد متاثر ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر واپسی میں یہ کہنے لگے کہ یہودی جس نبی آخر الزمان کی خوشخبری دیتے رہے ہیں یقیناً وہ نبی یہی ہیں۔ لہٰذا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودی ہم سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کر لیں۔ یہ کہہ کر سب ایک ساتھ مسلمان ہو گئے اور مدینہ جا کر اپنے اہل خاندان اور رشتہ داروں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ ان چھ خوش نصیبوں کے نام یہ ہیں۔ ﴿۱﴾ حضرت عقبہ بن عامر بن نابی۔ ﴿۲﴾ حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ ﴿۳﴾ حضرت عوف بن حارث ﴿۴﴾ حضرت رافع بن مالک ﴿۵﴾ حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ ﴿۶﴾ حضرت جابر بن عبداللہ بن ریاب۔ [1] (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) (مدارج النبوۃ ج۲ ص۵۱ و زرقانی ج۱ ص۳۱۰)

بیعت عقبہ اولیٰ

دوسرے سال سن ۱۲ھ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ اشخاص منیٰ کی اسی گھاٹی میں چھپ کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے۔ تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام ''بیعت عقبہ اولیٰ'' ہے۔

ساتھ ہی ان لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ درخواست بھی کی کہ

---

1 ......مدارج النبوت، قسم دوم، باب سوم، ج۲، ص۵۱۔۵۲ والمواھب اللدنیۃ، ھجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱، ص۱۴۱

احکامِ اسلام کی تعلیم کے لئے کوئی معلم بھی ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ وہ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور روزانہ ایک دو نئے آدمی آغوش اسلام میں آنے لگے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مدینہ سے قباء تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور بااثر شخص تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے پہلے تو اسلام سے نفرت و بیزاری ظاہر کی مگر جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو قرآنِ مجید پڑھ کر سنایا تو ایک دم اُن کا دل پسیج گیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ سعادتِ ایمان سے سرفراز ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کا قبیلہ ''اوس'' بھی دامنِ اسلام میں آ گیا۔

اسی سال بقول مشہور ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحالت بیداری ''معراجِ جسمانی'' ہوئی۔ اور اِسی سفر معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں جس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ تعالیٰ معجزات کے باب میں آئے گا۔[1]

بیعت عقبہ ثانیہ

اس کے ایک سال بعد سن ۱۳ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے تقریباً بہتّر اشخاص نے منیٰ کی اسی گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر

---

1 ......السیرة النبویة لابن هشام، العقبة الاولی ومصعب بن عمیر ،ص ۱۷۱ـ۱۷۴

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کردیں گے۔اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔انہوں نے مدینہ والوں سے کہا کہ دیکھو! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خاندان بنی ہاشم میں ہر طرح محترم اور باعزت ہیں۔ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے۔اب تم لوگ ان کو اپنے وطن میں لے جانے کے خواہشمند ہو تو سن لو! اگر مرتے دم تک تم لوگ ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ہے ورنہ ابھی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ طیش میں آ کر کہنے لگے کہ ''ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔'' حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے یہ کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں کے یہودیوں سے پرانے تعلقات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے مسلمان ہو جانے کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے وطن مکہ چلے جائیں۔ یہ سنکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ تم لوگ اطمینان رکھو کہ ''تمہارا خون میرا خون ہے'' اور یقین کرو ''میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔''[1] (زرقانی علی المواہب ج۱ ص ۳۱۷ و سیرت ابن ہشام ج۲ ص ۴۴۱ تا ۴۴۲)

جب انصار یہ بیعت کررہے تھے تو حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

---

[1] ......السیرة النبویة لابن هشام،العقبة الاولى ومصعب بن عمير ،ص ١٧٥،١٧٦ وشرح الزرقانی على المواهب،ذكرعرض رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نفسه...الخ، ج ٢، ص ٨٥۔ ٨٨ ملتقطاً

یا حضرت عباس بن نضلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ میرے بھائیو! تمہیں یہ بھی خبر ہے؟ کہ تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ خوب سمجھ لو کہ یہ عرب و عجم کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ انصار نے طیش میں آ کر نہایت ہی پر جوش لہجے میں کہا کہ ہاں! ہاں! ہم لوگ اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ بیعت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس جماعت میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب (سردار) مقرر فرمایا۔ ان میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اشخاص قبیلۂ اوس کے تھے جن کے مبارک نام یہ ہیں۔

﴿۱﴾ حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ ﴿۲﴾ حضرت سعد بن ربیع ﴿۳﴾ حضرت عبداللہ بن رواحہ ﴿۴﴾ حضرت رافع بن مالک ﴿۵﴾ حضرت براء بن معرور ﴿۶﴾ حضرت عبداللہ بن عمرو ﴿۷﴾ حضرت سعد بن عبادہ ﴿۸﴾ حضرت منذر بن عمر ﴿۹﴾ حضرت عبادہ بن ثابت۔ یہ نو آدمی قبیلہ خزرج کے ہیں۔ ﴿۱۰﴾ حضرت اُسید بن حضیر ﴿۱۱﴾ حضرت سعد بن خیثمہ ﴿۱۲﴾ حضرت ابوالہیثم بن تیہان۔ یہ تین شخص قبیلۂ اوس کے ہیں۔[1] (رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین) (زرقانی علی المواہب ج۱ص ۳۱۷)

اس کے بعد یہ تمام حضرات اپنے اپنے ڈیروں پر چلے گئے۔ صبح کے وقت جب قریش کو اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آگ بگولا ہو گئے اور ان لوگوں نے ڈانٹ کر مدینہ والوں سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے بیعت کی ہے؟ انصار کے کچھ ساتھیوں نے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ یہ سن کر قریش واپس چلے گئے مگر جب تفتیش و تحقیقات کے بعد کچھ

---

1 ......السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، اسماء النقباء الاثنی عشر...الخ، ص ۱۷۷، ۱۷۸ و شرح الزرقانی علی المواھب، ذکر عرض المصطفٰی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نفسہ...الخ، ج۲، ص ۸۰، ۸۷

انصار کی بیعت کا حال معلوم ہوا تو قریش غیظ وغضب میں آپے سے باہر ہو گئے اور بیعت کرنے والوں کی گرفتاری کے لئے تعاقب کیا مگر قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی اور کو نہیں پکڑ سکے۔ قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ مکہ لائے اور ان کو قید کر دیا مگر جب جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ کو پتہ چلا تو ان دونوں نے قریش کو سمجھایا کہ خدا کے لئے سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فوراً چھوڑ دو ورنہ تمہاری ملکِ شام کی تجارت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ یہ سن کر قریش نے حضرت سعد بن عبادہ کو قید سے رہا کر دیا اور وہ بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔ (1)

(سیرتِ ابن ہشام ج۲ص۴۴۹تا۴۵۰)

ہجرت مدینہ

مدینہ منورہ میں جب اسلام اور مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ مل گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو عام اجازت دے دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے لوگ بھی مدینہ روانہ ہونے لگے۔ جب کفار قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کر دی مگر چھپ چھپ کر لوگوں نے ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بہت سے صحابہ کرام مدینہ منورہ چلے گئے۔ صرف وہی حضرات مکہ میں رہ گئے جو یا تو کافروں کی قید میں تھے یا اپنی مفلسی کی وجہ سے مجبور تھے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونکہ ابھی تک خدا کی طرف سے ہجرت کا

(1) ......السيرة النبوية لابن هشام،اسماء النقباء الاثنى عشر...الخ،ص۱۷۸۔۱۷۹

حکم نہیں ملا تھا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ ہی میں مقیم رہے اور حضرتِ ابوبکر صدیق اور حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی آپ نے روک لیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں شمع نبوت کے پروانے بھی آپ ہی کے ساتھ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

کفار کانفرنس

جب مکہ کے کافروں نے یہ دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہوگئے اور مدینہ جانے والے مسلمانوں کو انصار نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو کفار مکہ کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی مدینہ چلے جائیں اور وہاں سے اپنے حامیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی نہ کردیں۔ چنانچہ اس خطرہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کفار مکہ نے اپنے دارالندوہ (پنچائت گھر) میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی۔ اور یہ کفار مکہ کا ایسا زبردست نمائندہ اجتماع تھا کہ مکہ کا کوئی بھی ایسا دانشور اور با اثر شخص نہ تھا جو اس کانفرنس میں شریک نہ ہوا ہو۔ خصوصیت کے ساتھ ابوسفیان، ابوجہل، عتبہ، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث، ابوالبختری، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، اُمیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ تمام سرداران قریش اس مجلس میں موجود تھے۔ شیطانِ لعین بھی کمبل اوڑھے ایک بزرگ شیخ کی صورت میں آ گیا۔ قریش کے سرداروں نے نام ونسب پوچھا تو بولا کہ میں ''شیخ نجد'' ہوں اس لئے اس کانفرنس میں آ گیا ہوں کہ میں تمہارے معاملہ میں اپنی رائے بھی پیش کردوں۔ یہ سن کر قریش کے سرداروں نے ابلیس کو بھی اپنی کانفرنس میں شریک کرلیا اور کانفرنس کی کارروائی شروع ہوگئی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ پیش ہوا تو ابوالبختری نے یہ رائے دی کہ ان کو کسی کوٹھری میں بند کر کے ان کے

ہاتھ پاؤں باندھ دو اور ایک سوراخ سے کھانا پانی ان کو دے دیا کرو۔ شیخ نجدی (شیطان) نے کہا کہ یہ رائے اچھی نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم لوگوں نے ان کو کسی مکان میں قید کردیا تو یقیناً ان کے جاں نثار اصحاب کو اس کی خبر لگ جائے گی اور وہ اپنی جان پر کھیل کر ان کو قید سے چھڑا لیں گے۔

ابوالاسود ربیعہ بن عمرو عامری نے یہ مشورہ دیا کہ ان کو مکہ سے نکال دو تا کہ یہ کسی دوسرے شہر میں جا کر رہیں۔ اس طرح ہم کو ان کے قرآن پڑھنے اور ان کی تبلیغ اسلام سے نجات مل جائے گی۔ یہ سن کر شیخ نجدی نے بگڑ کر کہا کہ تمہاری اس رائے پر لعنت، کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے کلام میں کتنی مٹھاس اور تاثیر و دل کشی ہے؟ خدا کی قسم! اگر تم لوگ ان کو شہر بدر کر کے چھوڑ دو گے تو یہ پورے ملک عرب میں لوگوں کو قرآن سنا سنا کر تمام قبائل عرب کو اپنا تابع فرمان بنا لیں گے اور پھر اپنے ساتھ ایک عظیم لشکر کو لے کر تم پر ایسی یلغار کر دیں گے کہ تم ان کے مقابلہ سے عاجز و لاچار ہو جاؤ گے اور پھر بجز اس کے کہ تم ان کے غلام بن کر رہو کچھ بنائے نہ بنے گی اس لئے ان کو جلاوطن کرنے کی تو بات ہی مت کرو۔

ابوجہل بولا کہ صاحبو! میرے ذہن میں ایک رائے ہے جو اب تک کسی کو نہیں سوجھی یہ سن کر سب کے کان کھڑے ہو گئے اور سب نے بڑے اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ کہیے وہ کیا ہے؟ تو ابوجہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک مشہور بہادر تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہو اور سب یکبارگی حملہ کر کے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈالیں۔ اس تدبیر سے خون کرنے کا جرم تمام قبیلوں کے سر پر رہے گا۔ ظاہر ہے کہ خاندان بنو ہاشم اس خون کا بدلہ لینے کے لئے تمام قبیلوں سے لڑنے کی

طاقت نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا یقیناً وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم لوگ مل جل کرآسانی کے ساتھ خون بہا کی رقم ادا کر دیں گے۔ ابوجہل کی یہ خونی تجویز سن کر شیخ نجدی مارے خوشی کے اُچھل پڑا اور کہا کہ بے شک یہ تدبیر بالکل درست ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تجویز قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ تمام شرکاء کانفرنس نے اتفاق رائے سے اس تجویز کو پاس کر دیا اور مجلس شوریٰ برخاست ہوگئی اور ہر شخص یہ خوفناک عزم لے کر اپنے اپنے گھر چلا گیا۔ خداوند قدوس نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ؈ [1]

(اے محبوب یاد کیجیے) جس وقت کفار آپ کے بارے میں خفیہ تدبیر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں یہ لوگ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی پوشیدہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کیا تھی؟ اگلے صفحہ پر اس کا جلوہ دیکھیے کہ کس طرح اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی اور کفار کی ساری اسکیم کو کس طرح اس قادر قیوم نے تہس نہس فرما دیا۔ [2] (ابن ہشام)

ہجرتِ رسول کا واقعہ

جب کفار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق کر کے کانفرنس ختم کر چکے

---

1 ......پ ۹، الانفال : ۳۰

2 ......السيرة النبوية لابن هشام، هجرة الرسول صلى الله عليه وسلم، ص ۱۹۱۔۱۹۳

اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام رب العالمین کا حکم لے کر نازل ہو گئے کہ اے محبوب! آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ عین دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ سب گھر والوں کو ہٹا دو کچھ مشورہ کرنا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان یہاں آپ کی اہلیہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سوا اور کوئی نہیں ہے (اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی ہو چکی تھی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت فرما دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان! مجھے بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمایئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمالی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار مہینے سے دو اونٹنیاں ببول کی پتی کھلا کھلا کر تیار کی تھیں کہ ہجرت کے وقت یہ سواری کے کام آئیں گی۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سے ایک اونٹنی آپ قبول فرمالیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبول ہے مگر میں اس کی قیمت دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بادل ناخواستہ فرمان رسالت سے مجبور ہو کر اس کو قبول کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو اس وقت بہت کم عمر تھیں لیکن ان کی بڑی بہن حضرت بی بی اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سامان سفر درست کیا اور توشہ دان میں کھانا رکھ کر اپنی کمر کے پٹکے کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے توشہ دان کو

باندھا اور دوسرے سے مشک کا منہ باندھا۔ یہ وہ قابل فخر شرف ہے جس کی بنا پر ان کو ''ذات النطاقین'' (دو پٹکے والی) کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک کافر کو جس کا نام ''عبداللہ بن اُرَیْقِط'' تھا جو راستوں کا ماہر تھا راہ نمائی کے لئے اُجرت پر نوکر رکھا اور ان دونوں اونٹنیوں کو اس کے سپرد کر کے فرمایا کہ تین راتوں کے بعد وہ ان دونوں اونٹنیوں کو لے کر ''غارثور'' کے پاس آ جائے۔ یہ سارا نظام کر لینے کے بعد حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے مکان پر تشریف لائے۔[1] (بخاری ج ۱ ص ۵۵۳ تا ۵۵۴ باب ہجرت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

کاشانۂ نبوت کا محاصرہ

کفار مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق کاشانۂ نبوت کو گھیر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سو جائیں تو ان پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ اس وقت گھر میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس صرف علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے۔ کفار مکہ اگرچہ رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امانت و دیانت پر کفار کو اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے قیمتی مال و سامان کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی بہت سی امانتیں کاشانۂ نبوت میں تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا کہ تم میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو اور میرے چلے

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم واصحابه، الحدیث: ۳۹۰۵، ج۲، ص۵۹۲ والسیرة النبویة لابن هشام، هجرة الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم، ص۱۹۲۔۱۹۳

جانے کے بعد تم قریش کی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو سونپ کر مدینہ چلے آنا۔

یہ بڑا ہی خوفناک اور بڑے سخت خطرہ کا موقع تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو معلوم تھا کہ کفارِ مکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں مگر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فرمان سے کہ تم قریش کی ساری امانتیں لوٹا کر مدینہ چلے آنا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یقین کامل تھا کہ میں زندہ رہوں گا اور مدینہ پہنچوں گا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بستر جو آج کانٹوں کا بچھونا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے پھولوں کی سیج بن گیا اور آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ بستر پر صبح تک آرام کے ساتھ میٹھی میٹھی نیند سوتے رہے۔ اپنے اسی کارنامے پر فخر کرتے ہوئے شیر خدا نے اپنے اشعار میں فرمایا کہ

وَقَیْتُ بِنَفْسِیْ خَیْرَمَنْ وَطِیَٔ الثَّریٰ ۔۔۔ وَمَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ وَبِالْحَجَرِ

میں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس ذات گرامی کی حفاظت کی جو زمین پر چلنے والوں اور خانہ کعبہ و حطیم کا طواف کرنے والوں میں سب سے زیادہ بہتر اور بلند مرتبہ ہیں۔

رَسُوْلُ اِلٰہٍ خَافَ اَنْ یَّمْکُرُوْا بِہٖ ۔۔۔ فَنَجَّاہُ ذُوالطَّوْلِ الْاِلٰہُ مِنَ الْمَکْرِ

رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ اندیشہ تھا کہ کفار مکہ ان کے ساتھ خفیہ چال چل جائیں گے مگر خداوند مہربان نے ان کو کافروں کی خفیہ تدبیر سے بچالیا۔[1]

(زرقانی علی المواہب ج۱ ص۳۲۲)

---

[1] ......مدارج النبوت ،قسم دوم ، باب چہارم، ج۲،ص۵۸ وشرح الزرقانی علی المواھب، باب ھجرۃ المصطفٰی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ،ج۲،ص۹۵ والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ھجرۃ الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ص۱۹۴

حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بستر نبوت پر جان ولایت کو سلا کر ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لی اور سورۂ یٰسٓ کی ابتدائی آیتوں کو تلاوت فرماتے ہوئے نبوت خانہ سے باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے کافروں کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے مجمع سے صاف نکل گئے۔ نہ کسی کو نظر آئے نہ کسی کو کچھ خبر ہوئی۔ ایک دوسرا شخص جو اس مجمع میں موجود نہ تھا اس نے ان لوگوں کو خبر دی کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو یہاں سے نکل گئے اور چلتے وقت تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ چنانچہ ان کور بختوں نے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو واقعی ان کے سروں پر خاک اور دھول پڑی ہوئی تھی۔ (1) (مدارج النبوۃ ج۲ ص ۵۷)

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مقام ''حزورہ'' کے پاس کھڑے ہوگئے اور بڑی حسرت کے ساتھ ''کعبہ'' کو دیکھا اور فرمایا کہ اے شہر مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ہی قرار داد ہو چکی تھی۔ وہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفار مکہ ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے نازک زخمی ہو گئے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اس طرح خاردار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات ''غارِ ثور'' پہنچے۔ (2)

(مدارج النبوۃ ج۲ ص ۵۸)

---

(1) ......مدارج النبوت ،قسم دوم ، باب چهارم، ج۲،ص۵۷

(2) ......مدارج النبوت ،قسم دوم ، باب چهارم، ج۲،ص۵۷ وشرح الزرقانی علی المواهب، باب هجرة المصطفى...الخ،ج۲،ص۱۰۸

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر رکھا تھا۔ سوراخ کے اندر سے ایک سانپ نے بار بار یارِ غار کے پاؤں میں کاٹا مگر حضرت صدیق جاں نثار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے پاؤں نہیں ہٹایا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خوابِ راحت میں خلل نہ پڑ جائے مگر درد کی شدت سے یارِ غار کے آنسوؤں کی دھار کے چند قطرات سرورِ کائنات کے رخسار پر نثار ہو گئے۔ جس سے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور اپنے یارِ غار کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے پوچھا ابوبکر! کیا ہوا؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے فوراً ہی سارا درد جاتا رہا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رات اس غار میں رونق افروز رہے۔ (1)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوان فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ رات کو غار کے منہ پر سوتے اور صبح سویرے ہی مکہ چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا تدبیریں کر رہے ہیں؟ جو کچھ خبر ملتی شام کو آ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کر دیتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ

---

1 ......المواهب اللدنية والزرقانی ،باب هجرة المصطفٰی صلی اللّٰه علیه وسلم ...الخ، ج۲،ص۱۲۱ و المواهب اللدنيةمع شرح الزرقانی، باب هجرة المصطفٰی صلی اللّٰه علیه وسلم...الخ،ج۲،ص۱۲۷

تعالٰی عنہ کچھ رات گئے چراگاہ سے بکریاں لے کر غار کے پاس آجاتے اور ان بکریوں کا دودھ دونوں عالم کے تاجدار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کے یارِ غار پی لیتے تھے۔[1]

(زرقانی علی المواہب ج۱ ص۳۳۹)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو غارِ ثور میں تشریف فرما ہو گئے۔ اُدھر کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کرنے والے کفار جب صبح کو مکان میں داخل ہوئے تو بستر نبوت پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے۔ ظالموں نے تھوڑی دیر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھ گچھ کر کے آپ کو چھوڑ دیا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تلاش و جستجو میں مکہ اور اطراف و جوانب کا چپہ چپہ چھان مارا۔ یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غارِ ثور تک پہنچ گئے مگر غار کے منہ پر اس وقت خداوندی حفاظت کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ یعنی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار قریش آپس میں کہنے لگے کہ اس غار میں کوئی انسان موجود ہوتا تو نہ مکڑی جالا تنتی نہ کبوتری یہاں انڈے دیتی۔ کفار کی آہٹ پا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کچھ گھبرائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اب ہمارے دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر وہ اپنے قدموں پر نظر ڈالیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا مت گھبراؤ! خدا ہمارے ساتھ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالٰی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قلب پر سکون و اطمینان کا ایسا سکینہ اُتار دیا کہ وہ بالکل ہی بے خوف ہو گئے[2]۔ حضرت ابوبکر صدیق

1 ......المواهب اللدنية والزرقانی، باب هجرة المصطفى صلى الله عليه وسلم...الخ، ج۲، ص۱۲۷

2 ......المواهب اللدنية والزرقانی، باب هجرة المصطفى صلى الله عليه وسلم...الخ، ج۲، ص۱۲۳ ملخصاً ومدارج النبوت، قسم دوم، باب چهارم، ج۲، ص۵۹

رضی اللہ تعالٰی عنہ کی یہی وہ جاں نثاریاں ہیں جن کو دربارِ نبوت کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

وَثَانِیُ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ طَافَ الْعَدُوُّ بِہٖ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا

اور دو میں کے دوسرے (ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ) جب کہ پہاڑ پر چڑھ کر بلند مرتبہ غار میں اس حال میں تھے کہ دشمن ان کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا۔

وَکَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَدْ عَلِمُوْا مِنَ الْخَلَائِقِ لَمْ یَعْدِلْ بِہٖ بَدَلَا

اور وہ (ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ تمام مخلوق اس بات کو جانتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی کو بھی ان کے برابر نہیں ٹھہرایا ہے۔[1] (زرقانی علی المواہب ج۱ص ۳۳۷)

بہر حال چوتھے دن حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکم ربیع الاول دوشنبہ کے دن غار ثور سے باہر تشریف لائے۔ عبداللہ بن اریقط جس کو رہنمائی کے لئے کرایہ پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نوکر رکھ لیا تھا وہ قرارداد کے مطابق دو اونٹنیاں لے کر غارِ ثور پر حاضر تھا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور ایک اونٹنی پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیٹھے اور عبداللہ بن اُریقط آگے آگے پیدل چلنے لگا اور عام راستہ سے ہٹ کر ساحل سمندر کے غیر معروف راستوں سے سفر شروع کر دیا۔[2]

---

1 ......المواھب اللدنیۃمع شرح الزرقانی، باب ھجرۃ المصطفٰی صلی اللّٰہ علیہ وسلم...الخ، ج۲،ص ۱۲۴

2 ......المواھب اللدنیۃمع شرح الزرقانی، باب ھجرۃ المصطفٰی صلی اللّٰہ علیہ وسلم...الخ، ج۲، ص۱۲۸،۱۲۹ملخصاً

سو اونٹ کا انعام

اُدھر اہل مکہ نے اشتہار دے دیا تھا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام ملے گا۔ اس گراں قدر انعام کے لالچ میں بہت سے لالچی لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاش شروع کر دی اور کچھ لوگ تو منزلوں دور تک تعاقب میں گئے۔ [1]

اُمِ معبد کی بکری

دوسرے روز مقامِ قدید میں اُمِ معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے مکان پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ اُمِ معبد ایک ضعیفہ عورت تھی جو اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھی رہا کرتی تھی اور مسافروں کو کھانا پانی دیا کرتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے کچھ کھانا خریدنے کا قصد کیا مگر اس کے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس کے خیمہ کے ایک جانب ایک بہت ہی لاغر بکری ہے۔ دریافت فرمایا کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ اُمِ معبد نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اس کا دودھ دوہ لوں۔ اُمِ معبد نے اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''بسم اللہ'' پڑھ کر جو اس کے تھن کو ہاتھ لگایا تو اس کا تھن دودھ سے بھر گیا اور اتنا دودھ نکلا کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور اُمِ معبد کے تمام برتن دودھ سے بھر گئے۔ یہ معجزہ دیکھ کر ام معبد اور ان کے خاوند دونوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ [2] (مدارج النبوۃ ج۲ص۶۱)

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب هجرة المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم...الخ، ج٢، ص١١٠

2 ......مدارج النبوت، قسم دوم، باب چهارم، ج٢، ص٦١ والمواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب هجرة المصطفى صلى الله عليه وسلم...الخ، ج٢، ص١٣٠

روایت ہے کہ اُمِ معبد کی یہ بکری ۱۸ ھ تک زندہ رہی اور برابر دودھ دیتی رہی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب ''عام الرماد'' کا سخت قحط پڑا کہ تمام جانوروں کے تھنوں کا دودھ خشک ہو گیا اس وقت بھی یہ بکری صبح و شام برابر دودھ دیتی رہی۔[1] (زرقانی علی المواہب ج۱ ص۳۴۶)

سراقہ کا گھوڑا

جب اُمِ معبد کے گھر سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے روانہ ہوئے تو مکہ کا ایک مشہور شہسوار سراقہ بن مالک بن جعشم تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کرتا نظر آیا۔ قریب پہنچ کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا مگر سو اونٹوں کا انعام کوئی معمولی چیز نہ تھی۔ انعام کے لالچ نے اسے دوبارہ اُبھارا اور وہ حملہ کی نیت سے آگے بڑھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے پتھریلی زمین میں اس کے گھوڑے کا پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ یہ معجزہ دیکھ کر خوف و دہشت سے کانپنے لگا اور امان! امان! پکارنے لگا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل رحم و کرم کا سمندر تھا۔ سراقہ کی لاچاری اور گریہ زاری پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔ دعا فرما دی تو زمین نے اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد سراقہ نے عرض کیا کہ مجھ کو امن کا پروانہ لکھ دیجیے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سراقہ کے لئے امن کی تحریر لکھ دی۔ سراقہ نے اس تحریر کو اپنے ترکش میں رکھ لیا اور واپس لوٹ گیا۔ راستہ میں جو شخص بھی حضور صلی اللہ

---

1 ......المواهب اللدنيةمع شرح الزرقاني، باب هجرة المصطفٰى صلى الله عليه وسلم...الخ، ج ٢، ص ١٤٢

تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کرتا تو سراقہ اس کو یہ کہہ کرلوٹا دیتے کہ میں نے بڑی دور تک بہت زیادہ تلاش کیا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرف نہیں ہیں۔ واپس لوٹتے ہوئے سراقہ نے کچھ سامان سفر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور نذرانہ کے پیش کیا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا۔ (1)

(بخاری باب ہجرۃ النبی ج۱ ص۵۵۴ وزرقانی ج۱ ص۳۴۶ ومدارج النبوۃ ج۲ ص۶۲)

سراقہ اس وقت تو مسلمان نہیں ہوئے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت نبوت اور اسلام کی صداقت کا سکہ ان کے دل پر بیٹھ گیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ اور جنگ طائف وحنین سے فارغ ہو کر ''جعرانہ'' میں پڑاؤ کیا تو سراقہ اسی پروانۂ امن کو لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو گئے اور اپنے قبیلہ کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ (2) (دلائل النبوۃ ج۲ ص۱۵ ومدارج النبوۃ ج۲ ص۶۲)

واضح رہے کہ یہ وہی سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم غیب سے غیب کی خبر دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اے سراقہ! تیرا کیا حال ہوگا جب تجھ کو ملک فارس کے بادشاہ کسریٰ کے دونوں کنگن پہنائے جائیں گے؟ اس ارشاد کے برسوں بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن دربار خلافت میں لائے گئے تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم...الخ، الحدیث:۳۹۰۶، ج۲، ص۵۹۳

2 ......مدارج النبوت، قسم دوم، باب چهارم، ج۲، ص۶۲ وشرح الزرقانی علی المواهب، قصة سراقة، ج۲، ص۱۴۵ ملخصاً

فرمان کی تصدیق و تحقیق کے لئے وہ کنگن حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پہنا دیئے اور فرمایا کہ اے سراقہ ! رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ کہو کہ اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے جس نے ان کنگنوں کو بادشاہ فارس کسریٰ سے چھین کر سراقہ بدوی کو پہنا دیا۔[1] حضرت سراقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ۲۴ ھ میں وفات پائی۔ جب کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ تخت خلافت پر رونق افروز تھے۔ (زرقانی علی المواہب ج ا ص ۲۴۶ و ص ۳۴۸)

بریدہ اسلمی کا جھنڈا

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ''بریدہ اسلمی'' قبیلۂ بنی سہم کے ستر سواروں کو ساتھ لے کر اس لالچ میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے آئے کہ قریش سے ایک سو اونٹ انعام مل جائے گا۔ مگر جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے آئے اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور خدا کا رسول ہوں۔ جمال وجلال نبوت کا ان کے قلب پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً ہی کلمہ شہادت پڑھ کر دامن اسلام میں آ گئے اور کمال عقیدت سے یہ درخواست پیش کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میری تمنا ہے کہ مدینہ میں حضور کا داخلہ ایک جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے، یہ کہا اور اپنا عمامہ سر سے اتار کر اپنے نیزہ پر باندھ لیا اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمبردار بن کر مدینہ تک آگے آگے چلتے رہے۔ پھر دریافت کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آپ مدینہ میں کہاں اتریں گے تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اونٹنی خدا کی طرف سے مامور ہے۔ یہ جہاں بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہے۔[2] (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۲)

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب، قصة سراقة، ج ۲، ص ۱۴۵

2 ......مدارج النبوت ،قسم دوم ، باب چھارم، ج ۲، ص ۶۲

حضرت زبیر کے بیش قیمت کپڑے

اس سفر میں حسن اتفاق سے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوگئی جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے ہیں۔ یہ ملک شام سے تجارت کا سامان لے کر آ رہے تھے۔ انہوں نے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں چند نفیس کپڑے بطور نذرانہ کے پیش کیے جن کو تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول فرمالیا۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۶۳)

شہنشاہِ رسالت مدینہ میں

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد کی خبر چونکہ مدینہ میں پہلے سے پہنچ چکی تھی اور عورتوں بچوں تک کی زبانوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا چرچا تھا۔ اس لئے اہل مدینہ آپ کے دیدار کے لئے انتہائی مشتاق و بے قرار تھے۔ روزانہ صبح سے نکل نکل کر شہر کے باہر سراپا انتظار بن کر استقبال کے لئے تیار رہتے تھے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے۔ ایک دن اپنے معمول کے مطابق اہل مدینہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ دیکھ کر واپس جا چکے تھے کہ ناگہاں ایک یہودی نے اپنے قلعہ سے دیکھا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری مدینہ کے قریب آن پہنچی ہے۔ اس نے بہ آواز بلند پکارا کہ اے مدینہ والو! لوتم جس کا روزانہ انتظار کرتے تھے وہ کاروانِ رحمت آ گیا۔ یہ سن کر

---

[1] ......مدارج النبوت ،قسم دوم ، باب چهارم، ج۲،ص۶۳ مختصراًو دلائل النبوة للبيهقی، باب من استقبل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ،ج۲،ص۴۹۸

تمام انصار بدن پر ہتھیار سجا کر اور وجد و شادمانی سے بے قرار ہو کر دونوں عالم کے تاجدار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور نعرہ تکبیر کی آوازوں سے تمام شہر گونج اُٹھا۔ (1) (مدارج النبوۃ ج۲ص۶۳ وغیرہ)

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جہاں آج ''مسجد قبا'' بنی ہوئی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رونق افروز ہوئے اور قبیلۂ عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہوئے۔ اہل خاندان نے اس فخر و شرف پر کہ دونوں عالم کے میزبان ان کے مہمان بنے اللہ اکبر کا پر جوش نعرہ مارا۔ چاروں طرف سے انصار جوشِ مسرت میں آتے اور بارگاہ رسالت میں صلاۃ و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرتے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے وہ لوگ بھی اس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی حکم نبوی کے مطابق قریش کی امانتیں واپس لوٹا کر تیسرے دن مکہ سے چل پڑے تھے وہ بھی مدینہ آ گئے اور اسی مکان میں قیام فرمایا اور حضرتِ کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے خاندان والے ان تمام مقدس مہمانوں کی مہمان نوازی میں دن رات مصروف رہنے لگے۔ (2)

(مدارج النبوۃ ج۲ص۶۳ و بخاری ج۱ص۵۶۰)

اللہ اکبر! عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و سید الاولیاء اور صالحین صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نورانی اجتماع سے ایسا سماں بندھ گیا ہوگا

1 ......مدارج النبوت ،قسم دوم ، باب چهارم، ج۲،ص۶۳ ملخصاً

2 ......دلائل النبوة للبيهقى، باب من استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم...الخ، ج۲، ص۴۹۹_۵۰۰ ملتقطاً ومدارج النبوت ،قسم دوم ، باب چهارم، ج۲،ص۶۳ ملخصاً

کہ غالباً چاند، سورج اور ستارے حیرت کے ساتھ اس مجمع کو دیکھ کر زبانِ حال سے کہتے ہوں گے کہ یہ فیصلہ مشکل ہے کہ آج انجمن آسمان زیادہ روشن ہے یا حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان؟ اور شاید خاندان عمرو بن عوف کا بچہ بچہ جوشِ مسرت سے مسکرا مسکرا کر زبانِ حال سے یہ نغمہ گاتا ہوگا کہ ؎

اُن کے قدم پہ میں نثار جن کے قدوم ناز نے
اُجڑے ہوئے دیار کو رشک چمن بنا دیا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ
وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ! حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ''مکی زندگی'' آپ پڑھ چکے۔ اب ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ''مدنی زندگی'' پر سنہ وار واقعات تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ آپ بھی اس کے مطالعہ سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور کی دولت حاصل کریں۔

عبدالمصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ
۲۸ شعبان ۱۳۹۵ھ
گھوسی (بحالت علالت)

حضور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم
کی مدنی زندگی

تعالیٰ اللہ ذات مصطفیٰ کا حسن لاثانی
کہ یکجا جمع ہیں جس میں تمام اوصافِ امکانی
دعائے یونسی، خلق خلیلی، صبر ایوبی
جلال موسوی، زہدِ مسیحی، حسن کنعانی

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

چھٹا باب

ہجرت کا پہلا سال

۱ھ

مسجد قباء

''قبا'' میں سب سے پہلا کام ایک مسجد کی تعمیر تھی۔ اس مقصد کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک زمین کو پسند فرمایا جہاں خاندان عمرو بن عوف کی کھجوریں سکھائی جاتی تھیں اسی جگہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے مقدس ہاتھوں سے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ یہی وہ مسجد ہے جو آج بھی ''مسجد قباء'' کے نام سے مشہور ہے اور جس کی شان میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝[1] (توبہ)

یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے پرہیز گاری پر رکھی ہوئی ہے وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جن کو پاکی بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اس مبارک مسجد کی تعمیر میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ساتھ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بہ نفس نفیس اپنے دست مبارک سے اتنے بڑے بڑے پتھر اُٹھاتے تھے کہ ان کے بوجھ سے جسم نازک خم ہو جاتا تھا اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جاں نثار اصحاب میں سے کوئی عرض کرتا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر

---

1 ......پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۸

ہمارے ماں باپ قربان ہو جائیں آپ چھوڑ دیجیے ہم اٹھائیں گے، تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی دلجوئی کے لیے چھوڑ دیتے مگر پھر اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے اور خود ہی اس کو لا کر عمارت میں لگاتے اور تعمیری کام میں جوش و ولولہ پیدا کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ آواز ملا کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے کہ

اَفْلَحَ مَنْ یُّعَالِجُ الْمَسْجِدَا وَیَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَائِمًا وَّقَاعِدًا

وَلَا یَبِیْتُ اللَّیْلَ عَنْهُ رَاقِدًا

وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور سوتے ہوئے رات نہیں گزارتا۔[1] (وفاء الوفاء ج۱ ص۱۸۰)

مسجد الجمعہ

چودہ یا چوبیس روز کے قیام میں مسجد قباء کی تعمیر فرما کر جمعہ کے دن آپ ''قباء'' سے شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں قبیلۂ بنی سالم کی مسجد میں پہلا جمعہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے پڑھا۔ یہی وہ مسجد ہے جو آج تک ''مسجد الجمعہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اہل شہر کو خبر ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جذبات شوق میں مشتاقانہ استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے ننہالی رشتہ دار ''بنو النجار'' ہتھیار لگائے ''قباء'' سے شہر تک دورویہ صفیں باندھے مستانہ وار چل رہے تھے۔ آپ راستہ میں تمام قبائل کی محبت کا شکریہ ادا کرتے اور سب کو خیر

1 ……وفاء الوفاء لسمهودی، الباب الثالث، الفصل العاشر فی دخول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم...الخ، المجلد الاول، الجزء الاول، ص۲۵۳

وبرکت کی دعائیں دیتے ہوئے چلے جارہے تھے۔شہر قریب آ گیا تو اہل مدینہ کے جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خواتین مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں اور یہ استقبالیہ اشعار پڑھنے لگیں کہ ؎

طَلَعَ لبَدرُ عَلَينَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع

وَجَبَ الشُّكرُ عَلَيْنَا مَا دَعٰى لِلّٰهِ دَاعِى

ہم پر چاند طلوع ہو گیا وداع کی گھاٹیوں سے،ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک اللہ سے دعاء مانگنے والے دعا مانگتے رہیں۔

اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

اَنْتَ شَرَّفْتَ الْمَدِيْنَةَ مَرْحَبًا يَاخَيْرَ دَاع

اے وہ ذات گرامی! جو ہمارے اندر مبعوث کئے گئے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم وہ دین لائے جو اطاعت کے قابل ہے آپ نے مدینہ کو مشرف فرما دیا تو آپ کے لیے ''خوش آمدید'' ہے اے بہترین دعوت دینے والے۔

فَلَبِسْنَا ثَوْبَ يَمَنٍ بَعْدَ تَلْفِيقِ الرِّقَاع

فَعَلَيْكَ اللّٰهُ صَلّٰى مَا سَعٰى لِلّٰهِ سَاع

تو ہم لوگوں نے یمنی کپڑے پہنے حالانکہ اس سے پہلے پیوند جوڑ جوڑ کر کپڑے پہنا کرتے تھے تو آپ پر اللہ تعالیٰ اس وقت تک رحمتیں نازل فرمائے۔جب تک اللہ کے لئے کوشش کرنے والے کوشش کرتے رہیں۔

مدینہ کی ننھی ننھی بچیاں جوشِ مسرت میں جھوم جھوم کر اور دف بجا بجا کر یہ گیت گاتی تھیں کہ ؎

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ   یَاحَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارٖ

ہم خاندان ''بنوالنجار'' کی بچیاں ہیں، واہ کیا ہی خوب ہوا کہ حضرت **محمد** صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے پڑوسی ہو گئے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان بچیوں کے جوش مسرت اور ان کی والہانہ محبت سے متاثر ہو کر پوچھا کہ اے بچیو! کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ تو بچیوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ''جی ہاں! جی ہاں۔'' یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خوش ہو کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں۔''[1]

(زرقانی علی المواہب ج۱ ص۳۵۹و۳۶۰)

چھوٹے چھوٹے لڑکے اور غلام جھنڈ کے جھنڈ مارے خوشی کے مدینہ کی گلیوں میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آمد آمد کا نعرہ لگاتے ہوئے دوڑتے پھرتے تھے۔ صحابی رسول براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جو فرحت و سرور اور انوار و تجلیات حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے کے دن ظاہر ہوئے نہ اس سے پہلے کبھی ظاہر ہوئے تھے نہ اس کے بعد۔[2] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۶۵)

ابوایوب انصاری کا مکان

تمام قبائل انصار جو راستہ میں تھے انتہائی جوش مسرت کے ساتھ اونٹنی کی مہار تھام کر عرض کرتے یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم آپ ہمارے گھروں کو شرفِ نزول بخشیں مگر آپ ان سب محبین سے یہی فرماتے کہ میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو جس جگہ خدا کو منظور ہو گا اسی جگہ میری اونٹنی بیٹھ جائے گی۔ چنانچہ جس جگہ آج مسجد نبوی

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواہب،خاتمۃ فی وقائع متفرقۃ...الخ،ج۲،ص۱۵۶،۱۵۷، ۱۶۵۔۱۶۹ ملتقطاً وصحیح البخاری ، کتاب الصلوٰۃ، باب ھل تنبش قبور...الخ، الحدیث:۴۲۸،ج۱،ص۱۶۵

2 ......مدارج النبوت ،قسم دوم ، باب چھارم، ج۲،ص۶۳ وشرح الزرقانی علی المواھب، خاتمۃ فی وقائع متفرقۃ...الخ،ج۲،ص۱۶۵ ملخصاً

شریف ہے اس کے پاس حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا اُسی جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اجازت سے آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر میں لے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہی کے مکان پر قیام فرمایا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوپر کی منزل پیش کی مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ملاقاتیوں کی آسانی کا لحاظ فرماتے ہوئے نیچے کی منزل کو پسند فرمایا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں وقت آپ کے لئے کھانا بھیجتے اور آپ کا بچا ہوا کھانا تبرک سمجھ کر میاں بیوی کھاتے۔ کھانے میں جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں کا نشان پڑا ہوتا حصولِ برکت کے لئے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جگہ سے لقمہ اُٹھاتے اور اپنے ہر قول و فعل سے بے پناہ ادب و احترام اور عقیدت و جاں نثاری کا مظاہرہ کرتے۔

ایک مرتبہ مکان کے اوپر کی منزل پر پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا تو اس اندیشہ سے کہ کہیں پانی بہہ کر نیچے کی منزل میں نہ چلا جائے اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ تکلیف نہ ہو جائے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا پانی اپنے لحاف میں خشک کر لیا، گھر میں یہی ایک لحاف تھا جو گیلا ہو گیا۔ رات بھر میاں بیوی نے سردی کھائی مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذرہ برابر تکلیف پہنچ جائے یہ گوارا نہیں کیا۔ سات مہینے تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی شان کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ جب مسجد نبوی اور اس کے آس پاس کے حجرے تیار ہو گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان حجروں میں اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ قیام پذیر ہو گئے۔ [1] (زرقانی علی المواہب، ج۱، ص۳۵۷ وغیرہ)

---

[1] ......المواهب اللدنية والزرقاني، خاتمة في وقائع متفرقة...الخ، ج۲، ص۱۶۰-۱۶۳، ۱۸۶

ہجرت کا پہلا سال قسم قسم کے بہت سے واقعات کو اپنے دامن میں لئے ہے مگر ان میں سے چند بڑے بڑے واقعات کو نہایت اختصار کے ساتھ ہم تحریر کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے، خود ان کا اپنا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ جوق در جوق ان کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آنے لگے تو میں بھی اُسی وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جونہی میری نظر جمالِ نبوت پر پڑی تو پہلی نظر میں میرے دل نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ

اَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ

اے لوگو! سلام کا چرچا کرو اور کھانا کھلاؤ اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرو اور راتوں کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا اور آپ کے یہ چار بول میرے کان میں پڑے تو میں اس قدر متاثر ہو گیا کہ میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی اور میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اسلام میں آ جانا یہ اتنا اہم واقعہ تھا کہ مدینہ کے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۶۶ و بخاری وغیرہ)

---

[1] ......مدارج النبوت ،قسم سوم ، باب اول، ج ۲،ص ٦٦ ملخصاً والمستدرك للحاكم، كتاب البر والصله،باب ارحموا اهل الارض...الخ،الحديث ٧٣٥٩،ج ٥،ص ٢٢١ ملخصًا

حضور کے اہل و عیال مدینہ میں

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کہ ابھی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان ہی میں تشریف فرما تھے آپ نے اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ بھیجا تاکہ یہ دونوں صاحبان اپنے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل و عیال کو مدینہ لائیں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات جاکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت بی بی سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدینہ لے آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ آسکیں کیونکہ ان کے شوہر حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مکہ میں روک لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ''حبشہ'' میں تھیں۔ انہی لوگوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے سب گھر والوں کو ساتھ لے کر مکہ سے مدینہ آ گئے ان میں حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں یہ سب لوگ مدینہ آ کر پہلے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے۔(1)

(مدارج النبوۃ ج۲ص۶۷)

مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں مسلمان باجماعت نماز پڑھ سکیں اس لئے

(1)......مدارج النبوت ،قسم سوم ، باب اول، ج۲،ص۶۷ مختصراًو شرح الزرقانی علی المواھب،ذکر بناء المسجد النبوی...الخ،ج۲،ص۱۸۶

مسجد کی تعمیر نہایت ضروری تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیام گاہ کے قریب ہی ''بنوالنجار'' کا ایک باغ تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مسجد تعمیر کرنے کے لئے اس باغ کو قیمت دے کر خریدنا چاہا۔ ان لوگوں نے یہ کہہ کر ''یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم خدا ہی سے اس کی قیمت (اجروثواب) لیں گے۔'' مفت میں زمین مسجد کی تعمیر کے لئے پیش کر دی لیکن چونکہ یہ زمین اصل میں دو یتیموں کی تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان دونوں یتیم بچوں کو بلا بھیجا۔ ان یتیم بچوں نے بھی زمین مسجد کے لئے نذر کرنی چاہی مگر حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال سے آپ نے اس کی قیمت ادا فرما دی۔ [1]

(مدارج النبوۃ، ج۲، ص ۶۸)

اس زمین میں چند درخت، کچھ کھنڈرات اور کچھ مشرکوں کی قبریں تھیں۔ آپ نے درختوں کے کاٹنے اور مشرکین کی قبروں کو کھود کر پھینک دینے کا حکم دیا۔ پھر زمین کو ہموار کر کے خود آپ نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی اور کچی اینٹوں کی دیوار اور کھجور کے ستونوں پر کھجور کی پتیوں سے چھت بنائی جو بارش میں ٹپکتی تھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جوش دلانے کے لئے ان کے ساتھ آواز ملا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجز کا یہ شعر پڑھتے تھے کہ ؎

اَللّٰھُمَّ لَاخَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَ الْمُھَاجِرَۃ [2]

(بخاری ج ۱ ص ۶۱)

---

1 ......مدارج النبوت ،قسم سوم،باب اول،ج۲،ص۶۷،۶۸

2 ......صحیح البخاری ، کتاب الصلوۃ ، باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ...الخ، الحدیث: ۴۲۸، ج۱، ص ۱۶۵

اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت ہی کی بھلائی ہے۔ لہٰذا اے اللہ! تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔ اسی مسجد کا نام ''مسجد نبوی'' ہے۔ یہ مسجد ہر قسم کے دُنیوی تکلفات سے پاک اور اسلام کی سادگی کی سچی اور صحیح تصویر تھی، اس مسجد کی عمارت اوّل طول و عرض میں ساٹھ گز لمبی اور چون گز چوڑی تھی اور اس کا قبلہ بیت المقدس کی طرف بنایا گیا تھا مگر جب قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف ہو گیا تو مسجد کے شمالی جانب ایک نیا دروازہ قائم کیا گیا۔ اس کے بعد مختلف زمانوں میں مسجد نبوی کی تجدید و توسیع ہوتی رہی۔

مسجد کے ایک کنارے پر ایک چبوترہ تھا جس پر کھجور کی پتیوں سے چھت بنا دی گئی تھی۔ اسی چبوترہ کا نام ''صفہ'' ہے جو صحابہ گھر بار نہیں رکھتے تھے وہ اسی چبوترہ پر سوتے بیٹھتے تھے اور یہی لوگ ''اصحاب صفہ'' کہلاتے ہیں۔ (1)

(مدارج النبوۃ، ج۲، ص۶۹ و بخاری)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے مکانات

مسجد نبوی کے متصل ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے حجرے بھی بنوائے۔ اس وقت تک حضرت بی بی سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نکاح میں تھیں اس لئے دو ہی مکان بنوائے۔ جب دوسری ازواجِ مطہرات آتی گئیں تو دوسرے مکانات بنتے گئے۔ یہ مکانات بھی بہت ہی سادگی کے ساتھ بنائے گئے تھے۔ دس دس ہاتھ لمبے چھ چھ، سات سات ہاتھ چوڑے کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کی پتیوں کی چھت وہ بھی اتنی نیچی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو لیتا،

---

1 ……مدارج النبوت ،قسم سوم ، باب اول، ج۲،ص۶۸ ملخصاً و المواھب اللدنیة و الزرقانی،ذکر بناء المسجد النبوی...الخ،ج۲،ص۱۸۶

دروازوں میں کواڑ بھی نہ تھے کمبل یا ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے۔ (1)

(طبقات ابن سعد وغیرہ)

اللہ اکبر! یہ ہے شہنشاہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ کاشانہ نبوت جس کی آستانہ بوسی اور دربانی جبریل علیہ السلام کے لئے سرمایہ سعادت اور باعث افتخار تھی۔

اللہ اللہ! وہ شہنشاہ کونین جس کو خالق کائنات نے اپنا مہمان بنا کر عرش اعظم پر مسند نشین بنایا اور جس کے سر پر اپنی محبوبیت کا تاج پہنا کر زمین کے خزانوں کی کنجیاں جس کے ہاتھوں میں عطا فرما دیں اور جس کو کائنات عالم میں قسم قسم کے تصرفات کا مختار بنا دیا، جس کی زَبان کا ہر فرمان کن کی کنجی، جس کی نگاہ کرم کے ایک اشارہ نے ان لوگوں کو جن کے ہاتھوں میں اونٹوں کی مہار رہتی تھی انہیں اقوامِ عالم کی قسمت کی لگام عطا فرما دی۔ اللہ اکبر! وہ تاجدار رسالت جو سلطان دارین اور شہنشاہ کونین ہے اس کی حرم سرا کا یہ عالم! اے سورج! بول، اے چاند! بتا تم دونوں نے اس زمین کے بے شمار چکر لگائے ہیں مگر کیا تمہاری آنکھوں نے ایسی سادگی کا کوئی منظر کبھی بھی اور کہیں بھی دیکھا ہے؟

مہاجرین کے گھر

مہاجرین جو اپنا سب کچھ مکہ میں چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے، ان لوگوں کی سکونت کے لئے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے قرب و جوار ہی میں انتظام فرمایا۔ انصار نے بہت بڑی قربانی دی کہ نہایت فراخ دلی کے ساتھ اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے اپنے مکانات اور زمینیں دیں اور مکانوں کی تعمیرات میں ہر قسم کی امداد بہم پہنچائی

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب، ذکر بناء المسجد النبوی...الخ، ج ۲، ص ۱۸۵

جس سے مہاجرین کی آبادکاری میں بڑی سہولت ہوگئی۔

سب سے پہلے جس انصاری نے اپنا مکان حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بطور ہبہ کے نذر کیا اس خوش نصیب کا نام نامی حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے، چنانچہ ازواجِ مطہرات کے مکانات حضرت حارثہ بن نعمان ہی کی زمین میں بنائے گئے۔(1) (رضی اللہ تعالٰی عنہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رُخصتی

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نکاح تو ہجرت سے قبل ہی مکہ میں ہو چکا تھا مگر ان کی رُخصتی ہجرت کے پہلے ہی سال مدینہ میں ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک پیالہ دودھ سے لوگوں کی دعوت ولیمہ فرمائی۔(2)

(مدارج النبوۃ، ج۲،ص۷۰)

اذان کی ابتداء

مسجد نبوی کی تعمیر تو مکمل ہوگئی مگر لوگوں کو نمازوں کے وقت جمع کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے نماز باجماعت کا انتظام ہوتا، اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مشورہ فرمایا، بعض نے نمازوں کے وقت آگ جلانے کا مشورہ دیا، بعض نے ناقوس بجانے کی رائے دی مگر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ان طریقوں کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ تجویز پیش کی کہ ہر نماز کے وقت کسی آدمی کو بھیج دیا جائے جو پوری مسلم آبادی میں نماز کا اعلان

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب،ذکر بناء المسجد النبوی...الخ، ج۲، ص۱۸۵ ملخصاً

2 ......مدارج النبوت ،قسم سوم ، باب اول، ج۲،ص۶۹۔۷۰ ملخصاً

کردے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ نمازوں کے وقت لوگوں کو پکار دیا کریں۔ چنانچہ وہ "الصلوٰۃُ جامعۃٌ" کہہ کر پانچوں نمازوں کے وقت اعلان کرتے تھے، اسی درمیان میں ایک صحابی حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اذان شرعی کے الفاظ کوئی سنا رہا ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کو بھی اسی قسم کے خواب نظر آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو منجانب اللہ سمجھ کر قبول فرمایا اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تم بلال کو اذان کے کلمات سکھا دو کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں۔ چنانچہ اسی دن سے شرعی اذان کا طریقہ جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا شروع ہو گیا۔ (1)

(زرقانی، ج۲، ص۳۷۶ و بخاری)

انصار و مہاجر بھائی بھائی

حضرات مہاجرین چونکہ انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں بالکل خالی ہاتھ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر مدینہ آئے تھے اس لئے پردیس میں مفلسی کے ساتھ وحشت و بیگانگی اور اپنے اہل و عیال کی جدائی کا صدمہ محسوس کرتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ انصار نے ان مہاجرین کی مہمان نوازی اور دل جوئی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن مہاجرین دیر تک دوسروں کے سہارے زندگی بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ ہمیشہ سے اپنے دست و بازو کی کمائی کھانے کے خوگر تھے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ مہاجرین کی پریشانی کو دور کرنے اور ان کے لئے مستقل ذریعۂ معاش مہیا کرنے کے

---

1 ......المواھب اللدنیة والزرقانی، باب بدء الأذان، ج۲، ص۱۹۴۔۱۹۷ ملخصاً

لئے کوئی انتظام کیا جائے۔ اس لئے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ انصار و مہاجرین میں رشتہ اخوت (بھائی چارہ) قائم کر کے ان کو بھائی بھائی بنا دیا جائے تا کہ مہاجرین کے دلوں سے اپنی تنہائی اور بے کسی کا احساس دور ہو جائے اور ایک دوسرے کے مددگار بن جانے سے مہاجرین کے ذریعۂ معاش کا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔ چنانچہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں انصار و مہاجرین کو جمع فرمایا اس وقت تک مہاجرین کی تعداد پینتالیس یا پچاس تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں پھر مہاجرین و انصار میں سے دو دو شخص کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد فرماتے ہی یہ رشتہ اخوت بالکل حقیقی بھائی جیسا رشتہ بن گیا۔ چنانچہ انصار نے مہاجرین کو ساتھ لے جا کر اپنے گھر کی ایک ایک چیز سامنے لا کر رکھ دی اور کہہ دیا کہ آپ ہمارے بھائی ہیں اس لئے ان سب سامانوں میں آدھا آپ کا اور آدھا ہمارا ہے۔ حد ہو گئی کہ حضرت سعد بن ربیع انصاری جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مہاجر کے بھائی قرار پائے تھے ان کی دو بیویاں تھیں، حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میری ایک بیوی جسے آپ پسند کریں میں اس کو طلاق دے دوں اور آپ اس سے نکاح کر لیں۔

اللہ اکبر! اس میں شک نہیں کہ انصار کا یہ ایثار ایک ایسا بے مثال شاہکار ہے کہ اقوام عالم کی تاریخ میں اس کی مثال مشکل سے ہی ملے گی مگر مہاجرین نے کیا طرز عمل اختیار کیا یہ بھی ایک قابل تقلید تاریخی کارنامہ ہے۔ حضرت سعد بن ربیع انصاری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مخلصانہ پیشکش کو سن کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکریہ کے ساتھ یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ یہ سب مال و متاع اور اہل و عیال آپ کو مبارک فرمائے مجھے تو آپ صرف بازار کا راستہ بتا دیجیے۔ انہوں نے مدینہ کے مشہور بازار ''قینقاع'' کا راستہ بتا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار گئے اور کچھ گھی، کچھ پنیر خرید کر شام تک بیچتے رہے۔ اسی طرح روزانہ وہ بازار جاتے رہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ کافی مالدار ہو گئے اور ان کے پاس اتنا سرمایہ جمع ہو گیا کہ انہوں نے شادی کر کے اپنا گھر بسا لیا۔ جب یہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم نے بیوی کو کتنا مہر دیا؟ عرض کیا کہ پانچ درہم برابر سونا۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکتیں عطا فرمائے تم دعوتِ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔[1] (بخاری، باب الولیمۃ ولو بشاۃ، ص ۷۷۷، ج ۲)

اور رفتہ رفتہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجارت میں اتنی خیر و برکت اور ترقی ہوئی کہ خود ان کا قول ہے کہ ''میں مٹی کو چھو دیتا ہوں تو سونا بن جاتی ہے'' منقول ہے کہ ان کا سامان تجارت سات سو اونٹوں پر لد کر آتا تھا اور جس دن مدینہ میں ان کا تجارتی سامان پہنچتا تھا تو تمام شہر میں دھوم مچ جاتی تھی۔[2]

(اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۱۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح دوسرے مہاجرین نے بھی دکانیں کھول لیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑے کی تجارت کرتے

1 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اخاء النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم...الخ، الحدیث: ۳۷۸۱، ج ۲، ص ۵۵۵

2 ......اسد الغابة، عبدالرحمن بن عوف رضی اللّٰہ عنه، ج ۳، ص ۴۹۸ مختصراً

تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ "قینقاع" کے بازار میں کھجوروں کی تجارت کرنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی تجارت میں مشغول ہو گئے تھے۔ دوسرے مہاجرین نے بھی چھوٹی بڑی تجارت شروع کر دی۔ غرض باوجودیکہ مہاجرین کے لئے انصار کا گھر مستقل مہمان خانہ تھا مگر مہاجرین زیادہ دنوں تک انصار پر بوجھ نہیں بنے بلکہ اپنی محنت اور بے پناہ کوششوں سے بہت جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔

مشہور مؤرخِ اسلام حضرت علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قول ہے کہ یہ عقد مواخاۃ (بھائی چارہ کا معاہدہ) تو انصار و مہاجرین کے درمیان ہوا، اس کے علاوہ ایک خاص "عقد مواخاۃ" مہاجرین کے درمیان بھی ہوا جس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مہاجر کو دوسرے مہاجر کا بھائی بنا دیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور حضرت عثمان و حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہما کے درمیان جب بھائی چارہ ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آپ نے اپنے صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا لیکن مجھے آپ نے کسی کا بھائی نہیں بنایا آخر میرا بھائی کون ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۷۱)

یہودیوں سے معاہدہ

مدینہ میں انصار کے علاوہ بہت سے یہودی بھی آباد تھے۔ ان یہودیوں کے تین قبیلے بنو قینقاع، بنو نضیر، قریظہ مدینہ کے اطراف میں آباد تھے اور نہایت

---

1 ......مدارج النبوت ،قسم سوم ، باب اول، ج۲،ص ۷۱

مضبوط محلات اور مستحکم قلعے بنا کر رہتے تھے۔ ہجرت سے پہلے یہودیوں اور انصار میں ہمیشہ اختلاف رہتا تھا اور وہ اختلاف اب بھی موجود تھا اور انصار کے دونوں قبیلے اوس و خزرج بہت کمزور ہو چکے تھے۔ کیونکہ مشہور لڑائی ''جنگ بعاث'' میں ان دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار اور نامور بہادر آپس میں لڑ لڑ کر قتل ہو چکے تھے اور یہودی ہمیشہ اس قسم کی تدبیروں اور شرارتوں میں لگے رہتے تھے کہ انصار کے یہ دونوں قبائل ہمیشہ ٹکراتے رہیں اور کبھی بھی متحد نہ ہونے پائیں۔ ان وجوہات کی بنا پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودیوں اور مسلمانوں کے آئندہ تعلقات کے بارے میں ایک معاہدہ کی ضرورت محسوس فرمائی تاکہ دونوں فریق امن و سکون کے ساتھ رہیں اور آپس میں کوئی تصادم اور ٹکراؤ نہ ہونے پائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار اور یہود کو بلا کر معاہدہ کی ایک دستاویز لکھوائی جس پر دونوں فریقوں کے دستخط ہو گئے۔

اس معاہدہ کی دفعات کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

﴿۱﴾ خون بہا (جان کے بدلے جو مال دیا جاتا ہے) اور فدیہ (قیدی کو چھڑانے کے بدلے جو رقم دی جاتی ہے) کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا اب بھی وہ قائم رہے گا۔

﴿۲﴾ یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی ان کے مذہبی رسوم میں کوئی دخل اندازی نہیں کی جائے گی۔

﴿۳﴾ یہودی اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

﴿۴﴾ یہودی یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

﴿۵﴾ اگر مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔

﴿۶﴾ کوئی فریق قریش اوران کے مددگاروں کو پناہ نہیں دے گا۔

﴿۷﴾ کسی دشمن سے اگرایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا فریق بھی اس مصالحت میں شامل ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنٰی رہے گی۔[1]

(سیرتِ ابن ہشام ج۲ص۵۰۱تا۵۰۲)

مدینہ کے لئے دُعا

چونکہ مدینہ کی آب وہوااچھی نہ تھی یہاں طرح طرح کی وبائیں اور بیماریاں پھیلتی رہتی تھیں اس لئے کثرت سے مہاجرین بیمار ہونے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ شدید لرزہ بخار میں مبتلا ہوکر بیمار ہوگئے اور بخار کی شدت میں یہ حضرات اپنے وطن مکہ کو یاد کرکے کفار مکہ پر لعنت بھیجتے تھے اور مکہ کی پہاڑیوں اور گھاسوں کے فراق میں اشعار پڑھتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ دعا فرمائی کہ یااللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی ایسی ہی محبت ڈال دے جیسی مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مدینہ کی آب وہوا کو صحت بخش بنادے اور مدینہ کے صاع اور مُد (ناپ تول کے برتنوں) میں خیر و برکت عطا فرما اور مدینہ کے بخار کو ''جحفہ'' کی طرف منتقل فرمادے۔[2] (مدارج جلد۲ص۷۰و بخاری)

حضرت سلمان فارسی مسلمان ہوگئے

۱ھ کے واقعات میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بہت اہم ہے۔ یہ فارس کے رہنے والے تھے۔ ان کے آباء واجداد بلکہ ان

---

1 ……السیرة النبویة لابن هشام،هجرة الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم،ص۲۰۱،۲۰۲

2 ……مدارج النبوت ،قسم سوم ، باب اول، ج۲،ص۷۰

کے ملک کی پوری آبادی مجوسی (آتش پرست) تھی۔ یہ اپنے آبائی دین سے بیزار ہوکر دین حق کی تلاش میں اپنے وطن سے نکلے مگر ڈاکوؤں نے ان کو گرفتار کر کے اپنا غلام بنا لیا پھر ان کو بیچ ڈالا۔ چنانچہ یہ کئی بار بکتے رہے اور مختلف لوگوں کی غلامی میں رہے۔ اسی طرح یہ مدینہ پہنچے، کچھ دنوں تک عیسائی بن کر رہے اور یہودیوں سے بھی میل جول رکھتے رہے۔ اس طرح ان کو توریت و انجیل کی کافی معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ [1] یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو پہلے دن تازہ کھجوروں کا ایک طباق خدمت اقدس میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہ ''صدقہ'' ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو ہمارے سامنے سے اٹھا کر فقرا و مساکین کو دے دو کیونکہ میں صدقہ نہیں کھاتا۔ پھر دوسرے دن کھجوروں کا خوان لے کر پہنچے اور یہ کہہ کر کہ یہ ''ہدیہ'' ہے سامنے رکھ دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو ہاتھ بڑھانے کا اشارہ فرمایا اور خود بھی کھالیا۔ اس درمیان میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان جو نظر ڈالی تو ''مہر نبوت'' کو دیکھ لیا چونکہ یہ توراۃ و انجیل میں نبی آخر الزمان کی نشانیاں پڑھ چکے تھے اس لئے فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔ [2] (مدارج جلد۲ ص ۷۱ وغیرہ)

نمازوں کی رکعت میں اضافہ

اب تک فرض نمازوں میں صرف دو ہی رکعتیں تھیں مگر ہجرت کے سال اول ہی میں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ظہر و عصر و عشاء میں چار چار رکعتیں فرض ہو گئیں لیکن سفر کی حالت میں اب بھی وہی دو رکعتیں قائم رہیں اسی کو سفر کی حالت میں نمازوں میں ''قصر'' کہتے ہیں۔ [3] (مدارج جلد۲ ص ۷۱)

---

1 ......الطبقات الکبریٰ لابن سعد، سلمان الفارسی، ج ٤، ص ٥٦ ـ ٥٩ ملخصاً

2 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج ۲، ص ۷۰ ـ ۷۱

3 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج ۲، ص ۷۱

تین جاں نثاروں کی وفات

اس سال حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے تین نہایت ہی شاندار اور جاں نثار حضرات نے وفات پائی جو درحقیقت اسلام کے سچے جاں نثار اور بہت ہی بڑے معین و مددگار تھے۔

اوّل۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ وہ خوش نصیب مدینہ کے رہنے والے انصاری ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر ''قبا'' میں تشریف لائے تو سب سے پہلے انہی کے مکان کو شرفِ نزول بخشا اور بڑے بڑے مہاجرین صحابہ بھی انہی کے مکان میں ٹھہرے تھے اور انہوں نے دونوں عالم کے میزبان کو اپنے گھر میں مہمان بنا کر ایسی میزبانی اور مہمان نوازی کی کہ قیامت تک تاریخ رسالت کے صفحات پر ان کا نام نامی ستاروں کی طرح چمکتا رہے گا۔

دوم۔ حضرت براء بن معرور انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ وہ شخص ہیں کہ ''بیعت عقبہ ثانیہ'' میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ اپنے قبیلہ ''خزرج'' کے نقیبوں میں تھے۔

سوم۔ حضرت اسعد بن زرارہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیعتِ عقبۂ اولیٰ اور بیعتِ عقبۂ ثانیہ کی دونوں بیعتوں میں شامل رہے اور یہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مدینہ میں اسلام کا ڈنکا بجایا اور ہر گھر میں اسلام کا پیغام پہنچایا۔

جب مذکورہ بالا تینوں معززین صحابہ نے وفات پائی تو منافقین اور یہودیوں نے اس کی خوشی منائی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو طعنہ دینا شروع کیا کہ اگر یہ پیغمبر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو یہ صدمات کیوں پہنچاتا؟ خدا کی شان کہ ٹھیک اسی زمانے میں

کفار کے دو بہت ہی بڑے بڑے سردار بھی مر کر مردار ہو گئے۔ ایک ''عاص بن وائل سہمی'' جو حضرت عمرو بن العاص صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ فاتح مصر کا باپ تھا۔ دوسرا ''ولید بن مغیرہ'' جو حضرت خالد سیف اللہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا باپ تھا۔ [1]

روایت ہے کہ ''ولید بن مغیرہ'' جاں کنی کے وقت بہت زیادہ بے چین ہو کر تڑپنے اور بے قرار ہو کر رونے لگا اور فریاد کرنے لگا تو ابوجہل نے پوچھا کہ چچا جان! آخر آپ کی بے قراری اور اس گریہ وزاری کی کیا وجہ ہے؟ تو ''ولید بن مغیرہ'' بولا کہ میرے بھتیجے! میں اس لئے اتنی بے قراری سے رو رہا ہوں کہ مجھے اب یہ ڈر ہے کہ میرے بعد مکہ میں محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا دین پھیل جائے گا۔ یہ سن کر ابوسفیان نے تسلی دی اور کہا کہ چچا! آپ ہرگز ہرگز اس کا غم نہ کریں میں ضامن ہوتا ہوں کہ میں دین اسلام کو مکہ میں نہیں پھیلنے دوں گا۔ [2] چنانچہ ابوسفیان اپنے اس عہد پر اس طرح قائم رہے کہ مکہ فتح ہونے تک وہ برابر اسلام کے خلاف جنگ کرتے رہے مگر فتح مکہ کے دن ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا اور پھر ایسے صادق الاسلام بن گئے کہ اسلام کی نصرت وحمایت کے لئے زندگی بھر جہاد کرتے رہے اور انہی جہادوں میں کفار کے تیروں سے ان کی آنکھیں زخمی ہو گئیں اور روشنی جاتی رہی۔ یہی وہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں جن کے سپوت بیٹے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ (مدارج النبوۃ ج۲ ص۷۳ وغیرہ)

اسی سال ۱ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ولادت ہوئی۔ ہجرت کے بعد مہاجرین کے یہاں سب سے پہلا بچہ جو پیدا ہوا وہ یہی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ ان کی والدہ حضرت بی بی اسماء جو حضرت ابوبکر صدیق رضی

---

1 ......مدارج النبوت ،قسم سوم ، باب اول، ج۲،ص۷۳ ملخصاً

2 ......مدارج النبوت ،قسم سوم ، باب اول، ج۲،ص۷۳

اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں پیدا ہوتے ہی ان کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں بٹھا کر اور کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈال دی۔ اس طرح سب سے پہلی غذا جو ان کے شکم میں پہنچی وہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعابِ دہن تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیدائش سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اس لئے کہ مدینہ کے یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم لوگوں نے مہاجرین پر ایسا جادو کر دیا ہے کہ ان لوگوں کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہی نہیں ہوگا۔[1] (زرقانی ج۱ ص۴۶۰ و اکمال)

ساتواں باب

ہجرت کا دوسرا سال

۲ھ

۱ھ کی طرح ۲ھ میں بھی بہت سے اہم واقعات وقوع پذیر ہوئے جن میں سے چند بڑے بڑے واقعات یہ ہیں:

قبلہ کی تبدیلی

جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں رہے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے مگر ہجرت کے بعد جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو خداوند تعالیٰ کا یہ حکم ہوا کہ آپ اپنی نمازوں میں ''بیت المقدس'' کو اپنا قبلہ بنائیں۔ چنانچہ آپ سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے مگر آپ کے دل کی تمنا یہی تھی کہ کعبہ ہی کو قبلہ بنایا جائے۔ چنانچہ آپ اکثر آسمان کی طرف چہرہ اٹھا اٹھا

1 ......اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ، حرف العین، ص۶۰۴ والسیرۃ الحلبیۃ، باب ھجرۃ الی المدینۃ، ج۲، ص۱۱۰

کر اس کے لئے وحیِ الٰہی کا انتظار فرماتے رہے یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قلبی آرزو پوری فرمانے کے لئے قرآن کی یہ آیت نازل فرمادی کہ

قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِکَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجۡهَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ[1] (بقرہ)	ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپکا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ہم ضرور آپ کو پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں آپ کی خوشی ہے تو ابھی آپ پھیر دیجیے اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف

چنانچہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبیلہ بنی سلمہ کی مسجد میں نمازِ ظہر پڑھا رہے تھے کہ حالت نماز ہی میں یہ وحی نازل ہوئی اور نماز ہی میں آپ نے بیت المقدس سے مڑ کر خانہ کعبہ کی طرف اپنا چہرہ کر لیا اور تمام مقتدیوں نے بھی آپ کی پیروی کی۔ اس مسجد کو جہاں یہ واقعہ پیش آیا ''مسجد القبلتین'' کہتے ہیں اور آج بھی یہ تاریخی مسجد زیارت گاہ خواص و عوام ہے جو شہر مدینہ سے تقریباً دو کیلو میٹر دور جانب شمال مغرب واقع ہے۔

اس قبلہ بدلنے کو ''تحویل قبلہ'' کہتے ہیں۔ تحویل قبلہ سے یہودیوں کو بڑی سخت تکلیف پہنچی جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے تو یہودی بہت خوش تھے اور فخر کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی ہمارے ہی قبلہ کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتے ہیں مگر جب قبلہ بدل گیا تو یہودی اس قدر برہم اور ناراض ہو گئے کہ وہ یہ طعنہ دینے لگے کہ محمد (صلی اللہ

1 ......پ ۲، البقرة: ۱۴۴

تعالیٰ علیہ وسلم) چونکہ ہر بات میں ہم لوگوں کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے انہوں نے محض ہماری مخالفت میں قبلہ بدل دیا ہے۔ اسی طرح منافقین کا گروہ بھی طرح طرح کی نکتہ چینی اور قسم قسم کے اعتراضات کرنے لگا تو ان دونوں گروہوں کی زبان بندی اور دہن دوزی کے لئے خداوند کریم نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ	اب کہیں گے بیوقوف لوگوں میں سے کس نے
عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَاؕ قُلْ لِّلّٰهِ	پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر
الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُؕ یَهْدِیْ مَنْ	وہ تھے آپ کہہ دیجیے کہ پورب پچھّم سب اللہ
یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ [1]	ہی کا ہے وہ جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے
وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ	اور (اے محبوب) آپ پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے
اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ	وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی
یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِؕ وَ اِنْ كَانَتْ	پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور
لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُؕ	بلاشبہ یہ بڑی بھاری بات تھی مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے
[2](بقرہ)	ہدایت دے دی ہے (ان کے لئے کوئی بڑی بات نہیں)

پہلی آیت میں یہودیوں کے اعتراض کا جواب دیا گیا کہ خدا کی عبادت میں قبلہ کی کوئی خاص جہت ضروری نہیں ہے۔ اس کی عبادت کے لئے پورب، پچھّم، اتر، دکھن، سب جہتیں برابر ہیں اللہ تعالیٰ جس جہت کو چاہے اپنے بندوں کے لئے قبلہ مقرر فرما دے لہٰذا اس پر کسی کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔ دوسری آیت میں منافقین کی زَبان بندی کی گئی ہے جو تحویل قبلہ کے بعد ہر طرف یہ پروپیگنڈا کرنے

---

1 ......پ ۲، البقرۃ: ۱۴۲

2 ......پ ۲، البقرۃ: ۱۴۳

لگے تھے کہ پیغمبر اسلام تو اپنے دین کے بارے میں خود ہی متردد ہیں کبھی بیت المقدس کو قبلہ مانتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ کعبہ قبلہ ہے۔ آیت میں تحویل قبلہ کی حکمت بتا دی گئی کہ منافقین جو محض نمائشی مسلمان بن کر نمازیں پڑھا کرتے تھے وہ قبلہ کے بدلتے ہی بدل گئے اور اسلام سے منحرف ہو گئے۔ اس طرح ظاہر ہو گیا کہ کون صادق الایمان ہے اور کون منافق اور کون رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا ہے اور کون دین سے پھر جانے والا۔ (1) (عام کتب تفسیر و سیرت)

لڑائیوں کا سلسلہ

اب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے صرف یہ حکم تھا کہ دلائل اور موعظۂ حسنہ کے ذریعہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہیں اور مسلمانوں کو کفار کی ایذاؤں پر صبر کا حکم تھا اسی لئے کافروں نے مسلمانوں پر بڑے بڑے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، مگر مسلمانوں نے انتقام کے لئے کبھی ہتھیار نہیں اٹھایا بلکہ ہمیشہ صبر و تحمل کے ساتھ کفار کی ایذاؤں اور تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے لیکن ہجرت کے بعد جب سارا عرب اور یہودی ان مٹھی بھر مسلمانوں کے جانی دشمن ہو گئے اور ان مسلمانوں کو فنا کے گھاٹ اتار دینے کا عزم کر لیا تو خداوند قدوس نے مسلمانوں کو یہ اجازت دی کہ جو لوگ تم سے جنگ کی ابتدا کریں ان سے تم بھی لڑ سکتے ہو۔

چنانچہ ۱۲ صفر ۲ھ تواریخ اسلام میں وہ یادگار دن ہے جس میں خداوند کردگار نے مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی اور یہ آیت نازل فرمائی کہ

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، تحويل القبلة...الخ، ج٢، ص٢٤٦، ٢٤٩، ٢٥٠ و مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج٢، ص٧٣ ملخصاً

اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصۡرِهِمۡ لَقَدِیۡرُ ۙ[1]	جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمان) ان کو بھی اب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ (مسلمان) مظلوم ہیں اور خدا ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے

حضرت امام محمد بن شہاب زہری علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ جہاد کی اجازت کے بارے میں یہی وہ آیت ہے جو سب سے پہلے نازل ہوئی۔[2] مگر تفسیر ابن جریر میں ہے کہ جہاد کے بارے میں سب سے پہلے جو آیت اتری وہ یہ ہے:

وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ[3] (بقرہ)	خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم لوگوں سے لڑتے ہیں۔

بہر حال ۲ھ میں مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ نے کفار سے لڑنے کی اجازت دے دی مگر ابتداء میں یہ اجازت مشروط تھی یعنی صرف انہیں کافروں سے جنگ کرنے کی اجازت تھی جو مسلمانوں پر حملہ کریں۔ مسلمانوں کو ابھی تک اس کی اجازت نہیں ملی تھی کہ وہ جنگ میں اپنی طرف سے پہل کریں لیکن حق واضح ہو جانے اور باطل ظاہر ہو جانے کے بعد چونکہ تبلیغ حق اور احکام الٰہی کی نشر و اشاعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھی اس لئے تمام اُن کفار سے جو عناد کے طور پر حق کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے جہاد کا حکم نازل ہو گیا خواہ وہ مسلمانوں سے لڑنے میں پہل کریں یا نہ کریں کیونکہ حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد حق کو قبول کرنے کے لئے مجبور کرنا اور باطل کو جبراً ترک

---

1 ......پ۱۷، الحج: ۳۹

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، كتاب المغازي، ج۲، ص۲۱۸

3 ......تفسير الطبري لابن جرير، پ۲، البقرة تحت الآية: ۱۹۰، ج۲، ص۱۹۵ و شرح الزرقاني على المواهب، كتاب المغازي، ج۲، ص۲۱۸

کرانا یہ عین حکمت اور بنی نوع انسان کی صلاح و فلاح کے لئے انتہائی ضروری تھا۔ بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ ہجرت کے بعد جتنی لڑائیاں بھی ہوئیں اگر پورے ماحول کو گہری نگاہ سے بغور دیکھا جائے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب لڑائیاں کفار کی طرف سے مسلمانوں کے سر پر مسلط کی گئیں اور غریب مسلمان بدرجۂ مجبوری تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ مثلاً مندرج ذیل چند واقعات پر ذرا تنقیدی نگاہ سے نظر ڈالیے۔

《۱》 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اپنا سب کچھ مکہ میں چھوڑ کر انتہائی بیکسی کے عالم میں مدینہ چلے آئے تھے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ کفار مکہ اب اطمینان سے بیٹھ رہتے کہ ان کے دشمن یعنی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمان ان کے شہر سے نکل گئے مگر ہوا یہ کہ ان کافروں کے غیظ و غضب کا پارہ اتنا چڑھ گیا کہ اب یہ لوگ اہل مدینہ کے بھی دشمن جان بن گئے۔ چنانچہ ہجرت کے چند روز بعد کفار مکہ نے رئیس انصار ''عبداللہ بن ابی'' کے پاس دھمکیوں سے بھرا ہوا ایک خط بھیجا۔ ''عبداللہ بن ابی'' وہ شخص ہے کہ واقعۂ ہجرت سے پہلے تمام مدینہ والوں نے اس کو اپنا بادشاہ مان کر اس کی تاج پوشی کی تیاری کر لی تھی مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہ اسکیم ختم ہوگئی۔ چنانچہ اسی غم و غصہ میں عبداللہ بن اُبی عمر بھر منافقوں کا سردار بن کر اسلام کی بیخ کنی کرتا رہا اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشوں میں مصروف رہا۔[1] (بخاری باب التسلیم فی مجلس فیہ اخلاط ج۲ ص۹۲۴)

بہر کیف کفار مکہ نے اس دشمن اسلام کے نام جو خط لکھا اس کا مضمون یہ ہے

---

[1]......السیرة النبویة لابن ھشام ، نبذمن ذکر المنافقین،ص ۲٤۰ و سنن ابی داود ، کتاب الخراج والفیء...الخ، باب فی خبر النفیر،الحدیث:۳۰۰٤،ج۳،ص ۲۱۲

کہ تم نے ہمارے آدمی (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اپنے یہاں پناہ دے رکھی ہے ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یا تو تم لوگ ان کو قتل کردو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم سب لوگ تم پر حملہ کردیں گے اور تمہارے تمام لڑنے والے جوانوں کو قتل کر کے تمہاری عورتوں پر تصرف کریں گے۔[1] (ابوداؤد ج۲ص ۶۷ باب فی خبر النفیر)

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار مکہ کے اس تہدید آمیز اور خوفناک خط کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے عبداللہ بن اُبی سے ملاقات فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ''کیا تم اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو قتل کرو گے۔'' چونکہ اکثر انصار دامن اسلام میں آچکے تھے اس لئے عبداللہ بن اُبی نے اس نکتہ کو سمجھ لیا اور کفار مکہ کے حکم پر عمل نہیں کرسکا۔

《۲》 ٹھیک اسی زمانے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار تھے عمرہ ادا کرنے کے لئے مدینہ سے مکہ گئے اور پرانے تعلقات کی بنا پر ''اُمیہ بن خلف'' کے مکان پر قیام کیا۔ جب اُمیہ ٹھیک دوپہر کے وقت ان کو ساتھ لے کر طوافِ کعبہ کے لئے گیا تو اتفاق سے ابوجہل سامنے آگیا اور ڈانٹ کر کہا کہ اے اُمیہ! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اُمیہ نے کہا کہ یہ مدینہ کے رہنے والے ''سعد بن معاذ'' ہیں۔ یہ سن کر ابوجہل نے تڑپ کر کہا کہ تم لوگوں نے بے دھرموں (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ) کو اپنے یہاں پناہ دی ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم اُمیہ کے ساتھ میں نہ ہوتے تو بچ کر واپس نہیں جاسکتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انتہائی جرأت اور دلیری کے ساتھ یہ جواب دیا کہ اگر تم لوگوں نے ہم کو کعبہ کی زیارت

---

[1]......سنن ابی داود ، کتاب الخراج والفیء...الخ،باب فی خبر النفیر، الحدیث: ۳۰۰۴، ج۳،ص ۲۱۲

سے روکا تو ہم تمہاری شام کی تجارت کا راستہ روک دیں گے۔(1)

(بخاری کتاب المغازی ج۲ص ۵۶۳)

﴿۳﴾ کفارِ مکہ نے صرف انہی دھمکیوں پر بس نہیں کیا بلکہ وہ مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے قتل عام کا منصوبہ بنانے لگے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راتوں کو جاگ جاگ کر بسر کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کا پہرہ دیا کرتے تھے۔ کفار مکہ نے سارے عرب پر اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے تمام قبائل میں یہ آگ بھڑکا دی تھی کہ مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو دنیا سے نیست و نابود کرنا ضروری ہے۔

مذکورہ بالا تینوں وجوہات کی موجودگی میں ہر عاقل کو یہ کہنا ہی پڑے گا کہ ان حالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حفاظت خود اختیاری کے لئے کچھ نہ کچھ تدبیر کرنی ضروری ہی تھی تا کہ انصار و مہاجرین اور خود اپنی زندگی کی بقاء اور سلامتی کا سامان ہو جائے۔

چنانچہ کفارِ مکہ کے خطرناک ارادوں کا علم ہو جانے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اور صحابہ کی حفاظت خود اختیاری کے لئے دو تدبیروں پر عمل درآمد کا فیصلہ فرمایا۔

اوّل۔ یہ کہ کفار مکہ کی شامی تجارت جس پر ان کی زندگی کا دارو مدار ہے اس میں رکاوٹ ڈال دی جائے تا کہ وہ مدینہ پر حملہ کا خیال چھوڑ دیں اور صلح پر مجبور ہو جائیں۔

---

1 ......صحیح البخاری ، کتاب المغازی، باب ذکر النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم من یقتل ببدر،الحدیث: ۳۹۵۰، ج۳،ص۳

دوم۔ یہ کہ مدینہ کے اطراف میں جو قبائل آباد ہیں ان سے امن و امان کا معاہدہ ہو جائے تا کہ کفار مکہ مدینہ پر حملہ کی نیت نہ کرسکیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہی دو تدبیروں کے پیش نظر صحابہ کرام کے چھوٹے چھوٹے لشکروں کو مدینہ کے اطراف میں بھیجنا شروع کر دیا اور بعض بعض لشکروں کے ساتھ خود بھی تشریف لے گئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے یہ چھوٹے چھوٹے لشکر کبھی کفار مکہ کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لئے جاتے تھے اور کہیں بعض قبائل سے معاہدۂ امن و امان کرنے کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ کہیں اس مقصد سے بھی جاتے تھے کہ کفارِ مکہ کی شامی تجارت کا راستہ بند ہو جائے۔ اسی سلسلہ میں کفارِ مکہ اور ان کے حلیفوں سے مسلمانوں کا ٹکراؤ شروع ہوا اور چھوٹی بڑی لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا انہی لڑائیوں کو تاریخ اسلام میں ''غزوات و سرایا'' کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔

غزوہ و سریّہ کا فرق

یہاں مصنفین سیرت کی یہ اصطلاح یاد رکھنی ضروری ہے کہ وہ جنگی لشکر جس کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے اس کو ''غزوہ'' کہتے ہیں اور وہ لشکروں کی ٹولیاں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شامل نہیں ہوئے ان کو ''سرِیّہ'' کہتے ہیں۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ص ۷۶ وغیرہ)

''غزوات'' یعنی جن جن لشکروں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک ہوئے ان کی تعداد میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ''مواہب لدنیہ'' میں ہے کہ ''غزوات'' کی تعداد ''ستائیس'' ہے اور روضۃ الاحباب میں یہ لکھا ہے کہ ''غزوات کی تعداد'' ایک قول کی بنا

1 ......مدارج النبوت ،قسم سوم ، باب دوم، ج۲،ص۷۶ وشرح الزرقانی علی المواھب، کتاب المغازی، ج۲، ص۲۱۹،۲۲۰

پر ''اکیس'' اور بعض کے نزدیک ''چوبیس'' ہے اور بعض نے کہا کہ ''پچیس'' اور بعض نے لکھا ''چھبیس'' ہے۔[1] (زرقانی علی المواہب ج۱ ص۳۸۸)

مگر حضرت امام بخاری نے حضرت زید بن ارقم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت تحریر کی ہے اس میں غزوات کی کل تعداد ''انیس'' بتائی گئی ہے[2] اور ان میں سے جن نو غزوات میں جنگ بھی ہوئی وہ یہ ہیں:

﴿۱﴾ جنگ بدر ﴿۲﴾ جنگ اُحد ﴿۳﴾ جنگ احزاب ﴿۴﴾ جنگ بنوقریظہ ﴿۵﴾ جنگ بنوالمصطلق ﴿۶﴾ جنگ خیبر ﴿۷﴾ فتح مکہ ﴿۸﴾ جنگ حنین ﴿۹﴾ جنگ طائف[3]

''سرایا'' یعنی جن لشکروں کیساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف نہیں لے گئے ان کی تعداد بعض مورخین کے نزدیک ''سینتالیس'' اور بعض کے نزدیک ''چھپن'' ہے۔

امام بخاری نے محمد بن اسحٰق سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلا غزوہ ''ابواء'' اور سب سے آخری غزوہ ''تبوک'' ہے اور سب سے پہلا ''سریہ'' جو مدینہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوا وہ ''سریۂ حمزہ'' ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔[4]

غزوات وسرایا

ہجرت کے بعد کا تقریباً کل زمانہ ''غزوات وسرایا'' کے اہتمام وانتظام میں گزرا اس لیے کہ اگر ''غزوات'' کی کم سے کم تعداد جو روایات میں آئی ہے۔ یعنی ''انیس'' اور ''سرایا'' کی کم سے کم تعداد جو روایتوں میں ہے یعنی ''سینتالیس'' شمار کر لی

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب، کتاب المغازی، ج۲،ص ۲۲۰

2 ......صحیح البخاری ، کتاب المغازی، باب غزوة العشیرة...الخ، الحدیث:۳۹۴۹، ج۳،ص۳

3 ......شرح الزرقانی علی المواهب، کتاب المغازی، ج۲،ص ۲۲۱

4 ......شرح الزرقانی علی المواهب، کتاب المغازی، ج۲،ص ۲۲۱،۲۲۹، ۲۲۴ ملتقطاً

جائے تو نو سال میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو چھوٹی بڑی ''چھیاسٹھ'' لڑائیوں کا سامنا کرنا پڑا لہٰذا ''غزوات وسرایا'' کا عنوان حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کا بہت ہی عظیم الشان حصہ ہے اور بحمدہ تعالٰی ان تمام غزوات وسرایا اور ان کے وجوہ واسباب کا پورا پورا حال اسلامی تاریخوں میں مذکور ومحفوظ ہے، مگر یہ اتنا لمبا چوڑا مضمون ہے کہ ہماری اس کتاب کا تنگ دامن ان تمام مضامین کو سمیٹنے سے بالکل ہی قاصر ہے لیکن بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر ہم بالکل ہی ان مضامین کو چھوڑ دیں تو یقیناً ''سیرتِ رسول'' کا مضمون بالکل ہی ناقص اور نامکمل رہ جائے گا اس لیے مختصر طور پر چند مشہور غزوات و سرایا کا یہاں ذکر کر دینا نہایت ضروری ہے تاکہ سیرتِ مقدسہ کا یہ اہم باب بھی ناظرین کے لیے نظر افروز ہو جائے۔

سریۂ حمزہ

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے، ہجرت کے بعد جب جہاد کی آیت نازل ہوگئی تو سب سے پہلے جو ایک چھوٹا سا لشکر کفار کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا اس کا نام ''سریۂ حمزہ'' ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا اور اس جھنڈے کے نیچے صرف ۳۰ مہاجرین کو ایک لشکر کفار کے مقابلہ کے لیے بھیجا جو تین سو کی تعداد میں تھے اور ابو جہل ان کا سپہ سالار تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ''سیف البحر'' تک پہنچے اور دونوں طرف سے جنگ کے لیے صف بندی بھی ہوگئی لیکن ایک شخص مجدی بن عمرو جہنی نے جو دونوں فریق کا حلیف تھا بیچ میں پڑ کر لڑائی موقوف کرادی۔[1] (مدارج جلد۲ ص ۷۸ و زُرقانی ج۱ ص ۳۹۰)

---

[1] ......المواهب اللدنية والزرقاني، بعث حمزة، ج۲، ص۲۲٤ ومدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج ۲، ص۷۸

سریۂ عبیدہ بن الحارث

اسی سال ساٹھ یا اسّی مہاجرین کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفید جھنڈے کے ساتھ امیر بنا کر ''رابغ'' کی طرف روانہ فرمایا۔ اس سریہ کے علمبردار حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جب یہ لشکر ''ثنیۂ مرہ'' کے مقام پر پہنچا تو ابوسفیان اور ابوجہل کے لڑکے عکرمہ کی کمان میں دوسو کفار قریش جمع تھے دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار پر تیر پھینکا یہ سب سے پہلا تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے کفار مکہ پر چلایا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کل آٹھ تیر پھینکے اور ہر تیر نشانہ پر ٹھیک بیٹھا۔ کفار ان تیروں کی مار سے گھبرا کر فرار ہو گئے اس لیے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ (1)

(مدارج جلد۲ ص ۷۸ و زرقانی ج۱ ص ۳۹۲)

سریۂ سعد بن ابی وقاص

اسی سال ماہ ذوالقعدہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیس سواروں کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مقصد سے بھیجا تا کہ یہ لوگ کفار قریش کے ایک لشکر کا راستہ روکیں، اس سریہ کا جھنڈا بھی سفید رنگ کا تھا اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لشکر کے علمبردار تھے۔ یہ لشکر راتوں رات سفر کرتے ہوئے جب پانچویں دن مقام ''خرار'' پر پہنچا تو پتہ چلا کہ مکہ کے کفار ایک دن پہلے ہی فرار ہو چکے ہیں اس لیے کسی تصادم کی نوبت ہی نہیں آئی۔ (2) (زرقانی علی المواہب ج۱ ص ۳۹۲)

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج۲، ص۷۸ والمواهب اللدنية والزرقانی، سرية عبيدة المطلبی ، ج۲، ص۲۲۶، ۲۲۷

2 ......المواهب اللدنية والزرقانی، سرية سعد بن مالك رضی الله تعالی عنه، ج۲، ص۲۲۸، ۲۲۹

غزوۂ ابواء

اس غزوہ کو ''غزوہ ودان'' بھی کہتے ہیں۔ یہ سب سے پہلا غزوہ ہے یعنی پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جہاد کے ارادہ سے ماہ صفر ۲ھ میں ساٹھ مہاجرین کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ سے باہر نکلے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جھنڈا دیا اور مقام ''ابواء'' تک کفار کا پیچھا کرتے ہوئے تشریف لے گئے مگر کفار مکہ فرار کر چکے تھے اس لیے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ ''ابواء'' مدینہ سے اسّی میل دور ایک گاؤں ہے جہاں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا مزار ہے۔ یہاں چند دن ٹھہر کر قبیلہ بنو ضمرہ کے سردار ''مخشی بن عمرو ضمری'' سے امداد باہمی کا ایک تحریری معاہدہ کیا اور مدینہ واپس تشریف لائے اس غزوہ میں پندرہ دن آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدینہ سے باہر رہے۔[1] (زرقانی علی المواہب ج۱ ص۳۹۴)

غزوۂ بواط

ہجرت کے تیرھویں مہینے ۲ھ میں مدینہ پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حاکم بنا کر دو سو مہاجرین کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جہاد کی نیت سے روانہ ہوئے۔ اس غزوہ کا جھنڈا بھی سفید تھا اور علمبردار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے۔ اس غزوہ کا مقصد کفار مکہ کے ایک تجارتی قافلہ کا راستہ روکنا تھا۔ اس قافلہ کا سالار ''امیہ بن خلف جمحی'' تھا اور اس قافلہ میں ایک سو قریشی کفار اور ڈھائی ہزار اونٹ تھے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس قافلہ کی تلاش میں مقام ''بواط'' تک تشریف

---

[1] ......شرح الزرقانی علی المواهب، اول المغازی، ج۲، ص۲۲۹، ۲۳۰ والسيرة الحلبية، باب ذكر مغازيه، ج۲، ص۱۷۳، ۱۷٤ ملتقطاً

لے گئے مگر کفار قریش کا کہیں سامنا نہیں ہوا اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر کسی جنگ کے مدینہ واپس تشریف لائے۔ (1) (زرقانی علی المواہب ج۱ ص۳۹۳)

غزوۂ سفوان

اسی سال ''کرز بن جابر فہری'' نے مدینہ کی چراگاہ میں ڈاکہ ڈالا اور کچھ اونٹوں کو ہانک کر لے گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا کر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علمبردار بنا کر صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ وادی سفوان تک اس ڈاکو کا تعاقب کیا مگر وہ اس قدر تیزی کے ساتھ بھاگا کہ ہاتھ نہیں آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے۔ وادی سفوان ''بدر'' کے قریب ہے اسی لیے بعض مؤرخین نے اس غزوہ کا نام ''غزوۂ بدرِ اولیٰ'' رکھا ہے۔ اس لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غزوۂ سفوان اور غزوۂ بدرِ اولیٰ دونوں ایک ہی غزوہ کے دو نام ہیں۔ (2) (مدارج جلد۲ ص۷۹)

غزوۂ ذی العُشیرہ

اسی ۲ھ میں کفار قریش کا ایک قافلہ مال تجارت لے کر مکہ سے شام جا رہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ڈیڑھ سو یا دو سو مہاجرین صحابہ کو ساتھ لے کر اس قافلہ کا راستہ روکنے کے لیے مقام ''ذی العشیرہ'' تک تشریف لے گئے جو ''ینبوع'' کی بندرگاہ کے قریب ہے مگر یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قافلہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ اس لیے کوئی ٹکراؤ نہیں ہوا مگر یہی قافلہ جب شام سے واپس لوٹا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی مزاحمت کے لیے نکلے تو جنگ بدر کا معرکہ پیش آ گیا جس کا مفصل ذکر آگے آتا ہے۔ (3) (زرقانی ج۱ ص۳۹۵)

---

1 ......المواھب اللدنیة والزرقانی، غزوة بواط، ج۲، ص۲۳۱، ۲۳۲

2 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج۲، ص۷۹

3 ......المواھب اللدنیة و الزرقانی، غزوة العشیرة، ج۲، ص۲۳۲۔۲۳۴

سریۂ عبداللہ بن جحش

اسی سال ماہ رجب ۲ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیرِ لشکر بنا کر ان کی ماتحتی میں آٹھ یا بارہ مہاجرین کا ایک جتھ روانہ فرمایا، دو دو آدمی ایک ایک اونٹ پر سوار تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لفافہ میں ایک مہر بند خط دیا اور فرمایا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اس لفافہ کو کھول کر پڑھنا اور اس میں جو ہدایات لکھی ہوئی ہیں ان پر عمل کرنا۔ جب خط کھول کر پڑھا تو اس میں یہ درج تھا کہ تم طائف اور مکہ کے درمیان مقام ''نخلہ'' میں ٹھہر کر قریش کے قافلوں پر نظر رکھو اور صورت حال کی ہمیں برابر خبر دیتے رہو۔ یہ بڑا ہی خطرناک کام تھا کیونکہ دشمنوں کے عین مرکز میں قیام کر کے جاسوسی کرنا گویا موت کے منہ میں جانا تھا مگر یہ سب جاں نثار بے دھڑک مقام ''نخلہ'' پہنچ گئے۔ عجیب اتفاق کہ رجب کی آخری تاریخ کو یہ لوگ نخلہ میں پہنچے اور اسی دن کفار قریش کا ایک تجارتی قافلہ آیا جس میں عمرو بن الحضرمی اور عبداللہ بن مغیرہ کے دو لڑکے عثمان و نوفل اور حکم بن کیسان وغیرہ تھے اور اونٹوں پر کھجور اور دوسرا مالِ تجارت لدا ہوا تھا۔

امیرِ سریہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اگر ہم ان قافلہ والوں کو چھوڑ دیں تو یہ لوگ مکہ پہنچ کر ہم لوگوں کی یہاں موجودگی سے مکہ والوں کو باخبر کر دیں گے اور ہم لوگوں کو قتل یا گرفتار کرا دیں گے اور اگر ہم ان لوگوں سے جنگ کریں تو آج رجب کی آخری تاریخ ہے لہٰذا شہر حرام میں جنگ کرنے کا گناہ ہم پر لازم ہوگا۔ آخر یہی رائے قرار پائی کہ ان لوگوں سے جنگ کر کے اپنی جان کے خطرہ کو دفع کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

ایک ایسا تاک کر تیر مارا کہ وہ عمرو بن الحضر می کو لگا اور وہ اسی تیر سے قتل ہو گیا اور عثمان و حکم کو ان لوگوں نے گرفتار کر لیا، نوفل بھاگ نکلا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹوں اور ان پر لدے ہوئے مال و اسباب کو مال غنیمت بنا کر مدینہ لوٹ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ پیش کیا۔ (1)

(زُرقانی علی المواہب ج۱ ص۳۹۸)

جو لوگ قتل یا گرفتار ہوئے وہ بہت ہی معزز خاندان کے لوگ تھے۔ عمرو بن الحضر می جو قتل ہوا عبداللہ حضرمی کا بیٹا تھا۔ عمرو بن الحضر می پہلا کافر تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جو لوگ گرفتار ہوئے یعنی عثمان اور حکم، ان میں سے عثمان تو مغیرہ کا پوتا تھا جو قریش کا ایک بہت بڑا رئیس شمار کیا جاتا تھا اور حکم بن کیسان ہشام بن المغیرہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس بنا پر اس واقعہ نے تمام کفار قریش کو غیظ و غضب میں آگ بگولہ بنا دیا اور ''خون کا بدلہ خون'' لینے کا نعرہ مکہ کے ہر کوچہ و بازار میں گونجنے لگا اور در حقیقت جنگ بدر کا معرکہ اسی واقعہ کا رد عمل ہے۔ چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ بدر اور تمام لڑائیاں جو کفار قریش سے ہوئیں ان سب کا بنیادی سبب عمرو بن الحضر می کا قتل ہے جس کو حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیر مار کر قتل کر دیا تھا۔ (2) (تاریخ طبری ص۱۲۸۴)

جنگِ بدر

''بدر'' مدینہ منورہ سے تقریباً اسّی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں کا نام ہے

1 ...... المواهب اللدنية و شرح الزرقانی، سرية امير المؤمنين عبدالله بن جحش، ج۲، ص۲۳۸

2 ...... تاریخ الطبری، الجزء۲، ص۱۳۱ المکتبة الشاملة

جہاں زمانۂ جاہلیت میں سالانہ میلہ لگتا تھا۔ یہاں ایک کنواں بھی تھا جس کے مالک کا نام ''بدر'' تھا اسی کے نام پر اس جگہ کا نام ''بدر'' رکھ دیا گیا۔ اسی مقام پر جنگِ بدر کا وہ عظیم معرکہ ہوا جس میں کفارِ قریش اور مسلمانوں کے درمیان سخت خونریزی ہوئی اور مسلمانوں کو وہ عظیم الشان فتح مبین نصیب ہوئی جس کے بعد اسلام کی عزت و اقبال کا پرچم اتنا سر بلند ہو گیا کہ کفار قریش کی عظمت و شوکت بالکل ہی خاک میں مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن کا نام ''یومُ الفرقان'' رکھا۔[1] قرآن کی سورۂ انفال میں تفصیل کے ساتھ اور دوسری سورتوں میں اجمالاً بار بار اس معرکہ کا ذکر فرمایا اور اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح مبین کے بارے میں احسان جتاتے ہوئے خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ o[2]

اور یقیناً خداوند تعالیٰ نے تم لوگوں کی مدد فرمائی بدر میں جبکہ تم لوگ کمزور اور بے سروسامان تھے تو تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم لوگ شکر گزار ہو جاؤ۔

جنگ بدر کا سبب

جنگِ بدر کا اصلی سبب تو جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں ''عمرو بن الحضرمی'' کے قتل سے کفار قریش میں پھیلا ہوا زبردست اشتعال تھا جس سے ہر کافر کی زبان پر یہی ایک نعرہ تھا کہ ''خون کا بدلہ خون لے کر رہیں گے۔''

---

1 ......المواهب اللدنية و الزرقاني، باب غزوة بدرالكبرىٰ، ج٢،ص٢٥٥ـ٢٥٦

2 ......پ ٤،اٰل عمرٰن: ١٢٣

مگر بالکل ناگہاں یہ صورت پیش آ گئی کہ قریش کا وہ قافلہ جس کی تلاش میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام ''ذی العشیرہ'' تک تشریف لے گئے تھے مگر وہ قافلہ ہاتھ نہیں آیا تھا بالکل اچانک مدینہ میں خبر ملی کہ اب وہی قافلہ ملک شام سے لوٹ کر مکہ جانے والا ہے اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ اس قافلہ میں ابوسفیان بن حرب و مخرمہ بن نوفل و عمرو بن العاص وغیرہ کل تیس یا چالیس آدمی ہیں اور کفار قریش کا مال تجارت جو اس قافلہ میں ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کفار قریش کی ٹولیاں لوٹ مار کی نیت سے مدینہ کے اطراف میں برابر گشت لگاتی رہتی ہیں اور ''کرز بن جابر فہری'' مدینہ کی چراگاہوں تک آ کر غارت گری اور ڈاکہ زنی کر گیا ہے لہٰذا کیوں نہ ہم بھی کفار قریش کے اس قافلہ پر حملہ کر کے اس کو لوٹ لیں تاکہ کفار قریش کی شامی تجارت بند ہو جائے اور وہ مجبور ہو کر ہم سے صلح کر لیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی سن کر انصار و مہاجرین اس کے لیے تیار ہو گئے۔

مدینہ سے روانگی

چنانچہ ۱۲ رمضان ۲ھ کو بڑی عجلت کے ساتھ لوگ چل پڑے، جو جس حال میں تھا اسی حال میں روانہ ہو گیا۔ اس لشکر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نہ زیادہ ہتھیار تھے نہ فوجی راشن کی کوئی بڑی مقدار تھی کیونکہ کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ اس سفر میں کوئی بڑی جنگ ہو گی۔

مگر جب مکہ میں یہ خبر پھیلی کہ مسلمان مسلح ہو کر قریش کا قافلہ لوٹنے کے لئے مدینہ سے چل پڑے ہیں تو مکہ میں ایک جوش پھیل گیا اور ایک دم کفار قریش کی فوج کا دل بادل مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس

کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر صورتِ حال سے آ گاہ کیا اور صاف صاف فرما دیا کہ ممکن ہے کہ اس سفر میں کفار قریش کے قافلہ سے ملاقات ہو جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کفار مکہ کے لشکر سے جنگ کی نوبت آ جائے۔ ارشاد گرامی سن کر حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق اور دوسرے مہاجرین نے بڑے جوش و خروش کا اظہار کیا مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انصار کا منہ دیکھ رہے تھے کیونکہ انصار نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرتے وقت اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ اس وقت تلوار اٹھائیں گے جب کفار مدینہ پر چڑھ آئیں گے اور یہاں مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کا معاملہ تھا۔ (1)

انصار میں سے قبیلۂ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھ کر بول اٹھے کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے؟ خدا کی قسم! ہم وہ جاں نثار ہیں کہ اگر آپ کا حکم ہو تو ہم سمندر میں کود پڑیں اسی طرح انصار کے ایک اور معزز سردار حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش میں آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ انصار کے ان دونوں سرداروں کی تقریر سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ (2) (بخاری غزوہ بدر ج۲ ص۵۶۴)

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم، باب دوم ، ج۲، ص ۸۱۔۸۳ ملخصاً

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ٤، قول اللّٰہ تعالی، الحدیث: ۳۹۵۲، ج۳، ص ۵ مختصرًا و المواھب اللدنیة و الزرقانی، باب غزوة بدرالکبریٰ، ج۲، ص ۲٦٥ ۔ ۲٦۷

مدینہ سے ایک میل دور چل کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا، جو لوگ کم عمر تھے ان کو واپس کر دینے کا حکم دیا کیونکہ جنگ کے پر خطر موقع پر بھلا بچوں کا کیا کام؟

ننھا سپاہی

مگر انہی بچوں میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی تھے۔ جب ان سے واپس ہونے کو کہا گیا تو وہ مچل گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور کسی طرح واپس ہونے پر تیار نہ ہوئے۔ ان کی بے قراری اور گریہ وزاری دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قلب نازک متاثر ہو گیا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس ننھے سپاہی کے گلے میں بھی ایک تلوار حمائل کر دی مدینہ سے روانہ ہونے کے وقت نمازوں کے لئے حضرت ابن اُمِ مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو آپ نے مسجد نبوی کا امام مقرر فرما دیا تھا لیکن جب آپ مقام ''روحا'' میں پہنچے تو منافقین اور یہودیوں کی طرف سے کچھ خطرہ محسوس فرمایا اس لئے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر ان کو مدینہ واپس جانے کا حکم دیا اور حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مدینہ کے چڑھائی والے گاؤں پر نگرانی رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔

ان انتظامات کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ''بدر'' کی جانب چل پڑے جدھر سے کفار مکہ کے آنے کی خبر تھی۔ اب کل فوج کی تعداد تین سو تیرہ تھی جن میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ منزل بہ منزل سفر فرماتے ہوئے جب آپ مقام

''صفرا'' میں پہنچے تو دو آدمیوں کو جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تا کہ وہ قافلہ کا پتہ چلائیں کہ وہ کدھر ہے؟ اور کہاں تک پہنچا ہے؟ [1] (زُرقانی ج۱ص۴۱۱)

ابوسفیان کی چالاکی

ادھر کفار قریش کے جاسوس بھی اپنا کام بہت مستعدی سے کر رہے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہوئے تو ابوسفیان کو اس کی خبر مل گئی۔ اس نے فوراً ہی ''ضمضم بن عمرو غفاری'' کو مکہ بھیجا کہ وہ قریش کو اس کی خبر کر دے تا کہ وہ اپنے قافلہ کی حفاظت کا انتظام کریں اور خود راستہ بدل کر قافلہ کو سمندر کی جانب لے کر روانہ ہو گیا۔ ابوسفیان کا قاصد ضمضم بن عمرو غفاری جب مکہ پہنچا تو اس وقت کے دستور کے مطابق کہ جب کوئی خوفناک خبر سنانی ہوتی تو خبر سنانے والا اپنے کپڑے پھاڑ کر اور اونٹ کی پیٹھ پر کھڑا ہو کر چلا چلا کر خبر سنایا کرتا تھا۔ ضمضم بن عمرو غفاری نے اپنا کرتا پھاڑ ڈالا اور اونٹ کی پیٹھ پر کھڑا ہو کر زور زور سے چلانے لگا کہ اے اہل مکہ! تمہارا سارا مال تجارت ابوسفیان کے قافلہ میں ہے اور مسلمانوں نے اس قافلہ کا راستہ روک کر قافلہ کو لوٹ لینے کا عزم کر لیا ہے لہٰذا جلدی کرو اور بہت جلد اپنے اس قافلہ کو بچانے کے لئے ہتھیار لے کر دوڑ پڑو۔ [2] (زُرقانی ج۱ص۴۱۱)

کفار قریش کا جوش

جب مکہ میں یہ خوفناک خبر پہنچی تو اس قدر ہل چل مچ گئی کہ مکہ کا سارا امن و

---

1 ...... كتاب المغازى للواقدى، باب بدرالقتال، ج۱،ص۲۱ وشرح الزرقانى على المواهب، باب غزوة بدر الكبرىٰ، ج۲،ص۲۲۶

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانى، باب غزوة بد رالكبرىٰ، ج۲،ص۲۶۳ ومدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج۲،ص۸۲

سکون غارت ہو گیا، تمام قبائل قریش اپنے گھروں سے نکل پڑے، سرداران مکہ میں سے صرف ابولہب اپنی بیماری کی وجہ سے نہیں نکلا، اس کے سوا تمام روساءِ قریش پوری طرح مسلح ہو کر نکل پڑے اور چونکہ مقام نخلہ کا واقعہ بالکل ہی تازہ تھا جس میں عمرو بن الحضرمی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اور اس کے قافلہ کو مسلمانوں نے لوٹ لیا تھا اس لئے کفار قریش جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ ایک ہزار کا لشکر جرار جس کا ہر سپاہی پوری طرح مسلح، دوہرے ہتھیار، فوج کی خوراک کا یہ انتظام تھا کہ قریش کے مالدار لوگ یعنی عباس بن عبدالمطلب، عتبہ بن ربیعہ، حارث بن عامر، نضر بن الحارث، ابوجہل، اُمیہ وغیرہ باری باری سے روزانہ دس دس اونٹ ذبح کرتے تھے اور پورے لشکر کو کھلاتے تھے عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے بڑا رئیس اعظم تھا اس پورے لشکر کا سپہ سالار تھا۔

ابوسفیان بچ کر نکل گیا

ابوسفیان جب عام راستہ سے مڑ کر ساحل سمندر کے راستہ پر چل پڑا اور خطرہ کے مقامات سے بہت دور پہنچ گیا اور اس کو اپنی حفاظت کا پورا پورا اطمینان ہو گیا تو اس نے قریش کو ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعہ خط بھیج دیا کہ تم لوگ اپنے مال اور آدمیوں کو بچانے کے لئے اپنے گھروں سے ہتھیار لے کر نکل پڑے تھے اب تم لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ کیونکہ ہم لوگ مسلمانوں کی یلغار اور لوٹ مار سے بچ گئے ہیں اور جان و مال کی سلامتی کے ساتھ ہم مکہ پہنچ رہے ہیں۔ (1)

کفار میں اختلاف

ابوسفیان کا یہ خط کفار مکہ کو اس وقت ملا جب وہ مقام ''جحفہ'' میں تھے۔ خط

1......السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، غزوۃ بدرالکبریٰ، ص ۲۵۵

پڑھ کر قبیلۂ بنوزہرہ اور قبیلۂ بنوعدی کے سرداروں نے کہا کہ اب مسلمانوں سے لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہٰذا ہم لوگوں کو واپس لوٹ جانا چاہیے۔ یہ سن کر ابوجہل بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ ہم خدا کی قسم! اسی شان کے ساتھ بدر تک جائیں گے، وہاں اونٹ ذبح کریں گے اور خوب کھائیں گے، کھلائیں گے، شراب پئیں گے، ناچ رنگ کی محفلیں جمائیں گے تاکہ تمام قبائل عرب پر ہماری عظمت اور شوکت کا سکہ بیٹھ جائے اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں۔ کفار قریش نے ابوجہل کی رائے پر عمل کیا لیکن بنوزہرہ اور بنوعدی کے دونوں قبائل واپس لوٹ گئے۔ ان دونوں قبیلوں کے سوا باقی کفار قریش کے تمام قبائل جنگ بدر میں شامل ہوئے۔[1] (سیرتِ ابن ہشام ج۲ص ۶۱۸ تا۶۱۹)

کفار قریش بدر میں

کفار قریش چونکہ مسلمانوں سے پہلے بدر میں پہنچ گئے تھے اس لئے مناسب جگہوں پر ان لوگوں نے اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بدر کے قریب پہنچے تو شام کے وقت حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بدر کی طرف بھیجا تاکہ یہ لوگ کفار قریش کے بارے میں خبر لائیں۔ ان حضرات نے قریش کے دو غلاموں کو پکڑ لیا جو لشکر کفار کے لئے پانی بھرنے پر مقرر تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں غلاموں سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ اس قریشی فوج میں قریش کے سرداروں میں سے کون کون ہے؟ تو دونوں غلاموں نے بتایا کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر، نضر بن الحارث، زمعہ بن الاسود، ابوجہل بن ہشام، اُمیہ بن خلف، سہیل بن عمرو، عمرو بن عبدود، عباس

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، غزوة بدرالكبرىٰ، ص ٢٥٥، ٢٥٦

بن عبد المطلب وغیرہ سب اس لشکر میں موجود ہیں۔ یہ فہرست سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مسلمانو! سن لو! مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہاری طرف ڈال دیا ہے۔[1] (مسلم ج۲ص۱۰۲ غزوۂ بدر وزُرقانی وغیرہ)

تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ سلم بدر کے میدان میں

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بدر میں نزول فرمایا تو ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا کہ جہاں نہ کوئی کنواں تھا نہ کوئی چشمہ اور وہاں کی زمین اتنی ریتلی تھی کہ گھوڑوں کے پاؤں زمین میں دھنستے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے پڑاؤ کے لئے جس جگہ کو منتخب فرمایا ہے یہ وحی کی رو سے ہے یا فوجی تدبیر ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بارے میں کوئی وحی نہیں اتری ہے۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ پھر میری رائے میں جنگی تدابیر کی رو سے بہتر یہ ہے کہ ہم کچھ آگے بڑھ کر پانی کے چشموں پر قبضہ کرلیں تاکہ کفار جن کنوؤں پر قابض ہیں وہ بیکار ہو جائیں کیونکہ انہی چشموں سے ان کے کنوؤں میں پانی جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی رائے کو پسند فرمایا اور اسی پر عمل کیا گیا۔ خدا کی شان کہ بارش بھی ہوگئی جس سے میدان کی گرد اور ریت جم گئی جس پر مسلمانوں کے لئے چلنا پھرنا آسان ہو گیا اور کفار کی زمین پر کیچڑ ہو گئی جس سے ان کو چلنے پھرنے میں دشواری ہوگئی اور مسلمانوں نے بارش کا پانی روک کر جا بجا حوض بنالئے تاکہ یہ پانی غسل اور وضو کے کام آئے۔ اسی احسان کو خداوند عالم نے قرآن میں اس طرح بیان فرمایا کہ

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، غزوة بدرالكبرىٰ، ص ٢٥٤ ملتقطاً

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ (2) (انفال)
اور خدا نے آسمان سے پانی برسا دیا تا کہ وہ تم لوگوں کو پاک کرے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شب بیداری

۱۷ رمضان ۲ھ جمعہ کی رات تھی تمام فوج تو آرام و چین کی نیند سو رہی تھی مگر ایک سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات تھی جو ساری رات خداوند عالم سے لو لگائے دعا میں مصروف تھی۔ صبح نمودار ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کے لئے بیدار فرمایا پھر نماز کے بعد قرآن کی آیات جہاد سنا کر ایسا لرزہ خیز اور ولولہ انگیز وعظ فرمایا کہ مجاہدین اسلام کی رگوں کے خون کا قطرہ قطرہ جوش و خروش کا سمندر بن کر طوفانی موجیں مارنے لگا اور لوگ میدان جنگ کے لئے تیار ہونے لگے۔

کون کب؟ اور کہاں مرے گا؟

رات ہی میں چند جاں نثاروں کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا معائنہ فرمایا، اس وقت دست مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ آپ اُسی چھڑی سے زمین پر لکیر بناتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ یہ فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ ہے اور کل یہاں فلاں کافر کی لاش پڑی ہوئی ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس جگہ جس کافر کی قتل گاہ بتائی تھی اس کافر کی لاش ٹھیک اسی جگہ پائی گئی ان میں سے کسی ایک نے لکیر سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کیا۔ (2)

(ابوداؤد ج ۲ ص ۶۴ ۳ مطبع نامی و مسلم ج ۲ ص ۱۰۲ غزوۂ بدر)

---

1 ......پ ۹، الانفال: ۱۱ والسيرة النبوية لابن هشام، غزوة بدر الكبرىٰ، ص ۲۵۶ وشرح الزرقاني على المواهب، غزوة بدر الكبرىٰ، ج ۲، ص ۲۷۱

2 ......صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة بدر، الحديث: ۱۷۷۸، ص ۹۸۱ وشرح الزرقاني على المواهب، باب غزوة بدر الكبرىٰ، ج ۲، ص ۲۶۹

اس حدیث سے صاف اور صریح طور پر یہ مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کون کب؟ اور کہاں مرے گا؟ ان دونوں غیب کی باتوں کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا۔

لڑائی ٹلتے ٹلتے پھر ٹھن گئی

کفار قریش لڑنے کے لئے بے تاب تھے مگر ان لوگوں میں کچھ سلجھے دل و دماغ کے لوگ بھی تھے جو خون ریزی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حکیم بن حزام جو بعد میں مسلمان ہو گئے بہت ہی سنجیدہ اور نرم خو تھے۔ انہوں نے اپنے لشکر کے سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ سے کہا کہ آخر اس خون ریزی سے کیا فائدہ؟ میں آپ کو ایک نہایت ہی مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ عمرو بن الحضرمی کا خون ہے اور وہ آپ کا حلیف ہے آپ اس کا خون بہا ادا کر دیجیے، اس طرح یہ لڑائی ٹل جائے گی اور آج کا دن آپ کی تاریخ زندگی میں آپ کی نیک نامی کی یادگار بن جائے گا کہ آپ کے تدبر سے ایک بہت ہی خوفناک اور خون ریز لڑائی ٹل گئی۔ عتبہ بذات خود بہت ہی مدبر اور نیک نفس آدمی تھا۔ اس نے بخوشی اس مخلصانہ مشورہ کو قبول کر لیا مگر اس معاملہ میں ابو جہل کی منظوری بھی ضروری تھی۔ چنانچہ حکیم بن حزام جب عتبہ بن ربیعہ کا یہ پیغام لے کر ابو جہل کے پاس گئے تو ابو جہل کی رگِ جہالت بھڑک اُٹھی اور اُس نے ایک خون کھولا دینے والا طعنہ مارا اور کہا کہ ہاں ہاں! میں خوب سمجھتا ہوں کہ عتبہ کی ہمت نے جواب دے دیا چونکہ اس کا بیٹا حذیفہ مسلمان ہو کر اسلامی لشکر کے ساتھ آیا ہے اس لئے وہ جنگ سے جی چراتا ہے تاکہ اس کے بیٹے پر آنچ نہ آئے۔

پھر ابو جہل نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ عمرو بن الحضر می مقتول کے بھائی عامر بن الحضر می کو بلا کر کہا کہ دیکھو تمہارے مقتول بھائی عمرو بن الحضر می کے خون کا بدلہ لینے کی ساری اسکیم تہس نہس ہوئی جا رہی ہے کیونکہ ہمارے لشکر کا سپہ سالار عتبہ بزدلی ظاہر کر رہا ہے۔ یہ سنتے ہی عامر بن الحضر می نے عرب کے دستور کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے سر پر دھول ڈالتے ہوئے ''واعمراہ واعمراہ'' کا نعرہ مارنا شروع کر دیا۔ اس کارروائی نے کفار قریش کی تمام فوج میں آگ لگا دی اور سارا لشکر ''خون کا بدلہ خون'' کے نعروں سے گونجنے لگا اور ہر سپاہی جوش میں آپے سے باہر ہو کر جنگ کے لئے بے تاب و بے قرار ہو گیا۔ عتبہ نے جب ابو جہل کا طعنہ سنا تو وہ بھی غصہ میں بھر گیا اور کہا کہ ابو جہل سے کہہ دو کہ میدان جنگ بتائے گا کہ بزدل کون ہے؟ یہ کہہ کر لوہے کی ٹوپی طلب کی مگر اس کا سر اتنا بڑا تھا کہ کوئی ٹوپی اس کے سر پر ٹھیک نہیں بیٹھی تو مجبوراً اس نے اپنے سر پر کپڑا لپیٹا اور ہتھیار پہن کر جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔[1]

مجاہدین کی صف آرائی

۱۷ رمضان ۲ھ جمعہ کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو صف بندی کا حکم دیا۔ دست مبارک میں ایک چھڑی تھی اس کے اشارہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفیں درست فرما رہے تھے کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ رہنے پائے اور یہ بھی حکم فرما دیا کہ بجز ذکر الٰہی کے کوئی شخص کسی قسم کا کوئی شور و غل نہ مچائے۔ عین ایسے وقت میں کہ جنگ کا نقارہ بجنے والا ہی ہے دو ایسے واقعات درپیش ہو گئے جو نہایت ہی عبرت خیز اور بہت زیادہ نصیحت آموز ہیں۔

1 ......السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، غزوۃ بدر الکبریٰ، ص ۲۵۷

شکم مبارک کا بوسہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چھڑی کے اشارہ سے صفیں سیدھی فرما رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ حضرت سواد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا۔ آپ نے اپنی چھڑی سے ان کے پیٹ پر ایک کونچا دے کر فرمایا کہ اِسْتَوِ یَا سَوَادُ (اے سواد سیدھے کھڑے ہو جاؤ) حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے میرے شکم پر چھڑی ماری ہے مجھے آپ سے اس کا قصاص (بدلہ) لینا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا پیراہن شریف اٹھا کر فرمایا کہ اے سواد! لو میرا شکم حاضر ہے تم اس پر چھڑی مار کر مجھ سے اپنا قصاص لے لو۔ حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوڑ کر آپ کے شکم مبارک کو چوم لیا اور پھر نہایت ہی والہانہ انداز میں انتہائی گرم جوشی کے ساتھ آپ کے جسم اقدس سے لپٹ گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس وقت جنگ کی صف میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر کھڑا ہوں شاید موت کا وقت آ گیا ہو، اس وقت میرے دل میں اس تمنا نے جوش مارا کہ کاش! مرتے وقت میرا بدن آپ کے جسم اطہر سے چھو جائے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جذبۂ محبت کی قدر فرماتے ہوئے ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار رسالت میں معذرت کرتے ہوئے اپنا قصاص معاف کر دیا اور تمام صحابۂ کرام حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عاشقانہ ادا کو حیرت سے دیکھتے ہوئے ان کا منہ تکتے رہ گئے۔[1] (سیرت ابن ہشام غزوہ بدر ج۲ ص ۶۲۶)

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، غزوة بدرالكبرىٰ، ص٢٥٨، ٢٥٩

عہد کی پابندی

اتفاق سے حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت حسیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ دونوں صحابی کہیں سے آ رہے تھے راستہ میں کفار نے ان دونوں کو روکا کہ تم دونوں بدر کے میدان میں حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مدد کرنے کے لئے جا رہے ہو۔ ان دونوں نے انکار کیا اور جنگ میں شریک نہ ہونے کا عہد کیا چنانچہ کفار نے ان دونوں کو چھوڑ دیا۔ جب یہ دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنا واقعہ بیان کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کو لڑائی کی صفوں سے الگ کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم ہر حال میں عہد کی پابندی کریں گے ہم کو صرف خدا کی مدد درکار ہے۔ (1)

(مسلم باب الوفا بالعهد ج۲ ص۱۰۶)

ناظرین کرام! غور کیجیے۔ دنیا جانتی ہے کہ جنگ کے موقع پر خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ دشمنوں کے عظیم الشان لشکر کا مقابلہ ہو ایک ایک سپاہی کتنا قیمتی ہوتا ہے مگر تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی کمزور فوج کو دو بہادر اور جانباز مجاہدوں سے محروم رکھنا پسند فرمایا مگر کوئی مسلمان کسی کافر سے بھی بدعہدی اور وعدہ خلافی کرے اس کو گوارا نہیں فرمایا۔

اللہ اکبر! اے اقوام عالم کے بادشاہو! للہ مجھے بتاؤ کہ کیا تمہاری تاریخ زندگی کے بڑے بڑے دفتروں میں کوئی ایسا چمکتا ہوا ورق بھی ہے؟ اے چاند و سورج کی دوربین نگاہو! تم خدا کے لئے بتاؤ! کیا تمہاری آنکھوں نے بھی کبھی صفحۂ ہستی پر پابندی عہد کی کوئی ایسی مثال دیکھی ہے؟ خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ تم اس کے جواب میں ''نہیں'' کے سوا کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔

---

1 ......صحيح مسلم ، كتاب الجهاد والسير ، باب الوفاء بالعهد،الحديث:١٧٨٧، ص٩٨٨

دونوں لشکر آمنے سامنے

اب وہ وقت ہے کہ میدان بدر میں حق و باطل کی دونوں صفیں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہیں۔ قرآن اعلان کر رہا ہے کہ

قَدْ کَانَ لَکُمْ اٰیَۃٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَۃٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاُخْرٰی کَافِرَۃٌ (1) (آل عمران)

جو لوگ باہم لڑے ان میں تمہارے لئے عبرت کا نشان ہے ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا منکر خدا تھا۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجاہدین اسلام کی صف بندی سے فارغ ہو کر مجاہدین کی قرارداد کے مطابق اپنے اس چھپر میں تشریف لے گئے جس کو صحابہ کرام نے آپ کی نشست کے لئے بنا رکھا تھا۔ اب اس چھپر کی حفاظت کا سوال بے حد اہم تھا کیونکہ کفار قریش کے حملوں کا اصل نشانہ حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کی ذات تھی کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اس چھپر کا پہرہ دے لیکن اس موقع پر بھی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یارِ غار حضرت صدیق باوقار رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی کی قسمت میں یہ سعادت لکھی تھی کہ وہ ننگی تلوار لے کر اس جھونپڑی کے پاس ڈٹے رہے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی چند انصاریوں کے ساتھ اس چھپر کے گرد پہرہ دیتے رہے۔ (زُرقانی ج۱ ص۴۱۸)

دعائے نبوی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس نازک گھڑی میں جناب باری سے لو لگائے گریہ و زاری کے ساتھ کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلائے یہ دعا مانگ رہے تھے کہ ''خداوندا! تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے آج اسے پورا فرما دے۔'' آپ پر اس قدر

(1)......پ۳، اٰل عمران: ۱۳

رقت اور محویت طاری تھی کہ جوشِ گریہ میں چادر مبارک دوش انور سے گر گر پڑتی تھی مگر آپ کو خبر نہیں ہوتی تھی، کبھی آپ سجدہ میں سر رکھ کر اس طرح دعا مانگتے کہ ''الٰہی! اگر یہ چند نفوس ہلاک ہو گئے تو پھر قیامت تک روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والے نہ رہیں گے۔''[1] (سیرت ابن ہشام ج۲ ص ۶۲۷)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ آپ کے یارِ غار تھے۔ آپ کو اس طرح بے قرار دیکھ کر ان کے دل کا سکون و قرار جاتا رہا اور ان پر رقت طاری ہو گئی اور انہوں نے چادر مبارک کو اٹھا کر آپ کے مقدس کندھے پر ڈال دی اور آپ کا دست مبارک تھام کر بھرائی ہوئی آواز میں بڑے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ حضور! اب بس کیجیے خدا ضرور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔

اپنے یارِ غار صدیق جاں نثار کی بات مان کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا ختم کر دی اور آپ کی زبان مبارک پر اس آیت کا ورد جاری ہو گیا کہ

سَیُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَیُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ۝[2] عنقریب (کفار کی) فوج کو شکست دے دی جائیگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے

آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے جس میں فتح مبین کی بشارت کی طرف اشارہ تھا۔

لڑائی کس طرح شروع ہوئی

جنگ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ سب سے پہلے عامر بن الحضرمی جو اپنے

---

1 ......السیرۃ النبویۃ،غزوۃ بدرالکبریٰ،ص۲۵۹ والمواھب اللدنیۃ و الزرقانی،غزوۃ بدرالکبریٰ، ج۲، ص۲۷۸،۲۷۹

2 ...... پ۲۷، القمر:۴۵

مقتول بھائی عمرو بن الحضرمی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بے قرار تھا جنگ کے لئے آگے بڑھا اس کے مقابلہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت مہجع رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں نکلے اور لڑتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوگئے۔ پھر حضرت حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حوض سے پانی پی رہے تھے کہ ناگہاں ان کو کفار کا ایک تیر لگا اور وہ شہید ہوگئے۔ (1) (سیرت ابن ہشام ج۲ص ۶۲۷)

حضرت عمیر کا شوقِ شہادت

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب جوش جہاد کا وعظ فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! اس جنت کی طرف بڑھے چلو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے تو حضرت عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بول اٹھے کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ''ہاں'' یہ سن کر حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''واہ وا'' آپ نے دریافت فرمایا کہ کیوں اے عمیر! تم نے ''واہ وا'' کس لئے کہا؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقط اس امید پر کہ میں بھی جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے عمیر! تو بے شک جنتی ہے۔ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے۔ یہ بشارت سنی تو مارے خوشی کے کھجوریں پھینک کر کھڑے ہوگئے اور ایک دم کفار کے لشکر پر تلوار لے کر ٹوٹ پڑے اور جانبازی کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ (2)

(مسلم کتاب الجہاد باب سقوط فرض الجہاد عن المعذورین ج۲ص ۱۳۹)

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، غزوة بدرالكبرىٰ، ص۲۵۹

2 ......صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد ،الحديث:۱۹۰۱، ص۱۰۵۳ تفصيلاً

کفار کا سپہ سالار مارا گیا

کفار کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ اپنے سینہ پر شتر مرغ کا پر لگائے ہوئے اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کو ساتھ لے کر غصہ میں بھرا ہوا اپنی صف سے نکل کر مقابلہ کی دعوت دینے لگا۔ اسلامی صفوں میں سے حضرت عوف و حضرت معاذ و عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہم مقابلہ کو نکلے۔ عتبہ نے ان لوگوں کا نام و نسب پوچھا، جب معلوم ہوا کہ یہ لوگ انصاری ہیں تو عتبہ نے کہا کہ ہم کو تم لوگوں سے کوئی غرض نہیں۔ پھر عتبہ نے چلا کر کہا اے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں اشراف قریش کو ہم سے لڑنے کے لئے میدان میں بھیجئے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت حمزہ و حضرت علی و حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حکم دیا کہ آپ لوگ ان تینوں کے مقابلہ کے لئے نکلیں۔ چنانچہ یہ تینوں بہادران اسلام میدان میں نکلے۔ چونکہ یہ تینوں حضرات سر پر خود پہنے ہوئے تھے جس سے ان کے چہرے چھپ گئے تھے اس لئے عتبہ نے ان حضرات کو نہیں پہچانا اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ جب ان تینوں نے اپنے اپنے نام و نسب بتائے تو عتبہ نے کہا کہ ''ہاں اب ہمارا جوڑ ہے'' جب ان لوگوں میں جنگ شروع ہوئی تو حضرت حمزہ و حضرت علی و حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اپنی ایمانی شجاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ بدر کی زمین دہل گئی اور کفار کے دل تھرا گئے اور ان کی جنگ کا انجام یہ ہوا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عتبہ کا مقابلہ کیا، دونوں انتہائی بہادری کے ساتھ لڑتے رہے مگر آخر کار حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی تلوار کے وار سے مار مار کر عتبہ کو زمین پر ڈھیر کر دیا۔ ولید نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جنگ کی، دونوں نے ایک دوسرے پر بڑھ بڑھ کر قاتلانہ حملہ کیا اور خوب لڑے لیکن

اسد اللہ الغالب کی ذوالفقار نے ولید کو مار گرایا اور وہ ذلت کے ساتھ قتل ہو گیا۔ مگر عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس طرح زخمی کر دیا کہ وہ زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ جھپٹے اور آگے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے، ان کی پنڈلی ٹوٹ کر چور چور ہو گئی تھی اور نلی کا گودا بہہ رہا تھا، اس حالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا میں شہادت سے محروم رہا؟ ارشاد فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ تم شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر آج میرے اور آپ کے چچا ابو طالب زندہ ہوتے تو وہ مان لیتے کہ ان کے اس شعر کا مصداق میں ہوں کہ ؎

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

یعنی ہم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کریں گے جب ہم ان کے گرد لڑ لڑ کر پچھاڑ دیئے جائیں گے اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں گے۔[1] (ابوداؤد ج۲ ص۱۶۱ مطبع نامی و زُرقانی علی المواہب ج۱ ص۴۱۸)

حضرت زبیر کی تاریخی برچھی

اس کے بعد سعید بن العاص کا بیٹا "عبیدہ" سر سے پاؤں تک لوہے کے لباس اور ہتھیاروں سے چھپا ہوا صف سے باہر نکلا اور یہ کہہ کر اسلامی لشکر کو للکارنے لگا کہ "میں ابو کرش ہوں" اس کی یہ مغرورانہ للکار سن کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ جوش میں بھرے ہوئے اپنی برچھی لے

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، غزوة بدر الكبرىٰ، ج۲، ص۲۷۳، ۲۷۶

کر مقابلہ کے لئے نکلے مگر یہ دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے سوا اس کے بدن کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں ہے جو لوہے سے چھپا ہوا نہ ہو۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تاک کر اس کی آنکھ میں اس زور سے برچھی ماری کہ وہ زمین پر گرا اور مر گیا۔ برچھی اس کی آنکھ کو چھیدتی ہوئی کھوپڑی کی ہڈی میں چبھ گئی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر پوری طاقت سے کھینچا تو بڑی مشکل سے برچھی نکلی لیکن اس کا سر مڑ کر خم ہو گیا۔ یہ برچھی ایک تاریخی یادگار بن کر برسوں تبرک بنی رہی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ برچھی طلب فرمالی اور اس کو ہمیشہ اپنے پاس رکھا پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ پھر حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس آئی یہاں تک کہ ۷۳ھ میں جب بنواُمیہ کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے ان کو شہید کر دیا تو یہ برچھی بنواُمیہ کے قبضہ میں چلی گئی پھر اس کے بعد لاپتہ ہوگئی۔[1] (بخاری غزوۂ بدر ج۲ ص۵۷۰)

ابوجہل ذلت کے ساتھ مارا گیا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ میں صف میں کھڑا تھا اور میرے دائیں بائیں دو نوعمر لڑکے کھڑے تھے۔ ایک نے چپکے سے پوچھا کہ چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے اس سے کہا کہ کیوں بھتیجے! تم کو ابوجہل سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ چچا جان! میں نے خدا سے یہ عہد کیا ہے کہ میں ابوجہل کو جہاں دیکھ لوں گا یا تو اس کو قتل کر دوں گا یا خود لڑتا ہوا مارا جاؤں گا کیونکہ وہ اللہ کے

[1]......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۱۲، الحدیث:۳۹۹۸، ج۳، ص۱۸

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت ہی بڑا دشمن ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حیرت سے اس نوجوان کا منہ تاک رہا تھا کہ دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے یہی کہا اتنے میں ابوجہل تلوار گھماتا ہوا سامنے آ گیا اور میں نے اشارہ سے بتا دیا کہ ابوجہل یہی ہے، بس پھر کیا تھا یہ دونوں لڑکے تلواریں لے کر اس پر اس طرح جھپٹے جس طرح باز اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ دونوں نے اپنی تلواروں سے مار مار کر ابوجہل کو زمین پر ڈھیر کر دیا۔ یہ دونوں لڑکے حضرت معوذ اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو ''عفراء'' کے بیٹے تھے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے اپنے باپ کے قاتل حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا اور پیچھے سے ان کے بائیں شانہ پر تلوار ماری جس سے ان کا بازو کٹ گیا لیکن تھوڑا سا چمڑا باقی رہ گیا اور ہاتھ لٹکنے لگا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عکرمہ کا پیچھا کیا اور دور تک دوڑایا مگر عکرمہ بھاگ کر بچ نکلا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالت میں بھی لڑتے رہے لیکن کٹے ہوئے ہاتھ کے لٹکنے سے زحمت ہو رہی تھی تو انہوں نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کو پاؤں سے دبا کر اس زور سے کھینچا کہ تسمہ الگ ہو گیا اور پھر وہ آزاد ہو کر ایک ہاتھ سے لڑتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوجہل کے پاس سے گزرے، اس وقت ابوجہل میں کچھ کچھ زندگی کی رمق باقی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی گردن کو اپنے پاؤں سے روند کر فرمایا کہ ''تو ہی ابوجہل ہے! بتا آج تجھے اللہ نے کیسا رسوا کیا۔'' ابوجہل نے اس حالت میں بھی گھمنڈ کے ساتھ یہ کہا کہ تمہارے لئے یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے میرا قتل ہو جانا اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ ہاں! مجھے اس کا افسوس ہے کہ کاش! مجھے کسانوں کے سوا کوئی دوسرا شخص قتل کرتا۔ حضرت معوذ اور

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما چونکہ یہ دونوں انصاری تھے اور انصار کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور قبیلۂ قریش کے لوگ کسانوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے اس لئے ابوجہل نے کسانوں کے ہاتھ سے قتل ہونے کو اپنے لئے قابل افسوس بتایا۔

جنگ ختم ہو جانے کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر جب ابوجہل کی لاش کے پاس سے گزرے تو لاش کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ابوجہل اس زمانے کا ''فرعون'' ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کا سر کاٹ کر تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر ڈال دیا۔[1] (بخاری غزوہ بدر و دلائل النبوۃ ج۲ ص۱۷۳)

ابوالبختری کا قتل

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی یہ فرما دیا تھا کہ کچھ لوگ کفار کے لشکر میں ایسے بھی ہیں جن کو کفار مکہ دباؤ ڈال کر لائے ہیں ایسے لوگوں کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔ ان لوگوں کے نام بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتا دیئے تھے۔ انہی لوگوں میں سے ابوالبختری بھی تھا جو اپنی خوشی سے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ کفار قریش اس پر دباؤ ڈال کر زبردستی کر کے لائے تھے۔ عین جنگ کی حالت میں حضرت مجذر بن ذیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر ابوالبختری پر پڑی جو اپنے ایک گہرے دوست جنادہ بن ملیحہ کے ساتھ گھوڑے پر سوار تھا۔ حضرت مجذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوالبختری! چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو تیرے قتل سے

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۱۰، الحدیث: ۳۹۸۸، ج۳، ص۱۴ و کتاب فرض الخمس، باب من لم یخمس الاسلاب...الخ، الحدیث: ۳۱۴۱، ج۲، ص۳۵۶

منع فرمایا ہے اس لئے میں تجھ کو چھوڑ دیتا ہوں۔ ابوالبختری نے کہا کہ میرے ساتھی جنادہ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ تو حضرت مجذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس کو ہم زندہ نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ سن کر ابوالبختری طیش میں آ گیا اور کہا کہ میں عرب کی عورتوں کا یہ طعنہ سننا پسند نہیں کر سکتا کہ ابوالبختری نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے ساتھی کو تنہا چھوڑ دیا۔ یہ کہہ کر ابوالبختری نے رجز کا یہ شعر پڑھا کہ ؎

لَنْ يُّسْلِمَ ابْنُ حُرَّةٍ زَمِيْلَهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ اَوْ يَرٰى سَبِيْلَهٗ

ایک شریف زادہ اپنے ساتھی کو کبھی ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ مر نہ جائے یا اپنا راستہ نہ دیکھ لے۔[1]

اُمیّہ کی ہلاکت

اُمیہ بن خلف بہت ہی بڑا دشمن رسول تھا۔ جنگ بدر میں جب کفر و اسلام کے دونوں لشکر گتھم گتھا ہو گئے تو اُمیہ اپنے پرانے تعلقات کی بنا پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے چمٹ گیا کہ میری جان بچائیے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو رحم آ گیا اور آپ نے چاہا کہ اُمیہ بچ کر نکل بھاگے مگر حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُمیہ کو دیکھ لیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ جب اُمیہ کے غلام تھے تو اُمیہ نے ان کو بہت زیادہ ستایا تھا اس لئے جوشِ انتقام میں حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انصار کو پکارا، انصاری لوگ دفعۃً ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُمیہ سے کہا کہ تم زمین پر لیٹ جاؤ وہ لیٹ گیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کو بچانے کے لئے اس کے اوپر لیٹ کر اس کو چھپانے لگے لیکن

[1]......السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، غزوۃ بدرالکبریٰ، ص ٢٦٠

حضرت بلال اور انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کی ٹانگوں کے اندر ہاتھ ڈال کر اور بغل سے تلوار گھونپ گھونپ کر اس کو قتل کر دیا۔[1] (بخاری ج۱ ص۳۰۸ باب اذا وکل المسلم حربیًا)

فرشتوں کی فوج

جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا لشکر اتار دیا تھا۔ پہلے ایک ہزار فرشتے آئے پھر تین ہزار ہو گئے اس کے بعد پانچ ہزار ہو گئے۔[2] (قرآن سورہ آل عمران وانفال)

جب خوب گھمسان کا رن پڑا تو فرشتے کسی کو نظر نہیں آتے تھے مگر ان کی حرب وضرب کے اثرات صاف نظر آتے تھے۔ بعض کافروں کی ناک اور منہ پر کوڑوں کی مار کا نشان پایا جاتا تھا، کہیں بغیر تلوار مارے سر کٹ کر گرتا نظر آتا تھا، یہ آسمان سے آنے والے فرشتوں کی فوج کے کارنامے تھے۔

کفار نے ہتھیار ڈال دیئے

عتبہ، شیبہ، ابوجہل وغیرہ کفار قریش کے سرداروں کی ہلاکت سے کفار مکہ کی کمر ٹوٹ گئی اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ہتھیار ڈال کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں نے ان لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

اس جنگ میں کفار کے ستر آدمی قتل اور ستر آدمی گرفتار ہوئے۔ باقی اپنا سامان چھوڑ کر فرار ہو گئے اس جنگ میں کفارِ مکہ کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ ان کی عسکری طاقت ہی فنا ہو گئی۔ کفار قریش کے بڑے بڑے نامور سردار جو بہادری اور فن سپہ گری

---

1 ......صحيح البخاري، كتاب الوكالة، باب اذا وكل المسلم حربياً...الخ، الحديث: ٢٣٠١، ج٢، ص٧٨

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، غزوة بدرالكبرىٰ، ج٢، ص٢٨٦

میں یکتائے روزگار تھے ایک ایک کر کے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ان ناموروں میں عتبہ، شیبہ، ابو جہل، ابوالبختری، زمعہ، عاص بن ہشام، اُمیہ بن خلف، منبہ بن الحجاج، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن الحارث وغیرہ قریش کے سرتاج تھے یہ سب مارے گئے۔ (1)

شہدائے بدر

جنگِ بدر میں کل چودہ مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے جن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ شہداء مہاجرین کے نام یہ ہیں: ﴿۱﴾ حضرت عبیدہ بن الحارث ﴿۲﴾ حضرت عمیر بن ابی وقاص ﴿۳﴾ حضرت ذوالشمالین عمیر بن عبد عمرو ﴿۴﴾ حضرت عاقل بن ابی بکیر ﴿۵﴾ حضرت مہجع ﴿۶﴾ حضرت صفوان بن بیضاء اور انصار کے ناموں کی فہرست یہ ہے: ﴿۷﴾ حضرت سعد بن خیثمہ ﴿۸﴾ حضرت مبشر بن عبدالمنذر ﴿۹﴾ حضرت حارثہ بن سراقہ ﴿۱۰﴾ حضرت معوذ بن عفراء ﴿۱۱﴾ حضرت عمیر بن حمام ﴿۱۲﴾ حضرت رافع بن معلیٰ ﴿۱۳﴾ حضرت عوف بن عفراء ﴿۱۴﴾ حضرت یزید بن حارث۔ (2) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

(زُرقانی ج۱ ص۴۴۴ و ص۴۴۵)

ان شہداء بدر میں سے تیرہ حضرات تو میدان بدر ہی میں مدفون ہوئے مگر حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چونکہ بدر سے واپسی پر منزل ''صفراء'' میں وفات پائی اس لئے ان کی قبر شریف منزل ''صفراء'' میں ہے۔ (3)

(زُرقانی ج۱ ص۴۴۵)

---

1 ......المواهب اللدنیةمع شرح الزرقانی، غزوة بدرالکبریٰ، ج۲،ص۳۲۸ ملخصاًوالسیرة النبویة لابن هشام، غزوة بدرالکبریٰ،ص۲۶۷

2 ......المواهب اللدنیة و الزرقانی ، غزوة بدرالکبریٰ، ج۲،ص۳۲۵،۳۲۶،۳۲۷ ملتقطاً

3 ......شرح الزرقانی علی المواهب، غزوة بدرالکبریٰ، ج۲،ص۳۲۵

بدر کا گڑھا

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمیشہ یہ طرز عمل رہا کہ جہاں کبھی کوئی لاش نظر آتی تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو دفن کروا دیتے تھے لیکن جنگِ بدر میں قتل ہونے والے کفار چونکہ تعداد میں بہت زیادہ تھے، سب کو الگ الگ دفن کرنا ایک دشوار کام تھا اس لئے تمام لاشوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے ایک گڑھے میں ڈال دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تمام لاشوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر گڑھے میں ڈال دیا۔ اُمیہ بن خلف کی لاش پھول گئی تھی، صحابۂ کرام نے اس کو گھسیٹنا چاہا تو اس کے اعضاء الگ الگ ہونے لگے اس لئے اس کی لاش وہیں مٹی میں دبا دی گئی۔ (1)

(بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل ج۲ ص۵۶۶)

کفار کی لاشوں سے خطاب

جب کفار کی لاشیں بدر کے گڑھے میں ڈال دی گئیں تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر مقتولین کا نام لے کر اس طرح پکارا کہ اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اے فلاں! اے فلاں! کیا تم لوگوں نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا؟ ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو بالکل ٹھیک ٹھیک سچ پایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار کی لاشوں سے خطاب فرما رہے ہیں تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا آپ ان بے روح کے جسموں سے کلام فرما رہے ہیں؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! قسم خدا کی جس کے قبضۂ قدرت

---

(1)......المواهب اللدنية و الزرقاني ، غزوة بدرالكبرىٰ، ج۲، ص۳۰۳

میں میری جان ہے کہ تم (زندہ لوگ) میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سن سکتے لیکن اتنی بات ہے کہ یہ مردے جواب نہیں دے سکتے۔ (1)

(بخاری ج۱ ص۱۸۳، باب ماجاء فی عذاب القبر و بخاری ج۲ ص۵۶۶)

ضروری تنبیہ

بخاری وغیرہ کی اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ جب کفار کے مردے زندوں کی بات سنتے ہیں تو پھر مومنین خصوصاً اولیاء، شہداء، انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد یقیناً ہم زندوں کا سلام و کلام اور ہماری فریادیں سنتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب کفار کی مردہ لاشوں کو پکارا تو پھر خدا کے برگزیدہ بندوں یعنی ولیوں، شہیدوں اور نبیوں کو ان کی وفات کے بعد پکارنا بھلا کیوں نہ جائز و درست ہوگا؟ اسی لئے تو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے تو قبروں کی طرف اپنا رخِ انور کر کے یوں فرماتے کہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَ ثَرِ (2)

(مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور ص۱۵۴)

یعنی ''اے قبر والو! تم پر سلام ہو خدا ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم لوگ ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔'' اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بھی یہی حکم دیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کی تعلیم دیتے تھے کہ جب تم لوگ قبروں کی زیارت کے لئے جاؤ تو

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جھل، الحدیث:۳۹۷۶، ج۳، ص۱۱
والمواھب اللدنیة و الزرقانی، باب غزوة بدرالکبریٰ، ج۲، ص۳۰۵-۳۰۷

2 ......مشکاة المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، الفصل الثانی، الحدیث:۱۷۶۵، ج۱، ص۳۳٤

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ اَھۡلَ الدِّیَارِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُسۡلِمِیۡنَ وَاِنَّا اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمۡ لَلَاحِقُوۡنَ نَسۡأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الۡعَافِیَۃَ (1) (مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور ص۱۵۴)

ان حدیثوں سے ظاہر ہے کہ مردے زندوں کا سلام و کلام سنتے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ جو لوگ سنتے ہی نہیں ان کو سلام کرنے سے کیا حاصل؟

مدینہ کو واپسی

فتح کے بعد تین دن تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''بدر'' میں قیام فرمایا پھر تمام اموال غنیمت اور کفار قیدیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ جب ''وادی صفرا'' میں پہنچے تو اموالِ غنیمت کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرمایا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں جنگِ بدر کے موقع پر بیمار تھیں اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صاحبزادی کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دے دیا تھا اس لئے وہ جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں سے ان کو مجاہدین بدر کے برابر ہی حصہ دیا اور ان کے برابر ہی اجر و ثواب کی بشارت بھی دی اسی لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اصحاب بدر کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔(2)

مجاہدین بدر کا استقبال

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ

---

1 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، الفصل الاول، الحدیث:۱۷۶٤، ج۱، ص۳۳۳

2 ......السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، من حضر بدراً...الخ، ص۲۸۲

عنہ کو فتح مبین کی خوشخبری سنانے کے لئے مدینہ بھیج دیا تھا۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خوشخبری لے کر جب مدینہ پہنچے تو تمام اہل مدینہ جوش مسرت کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد کے انتظار میں بے قرار رہنے لگے اور جب تشریف آوری کی خبر پہنچی تو اہل مدینہ نے آگے بڑھ کر مقام ''روحاء'' میں آپ کا پرجوش استقبال کیا۔(1)

(ابن ہشام ج۲ص۶۴۳)

قیدیوں کے ساتھ سلوک

کفار مکہ جب اسیران جنگ بن کر مدینہ میں آئے تو ان کو دیکھنے کے لئے بہت بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا اور لوگ ان کو دیکھ کر کچھ نہ کچھ بولتے رہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان قیدیوں کو دیکھنے کے لئے تشریف لائیں اور یہ دیکھا کہ ان قیدیوں میں ان کے ایک قریبی رشتہ دار ''سہیل'' بھی ہیں تو وہ بے ساختہ بول اٹھیں کہ ''اے سہیل! تم نے بھی عورتوں کی طرح بیڑیاں پہن لیں تم سے یہ نہ ہو سکا کہ بہادر مردوں کی طرح لڑتے ہوئے قتل ہو جاتے۔''(2)

(سیرت ابن ہشام ج۲ص۶۴۵)

ان قیدیوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ میں تقسیم فرما دیا اور یہ حکم دیا کہ ان قیدیوں کو آرام کے ساتھ رکھا جائے۔ چنانچہ دو دو، چار چار قیدی صحابہ کے گھروں میں رہنے لگے اور صحابہ نے ان لوگوں کے ساتھ یہ حسن سلوک کیا کہ ان لوگوں کو گوشت روٹی وغیرہ حسب مقدور بہترین کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر رہ جاتے تھے۔(3) (ابن ہشام ج۲ص۶۴۶)

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، غزوة بدرالكبرىٰ، ص ٢٦٥، ٢٦٦ ملتقطاً

2 ......السيرة النبوية لابن هشام، غزوة بدرالكبرىٰ، ص ٢٦٧

3 ......السيرة النبوية لابن هشام، غزوة بدرالكبرىٰ، ص ٢٦٧ ملتقطاً و ملخصاً

قیدیوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے بدن پر کرتا نہیں تھا لیکن وہ اتنے لمبے قد کے آدمی تھے کہ کسی کا کرتا ان کے بدن پر ٹھیک نہیں اترتا تھا عبداللہ بن اُبی (منافقین کا سردار) چونکہ قد میں ان کے برابر تھا اس لئے اس نے اپنا کرتا ان کو پہنا دیا۔ بخاری میں یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی کے کفن کے لئے جو اپنا پیراہن شریف عطا فرمایا تھا وہ اسی احسان کا بدلہ تھا۔ (1)

(بخاری باب الکسوۃ للاساری ج۱ ص۴۲۲)

اسیرانِ جنگ کا انجام

ان قیدیوں کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رائے دی کہ اِن سب دشمنانِ اسلام کو قتل کر دینا چاہیے اور ہم میں سے ہر شخص اپنے اپنے قریبی رشتہ دار کو اپنی تلوار سے قتل کرے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ آخر یہ سب لوگ اپنے عزیز و اقارب ہی ہیں لہٰذا انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ ان لوگوں سے بطور فدیہ کچھ رقم لے کر ان سب کو رہا کر دیا جائے۔ اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت بہت کمزور ہے فدیہ کی رقم سے مسلمانوں کی مالی امداد کا سامان بھی ہو جائے گا اور شاید آئندہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اسلام کی توفیق نصیب فرمائے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنجیدہ رائے کو پسند فرمایا اور ان قیدیوں سے چار چار ہزار درہم فدیہ لے کر ان لوگوں کو چھوڑ دیا۔ جو لوگ مفلسی کی وجہ سے فدیہ نہیں دے سکتے تھے وہ یوں ہی بلا فدیہ چھوڑ دیئے گئے۔

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الجھاد و السیر، باب الکسوۃ للاساری، الحدیث: ۳۰۰۸، ج۲، ص ۳۱۳

ان قیدیوں میں جو لوگ لکھنا جانتے تھے ان میں سے ہر ایک کا فدیہ یہ تھا کہ وہ انصار کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھا دیں۔ [1] (ابن ہشام ج۲ ص ۶۴۶)

حضرت عباس کا فدیہ

انصار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ درخواست عرض کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عباس ہمارے بھانجے ہیں لہٰذا ہم ان کا فدیہ معاف کرتے ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ درخواست منظور نہیں فرمائی۔ حضرت عباس قریش کے ان دس دولت مند رئیسوں میں سے تھے جنہوں نے لشکر کفار کے راشن کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی، اس غرض کے لئے حضرت عباس کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔ چونکہ فوج کو کھانا کھلانے میں ابھی حضرت عباس کی باری نہیں آئی تھی اس لئے وہ سونا ابھی تک ان کے پاس محفوظ تھا۔ اس سونے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں شامل فرما لیا اور حضرت عباس سے مطالبہ فرمایا کہ وہ اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن جحدم چار شخصوں کا فدیہ ادا کریں۔ حضرت عباس نے کہا کہ میرے پاس کوئی مال ہی نہیں ہے، میں کہاں سے فدیہ ادا کروں؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چچا جان! آپ کا وہ مال کہاں ہے؟ جو آپ نے جنگِ بدر کے لئے روانہ ہوتے وقت اپنی بیوی ''ام الفضل'' کو دیا تھا اور یہ کہا تھا اگر میں اس لڑائی میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا اتنا مال میرے لڑکوں کو دے دینا۔ یہ سن کر حضرت عباس نے کہا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا

---

1 ......المواهب اللدنية و الزرقاني ، غزوة بدرالكبرىٰ، ج۲،ص ۳۲۰، ۳۲۲
وشرح الزرقاني على المواهب، غزوة بدرالكبرىٰ ، ج۲،ص ۳۲۴

ہے کہ یقیناً آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں کیونکہ اس مال کا علم میرے اور میری بیوی ام الفضل کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عباس نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی پھر اس کے بعد حضرت عباس اور حضرت عقیل اور حضرت نوفل تینوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔[1] (رضی اللہ تعالٰی عنہم)

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۷ و زُرقانی ج ۱ ص ۴۴۷)

حضرت زینب کا ہار

جنگِ بدر کے قیدیوں میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بن الربیع بھی تھے۔ یہ ہالہ بنت خویلد کے لڑکے تھے اور ہالہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حقیقی بہن تھیں اس لئے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشورہ لے کر اپنی لڑکی حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ابوالعاص بن الربیع سے نکاح کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا نے تو اسلام قبول کر لیا مگر ان کے شوہر ابوالعاص مسلمان نہیں ہوئے اور نہ حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کو اپنے سے جدا کیا۔ ابوالعاص بن الربیع نے حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس قاصد بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کو ان کی والدہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جہیز میں ایک قیمتی ہار بھی دیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فدیہ کی رقم کے ساتھ وہ ہار بھی اپنے گلے سے اتار کر مدینہ بھیج دیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نظر اس ہار پر پڑی تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور ان کی محبت کی یاد نے قلب

---

1 ...... مدارج النبوت، باب چھارم، قسم دوم، ج ۲، ص ۹۷ و شرح الزرقانی علی المواھب، غزوۃ بدرالکبریٰ، ج ۲، ص ۳۲۰، ۳۲۳

مبارک پر ایسا رقت انگیز اثر ڈالا کہ آپ رو پڑے اور صحابہ سے فرمایا کہ ''اگر تم لوگوں کی مرضی ہو تو بیٹی کو اس کی ماں کی یادگار واپس کر دو'' یہ سن کر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سر تسلیم خم کر دیا اور یہ ہار حضرت بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس مکہ بھیج دیا گیا۔[1]

(تاریخ طبری ص ۱۳۴۸)

ابو العاص رہا ہو کر مدینہ سے مکہ آئے اور حضرت بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ بھیج دیا۔ ابو العاص بہت بڑے تاجر تھے یہ مکہ سے اپنا سامان تجارت لے کر شام گئے اور وہاں سے خوب نفع کما کر مکہ آ رہے تھے کہ مسلمان مجاہدین نے ان کے قافلہ پر حملہ کر کے ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور یہ مالِ غنیمت تمام سپاہیوں پر تقسیم بھی ہو گیا۔ ابو العاص چھپ کر مدینہ پہنچے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو پناہ دے کر اپنے گھر میں اتارا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ اگر تم لوگوں کی خوشی ہو تو ابو العاص کا مال و سامان واپس کر دو۔ فرمانِ رسالت کا اشارہ پاتے ہی تمام مجاہدین نے سارا مال و سامان ابو العاص کے سامنے رکھ دیا۔ ابو العاص اپنا سارا مال و اسباب لے کر مکہ آئے اور اپنے تمام تجارت کے شریکوں کو پائی پائی کا حساب سمجھا کر اور سب کو اس کے حصہ کی رقم ادا کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور اہل مکہ سے کہہ دیا کہ میں یہاں آ کر اور سب کا پورا پورا حساب ادا کر کے مدینہ جاتا ہوں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ابو العاص ہمارا روپیہ لے کر تقاضا کے ڈر سے مسلمان ہو کر مدینہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ آ کر حضرت بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رہنے لگے۔[2] (تاریخ طبری)

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، ذكر رؤيا عاتكة...الخ، ص ٢٧٠

2 ......السيرة النبوية لابن هشام، اسلام ابی العاص بن الربيع، ص ٢٧٢

مقتولین بدر کا ماتم

بدر میں کفارِ قریش کی شکست فاش کی خبر جب مکہ میں پہنچی تو ایسا کہرام مچ گیا کہ گھر گھر ماتم کدہ بن گیا مگر اس خیال سے کہ مسلمان ہم پر ہنسیں گے ابوسفیان نے تمام شہر میں اعلان کرا دیا کہ خبردار کوئی شخص رونے نہ پائے۔ اس لڑائی میں اسود بن المطلب کے دولڑکے ''عقیل'' اور ''زمعہ'' اور ایک پوتا ''حارث بن زمعہ'' قتل ہوئے تھے۔ اس صدمۂ جان کاہ سے اسود کا دل پھٹ گیا تھا وہ چاہتا تھا کہ اپنے ان مقتولوں پر خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے تاکہ دل کی بھڑاس نکل جائے لیکن قومی غیرت کے خیال سے رو نہیں سکتا تھا مگر دل ہی دل میں گھٹتا اور کڑھتا رہتا تھا اور آنسو بہاتے بہاتے اندھا ہو گیا تھا، ایک دن شہر میں کسی عورت کے رونے کی آواز آئی تو اس نے اپنے غلام کو بھیجا کہ دیکھو کون رو رہا ہے؟ کیا بدر کے مقتولوں پر رونے کی اجازت ہو گئی ہے؟ میرے سینے میں رنج و غم کی آگ سلگ رہی ہے، میں بھی رونے کے لیے بے قرار ہوں۔ غلام نے بتایا کہ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے وہ اسی غم میں رو رہی ہے۔ اسود شاعر تھا، یہ سن کر بے اختیار اس کی زبان سے یہ دردناک اشعار نکل پڑے جس کے لفظ لفظ سے خون ٹپک رہا ہے ؎

اَتَبْكِيْ اَنْ يَّضِلَّ لَهَا بَعِيْرٌ وَيَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُوْدُ

کیا وہ عورت ایک اونٹ کے گم ہو جانے پر رو رہی ہے؟ اور بے خوابی نے اس کی نیند کو روک دیا ہے۔

فَلَا تَبْكِيْ عَلٰى بَكْرٍ وَّلٰكِنْ عَلٰى بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُوْدُ

تو وہ ایک اونٹ پر نہ روئے لیکن ''بدر'' پر روئے جہاں قسمتوں نے کوتاہی کی ہے۔

وَبَکِّیُ اِنُ بَکَیُتِ عَلٰی عَقِیُلٍ وَبَــکِّیُ حَارِثًا اَسَدَ الُاُسُوُدِ

اگر تجھ کورونا ہے تو ''عقیل'' پر رویا کر اور ''حارث'' پر رویا کر جو شیروں کا شیر تھا۔

وَبَــکِّیُهِــمُ وَلَاتَسَــمِیُ جَمِیُعًا وَمَا لِاَبِیُ حَکِیُمَۃَ مِنُ نَدِیُد

اوران سب پر رویا کر مگر ان سبھوں کا نام مت لے اور ''ابو حکیمہ'' ''زمعہ'' کا تو کوئی ہمسر ہی نہیں ہے۔[1] (ابن ہشام ج۲ص ۶۵۷)

عمیر اور صفوان کی خوفناک سازش

ایک دن عمیر اور صفوان دونوں حطیم کعبہ میں بیٹھے ہوئے مقتولین بدر پر آنسو بہا رہے تھے۔ ایک دم صفوان بول اُٹھا کہ اے عمیر! میرا باپ اور دوسرے روسائے مکہ جس طرح بدر میں قتل ہوئے ان کو یاد کر کے سینے میں دل پاش پاش ہو رہا ہے اور اب زندگی میں کوئی مزہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ عمیر نے کہا کہ اے صفوان! تم سچ کہتے ہو میرے سینے میں بھی انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے، میرے اعزہ واقرباء بھی بدر میں بے دردی کے ساتھ قتل کئے گئے ہیں اور میرا بیٹا مسلمانوں کی قید میں ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں قرضدار نہ ہوتا اور بال بچوں کی فکر سے دو چار نہ ہوتا تو ابھی ابھی میں تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ جاتا اور دم زدن میں دھوکہ سے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو قتل کر کے فرار ہو جاتا۔ یہ سن کر صفوان نے کہا کہ اے عمیر! تم اپنے قرض اور بچوں کی ذرا بھی فکر نہ کرو۔ میں خدا کے گھر میں عہد کرتا ہوں کہ تمہارا سارا قرض ادا کردوں گا اور میں تمہارے بچوں کی پرورش کا بھی ذمہ دار ہوں۔ اس معاہدہ کے بعد عمیر سیدھا گھر آیا اور زہر میں بجھائی ہوئی تلوار لے کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ جب مدینہ میں مسجد نبوی

---

1 ......السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، غزوۃ بدرالکبریٰ، ص۲۶۸

کے قریب پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس کا گلہ دبائے اور گردن پکڑے ہوئے دربار رسالت میں لے گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیوں عمیر! کس ارادہ سے آئے ہو؟ جواب دیا کہ اپنے بیٹے کو چھڑانے کے لیے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے اور صفوان نے حطیم کعبہ میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی ہے؟ عمیر یہ راز کی بات سن کر سناٹے میں آ گیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں کیونکہ خدا کی قسم! میرے اور صفوان کے سوا اس راز کی کسی کو بھی خبر نہ تھی۔ ادھر مکہ میں صفوان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کی خبر سننے کے لیے انتہائی بے قرار تھا اور دن گن گن کر عمیر کے آنے کا انتظار کر رہا تھا مگر جب اس نے ناگہاں یہ سنا کہ عمیر مسلمان ہو گیا تو فرطِ حیرت سے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور وہ بوکھلا گیا۔

حضرت عمیر مسلمان ہو کر مکہ آئے اور جس طرح وہ پہلے مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے اب وہ کافروں کی جان کے دشمن بن گئے اور انتہائی بے خوفی اور بہادری کے ساتھ مکہ میں اسلام کی تبلیغ کرنے لگے یہاں تک کہ ان کی دعوت اسلام سے بڑے بڑے کافروں کے اندھیرے دلوں میں نورِ ایمان کی روشنی سے اُجالا ہو گیا اور یہی عمیر اب صحابی رسول حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہلانے لگے۔[1] (تاریخ طبری ص ۱۳۵۴)

مجاہدین بدر کے فضائل

جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنگِ بدر کے جہاد میں شریک ہو گئے وہ تمام صحابہ میں ایک خصوصی شرف کے ساتھ ممتاز ہیں اور ان خوش نصیبوں کے فضائل میں

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، غزوة بدرالكبرىٰ، ص ٢٧٤، ٢٧٥

ایک بہت ہی عظیم الشان فضیلت یہ ہے کہ ان سعادت مندوں کے بارے میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ

''بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر سے واقف ہے اور اس نے یہ فرما دیا ہے کہ تم اب جو عمل چاہو کرو بلاشبہ تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے یا (یہ فرمایا) کہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔''[1] (بخاری باب فضل من شہد بدرًا ج۲ ص ۵۶۷)

ابولہب کی عبرتناک موت

ابولہب جنگِ بدر میں شریک نہیں ہو سکا۔ جب کفارِ قریش شکست کھا کر مکہ واپس آئے تو لوگوں کی زبانی جنگِ بدر کے حالات سن کر ابولہب کو انتہائی رنج و ملال ہوا۔ اس کے بعد ہی وہ بڑی چیچک کی بیماری میں مبتلا ہو گیا جس سے اس کا تمام بدن سڑ گیا اور آٹھویں دن مر گیا۔ عرب کے لوگ چیچک سے بہت ڈرتے تھے اور اس بیماری میں مرنے والے کو بہت ہی منحوس سمجھتے تھے اس لیے اس کے بیٹوں نے بھی تین دن تک اس کی لاش کو ہاتھ نہیں لگایا مگر اس خیال سے کہ لوگ طعنہ ماریں گے ایک گڑھا کھود کر لکڑیوں سے دھکیلتے ہوئے لے گئے اور اس گڑھے میں لاش کو گرا کر اوپر سے مٹی ڈال دی اور بعض مورخین نے تحریر فرمایا کہ دور سے لوگوں نے اس گڑھے میں اس قدر پتھر پھینکے کہ ان پتھروں سے اس کی لاش چھپ گئی۔[2] (زُرقانی ج۱ ص۴۵۲)

غزوہ بنی قینقاع

رمضان ۲ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگِ بدر کے معرکہ سے واپس ہو کر

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدراً، الحدیث:۳۹۸۳، ج۳، ص۱۲

2 ......المواهب اللدنية و الزرقانی، باب غزوة بدرالكبرىٰ، ج۲، ص۳۴۰۔۳۴۱

مدینہ واپس لوٹے۔ اس کے بعد ہی ۱۵ شوال ۲ھ میں ''غزوہ بنی قینقاع'' کا واقعہ درپیش ہوگیا۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مدینہ کے اطراف میں یہودیوں کے تین بڑے بڑے قبائل آباد تھے۔ بنوقینقاع، بنونضیر، بنوقریظہ۔ ان تینوں سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا مگر جنگِ بدر کے بعد جس قبیلہ نے سب سے پہلے معاہدہ توڑا وہ قبیلہ بنوقینقاع کے یہودی تھے جو سب سے زیادہ بہادر اور دولت مند تھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک برقع پوش عرب عورت یہودیوں کے بازار میں آئی، دکانداروں نے شرارت کی اور اس عورت کو ننگا کر دیا اس پر تمام یہودی قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے، عورت چلائی تو ایک عرب آیا اور دکاندار کو قتل کر دیا اس پر یہودیوں اور عربوں میں لڑائی شروع ہوگئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو تشریف لائے اور یہودیوں کی اس غیر شریفانہ حرکت پر ملامت فرمانے لگے۔ اس پر بنوقینقاع کے خبیث یہودی بگڑ گئے اور بولے کہ جنگِ بدر کی فتح سے آپ مغرور نہ ہو جائیں مکہ والے جنگ کے معاملہ میں بے ڈھنگے تھے اس لئے آپ نے ان کو مار لیا اگر ہم سے آپ کا سابقہ پڑا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جنگ کس چیز کا نام ہے؟ اور لڑنے والے کیسے ہوتے ہیں؟ جب یہودیوں نے معاہدہ توڑ دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصف شوال ۲ھ سنیچر کے دن ان یہودیوں پر حملہ کر دیا۔ یہودی جنگ کی تاب نہ لا سکے اور اپنے قلعوں کا پھاٹک بند کر کے قلعہ بند ہو گئے مگر پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد بالآخر یہودی مغلوب ہو گئے اور ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورہ سے ان یہودیوں کو شہر بدر کر دیا اور یہ عہد شکن، بدذات یہودی ملک شام کے مقام ''اذرعات'' میں جا کر آباد ہو گئے۔ (1)

(زُرقانی ج۱ ص۴۵۸)

1 ……المواهب اللدنية و الزرقاني ،غزوة بني قينقاع، ج٢،ص٣٤٨-٣٥٢

غزوۂ سویق

یہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ جنگِ بدر کے بعد مکہ کے ہر گھر میں سرداران قریش کے قتل ہو جانے کا ماتم برپا تھا اور اپنے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لئے مکہ کا بچہ بچہ مضطرب اور بے قرار تھا۔ چنانچہ غزوۂ سویق اور جنگِ اُحد وغیرہ کی لڑائیاں مکہ والوں کے اسی جوشِ انتقام کا نتیجہ ہیں۔

عتبہ اور ابوجہل کے قتل ہو جانے کے بعد اب قریش کا سردارِ اعظم ابوسفیان تھا اور اس منصب کا سب سے بڑا کام غزوۂ بدر کا انتقام تھا۔ چنانچہ ابوسفیان نے قسم کھا لی کہ جب تک بدر کے مقتولوں کا مسلمانوں سے بدلہ نہ لوں گا نہ غسل جنابت کروں گا نہ سر میں تیل ڈالوں گا۔ چنانچہ جنگِ بدر کے دو ماہ بعد ذوالحجہ ۲ھ میں ابوسفیان دو سو شتر سواروں کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ اس کو یہودیوں پر بڑا بھروسا بلکہ ناز تھا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں وہ اس کی امداد کریں گے۔ اسی امید پر ابوسفیان پہلے ''حیی بن اخطب'' یہودی کے پاس گیا مگر اس نے دروازہ بھی نہیں کھولا۔ وہاں سے مایوس ہو کر سلام بن مشکم سے ملا جو قبیلہ بنونضیر کے یہودیوں کا سردار تھا اور یہود کے تجارتی خزانہ کا مینجر بھی تھا اس نے ابوسفیان کا پرجوش استقبال کیا اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تمام جنگی رازوں سے ابوسفیان کو آگاہ کر دیا۔ صبح کو ابوسفیان نے مقام ''عریض'' پر حملہ کیا یہ بستی مدینہ سے تین میل کی دوری پر تھی، اس حملہ میں ابوسفیان نے ایک انصاری صحابی کو جن کا نام سعد بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ تھا شہید کر دیا اور کچھ درختوں کو کاٹ ڈالا اور مسلمانوں کے چند گھروں اور باغات کو آگ لگا کر پھونک دیا، ان حرکتوں سے اس کے گمان میں اس کی قسم پوری ہوگئی۔ جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے اس کا تعاقب کیا لیکن ابو سفیان بدحواس ہو کر اس قدر تیزی سے بھاگا کہ بھاگتے ہوئے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کی بوریاں جو وہ اپنی فوج کے راشن کے لئے لایا تھا پھینکتا چلا گیا جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ عربی زبان میں ستو کو سویق کہتے ہیں اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق پڑ گیا۔ (1)

(مدارج جلد۲ ص۱۰۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی

اسی سال ۲ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی خانہ آبادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ہوئی۔ یہ شادی انتہائی وقار اور سادگی کے ساتھ ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرات ابوبکر صدیق و عمر و عثمان و عبدالرحمٰن بن عوف اور دوسرے چند مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مدعو کریں۔ چنانچہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور نکاح پڑھا دیا۔ شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہزادی اسلام حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز میں جو سامان دیا اس کی فہرست یہ ہے۔ ایک کملی، بان کی ایک چارپائی، چمڑے کا گدا جس میں روئی کی جگہ کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں، دو مٹی کے گھڑے۔ حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ایک مکان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس لئے نذر کر دیا کہ اس میں حضرت علی اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سکونت فرمائیں۔ جب حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رخصت

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج۲، ص۱۰۴

ہو کر نئے گھر میں گئیں تو عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے اور ایک برتن میں پانی طلب فرمایا اور اس میں کلی فرما کر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو بلایا اور ان کے سر اور سینہ پر بھی پانی چھڑکا اور پھر یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ میں علی اور فاطمہ اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں کہ یہ سب شیطان کے شر سے محفوظ رہیں۔ (1) (زُرقانی ج۲ص۴)

۲ھ کے متفرق واقعات

﴿۱﴾ اسی سال روزہ اور زکوٰۃ کی فرضیت کے احکام نازل ہوئے اور نماز کی طرح روزہ اور زکوٰۃ بھی مسلمانوں پر فرض ہو گئے۔ (2)

﴿۲﴾ اسی سال حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز جماعت کے ساتھ عید گاہ میں ادا فرمائی، اس سے قبل عید الفطر کی نماز نہیں ہوئی تھی۔

﴿۳﴾ صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم اسی سال جاری ہوا۔ (3)

﴿۴﴾ اسی سال ۱۰ ذوالحجہ کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بقر عید کی نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔

﴿۵﴾ اسی سال ''غزوۂ قرقرا لکدر'' و ''غزوۂ بحران'' وغیرہ چند چھوٹے چھوٹے غزوات بھی پیش آئے جن میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شرکت فرمائی مگر ان غزوات میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ (4)

---

1 ......المواهب اللدنية و الزرقاني ،ذكر تزويج على بفاطمة ، ج٢، ص٣٥٧-٣٦١ ملخصاً

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، تحويل القبلة...الخ، ج٢،ص٢٥٣،٢٥٤

3 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، تحويل القبلة...الخ، ج٢،ص٢٥٤

4 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني،تحويل القبلة...الخ، ج٢،ص٢٥٤

آٹھواں باب

ہجرت کا تیسرا سال

۳ھ

جنگِ اُحد

اس سال کا سب سے بڑا واقعہ ''جنگِ اُحد'' ہے۔ ''احد'' ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل دور ہے۔ چونکہ حق و باطل کا یہ عظیم معرکہ اسی پہاڑ کے دامن میں درپیش ہوا اسی لئے یہ لڑائی ''غزوۂ اُحد'' کے نام سے مشہور ہے اور قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں اس لڑائی کے واقعات کا خداوند عالم نے تذکرہ فرمایا ہے۔

جنگِ اُحد کا سبب

یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ جنگِ بدر میں ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے تھے۔ اور جو قتل ہوئے ان میں سے اکثر کفارِ قریش کے سردار بلکہ تاجدار تھے۔ اس بنا پر مکہ کا ایک ایک گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ اور قریش کا بچہ بچہ جوشِ انتقام میں آتش غیظ و غضب کا تنور بن کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بے قرار تھا۔ عرب خصوصاً قریش کا یہ طرۂ امتیاز تھا کہ وہ اپنے ایک ایک مقتول کے خون کا بدلہ لینے کو اتنا بڑا فرض سمجھتے تھے جس کو ادا کئے بغیر گویا ان کی ہستی قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ جنگِ بدر کے مقتولوں کے ماتم سے جب قریشیوں کو فرصت ملی تو انہوں نے یہ عزم کر لیا کہ جس قدر ممکن ہو جلد سے جلد مسلمانوں سے اپنے مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا چاہیے۔ چنانچہ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اور اُمیہ کا لڑکا صفوان اور دوسرے کفارِ قریش جن کے باپ، بھائی، بیٹے جنگِ بدر میں قتل ہو چکے تھے سب کے سب ابو سفیان کے پاس گئے اور کہا کہ مسلمانوں نے

ہماری قوم کے تمام سرداروں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اس کا بدلہ لینا ہمارا قومی فریضہ ہے لہٰذا ہماری خواہش ہے کہ قریش کی مشترکہ تجارت میں امسال جتنا نفع ہوا ہے وہ سب قوم کے جنگی فنڈ میں جمع ہو جانا چاہیے اور اس رقم سے بہترین ہتھیار خرید کر اپنی لشکری طاقت بہت جلد مضبوط کر لینی چاہیے اور پھر ایک عظیم فوج لے کر مدینہ پر چڑھائی کر کے بانیٔ اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے نیست و نابود کر دینا چاہیے۔ ابوسفیان نے خوشی خوشی قریش کی اس درخواست کو منظور کر لیا۔ لیکن قریش کو جنگِ بدر سے یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ مسلمانوں سے لڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آندھیوں اور طوفانوں کا مقابلہ، سمندر کی موجوں سے ٹکرانا، پہاڑوں سے ٹکر لینا بہت آسان ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے عاشقوں سے جنگ کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی جنگی طاقت میں بہت زیادہ اضافہ کرنا نہایت ضروری خیال کیا۔

چنانچہ ان لوگوں نے ہتھیاروں کی تیاری اور سامان جنگ کی خریداری میں پانی کی طرح روپیہ بہانے کے ساتھ ساتھ پورے عرب میں جنگ کا جوش اور لڑائی کا بخار پھیلانے کے لئے بڑے بڑے شاعروں کو منتخب کیا جو اپنی آتش بیانی سے تمام قبائل عرب میں جوشِ انتقام کی آگ لگا دیں ''عمرو جمحی'' اور ''مسافع'' یہ دونوں اپنی شاعری میں طاق اور آتش بیانی میں شہرۂ آفاق تھے، ان دونوں نے باقاعدہ دورہ کر کے تمام قبائل عرب میں ایسا جوش اور اشتعال پیدا کر دیا کہ بچہ بچہ ''خون کا بدلہ خون'' کا نعرہ لگاتے ہوئے مرنے اور مارنے پر تیار ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بہت بڑی فوج تیار ہو گئی۔ مردوں کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے معزز اور مالدار گھرانوں کی عورتیں بھی جوش انتقام سے لبریز ہو کر فوج میں شامل ہو گئیں۔ جن کے باپ، بھائی، بیٹے، شوہر

جنگ ِ بدر میں قتل ہوئے تھے۔ ان عورتوں نے قسم کھالی تھی کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں کا خون پی کر ہی دم لیں گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہند کے باپ عتبہ اور جبیر بن مطعم کے چچا کو جنگ ِ بدر میں قتل کیا تھا۔ اس بنا پر ''ہند'' نے ''وحشی'' کو جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا تو وہ اس کارگزاری کے صلہ میں آزاد کر دیا جائے گا۔(1)

مدینہ پر چڑھائی

الغرض بے پناہ جوش و خروش اور انتہائی تیاری کے ساتھ لشکر کفار مکہ سے روانہ ہوا اور ابو سفیان اس لشکر جرار کا سپہ سالار بنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے اور مکہ میں رہتے تھے انہوں نے ایک خط لکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفارِ قریش کی لشکر کشی سے مطلع کر دیا۔(2) جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خوفناک خبر ملی تو آپ نے ۵ شوال ۳ھ کو حضرت عدی بن فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں لڑکوں حضرت انس اور حضرت مونس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جاسوس بنا کر کفارِ قریش کے لشکر کی خبر لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں نے آکر یہ پریشان کن خبر سنائی کہ ابو سفیان کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آ گیا ہے اور ان کے گھوڑے مدینہ کی چراگاہ (عریض) کی تمام گھاس چر گئے۔

مسلمانوں کی تیاری اور جوش

یہ خبر سن کر ۱۴ شوال ۳ھ جمعہ کی رات میں حضرت سعد بن معاذ و حضرت

1 ......المواهب اللدنية و الزرقاني، باب غزوة احد، ج۲، ص۳۸۶۔۳۹۱ ملتقطاً و ملخصاً

2 ......كتاب المغازي للواقدي ، غزوة احد، ج۱، ص۲۰۳، ۲۰۴

اسید بن حضیر و حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہم ہتھیار لے کر چند انصاریوں کے ساتھ رات بھر کاشانہ نبوت کا پہرہ دیتے رہے اور شہر مدینہ کے اہم ناکوں پر بھی انصار کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔ صبح کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کو جمع فرما کر مشورہ طلب فرمایا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کی فوج کا مقابلہ کیا جائے یا شہر سے باہر نکل کر میدان میں یہ جنگ لڑی جائے؟ مہاجرین نے عام طور پر اور انصار میں سے بڑے بوڑھوں نے یہ رائے دی کہ عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں محفوظ کر دیا جائے اور شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ اس نے بھی یہی کہا کہ شہر میں پناہ گیر ہو کر کفارِ قریش کے حملوں کی مدافعت کی جائے، مگر چند کمسن نوجوان جو جنگِ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور جوشِ جہاد میں آپے سے باہر ہو رہے تھے وہ اس رائے پر اڑ گئے کہ میدان میں نکل کر ان دشمنانِ اسلام سے فیصلہ کن جنگ لڑی جائے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سب کی رائے سن لی۔ پھر مکان میں جا کر ہتھیار زیب تن فرمایا اور باہر تشریف لائے۔ اب تمام لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ شہر کے اندر ہی رہ کر کفارِ قریش کے حملوں کو روکا جائے مگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہتھیار پہن کر اتار دے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اب تم لوگ خدا کا نام لے کر میدان میں نکل پڑو۔ اگر تم لوگ صبر کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے رہو گے تو ضرور تمہاری فتح ہوگی۔ [1] (مدارج ج ۲ ص ۱۱۴)

پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انصار کے قبیلۂ اوس کا جھنڈا حضرت اُسید

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج ۲، ص ۱۱٤

بن حضیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اور قبیلۂ خزرج کا جھنڈا حضرت خباب بن منذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیا اور ایک ہزار کی فوج لے کر مدینہ سے باہر نکلے۔[1] (مدارج ج۲ص۱۱۴)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے یہود کی امداد کو ٹھکرا دیا

شہر سے نکلتے ہی آپ نے دیکھا کہ ایک فوج چلی آ رہی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے حلیف یہودیوں کا لشکر ہے جو آپ کی امداد کے لئے آ رہا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

''ان لوگوں سے کہہ دو کہ واپس لوٹ جائیں۔ ہم مشرکوں کے مقابلہ میں مشرکوں کی مدد نہیں لیں گے۔''[2] (مدارج جلد۲ص۱۱۴)

چنانچہ یہودیوں کا یہ لشکر واپس چلا گیا۔ پھر عبداللہ بن اُبی (منافقوں کا سردار) بھی جو تین سو آدمیوں کو لے کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ آیا تھا یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا اور میری رائے کے خلاف میدان میں نکل پڑے، لہٰذا میں ان کا ساتھ نہیں دوں گا۔[3] (مدارج جلد۲ص۱۱۵)

عبداللہ بن اُبی کی بات سن کر قبیلہ خزرج میں سے ''بنوسلمہ'' کے اور قبیلۂ اوس میں سے ''بنوحارثہ'' کے لوگوں نے بھی واپس لوٹ جانے کا ارادہ کر لیا مگر اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کے دلوں میں اچانک محبت اسلام کا ایسا جذبہ پیدا فرما دیا کہ ان

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج۲، ص۱۱۴

2 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج۲، ص۱۱۴

3 ......المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، غزوۃ احد، ج۲، ص۴۰۱

لوگوں کے قدم جم گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ [1] (آلِ عمران)

جب تم میں کے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا ہونا چاہیے

اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لشکر میں کل سات سو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم رہ گئے جن میں کل ایک سو زرہ پوش تھے اور کفار کی فوج میں تین ہزار اشرار کا لشکر تھا جن میں سات سو زرہ پوش جوان، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔[2]

شہر سے باہر نکل کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی فوج کا معائنہ فرمایا اور جو لوگ کم عمر تھے، ان کو واپس لوٹا دیا کہ جنگ کے ہولناک موقع پر بچوں کا کیا کام؟[3]

بچوں کا جوشِ جہاد

مگر جب حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ تم بہت چھوٹے ہو، تم بھی واپس چلے جاؤ تو وہ فوراً انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تاکہ ان کا قد اونچا نظر آئے۔ چنانچہ ان کی یہ ترکیب چل گئی اور وہ فوج میں شامل کر لئے گئے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک کم عمر نوجوان تھے جب ان کو واپس کیا

1 ......پ ٤، آل عمرٰن: ١٢٢

2 ...... شرح الزرقانی علی المواهب، باب غزوة احد، ج ٢، ص ٤٠١، ٤٠٢

3 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، غزوة احد، ج ٢، ص ٣٩٩-٤٠١ ملتقطاً و مدارج النبوت، قسم سوم، باب چهارم، ج ٢، ص ١١٤

جانے لگا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رافع بن خدیج کو کشتی میں پچھاڑ لیتا ہوں۔ اس لئے اگر وہ فوج میں لے لئے گئے ہیں تو پھر مجھ کو بھی ضرور جنگ میں شریک ہونے کی اجازت ملنی چاہیے چنانچہ دونوں کا مقابلہ کرایا گیا اور واقعی حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمین پر دے مارا۔ اس طرح ان دونوں پرجوش نوجوانوں کو جنگِ اُحد میں شرکت کی سعادت نصیب ہوگئی۔[1] (مدارج جلد۲ص ۱۱۴)

تاجدارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدان جنگ میں

مشرکین تو ۱۲ شوال ۳ھ بدھ کے دن ہی مدینہ کے قریب پہنچ کر کوہِ اُحد پر اپنا پڑاؤ ڈال چکے تھے مگر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۴ شوال ۳ھ بعد نماز جمعہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ رات کو بنی نجار میں رہے اور ۱۵ شوال سنیچر کے دن نماز فجر کے وقت اُحد میں پہنچے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھا کر میدان جنگ میں مورچہ بندی شروع فرمائی۔ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی کو لشکر کے میمنہ (دائیں بازو) پر اور حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو میسرہ (بائیں بازو) پر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح و حضرت سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ (اگلے حصہ) پر اور حضرت مقداد بن عمرو کو ساقہ (پچھلے حصہ) پر افسر مقرر فرمایا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور صف بندی کے وقت اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھا اور کوہ عینین کو جو وادی قناۃ میں ہے اپنے بائیں طرف رکھا۔ لشکر کے پیچھے پہاڑ میں ایک درہ (تنگ راستہ) تھا جس میں سے گزر کر کفارِ قریش مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے سے حملہ آور ہوسکتے تھے اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس درہ کی حفاظت کے لئے پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ

1 ...... كتاب المغازي للواقدي، غزوة احد، ج ١، ص ٢١٦

مقرر فرما دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس دستہ کا افسر بنا دیا اور یہ حکم دیا کہ دیکھو ہم چاہے مغلوب ہوں یا غالب مگر تم لوگ اپنی اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس کسی کو نہ بھیجوں۔(1)

(مدارج جلد۲ص ۱۱۵ و بخاری باب ما یکرہ من التنازع)

مشرکین نے بھی نہایت باقاعدگی کے ساتھ اپنی صفوں کو درست کیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل کو افسر بنا دیا، سواروں کا دستہ صفوان بن اُمیہ کی کمان میں تھا۔ تیراندازوں کا ایک دستہ الگ تھا جن کا سردار عبداللہ بن ربیعہ تھا اور پورے لشکر کا علمبردار طلحہ بن ابوطلحہ تھا جو قبیلۂ بنی عبدالدار کا ایک آدمی تھا۔(2) (مدارج جلد۲ص ۱۱۵)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ پورے لشکر کفار کا علمبردار قبیلۂ بنی عبدالدار کا ایک شخص ہے تو آپ نے بھی اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو عطا فرمایا جو قبیلۂ بنوعبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔

جنگ کی ابتداء

سب سے پہلے کفارِ قریش کی عورتیں دف بجا بجا کر ایسے اشعار گاتی ہوئی آگے بڑھیں جن میں جنگِ بدر کے مقتولین کا ماتم اور انتقامِ خون کا جوش بھرا ہوا تھا۔ لشکر کفار کے سپہ سالار ابوسفیان کی بیوی ''ہند'' آگے آگے اور کفارِ قریش کے معزز گھرانوں کی چودہ عورتیں اس کے ساتھ ساتھ تھیں اور یہ سب آواز ملا کر یہ اشعار گا

---

1 ......مدارج النبوت،قسم سوم، باب چہارم، ج ۲،ص ۱۱۴،۱۱۵ ملتقطاً

2 ......مدارج النبوت،قسم سوم، باب چہارم، ج ۲،ص ۱۱۵

رہی تھیں کہ ؎

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقْ نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِقْ

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقْ اَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقْ

اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے اور پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے۔ (1)

مشرکین کی صفوں میں سے سب سے پہلے جو شخص جنگ کے لئے نکلا وہ ''ابو عامر اوسی'' تھا۔ جس کی عبادت اور پارسائی کی بنا پر مدینہ والے اس کو ''راہب'' کہا کرتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کا نام ''فاسق'' رکھا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ شخص اپنے قبیلہ اوس کا سردار تھا اور مدینہ کا مقبول عام آدمی تھا۔ مگر جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہ شخص جذبۂ حسد میں جل بھن کر خدا کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے لگا اور مدینہ سے نکل کر مکہ چلا گیا اور کفارِ قریش کو آپ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ اس کو بڑا بھروسا تھا کہ میری قوم جب مجھے دیکھے گی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ چنانچہ اس نے میدان میں نکل کر پکارا کہ اے انصار! کیا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟ میں ابو عامر راہب ہوں۔ انصار نے چلا کر کہا ہاں ہاں! اے فاسق! ہم تجھ کو خوب پہچانتے ہیں۔ خدا تجھے ذلیل فرمائے۔ ابو عامر اپنے لئے فاسق کا لفظ سن کر تلملا گیا۔ کہنے لگا کہ ہائے افسوس! میرے بعد میری قوم بالکل ہی بدل گئی۔ پھر کفارِ قریش کی ایک ٹولی جو اس کے ساتھ تھی

1 ...... کتاب المغازی للواقدی، غزوة احد، ج ۱، ص ۲۲۵

مسلمانوں پر تیر برسانے لگی۔اس کے جواب میں انصار نے بھی اس زور کی سنگ باری کی کہ ابو عامر اور اس کے ساتھی میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے [1]

(مدارج جلد۲ص ۱۱۶)

لشکر کفار کا علمبر دار طلحہ بن ابو طلحہ صف سے نکل کر میدان میں آیا اور کہنے لگا کہ کیوں مسلمانو! تم میں کوئی ایسا ہے کہ یا وہ مجھ کو دوزخ میں پہنچا دے یا خود میرے ہاتھ سے وہ جنت میں پہنچ جائے۔اس کا یہ گھمنڈ سے بھرا ہوا کلام سن کر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ ہاں ''میں ہوں'' یہ کہہ کر فاتح خیبر نے ذُوالفقار کے ایک ہی وار سے اُس کا سر پھاڑ دیا اور وہ زمین پر تڑپنے لگا اور شیر خدا منہ پھیر کر وہاں سے ہٹ گئے۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اس کا سر کیوں نہیں کاٹ لیا؟ شیر خدا نے فرمایا کہ جب وہ زمین پر گرا تو اس کی شرمگاہ کھل گئی اور وہ مجھے قسم دینے لگا کہ مجھے معاف کر دیجیے اس بے حیا کو بے ستر دیکھ کر مجھے شرم دامنگیر ہو گئی اس لئے میں نے منہ پھیر لیا۔[2] (مدارج ج۲ص ۱۱۶)

طلحہ کے بعد اس کا بھائی عثمان بن ابو طلحہ رجز کا یہ شعر پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا کہ ؎

اِنَّ عَـلٰـی اَهْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا! اَنْ يَّخْضِبَ اللِّوَاءَ اَوْ تَنْدَقَّا

علمبر دار کا فرض ہے کہ نیزہ کو خون میں رنگ دے یا وہ ٹکرا کر ٹوٹ جائے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کے مقابلہ کے لئے تلوار لے کر نکلے اور اس کے شانے پر ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ تلوار ریڑھ کی ہڈی کو کاٹتی ہوئی کمر تک پہنچ گئی اور

---

1 ......مدارج النبوت،قسم سوم، باب سوم، ج۲،ص۱۱۶

2 ......مدارج النبوت،قسم سوم، باب سوم، ج۲،ص۱۱۶

آپ کے منہ سے یہ نعرہ نکلا کہ

اَنَا ابُنُ سَاقِی الُحَجِیُجِ

میں حاجیوں کے سیراب کرنے والے عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔(1)

(مدارج جلد۲ص۱۱۶)

اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی اور میدان جنگ میں کشت وخون کا بازارگرم ہوگیا۔

ابودجانہ کی خوش نصیبی

حضورِاقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی جس پر یہ شعرکندہ تھا کہ ۔

فِی الُجُبُنِ عَارٌ وَفِی الُاِقُبَال مَکُرُمَۃٌ

وَالُمَرُءُ بِالُجُبُنِ لَا یَنُجُوُ مِنَ الُقَدُرِ

بزدلی میں شرم ہے اور آگے بڑھ کرلڑنے میں عزت ہے اور آدمی بزدلی کرکے تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے" یہ سن کر بہت سے لوگ اس سعادت کے لئے لپکے مگر یہ فخر وشرف حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نصیب میں تھا کہ تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی یہ تلوار اپنے ہاتھ سے حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ یہ اعزاز پا کر جوش مسرت میں مست و بےخود ہوگئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم اس تلوار کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ "تو اس سے کافروں کو قتل کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہوجائے۔"

1 ......مدارج النبوت،قسم سوم، باب سوم، ج۲،ص۱۱۶

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ پھر وہ اپنے سر پر ایک سرخ رنگ کا رومال باندھ کر اکڑتے اور اتراتے ہوئے میدان جنگ میں نکل پڑے اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اور تلوار چلاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جارہے تھے کہ ایک دم ان کے سامنے ابوسفیان کی بیوی ''ہند'' آ گئی۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارادہ کیا کہ اس پر تلوار چلا دیں مگر پھر اس خیال سے تلوار ہٹالی کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدس تلوار کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی عورت کا سر کاٹے۔[1] (زُرقانی ج۲ص۲۹ و مدارج جلد۲ص۱۱۶)

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرح حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور کفار کا قتل عام شروع کر دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انتہائی جوش جہاد میں دو دستی تلوار مارتے ہوئے آگے بڑھتے جارہے تھے۔ اسی حالت میں ''سباع غبشانی'' سامنے آ گیا آپ نے تڑپ کر فرمایا کہ اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت کے بچے! ٹھہر، کہاں جاتا ہے؟ تو اللہ و رسول سے جنگ کرنے چلا آیا ہے۔ یہ کہہ کر اس پر تلوار چلا دی، اور وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔[2]

حضرت حمزہ کی شہادت

''وحشی'' جو ایک حبشی غلام تھا اور اس کا آقا جبیر بن مطعم اس سے وعدہ کر چکا

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج۲، ص۱۱۵

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل حمزة رضی اللّٰہ عنه...الخ، الحدیث: ۴۰۷۲، ج۳، ص۴۱

تھا کہ تو اگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دے تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا۔ وحشی ایک چٹان کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاک میں تھا جوں ہی آپ اس کے قریب پہنچے اس نے دور سے اپنا نیزہ پھینک کر مارا جو آپ کی ناف میں لگا۔ اور پشت کے پار ہو گیا۔ اس حال میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر اس کی طرف بڑھے مگر زخم کی تاب نہ لا کر گر پڑے اور شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ (1)

(بخاری باب قتل حمزہ ج۲ ص۵۸۲)

کفار کے علمبردار خود کٹ کٹ کر گرتے چلے جا رہے تھے مگر اُن کا جھنڈا گرنے نہیں پاتا تھا ایک کے قتل ہونے کے بعد دوسرا اس جھنڈے کو اٹھا لیتا تھا۔ ان کافروں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ جب ایک کافر نے جس کا نام ''صواب'' تھا مشرکین کا جھنڈا اٹھایا تو ایک مسلمان نے اس کو اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ کر زمین پر گر پڑے مگر اس نے اپنے قومی جھنڈے کو زمین پر گرنے نہیں دیا بلکہ جھنڈے کو اپنے سینے سے دبائے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ اسی حالت میں مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا۔ مگر وہ قتل ہوتے ہوتے یہی کہتا رہا کہ ''میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔'' اس کے مرتے ہی ایک بہادر عورت جس کا نام ''عمرۃ'' تھا اس نے جھپٹ کر قومی جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کر دیا، یہ منظر دیکھ کر قریش کو غیرت آئی اور ان کی بکھری ہوئی فوج سمٹ آئی اور ان کے اکھڑے ہوئے قدم پھر جم گئے۔

(مدارج جلد۲ ص۱۱۶ وغیرہ)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل حمزۃ رضی اللّٰہ عنہ...الخ، الحدیث: ۴۰۷۲، ج۳، ص۴۱

حضرت حنظلہ کی شہادت

ابو عامر راہب کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا مگر اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرچم اسلام کے نیچے جہاد کر رہے تھے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے میں اپنی تلوار سے اپنے باپ ابو عامر راہب کا سر کاٹ کر لاؤں مگر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بیٹے کی تلوار باپ کا سر کاٹے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر انتہائی جان بازی کے ساتھ لڑتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابو سفیان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ابو سفیان کا فیصلہ کر دے کہ اچانک پیچھے سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کو روکا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔'' جب ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ جنگِ اُحد کی رات میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ سوئے تھے، غسل کی حاجت تھی مگر دعوت جنگ کی آواز ان کے کان میں پڑی تو وہ اسی حالت میں شریک جنگ ہو گئے۔ یہ سن کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے جو فرشتوں نے اس کو غسل دیا۔ اسی واقعہ کی بنا پر حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''غسیل الملائکہ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔[1] (مدارج ج ۲ ص ۱۲۳)

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني ، باب غزوة احد، ج۲،ص۴۰۸، ۴۰۹

اس جنگ میں مجاہدین انصار و مہاجرین بڑی دلیری اور جان بازی سے لڑتے رہے یہاں تک کہ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حضرت علی و حضرت ابودجانہ و حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم وغیرہ کے مجاہدانہ حملوں نے مشرکین کی کمر توڑ دی۔ کفار کے تمام علمبردار عثمان، ابوسعد، مسافع، طلحہ بن ابی طلحہ وغیرہ ایک ایک کر کے کٹ کٹ کر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ کفار کو شکست ہو گئی اور وہ بھاگنے لگے اور ان کی عورتیں جو اشعار پڑھ پڑھ کر لشکر کفار کو جوش دلا رہی تھیں وہ بھی بدحواسی کے عالم میں اپنے ازار اٹھائے ہوئے برہنہ ساق بھاگتی ہوئی پہاڑوں پر دوڑتی ہوئی چلی جا رہی تھیں اور مسلمان قتل و غارت میں مشغول تھے۔ (1)

ناگہاں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا

کفار کی بھگدڑ اور مسلمانوں کے فاتحانہ قتل و غارت کا یہ منظر دیکھ کر وہ پچاس تیرانداز مسلمان جو درہ کی حفاظت پر مقرر کئے گئے تھے وہ بھی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے کہ غنیمت لوٹو، غنیمت لوٹو، تمہاری فتح ہو گئی۔ ان لوگوں کے افسر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہر چند روکا اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان یاد دلایا اور فرمانِ مصطفوی کی مخالفت سے ڈرایا مگر ان تیرانداز مسلمانوں نے ایک نہیں سنی اور اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ لشکر کفار کا ایک افسر خالد بن ولید پہاڑ کی بلندی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ درہ پہرہ داروں سے خالی ہو گیا ہے فوراً ہی اس نے درہ کے راستہ سے فوج لا کر مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے چند جان بازوں کے ساتھ انتہائی دلیرانہ مقابلہ

---

1 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ احد، ج۲، ص۴۰۵، ۴۰۹، ۴۱۰ ملتقطاً

کیا مگر یہ سب کے سب شہید ہو گئے۔اب کیا تھا کافروں کی فوج کے لئے راستہ صاف ہو گیا خالد بن ولید نے زبردست حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر بھاگتی ہوئی کفارِ قریش کی فوج بھی پلٹ پڑی۔ مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف تھے پیچھے پھر کر دیکھا تو تلواریں برس رہی تھیں اور کفار آگے پیچھے دونوں طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر رہے تھے اور مسلمانوں کا لشکر چکی کے دو پاٹوں میں دانہ کی طرح پسنے لگا اور مسلمانوں میں ایسی بدحواسی اور ابتری پھیل گئی کہ اپنے اور بیگانے کی تمیز نہیں رہی۔ خود مسلمان مسلمانوں کی تلواروں سے قتل ہوئے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ تعالٰی عنہ خود مسلمانوں کی تلوار سے شہید ہوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ چلاتے ہی رہے کہ ''اے مسلمانو! یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں۔'' مگر کچھ عجیب بدحواسی پھیلی ہوئی تھی کہ کسی کو کسی کا دھیان ہی نہیں تھا اور مسلمانوں نے حضرت یمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کر دیا۔ [1]

حضرت مصعب بن عمیر بھی شہید

پھر بڑا غضب یہ ہوا کہ لشکر اسلام کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر ابن قمیئہ کافر جھپٹا اور ان کے دائیں ہاتھ پر اس زور سے تلوار چلا دی کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔اس جاں باز مہاجر نے جھپٹ کر اسلامی جھنڈے کو بائیں ہاتھ سے سنبھال لیا مگر ابن قمیئہ نے تلوار مار کر ان کے بائیں ہاتھ کو بھی شہید کر دیا دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے مگر حضرت عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے پرچم اسلام کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے کھڑے رہے اور بلند آواز سے یہ آیت پڑھتے

---

1 ......المواهب اللدنية والزرقانی ، باب غزوة احد، ج۲،ص ۴۱۱، ۴۱۳ و مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج۲،ص ۱۱۷

رہے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط(1)

پھرابن قمیئہ نے ان کو تیر مار کر شہید کر دیا۔حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صورت میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ مشابہ تھے ان کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھ کر کفار نے غل مچا دیا کہ (معاذ اللہ) حضور تاجدارِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ (2)

اللہ اکبر! اس آواز نے غضب ہی ڈھا دیا مسلمان یہ سن کر بالکل ہی سراسیمہ اور پراگندہ دماغ ہو گئے اور میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں میں تین گروہ ہو گئے۔ کچھ لوگ تو بھاگ کر مدینہ کے قریب پہنچ گئے، کچھ لوگ سہم کر مردہ دل ہو گئے جہاں تھے وہیں رہ گئے اپنی جان بچاتے رہے یا جنگ کرتے رہے، کچھ لوگ جن کی تعداد تقریباً بارہ تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اس ہلچل اور بھگدڑ میں بہت سے لوگوں نے تو بالکل ہی ہمت ہار دی اور جو جاں بازی کے ساتھ لڑنا چاہتے تھے وہ بھی دشمنوں کے دوطرفہ حملوں کے نرغے میں پھنس کر مجبور ولاچار ہو چکے تھے۔ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ اور کس حال میں ہیں؟ کسی کو اس کی خبر نہیں تھی۔ (3)

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار چلاتے اور دشمنوں کی صفوں کو درہم

---

1 ......ترجمہ کنزالایمان: اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے۔
مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج۲،ص۱۲۴

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة احد، ج۲،ص۴۱۴ ومدارج النبوت، قسم سوم، باب چهارم، ج۲،ص۱۲۴

3 ......شرح الزرقاني على المواهب، باب غزوة احد، ج۲،ص۴۱۵

برہم کرتے چلے جاتے تھے مگر وہ ہر طرف مڑ مڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھتے تھے مگر جمالِ نبوت نظر نہ آنے سے وہ انتہائی اضطراب و بے قراری کے عالم میں تھے۔(1) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے لڑتے میدان جنگ سے بھی کچھ آگے نکل پڑے وہاں جا کر دیکھا کہ کچھ مسلمانوں نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اب ہم لڑ کر کیا کریں گے؟ جن کے لئے لڑتے تھے وہ تو شہید ہو گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر واقعی رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم شہید ہو چکے تو پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے؟ چلو ہم بھی اسی میدان میں شہید ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جائیں۔ یہ کہہ کر آپ دشمنوں کے لشکر میں لڑتے ہوئے گھس گئے اور آخری دم تک انتہائی جوشِ جہاد اور جان بازی کے ساتھ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو اسّی سے زیادہ تیر و تلوار اور نیزوں کے زخم ان کے بدن پر تھے کافروں نے ان کے بدن کو چھلنی بنا دیا تھا اور ناک، کان وغیرہ کاٹ کر ان کی صورت بگاڑ دی تھی، کوئی شخص ان کی لاش کو پہچان نہ سکا صرف ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کو دیکھ کر ان کو پہچانا۔(2)

(بخاری غزوۂ اُحد ج۲ ص ۵۷۹ و مسلم جلد۲ ص ۳۸)

اسی طرح حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مایوس ہو جانیوالے

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب چهارم، ج۲، ص۱۲۱

2 ......شرح الزرقانی علی المواهب، باب غزوة احد، ج۲، ص۴۱۷ ملخصاً

انصاریوں سے کہا کہ اے جماعت انصار! اگر بالفرض رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید بھی ہو گئے تو تم ہمت کیوں ہار گئے؟ تمہارا اللہ تو زندہ ہے لہٰذا تم لوگ اٹھو اور اللہ کے دین کے لئے جہاد کرو، یہ کہہ کر آپ نے چند انصاریوں کو اپنے ساتھ لیا اور لشکر کفار پر بھوکے شیروں کی طرح حملہ آور ہو گئے اور آخر خالد بن ولید کے نیزہ سے جام شہادت نوش کر لیا۔[1] (اصابہ، ترجمہ ثابت بن دحداح)

جنگ جاری تھی اور جاں نثاران اسلام جو جہاں تھے وہیں لڑائی میں مصروف تھے مگر سب کی نگاہیں انتہائی بے قراری کے ساتھ جمال نبوت کو تلاش کرتی تھیں، عین مایوسی کے عالم میں سب سے پہلے جس نے تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمال دیکھا وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوش نصیب آنکھیں ہیں، انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچان کر مسلمانوں کو پکارا کہ اے مسلمانو! ادھر آؤ، رسول خدا عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ہیں، اس آواز کو سن کر تمام جاں نثاروں میں جان پڑ گئی اور ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر مسلمان آنے لگے، کفار نے بھی ہر طرف سے حملہ روک کر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لئے سارا زور لگا دیا۔ لشکر کفار کا دل بادل ہجوم کے ساتھ امنڈ پڑا اور بار بار مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یلغار کرنے لگا مگر ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا۔[2]

زیاد بن سکن کی شجاعت اور شہادت

ایک مرتبہ کفار کا ہجوم حملہ آور ہوا تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

---

1 ......الاصابة فی تمییز الصحابة ، ثابت بن الدحداح ، ج۱، ص۵۰۳

2 ......الاکتفاء، باب ذکر مغازی الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ج۱، ص۳۸۰

''کون ہے جو میرے اوپر اپنی جان قربان کرتا ہے؟'' یہ سنتے ہی حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالٰی عنہ پانچ انصاریوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھے اور ہر ایک نے لڑتے ہوئے اپنی جانیں فدا کر دیں۔ حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالٰی عنہ زخموں سے لاچار ہو کر زمین پر گر پڑے تھے مگر کچھ کچھ جان باقی تھی، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کی لاش کو میرے پاس اٹھا لاؤ، جب لوگوں نے ان کی لاش کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا تو حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کھسک کر محبوبِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدموں پر اپنا منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں ان کی روح پرواز کر گئی۔[1] اللہ اکبر! حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس موت پر لاکھوں زندگیاں قربان! سبحان اللہ

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے

کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

کھجور کھاتے کھاتے جنت میں

اس گھمسان کی لڑائی اور مار دھاڑ کے ہنگاموں میں ایک بہادر مسلمان کھڑا ہوا، نہایت بے پروائی کے ساتھ کھجوریں کھا رہا تھا۔ ایک دم آگے بڑھا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم اگر میں اس وقت شہید ہو جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہو گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو جنت میں جائے گا۔ وہ بہادر اس فرمان بشارت کو سن کر مست و بیخود ہو گیا۔ ایک دم کفار کے ہجوم میں کود پڑا اور ایسی شجاعت کے ساتھ لڑنے لگا کہ کافروں کے دل دہل گئے۔ اسی طرح جنگ کرتے کرتے شہید ہو گیا۔[2]

(بخاری غزوۂ اُحد ج۲ ص۵۷۹)

---

1 ......دلائل النبوۃ للبیھقی ، باب تحریض النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم...الخ، ج۳، ص ۲۳۲

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد، الحدیث: ۴۰۴۶، ج۳، ص ۳۵

لنگڑاتے ہوئے بہشت میں

حضرت عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ لنگڑے تھے، یہ گھر سے نکلتے وقت یہ دعا مانگ کر چلے تھے کہ یا اللہ! عزوجل مجھ کو میدان جنگ سے اہل وعیال میں آنا نصیب مت کر، ان کے چار فرزند بھی جہاد میں مصروف تھے۔ لوگوں نے ان کو لنگڑا ہونے کی بنا پر جنگ کرنے سے روک دیا تو یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں گڑگڑا کر عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجھ کو جنگ میں لڑنے کی اجازت عطا فرمائیے، میری تمنا ہے کہ میں بھی لنگڑاتا ہوا باغِ بہشت میں خراماں خراماں چلا جاؤں۔ ان کی بے قراری اور گریہ وزاری سے رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قلب مبارک متأثر ہو گیا اور آپ نے ان کو جنگ کی اجازت دے دی۔ یہ خوشی سے اچھل پڑے اور اپنے ایک فرزند کو ساتھ لے کر کافروں کے ہجوم میں گھس گئے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا کہ وہ میدان جنگ میں یہ کہتے ہوئے چل رہے تھے کہ ''خدا کی قسم! میں جنت کا مشتاق ہوں۔'' ان کے ساتھ ساتھ ان کو سہارا دیتے ہوئے ان کا لڑکا بھی انتہائی شجاعت کے ساتھ لڑ رہا تھا یہاں تک کہ یہ دونوں شہادت سے سرفراز ہو کر باغ بہشت میں پہنچ گئے۔ لڑائی ختم ہو جانے کے بعد ان کی بیوی ہند زوجہ عمرو بن جموح میدان جنگ میں پہنچی اور اس نے ایک اونٹ پر ان کی اور اپنے بھائی اور بیٹے کی لاش کو لاد کر دفن کے لئے مدینہ لانا چاہا تو ہزاروں کوششوں کے باوجود کسی طرح بھی وہ اونٹ ایک قدم بھی مدینہ کی طرف نہیں چلا بلکہ وہ میدان جنگ ہی کی طرف بھاگ بھاگ کر جاتا رہا۔ ہند نے جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ ماجرا عرض کیا تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم نے فرمایا کہ یہ بتا کیا عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر سے نکلتے وقت کچھ کہا تھا؟ ہند نے کہا کہ جی ہاں! وہ یہ دعا کر کے گھر سے نکلے تھے کہ ''یا اللہ! عزوجل مجھ کو میدان جنگ سے اہل وعیال میں آنا نصیب مت کر۔'' آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں چل رہا ہے۔[1] (مدارج جلد۲ص۱۲۴)

تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخمی

اسی سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں جب کہ بکھرے ہوئے مسلمان ابھی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جمع بھی نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ بن قمیئہ جو قریش کے بہادروں میں بہت ہی نامور تھا۔ اس نے ناگہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔ ایک دم بجلی کی طرح صفوں کو چیرتا ہوا آیا اور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ ظالم نے پوری طاقت سے آپ کے چہرۂ انور پر تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں رخ انور میں چبھ گئیں۔ ایک دوسرے کافر نے آپ کے چہرۂ اقدس پر ایسا پتھر مارا کہ آپ کے دو دندان مبارک شہید، اور نیچے کا مقدس ہونٹ زخمی ہو گیا۔ اسی حالت میں ابی بن خلف ملعون اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کو شہید کر دینے کی نیت سے آگے بڑھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ایک جاں نثار صحابی حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک چھوٹا سا نیزہ لے کر ابی بن خلف کی گردن پر مارا جس سے وہ تلملا گیا۔ گردن پر بہت معمولی زخم آیا اور وہ بھاگ نکلا مگر اپنے لشکر میں جا کر اپنی گردن کے زخم کے بارے میں لوگوں سے اپنی تکلیف اور پریشانی ظاہر کرنے لگا اور بے پناہ ناقابل برداشت درد کی شکایت کرنے لگا۔ اس پر اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ''یہ تو معمولی

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب چهارم، ج۲،ص۱۲٤

خراش ہے، تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟'' اس نے کہا کہ تم لوگ نہیں جانتے کہ ایک مرتبہ مجھ سے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کہا تھا کہ میں تم کو قتل کروں گا اس لئے۔ یہ تو بہر حال زخم ہے میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر وہ میرے اوپر تھوک دیتے تو بھی میں سمجھ لیتا کہ میری موت یقینی ہے۔ (1)

اس کا واقعہ یہ ہے کہ ابی بن خلف نے مکہ میں ایک گھوڑا پالا تھا جس کا نام اس نے ''عوذ'' رکھا تھا۔ وہ روزانہ اس کو چراتا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ میں اسی گھوڑے پر سوار ہو کر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کروں گا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں اُبی بن خلف کو قتل کروں گا۔ چنانچہ ابی بن خلف اپنے اسی گھوڑے پر چڑھ کر جنگِ اُحد میں آیا تھا جو یہ واقعہ پیش آیا۔ (2) ابی بن خلف نیزہ کے زخم سے بے قرار ہو کر راستہ بھر تڑپتا اور بلبلاتا رہا۔ یہاں تک کہ جنگِ اُحد سے واپس آتے ہوئے مقام ''سرف'' میں مر گیا۔ (3)

(زُرقانی علی المواہب ج۲ ص۴۵)

اس طرح ابن قَمِیئَہ ملعون جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور پر تلوار چلادی تھی ایک پہاڑی بکرے کو خداوند قہار و جبار نے اس پر مسلط فرما دیا اور اس نے اس کو سینگ مار مار کر چھلنی بنا ڈالا اور پہاڑ کی بلندی سے نیچے گرا دیا جس سے اس کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گئی۔ (4) (زُرقانی ج۲ ص۳۹)

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج۲، ص۱۲۷۔۱۲۹ ملتقطاً

2 ......الطبقات الکبریٰ لابن سعد، باب من قتل من المسلمین یوم احد، ج۲، ص۳۵

3 ......المواھب اللدنیۃ و شرح الزرقانی، باب غزوۃ احد، ج۲، ص۴۳۷

4 ......المواھب اللدنیۃ و شرح الزرقانی، باب غزوۃ احد، ج۲، ص۴۲۶

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جوشِ جاں نثاری

جب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخمی ہو گئے تو چاروں طرف سے کفار نے آپ پر تیر و تلوار کا وار شروع کر دیا اور کفار کا بے پناہ ہجوم آپ کے ہر چہار طرف سے حملہ کرنے لگا جس سے آپ کفار کے نرغہ میں محصور ہونے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر جان نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جوشِ جاں نثاری سے خون کھولنے لگا اور وہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر آپ کو بچانے کے لئے اس جنگ کی آگ میں کود پڑے اور آپ کے گرد ایک حلقہ بنا لیا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھک کر آپ کے لئے ڈھال بن گئے اور چاروں طرف سے جو تلواریں برس رہی تھیں ان کو وہ اپنی پشت پر لیتے رہے اور آپ تک کسی تلوار یا نیزے کی مار کو پہنچنے ہی نہیں دیتے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ وہ کفار کی تلواروں کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے یہاں تک کہ ان کا ایک ہاتھ کٹ کر شل ہو گیا اور ان کے بدن پر پینتیس یا اُنتالیس زخم لگے۔ غرض جاں نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جانوں کی پروانہیں کی اور ایسی بہادری اور جاں بازی سے جنگ کرتے رہے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نشانہ بازی میں مشہور تھے۔ انہوں نے اس موقع پر اس قدر تیر برسائے کہ کئی کمانیں ٹوٹ گئیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بٹھا لیا تھا تا کہ دشمنوں کے تیر یا تلوار کا کوئی وار آپ پر نہ آ سکے۔ کبھی کبھی آپ دشمنوں کی فوج کو دیکھنے کے لئے گردن اٹھاتے تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ گردن نہ اٹھائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کا کوئی تیر آپ کو لگ جائے۔

یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آپ میری پیٹھ کے پیچھے ہی رہیں میرا سینہ آپ کے لئے ڈھال بنا ہوا ہے۔[1] (بخاری غزوۂ احد ص۵۸۱)

حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ دشمنوں کے سامنے کئے ہوئے تھے۔ ناگہاں کافروں کا ایک تیر ان کی آنکھ میں لگا اور آنکھ بہہ کر ان کے رخسار پر آ گئی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ کو اٹھا کر آنکھ کے حلقہ میں رکھ دیا اور یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ! عزوجل قتادہ کی آنکھ بچالے جس نے تیرے رسول کے چہرہ کو بچایا ہے۔ مشہور ہے کہ ان کی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن اور خوبصورت ہوگئی۔[2]

(زُرقانی ج۲ ص۴۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی تیر اندازی میں انتہائی باکمال تھے۔ یہ بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدافعت میں جلدی جلدی تیر چلا رہے تھے اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود اپنے دست مبارک سے تیر اُٹھا اُٹھا کر ان کو دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے سعد! تیر برساتے جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان۔[3]

(بخاری غزوۂ احد ص۵۸۰)

ظالم کفار انتہائی بے دردی کے ساتھ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تیر برسا رہے تھے مگر اس وقت بھی زبان مبارک پر یہ دعا تھی رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب اذھمت طائفتان...الخ، الحدیث:٤٠٦٤، ج٣، ص٣٨ و شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوة احد، ج٢، ص٤٢٤

2 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب غزوة احد، ج٢، ص٤٣٢

3 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب اذھمت...الخ، الحدیث:٤٠٥٥، ج٣، ص٣٧

یعنی اے اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ [1]

(مسلم غزوۂ احد ج۲ص۹۰)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دندان مبارک کے صدمہ اور چہرۂ انور کے زخموں سے نڈھال ہو رہے تھے۔ اس حالت میں آپ ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے جو ابو عامر فاسق نے جا بجا کھود کر ان کو چھپا دیا تھا تاکہ مسلمان لاعلمی میں ان گڑھوں کے اندر گر پڑیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپکا دست مبارک پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کو اٹھایا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خَود (لوہے کی ٹوپی) کی کڑی کا ایک حلقہ جو چہرۂ انور میں چبھ گیا تھا اپنے دانتوں سے پکڑ کر اس زور کے ساتھ کھینچ کر نکالا کہ ان کا ایک دانت ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ پھر دوسرا حلقہ جو دانتوں سے پکڑ کر کھینچا تو دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ چہرۂ انور سے جو خون بہا اس کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جوش عقیدت سے چوس چوس کر پی لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں دیا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مالک بن سنان! کیا تو نے میرا خون پی ڈالا۔ عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم ارشاد فرمایا کہ جس نے میرا خون پی لیا جہنم کی کیا مجال جو اس کو چھو سکے۔ [2] (زُرقانی ج۲ص۳۹)

اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ساتھ پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گئے جہاں کفار کے لئے پہنچنا دشوار تھا۔ ابو سفیان نے دیکھ لیا اور

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة احد، الحدیث: ۱۷۹۲، ص۹۹۰

2 ......المواهب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب غزوة احد، ج۲، ص۴۲۴، ۴۲۶

فوج لے کر وہ بھی پہاڑ پر چڑھنے لگا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے جان نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کافروں پر اس زور سے پتھر برسائے کہ ابوسفیان اس کی تاب نہ لا سکا اور پہاڑ سے اتر گیا۔[1]

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی ایک گھاٹی میں تشریف فرما تھے اور چہرۂ انور سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ہاتھوں سے خون دھو رہی تھیں مگر خون بند نہیں ہوتا تھا بالآخر کھجور کی چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ زخم پر رکھ دی تو خون فوراً ہی تھم گیا۔[2] (بخاری غزوۂ احد ج۲ ص۵۸۴)

ابوسفیان کا نعرہ اور اس کا جواب

ابوسفیان جنگ کے میدان سے واپس جانے لگا تو ایک پہاڑی پر چڑھ گیا اور زور زور سے پکارا کہ کیا یہاں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس کا جواب نہ دو، پھر اس نے پکارا کہ کیا تم میں ابوبکر ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کچھ جواب نہ دے، پھر اس نے پکارا کہ کیا تم میں عمر ہیں؟ جب اس کا بھی کوئی جواب نہیں ملا تو ابوسفیان گھمنڈ سے کہنے لگا کہ یہ سب مارے گئے کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور میرا جواب دیتے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چلا کر کہا کہ اے دشمن خدا! تو جھوٹا ہے۔ ہم سب زندہ ہیں۔

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، شان عاصم بن ثابت، ص۳۳۳

2 ......صحيح البخاری، کتاب المغازی، باب ۲۶، الحدیث:۴۰۷۵، ج۳، ص۴۳

ابوسفیان نے اپنی فتح کے گھمنڈ میں یہ نعرہ مارا کہ "اُعلُ ھُبَلُ" "اُعلُ ھُبَلُ" یعنی اے ہبل! تو سر بلند ہو جا۔ اے ہبل! تو سر بلند ہو جا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ بھی اس کے جواب میں نعرہ لگاؤ۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہم کیا کہیں؟ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہ نعرہ مارو کہ اَللّٰہُ اَعلٰی وَاَجَلّ یعنی اللہ سب سے بڑھ کر بلند مرتبہ اور بڑا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ لَنَا الْعُزّیٰ وَلَا عُزّیٰ لَکُمْ یعنی ہمارے لئے عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے لئے کوئی "عزیٰ" نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے جواب میں یہ کہو کہ اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ یعنی اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ابوسفیان نے بہ آواز بلند بڑے فخر کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ اور جواب ہے لڑائی میں کبھی فتح کبھی شکست ہوتی ہے۔ اے مسلمانو! ہماری فوج نے تمہارے مقتولوں کے کان ناک کاٹ کر ان کی صورتیں بگاڑ دی ہیں مگر میں نے نہ تو اس کا حکم دیا تھا، نہ مجھے اس پر کوئی رنج و افسوس ہوا ہے یہ کہہ کر ابوسفیان میدان سے ہٹ گیا اور چل دیا۔[1] (زرقانی ج۲ ص۴۸ و بخاری غزوۂ احد ج۲ ص۵۷۹)

ہند جگر خوار

کفارِ قریش کی عورتوں نے جنگِ بدر کا بدلہ لینے کے لئے جوش میں شہداء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لاشوں پر جا کر ان کے کان، ناک وغیرہ کاٹ کر صورتیں بگاڑ دیں اور ابوسفیان کی بیوی ہند نے تو اس بے دردی کا مظاہرہ کیا کہ ان اعضاء کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالا۔ ہند حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس لاش کو تلاش کرتی پھر رہی

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد، الحدیث: ۴۰۴۳، ج۳، ص۳۴

تھی کیونکہ حضرت حمزہ ہی نے جنگِ بدر کے دن ہند کے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا۔ جب اس بے درد نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی لاش کو پا لیا تو خنجر سے ان کا پیٹ پھاڑ کر کلیجہ نکالا اور اس کو چبا گئی لیکن حلق سے نہ اتر سکا اس لئے اگل دیا تاریخوں میں ہند کا لقب جو ''جگر خوار'' ہے وہ اسی واقعہ کی بنا پر ہے۔ ہند اور اس کے شوہر ابوسفیان نے رمضان ۸ھ میں فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم [1] (زُرقانی ج ۲ص ۴۷ وغیرہ)

سعد بن الربیع کی وصیت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم سے حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالٰی عنہ کی لاش کی تلاش میں نکلا تو میں نے ان کو سکرات کے عالم میں پایا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم سے میرا سلام عرض کر دینا اور اپنی قوم کو بعد سلام میرا یہ پیغام سنا دینا کہ جب تک تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم تک کفار پہنچ گئے تو خدا کے دربار میں تمہارا کوئی عذر بھی قابل قبول نہ ہوگا۔ یہ کہا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ [2] (زُرقانی ج ۲ص ۴۸)

خواتین اسلام کے کارنامے

جنگِ اُحد میں مردوں کی طرح عورتوں نے بھی بہت ہی مجاہدانہ جذبات کے ساتھ لڑائی میں حصہ لیا۔ حضرت بی بی عائشہ اور حضرت بی بی اُمِ سلیم رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ یہ دونوں پائینچے چڑھائے

---

1 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، غزوة احد، ج۲، ص ۴۴۰
ومدارج النبوت، قسم سوم، باب چھارم، ج۲، ص ۱۲۰

2 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی ، باب غزوة احد، ج۲، ص ۴۴۵

ہوئے مشک میں پانی بھر بھر کر لاتی تھیں اور مجاہدین خصوصاً زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت بی بی اُمِ سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی برابر پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں اور مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں۔ (1)

(بخاری ج ۲ باب ذکر اُمِ سلیط ص ۵۸۲)

حضرت اُمِ عمارہ کی جاں نثاری

حضرت بی بی ام عمارہ جن کا نام "نسیبہ" ہے جنگِ اُحد میں اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم اور دو فرزند حضرت عمارہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر آئی تھیں۔ پہلے تو یہ مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں لیکن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کفار کی یلغار کا ہوش ربا منظر دیکھا تو مشک کو پھینک دیا اور ایک خنجر لے کر کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر کھڑی ہو گئیں اور کفار کے تیر و تلوار کے ہر ایک وار کو روکتی رہیں۔ چنانچہ ان کے سر اور گردن پر تیرہ زخم لگے۔ ابن قمیئہ ملعون نے جب حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تلوار چلا دی تو بی بی اُمِ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آگے بڑھ کر اپنے بدن پر روکا۔ چنانچہ ان کے کندھے پر اتنا گہرا زخم آیا کہ غار پڑ گیا پھر خود بڑھ کر ابن قمیئہ کے شانے پر زوردار تلوار ماری لیکن وہ ملعون دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے بچ گیا۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک کافر نے زخمی کر دیا اور میرے زخم سے خون بند نہیں ہوتا تھا۔ میری والدہ حضرت اُمِ عمارہ نے فوراً اپنا کپڑا پھاڑ کر زخم کو باندھ دیا اور کہا کہ بیٹا اُٹھو،

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب اذھمت طائفتان...الخ، الحدیث: ٤٠٦٤، ج٣، ص٣٨ و باب ذکر ام سلیط، الحدیث: ٤٠٧١، ج٣، ص ٤١

کھڑے ہو جاؤ اور پھر جہاد میں مشغول ہو جاؤ۔ اتفاق سے وہی کافر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ام عمارہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیکھ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت بی بی اُمِ عمارہ نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ وہ کافر گر پڑا اور پھر چل نہ سکا بلکہ سرین کے بل گھسٹتا ہوا بھاگا۔ یہ منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا کہ اے اُمِ عمارہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو خدا کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھ کو اتنی طاقت اور ہمت عطا فرمائی کہ تو نے خدا کی راہ میں جہاد کیا، حضرت بی بی اُمِ عمارہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرمایئے کہ ہم لوگوں کو جنت میں آپ کی خدمت گزاری کا شرف حاصل ہو جائے۔ اس وقت آپ نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّۃِ یا اللہ! عزوجل ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دے۔

حضرت بی بی اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندگی بھر علانیہ یہ کہتی رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت بھی مجھ پر آ جائے تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔[1] (مدارج ج۲ ص ۱۲۶)

حضرت صفیہ کا حوصلہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش پر آئیں تو آپ نے انکے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ میری پھوپھی اپنے بھائی کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ حضرت بی بی

---

1 ......مدارج النبوت،قسم سوم، باب چہارم، ج۲،ص۱۲۶،۱۲۷

صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ مجھے اپنے بھائی کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا ہے لیکن میں اس کو خدا کی راہ میں کوئی بڑی قربانی نہیں سمجھتی، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے لاش کے پاس گئیں اور یہ منظر دیکھا کہ پیارے بھائی کے کان، ناک، آنکھ سب کٹے پڑے شکم چاک، جگر چبایا ہوا پڑا ہے، یہ دیکھ کر اس شیر دل خاتون نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کے سوا کچھ بھی نہ کہا پھر ان کی مغفرت کی دعا مانگتی ہوئی چلی آئیں۔[1] (طبری ص۱۴۲۱)

ایک انصاری عورت کا صبر

ایک انصاری عورت جس کا شوہر، باپ، بھائی سبھی اس جنگ میں شہید ہو چکے تھے تینوں کی شہادت کی خبر باری باری سے لوگوں نے اُسے دی مگر وہ ہر بار یہی پوچھتی رہی یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کیسے ہیں؟ جب لوگوں نے اس کو بتایا کہ الحمد للہ وہ زندہ اور سلامت ہیں تو بے اختیار اس کی زبان سے اس شعر کا مضمون نکل پڑا کہ ؎

تسلی ہے پناہ بے کساں زندہ سلامت ہے
کوئی پروا نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے

اللہ اکبر! اس شیر دل عورت کے صبر و ایثار کا کیا کہنا؟ شوہر، باپ، بھائی، تینوں کے قتل سے دل پر صدمات کے تین تین پہاڑ گر پڑے ہیں مگر پھر بھی زبان حال سے اس کا یہی نعرہ ہے کہ ؎

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہ دیں! ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم[2] (طبری ص۱۴۲۵)

---

1 ......الاکتفا، باب ذکر مغازی الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ج۱، ص۳۸۶، ۳۸۷

2 ......السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، باب غزوۃ احد، ص ۳۴۰

شہدائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس جنگ میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جامِ شہادت نوش فرمایا جن میں چار مہاجر اور چھیاسٹھ انصار تھے۔ تیس کی تعداد میں کفار بھی نہایت ذلت کے ساتھ قتل ہوئے۔ (1) (مدارج النبوۃ جلد۲ ص ۱۳۳)

مگر مسلمانوں کی مفلسی کا یہ عالم تھا کہ ان شہداء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کفن کے لئے کپڑا ابھی نہیں تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال تھا کہ بوقت شہادت ان کے بدن پر صرف ایک اتنی بڑی کملی تھی کہ ان کی لاش کو قبر میں لٹانے کے بعد اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں کو چھپایا جاتا تھا تو سر کھل جاتا تھا بالآخر سر چھپا دیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔ شہداء کرام خون میں لتھڑے ہوئے دو دو شہید ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو آگے رکھتے۔ (2)

(بخاری باب اذا لم یوجد الا ثوب واحد ج۱ ص ۱۷۰ و بخاری ج۲ ص ۵۸۴ باب الذین استجابوا)

قبورِ شہداء کی زیارت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہداء اُحد کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی عمل رہا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب، باب غزوة احد، ج۲، ص۴۱۹ ومدارج النبوت، قسم سوم، باب چهارم، ج۲، ص۱۳۳

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة احد، الحدیث: ۴۰۴۷، ج۳، ص۳۵ وباب من قتل من المسلمین... الخ، الحدیث: ۴۰۷۹، ج۳، ص۴۴ ماخوذاً

گئے تو ارشاد فرمایا کہ یا اللہ! تیرا رسول گواہ ہے کہ اس جماعت نے تیری رضا کی طلب میں جان دی ہے، پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیامت تک جو مسلمان بھی ان شہیدوں کی قبروں پر زیارت کے لئے آئے گا اور ان کو سلام کرے گا تو یہ شہداء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

چنانچہ حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن اُحد کے میدان سے گزر رہی تھی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس پہنچ کر میں نے عرض کیا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاعَمَّ رَسُوْلِ اللّٰه (اے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا! آپ پر سلام ہو) تو میرے کان میں یہ آواز آئی کہ وَعَلَيْكِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ [1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۱۳۵)

حیاتِ شہداء

چھیالیس برس کے بعد شہداء اُحد کی بعض قبریں کھل گئیں تو ان کے کفن سلامت اور بدن تر و تازہ تھے اور تمام اہل مدینہ اور دوسرے لوگوں نے دیکھا کہ شہداء کرام اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور جب زخم سے ہاتھ اٹھایا تو تازہ خون نکل کر بہنے لگا۔ [2] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۱۳۵)

کعب بن اشرف کا قتل

یہودیوں میں کعب بن اشرف بہت ہی دولت مند تھا۔ یہودی علماء اور یہود کے مذہبی پیشواؤں کو اپنے خزانہ سے تنخواہ دیتا تھا۔ دولت کے ساتھ شاعری میں بھی بہت باکمال تھا جس کی وجہ سے نہ صرف یہودیوں بلکہ تمام قبائل عرب پر اس کا ایک

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چهارم ، ج ۲ ، ص ۱۳۵

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چهارم ، ج ۲ ، ص ۱۳۵

خاص اثر تھا۔اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی۔ جنگ ِ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور سرداران قریش کے قتل ہو جانے سے اس کو انتہائی رنج و صدمہ ہوا۔ چنانچہ یہ قریش کی تعزیت کے لئے مکہ گیا اور کفارِ قریش کا جو بدر میں مقتول ہوئے تھے ایسا پر درد مرثیہ لکھا کہ جس کو سن کر سامعین کے مجمع میں ماتم بر پا ہو جاتا تھا۔اس مرثیہ کو یہ شخص قریش کو سنا سنا کر خود بھی زار زار روتا تھا اور سامعین کو بھی رلاتا تھا۔مکہ میں ابوسفیان سے ملا اور اس کو مسلمانوں سے جنگ ِ بدر کا بدلہ لینے پر ابھارا بلکہ ابوسفیان کو لے کر حرم میں آیا اور کفار مکہ کے ساتھ خود بھی کعبہ کا غلاف پکڑ کر عہد کیا کہ مسلمانوں سے بدر کا ضرور انتقام لیں گے پھر مکہ سے مدینہ لوٹ کر آیا تو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو لکھ کر شان اقدس میں طرح طرح کی گستاخیاں اور بے ادبیاں کرنے لگا، اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آپ کو چپکے سے قتل کرا دینے کا قصد کیا۔

کعب بن اشرف یہودی کی یہ حرکتیں سراسر اس معاہدہ کی خلاف ورزی تھی جو یہود اور انصار کے درمیان ہو چکا تھا کہ مسلمانوں اور کفارِ قریش کی لڑائی میں یہودی غیر جانبدار رہیں گے۔ بہت دنوں تک مسلمان برداشت کرتے رہے مگر جب بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس جان کو خطرہ لاحق ہو گیا تو حضرت محمد بن مسلمہ نے حضرت ابونائلہ و حضرت عباد بن بشر و حضرت حارث بن اوس و حضرت ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لیا اور رات میں کعب بن اشرف کے مکان پر گئے اور ربیع الاول ۳ھ کو اس کے قلعہ کے پھاٹک پر اس کو قتل کر دیا اور صبح کو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کا سر تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔اس قتل کے سلسلہ میں حضرت حارث بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کی نوک سے زخمی ہو گئے تھے۔محمد بن مسلمہ

وغیرہ ان کو کندھوں پر اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے اور آپ نے اپنا لعاب دہن ان کے زخم پر لگا دیا تو اُسی وقت شفاء کامل حاصل ہوگئی۔ (1)

(زرقانی جلد۲ص۱۰و بخاری ج۲ص۵۷۶ و مسلم ص۱۱۰)

غزوہ غطفان

ربیع الاول ۳ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ نجد کے ایک مشہور بہادر "دعثور بن الحارث محاربی" نے ایک لشکر تیار کرلیا ہے تاکہ مدینہ پر حملہ کرے۔ اس خبر کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار سو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فوج لے کر مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ جب دعثور کو خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہمارے دیار میں آ گئے تو وہ بھاگ نکلا اور اپنے لشکر کو لے کر پہاڑوں پر چڑھ گیا مگر اس کی فوج کا ایک آدمی جس کا نام "حبان" تھا گرفتار ہوگیا اور فوراً ہی کلمہ پڑھ کر اس نے اسلام قبول کرلیا۔

اتفاق سے اس روز زوردار بارش ہوگئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے لیٹ کر اپنے کپڑے سکھانے لگے۔ پہاڑ کی بلندی سے کافروں نے دیکھ لیا کہ آپ بالکل اکیلے اور اپنے اصحاب سے دور بھی ہیں، ایک دم دعثور بجلی کی طرح پہاڑ سے اتر کر ننگی شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تلوار بلند کر کے بولا کہ بتائیے اب کون ہے جو آپ کو مجھ سے بچالے؟ آپ نے جواب دیا کہ "میرا اللہ مجھ کو بچالے گا۔" چنانچہ جبریل علیہ السلام دم زدن میں زمین پر اتر پڑے اور دعثور کے سینے میں ایک ایسا گھونسہ مارا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی

---

1 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی،قتل کعب بن الاشرف...الخ،ج۲،ص۳٦۸ملخصاً

اور دعثور عین غین ہو کر رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فوراً تلوار اٹھا لی اور فرمایا کہ بول اب تجھ کو میری تلوار سے کون بچائے گا؟ دعثور نے کانپتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ ''کوئی نہیں۔'' رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی بے کسی پر رحم آ گیا اور آپ نے اس کا قصور معاف فرما دیا۔ دعثور اس اخلاقِ نبوت سے بے حد متاثر ہوا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم میں آ کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگا۔

اس غزوہ میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گیارہ یا پندرہ دن مدینہ سے باہر رہ کر پھر مدینہ آ گئے۔[1] (زرقانی ج۲ ص۱۵ و بخاری ج۲ ص۵۱۳)

بعض مورخین نے اس تلوار کھینچنے والے واقعہ کو ''غزوۂ ذات الرقاع'' کے موقع پر بتایا ہے مگر حق یہ ہے کہ تاریخ نبوی میں اس قسم کے دو واقعات ہوئے ہیں۔ ''غزوۂ غطفان'' کے موقع پر سر انور کے اوپر تلوار اٹھانے والا ''دعثور بن حارث محاربی'' تھا جو مسلمان ہو کر اپنی قوم کے اسلام کا باعث بنا اور غزوہ ذات الرقاع میں جس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تلوار اٹھائی تھی اس کا نام ''غورث'' تھا۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ مرتے وقت تک اپنے کفر پر اڑا رہا۔ ہاں البتہ اس نے یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کبھی جنگ نہیں کرے گا۔[2]

(زُرقانی ج۲ ص۱۶)

۳ھ کے واقعات متفرقہ

ہجرت کے تیسرے سال میں مندرجہ ذیل واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے۔

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی،باب غزوة غطفان ،ج۲،ص۳۷۸۔۳۸۲ ملخصاً

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی،باب غزوة غطفان ،ج۲،ص۳۸۲ مختصراً

﴿۱﴾ ۱۵ رمضان ۳ھ کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ولادت ہوئی۔ (1)

﴿۲﴾ اسی سال حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی ہیں جو غزوۂ بدر کے زمانہ میں بیوہ ہوگئی تھیں۔ ان کے مفصل حالات ازواجِ مطہرات کے ذکر میں آگے تحریر کئے جائیں گے۔

﴿۳﴾ اسی سال حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نکاح کیا۔ (2)

﴿۴﴾ میراث کے احکام وقوانین بھی اسی سال نازل ہوئے۔ اب تک میراث میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہ تھا۔ ان کے حقوق کا مفصل بیان نازل ہو گیا۔

﴿۵﴾ اب تک مشرک عورتوں کا نکاح مسلمانوں سے جائز تھا مگر ۳ھ میں اس کی حرمت نازل ہوگئی اور ہمیشہ کے لئے مشرک عورتوں کا نکاح مسلمانوں سے حرام کر دیا گیا۔ (واللہ تعالٰی اعلم)

نواں باب

ہجرت کا چوتھا سال

ہجرت کا چوتھا سال بھی کفار کے ساتھ چھوٹی بڑی لڑائیوں ہی میں گزرا۔ جنگِ بدر کی فتح مبین سے مسلمانوں کا رعب تمام قبائل عرب پر بیٹھ گیا تھا اس لئے تمام قبیلے کچھ دنوں کے لئے خاموش بیٹھ گئے تھے لیکن جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے جانی نقصان کا چرچا ہو جانے سے دوبارہ تمام قبائل دفعۃً اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب سوم ،ج ۲،ص ۱۱۰

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب سوم ،ج ۲،ص ۱۱۰

لئے کھڑے ہوگئے اور مجبوراً مسلمانوں کو بھی اپنے دفاع کے لئے لڑائیوں میں حصہ لینا پڑا ۔ ۴ھ کی مشہور لڑائیوں میں سے چند یہ ہیں:

سریہ ابو سلمہ

یکم محرم ۴ھ کو ناگہاں ایک شخص نے مدینہ میں یہ خبر پہنچائی کہ طلیحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد دونوں بھائی کفار کا لشکر جمع کر کے مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے نکل پڑے ہیں ۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس لشکر کے مقابلہ میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ڈیڑھ سو مجاہدین کے ساتھ روانہ فرمایا جس میں حضرت ابو سبرہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہما جیسے معزز مہاجرین و انصار بھی تھے، لیکن کفار کو جب پتہ چلا کہ مسلمانوں کا لشکر آ رہا ہے تو وہ لوگ بہت سے اونٹ اور بکریاں چھوڑ کر بھاگ گئے جن کو مسلمان مجاہدین نے مال غنیمت بنالیا اور لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی ۔ (1)

(زرقانی ج۲ص۶۲)

سریہ عبد اللہ بن انیس

محرم ۴ھ کو اطلاع ملی کہ " خالد بن سفیان ہزلی " مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے فوج جمع کر رہا ہے ۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے مقابلہ کے لئے حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھیج دیا ۔ آپ نے موقع پا کر خالد بن سفیان ہزلی کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر مدینہ لائے اور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا ۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بہادری اور جان بازی سے خوش ہو کر ان کو اپنا عصا (چھڑی) عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم اسی عصا کو ہاتھ میں لیکر

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقانی ،باب سرية ابی سلمة ...الخ ،ج ۲ ،ص ٤٧١ ملخصاً

جنت میں چہل قدمی کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیامت کے دن یہ مبارک عصا میرے پاس نشانی کے طور پر رہے گا۔ چنانچہ انتقال کے وقت انہوں نے یہ وصیت فرمائی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔ (1)

(زرقانی ج۲ص۷۴)

حادثۂ رجیع

عسفان و مکہ کے درمیان ایک مقام کا نام ''رجیع'' ہے۔ یہاں کی زمین سات مقدس صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے خون سے رنگین ہوئی اس لئے یہ واقعہ ''سریۂ رجیع'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دردناک سانحہ بھی ۴ھ میں پیش آیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ قبیلہ عضل و قارہ کے چند آدمی بارگاہ رسالت میں آئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ والوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ اب آپ چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو وہاں بھیج دیں تاکہ وہ ہماری قوم کو عقائد و اعمال اسلام سکھا دیں۔ ان لوگوں کی درخواست پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دس منتخب صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ماتحتی میں بھیج دیا۔ جب یہ مقدس قافلہ مقام رجیع پر پہنچا تو غدار کفار نے بدعہدی کی اور قبیلۂ بنو لحیان کے کافروں نے دو سو کی تعداد میں جمع ہو کر ان دس مسلمانوں پر حملہ کردیا مسلمان اپنے بچاؤ کے لئے ایک اونچے ٹیلہ پر چڑھ گئے۔ کافروں نے تیر چلانا شروع کیا اور مسلمانوں نے ٹیلے کی بلندی سے سنگ باری کی۔ کفار نے سمجھ لیا کہ ہم ہتھیاروں سے ان مسلمانوں کو ختم نہیں کرسکتے تو ان لوگوں نے دھوکہ دیا اور کہا کہ اے مسلمانو! ہم تم لوگوں کو امان دیتے ہیں اور اپنی پناہ میں لیتے ہیں اس لئے تم لوگ ٹیلے سے اتر آؤ حضرت

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقانی ، باب سرية ابی سلمة...الخ، ج۲،ص۴۷۳ ملخصاً
و مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چهارم ، ج۲،ص۱۴۲،۱۴۳

عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میں کسی کافر کی پناہ میں آنا گوارا نہیں کرسکتا۔ یہ کہہ کر خدا سے دعا مانگی کہ ''یااللہ! تو اپنے رسول کو ہمارے حال سے مطلع فرمادے۔'' پھر وہ جوش جہاد میں بھرے ہوئے ٹیلے سے اترے اور کفار سے دست بدست لڑتے ہوئے اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔ چونکہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنگِ بدر کے دن بڑے بڑے کفارِ قریش کو قتل کیا تھا اس لئے جب کفارِ مکہ کو حضرت عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کا پتہ چلا تو کفارِ مکہ نے چند آدمیوں کو مقام رجیع میں بھیجا تا کہ ان کے بدن کا کوئی ایسا حصہ کاٹ کر لائیں جس سے شناخت ہو جائے کہ واقعی حضرت عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ قتل ہو گئے ہیں لیکن جب کفار آپ کی لاش کی تلاش میں اس مقام پر پہنچے تو اس شہید کی یہ کرامت دیکھی کہ لاکھوں کی تعداد میں شہد کی مکھیوں نے ان کی لاش کے پاس اس طرح گھیرا ڈال رکھا ہے جس سے وہاں تک پہنچنا ہی ناممکن ہو گیا ہے اس لئے کفارِ مکہ ناکام واپس چلے گئے۔ (1) (زرقانی ج۲ص۷۳وبخاری ج۲ص۵۶۹)

باقی تین اشخاص حضرت خبیب وحضرت زید بن دثنہ وحضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالٰی عنہم کفار کی پناہ پر اعتماد کر کے نیچے اترے تو کفار نے بدعہدی کی اور اپنی کمان کی تانتوں سے ان لوگوں کو باندھنا شروع کر دیا، یہ منظر دیکھ کر حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ یہ تم لوگوں کی پہلی بدعہدی ہے اور میرے لئے اپنے ساتھیوں کی طرح شہید ہو جانا بہتر ہے۔ چنانچہ وہ ان کافروں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (2)
(بخاری ج۲ص۵۶۸ وزُرقانی ج۲ص۶۷)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع...الخ،الحدیث:۴۰۸۶،ج۳،ص۴۶ والمواھب اللدنیة وشرح الزرقانی،باب بعث الرجیع،ج۲،ص۴۷۷۔۴۸۱ ملخصاً و ص۴۹۳۔۴۹۵ ومدارج النبوت ، قسم سوم،باب چھارم ،ج۲،ص۱۳۸ ملتقطاً

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع...الخ، الحدیث:۴۰۸۶،ج۳،ص۴۶ والمواھب اللدنیة و شرح الزرقانی ، باب بعث الرجیع ،ج۲،ص ۴۸۱

لیکن حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کافروں نے باندھ دیا تھا اس لئے یہ دونوں مجبور ہو گئے تھے۔ ان دونوں کو کفار نے مکہ میں لے جا کر بیچ ڈالا۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ اُحد میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا اس لئے اس کے لڑکوں نے ان کو خرید لیا تا کہ ان کو قتل کر کے باپ کے خون کا بدلہ لیا جائے اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُمیہ کے بیٹے صفوان نے قتل کرنے کے ارادہ سے خریدا۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافروں نے چند دن قید میں رکھا پھر حدودِ حرم کے باہر لے جا کر سولی پر چڑھا کر قتل کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتلوں سے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی، قاتلوں نے اجازت دے دی۔ آپ نے بہت مختصر طور پر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور فرمایا کہ اے گروہ کفار! میرا دل تو یہی چاہتا تھا کہ دیر تک نماز پڑھتا رہوں کیونکہ یہ میری زندگی کی آخری نماز تھی مگر مجھ کو یہ خیال آ گیا کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سمجھ لو کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں۔ کفار نے آپ کو سولی پر چڑھا دیا اس وقت آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا

عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

جب میں مسلمان ہو کر قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کوئی پروا نہیں ہے کہ میں کس پہلو پر قتل کیا جاؤں گا۔

وَذَالِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰـهِ وَاِنْ یَّشَأْ

یُبَارِكُ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٖ

یہ سب کچھ خدا کے لئے ہے اگر وہ چاہے گا تو میرے کٹے پٹے جسم کے ٹکڑوں پر برکت نازل فرمائے گا۔

حارث بن عامر کے لڑکے ''ابوسروعہ'' نے آپ کو قتل کیا مگر خدا کی شان کہ یہی ابوسروعہ اور ان کے دونوں بھائی ''عقبہ'' اور ''حجیر'' پھر بعد میں مشرف بہ اسلام ہو کر صحابیت کے شرف واعزاز سے سرفراز ہو گئے۔(1)

(بخاری ج۲ ص ۵۶۹ و زُرقانی ج۲ ص ۶۴ تا ۷۸)

حضرت خبیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے وحی کے ذریعہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت سے مطلع فرمایا۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا کہ جو شخص خبیب کی لاش کو سولی سے اتار لائے اس کے لئے جنت ہے۔ یہ بشارت سن کر حضرت زبیر بن العوام و حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہما راتوں کو سفر کرتے اور دن کو چھپتے ہوئے مقام ''تنعیم'' میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سولی کے پاس پہنچے۔ چالیس کفار سولی کے پہرہ دار بن کر سو رہے تھے ان دونوں حضرات نے سولی سے لاش کو اُتارا اور گھوڑے پر رکھ کر چل دیئے۔ چالیس دن گزر جانے کے باوجود لاش تر و تازہ تھی اور زخموں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ صبح کو قریش کے ستر سوار تیز رفتار گھوڑوں پر تعاقب میں چل پڑے اور ان دونوں حضرات کے پاس پہنچ گئے، ان حضرات نے جب دیکھا کہ قریش کے سوار ہم کو گرفتار کر لیں گے تو انہوں نے حضرت

1 ……صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع...الخ،الحدیث:۴۰۸۶،ج۳،ص۴۶ والمواھب اللدنیۃ و شرح الزرقانی، باب بعث الرجیع ،ج۲،ص ۴۸۲۔۴۸۷،۴۸۹ ملخصاً

خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک کو گھوڑے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ خدا کی شان کہ ایک دم زمین پھٹ گئی اور لاش مبارک کو نگل گئی اور پھر زمین اس طرح برابر ہو گئی کہ پھٹنے کا نشان بھی باقی نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ''بلیع الارض'' (جن کو زمین نگل گئی) ہے۔

اس کے بعد ان حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کفار سے کہا کہ ہم دو شیر ہیں جو اپنے جنگل میں جا رہے ہیں اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو ہمارا راستہ روک کر دیکھو ورنہ اپنا راستہ لو۔ کفار نے ان حضرات کے پاس لاش نہیں دیکھی اس لئے مکہ واپس چلے گئے۔ جب دونوں صحابہ کرام نے بارگاہ رسالت میں سارا ماجرا عرض کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام بھی حاضر دربار تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے ان دونوں یاروں کے اس کارنامہ پر ہم فرشتوں کی جماعت کو بھی فخر ہے۔(1)

(مدارج النبوۃ جلد۲ص۱۴۱)

حضرت زید کی شہادت

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا تماشہ دیکھنے کے لئے کفار قریش کثیر تعداد میں جمع ہو گئے جن میں ابوسفیان بھی تھے۔ جب ان کو سولی پر چڑھا کر قاتل نے تلوار ہاتھ میں لی تو ابوسفیان نے کہا کہ کیوں؟ اے زید! سچ کہنا، اگر اس وقت تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس طرح قتل کئے جاتے تو کیا تم اس کو پسند کرتے؟ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کی اس طعنہ زنی کو سن کر تڑپ گئے اور جذبات سے بھری ہوئی آواز میں فرمایا کہ اے ابوسفیان! خدا کی قسم! میں اپنی جان کو قربان کر دینا

1......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چهارم ،ج۲،ص۱۴۱

عزیز سمجھتا ہوں مگر میرے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس پاؤں کے تلوے میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ مجھے کبھی بھی یہ گوارا نہیں ہوسکتا۔ ؎

مجھے ہو ناز قسمت پر اگر نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر
یہ سر کٹ جائے اور تیرا کف پا اس کو ٹھکرائے
یہ سب کچھ ہے گوارا پر یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا
کہ انکے پاؤں کے تلوے میں اک کانٹا بھی چبھ جائے

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا کہ میں نے بڑے بڑے محبت کرنے والوں کو دیکھا ہے۔ مگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے عاشقوں کی مثال نہیں مل سکتی۔ صفوان کے غلام ''نسطاس'' نے تلوار سے ان کی گردن ماری۔[1] (زرقانی ج۲ص۷۳)

واقعۂ بیر معونہ

ماہ صفر ۴ ھ میں ''بیر معونہ'' کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ ابو براء عامر بن مالک جو اپنی بہادری کی وجہ سے ''ملاعب الاسنہ'' (برچھیوں سے کھیلنے والا) کہلاتا تھا، بارگاہ رسالت میں آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے نہ تو اسلام قبول کیا نہ اس سے کوئی نفرت ظاہر کی بلکہ یہ درخواست کی کہ آپ اپنے چند منتخب صحابہ کو ہمارے دیار میں بھیج دیجئے مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کرلیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے نجد کے کفار کی طرف سے خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا کہ میں آپ کے اصحاب کی جان و مال کی حفاظت کا ضامن ہوں۔[2]

1 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب بعث الرجیع، ج۲، ص۴۹۲۔۴۹۳

2 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب بئر معونة، ج۲، ص۴۹۶ و مدارج النبوت، قسم سوم، باب چھارم، ج۲، ص۱۴۳ و الکامل فی التاریخ، السنة الرابعة من الھجرة، ذکر بئر معونة، ج۲، ص۶۳

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے ستر منتخب صالحین کو جو ''قراء'' کہلاتے تھے بھیج دیا۔ یہ حضرات جب مقام ''بیر معونہ'' پر پہنچے تو ٹھہر گئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قافلہ سالار حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط لے کر عامر بن طفیل کے پاس اکیلے تشریف لے گئے جو قبیلہ کا رئیس اور ابو براء کا بھتیجا تھا۔ اس نے خط کو پڑھا بھی نہیں اور ایک شخص کو اشارہ کر دیا جس نے پیچھے سے حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور آس پاس کے قبائل یعنی رعل وذکوان اور عصیہ و بنولحیان وغیرہ کو جمع کر کے ایک لشکر تیار کر لیا اور صحابہ کرام پر حملہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیر معونہ کے پاس بہت دیر تک حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کا انتظار کرتے رہے مگر جب بہت زیادہ دیر ہو گئی تو یہ لوگ آگے بڑھے راستہ میں عامر بن طفیل کی فوج کا سامنا ہوا اور جنگ شروع ہو گئی کفار نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کر دیا، انہی شہداء کرام میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ جن کے بارے میں عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ قتل ہونے کے بعد ان کی لاش بلند ہو کر آسمان تک پہنچی پھر زمین پر آ گئی، اس کے بعد ان کی لاش تلاش کرنے پر بھی نہیں ملی کیونکہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا۔[1] (بخاری ج۲ ص ۵۸۷ باب غزوۃ الرجیع)

حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامر بن طفیل نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے میں تم کو آزاد کرتا

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب بئرمعونة، ج۲، ص۴۹۸-۵۰۲ ملخصاً وصحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الرجيع، الحديث: ۴۰۹۱، ج۳، ص۴۸

ہوں یہ کہا اوران کی چوٹی کا بال کاٹ کران کوچھوڑ دیا۔[1] حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چل کر جب مقامِ ''قرقرہ'' میں آئے تو ایک درخت کے سائے میں ٹھہرے وہیں قبیلۂ بنوکلاب کے دوآدمی بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب وہ دونوں سو گئے تو حضرت عامر بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کافروں کوقتل کردیا اور یہ سوچ کردل میں خوش ہورہے تھے کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ لے لیا ہے مگران دونوں شخصوں کوحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امان دے چکے تھے جس کا حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوعلم نہ تھا۔[2] جب مدینہ پہنچ کر انہوں نے سارا حال دربار رسالت میں بیان کیا تو اصحاب بیرمعونہ کی شہادت کی خبرسن کر سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کواتنا عظیم صدمہ پہنچا کہ تمام عمر شریف میں کبھی بھی اتنا رنج وصدمہ نہیں پہنچا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہینہ بھرتک قبائل رعل وذکوان اورعصیہ وبنولحیان پرنماز فجر میں لعنت بھیجتے رہے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن دوشخصوں کوقتل کردیا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کے خون بہا ادا کرنے کا اعلان فرمایا۔[3] (بخاری ج۱ ص۶ ۱۳۶وزُرقانی ج۲ص۷۴تا۷۸)

غزوۂ بنونضیر

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلۂ بنوکلاب کے جن دوشخصوں کوقتل کردیا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کا خون بہا ادا کرنے کا اعلان فرما

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب بئر معونة ،ج۲،ص ۵۰۱

2 ...... كتاب المغازى للواقدى ، باب غزوة بنى النضير،ج۱ ،ص۳۶۳
والسيرة النبوية لابن هشام،حديث بئر معونة ، ص۳۷۶

3 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب بئر معونة ، ج۲،ص۵۰۳،۵۰۸

دیا تھا اسی معاملہ کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبیلۂ بنو نضیر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے کیونکہ ان یہودیوں سے آپ کا معاہدہ تھا مگر یہودی درحقیقت بہت ہی بدباطن ذہنیت والی قوم ہیں معاہدہ کر لینے کے باوجود ان خبیثوں کے دلوں میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی اور عناد کی آگ بھری ہوئی تھی۔ ہر چند حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان بدباطنوں سے اہل کتاب ہونے کی بنا پر اچھا سلوک فرماتے تھے مگر یہ لوگ ہمیشہ اسلام کی بیخ کنی اور بانیٔ اسلام کی دشمنی میں مصروف رہے۔ مسلمانوں سے بغض و عناد اور کفار و منافقین سے ساز باز اور اتحاد یہی ہمیشہ ان غداروں کا طرزِ عمل رہا۔ چنانچہ اس موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے بظاہر تو بڑے اخلاق کا مظاہرہ کیا مگر اندرونی طور پر بڑی ہی خوفناک سازش اور انتہائی خطرناک اسکیم کا منصوبہ بنالیا۔[1] حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے یہودیوں نے ان سب حضرات کو ایک دیوار کے نیچے بڑے احترام کے ساتھ بٹھایا اور آپس میں یہ مشورہ کیا کہ چھت پر سے ایک بہت ہی بڑا اور وزنی پتھر ان حضرات پر گرا دیں تا کہ یہ سب لوگ دب کر ہلاک ہو جائیں۔ چنانچہ عمرو بن جحاش اس مقصد کے لئے چھت کے اوپر چڑھ گیا، محافظِ حقیقی پروردگارِ عالم عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہودیوں کی اس ناپاک سازش سے بذریعہ وحی مطلع فرمادیا اس لئے فوراً ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر چپ چاپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چلے آئے اور مدینہ تشریف لاکر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہودیوں کی اس سازش سے آگاہ فرمایا اور انصار و مہاجرین

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب، حدیث بنی النضیر، ج۲،ص۵۰۸ ملخصاً

سے مشورہ کے بعد ان یہودیوں کے پاس قاصد بھیج دیا[1] کہ چونکہ تم لوگوں نے اپنی اس دسیسہ کاری اور قاتلانہ سازش سے معاہدہ توڑ دیا اس لئے اب تم لوگوں کو دس دن کی مہلت دی جاتی ہے کہ تم اس مدت میں مدینہ سے نکل جاؤ، اس کے بعد جو شخص بھی تم میں کا یہاں پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔ شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر بنونضیر کے یہودی جلاوطن ہونے کے لئے تیار ہو گئے تھے مگر منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ان یہودیوں کا حامی بن گیا اور اس نے کہلا بھیجا کہ تم لوگ ہرگز ہرگز مدینہ سے نہ نکلو ہم دو ہزار آدمیوں سے تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں اس کے علاوہ بنوقریظہ اور بنوغطفان یہودیوں کے دو طاقتور قبیلے بھی تمہاری مدد کریں گے۔ بنونضیر کے یہودیوں کو جب اتنا بڑا سہارا مل گیا تو وہ شیر ہو گئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم مدینہ چھوڑ کر نہیں جا سکتے آپ کے جو دل میں آئے کر لیجیے۔[2]

(مدارج جلد۲ص ۱۴۷)

یہودیوں کے اس جواب کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی امامت حضرت ابن اُمِ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرما کر خود بنونضیر کا قصد فرمایا اور ان یہودیوں کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ پندرہ دن تک قائم رہا قلعہ میں باہر سے ہر قسم کے سامانوں کا آنا جانا بند ہو گیا اور یہودی بالکل ہی محصور و مجبور ہو کر رہ گئے مگر اس موقع پر نہ تو منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی یہودیوں کی مدد کے لئے آیا نہ بنوقریظہ اور بنوغطفان نے کوئی مدد کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان دغابازوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چهارم ، ج ٢، ص ١٤٦، ١٤٧ ملتقطاً

2 ...... شرح الزرقانی علی المواهب،حديث بنی النضير، ج ٢، ص ١٤٧

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِ نْسَا نِ اكْفُرْ ج فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ o [1] (سورۂ حشر)

ان لوگوں کی مثال شیطان جیسی ہے جب اس نے آدمی سے کہا کہ تو کفر کر پھر جب اس نے کفر کیا تو بولا کہ میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

یعنی جس طرح شیطان آدمی کو کفر پر ابھارتا ہے لیکن جب آدمی شیطان کے ورغلانے سے کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے تو شیطان چپکے سے کھسک کر پیچھے ہٹ جاتا ہے اسی طرح منافقوں نے بنو نضیر کے یہودیوں کو شہ دے کر دلیر بنا دیا اور اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے لڑا دیا لیکن جب بنو نضیر کے یہودیوں کو جنگ کا سامنا ہوا تو منافق چھپ کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قلعہ کے محاصرہ کے ساتھ قلعہ کے آس پاس کھجوروں کے کچھ درختوں کو بھی کٹوا دیا کیونکہ ممکن تھا کہ درختوں کے جھنڈ میں یہودی چھپ کر اسلامی لشکر پر چھاپا مارتے اور جنگ میں مسلمانوں کو دشواری ہو جاتی۔ ان درختوں کو کاٹنے کے بارے میں مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے، کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ درخت نہ کاٹے جائیں کیونکہ فتح کے بعد یہ سب درخت مالِ غنیمت بن جائیں گے اور مسلمان ان سے نفع اٹھائیں گے اور کچھ لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ درختوں کے جھنڈ کو کاٹ کر صاف کر دینے سے یہودیوں کی کمین گاہوں کو برباد کرنا اور ان کو نقصان پہنچا کر غیظ و غضب میں ڈالنا مقصود ہے، لہٰذا ان درختوں کو کاٹ دینا ہی بہتر ہے اس موقع پر سورۂ حشر کی یہ آیت اتری:

---

1 ……پ ۲۸، الحشر: ۱۶

مَاقَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِىَ الْفٰسِقِيْنَ○ [1]

جو درخت تم نے کاٹے یا جن کو انکی جڑوں پر قائم چھوڑ دیے یہ سب اللہ کے حکم سے تھا تا کہ خدا فاسقوں کو رسوا کرے

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو درخت کاٹنے والے ہیں ان کا عمل بھی درست ہے اور جو کاٹنا نہیں چاہتے وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں کیونکہ کچھ درختوں کو کاٹنا اور کچھ کو چھوڑ دینا یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اجازت سے ہیں۔ [2]

بہر حال آخر کار محاصرہ سے تنگ آ کر بنونضیر کے یہودی اس بات پر تیار ہو گئے کہ وہ اپنا اپنا مکان اور قلعہ چھوڑ کر اس شرط پر مدینہ سے باہر چلے جائیں گے کہ جس قدر مال و اسباب وہ اونٹوں پر لے جاسکیں لے جائیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہودیوں کی اس شرط کو منظور فرمالیا اور بنونضیر کے سب یہودی چھ سو اونٹوں پر اپنا مال و سامان لاد کر ایک جلوس کی شکل میں گاتے بجاتے ہوئے مدینہ سے نکلے کچھ تو ''خیبر'' چلے گئے اور زیادہ تعداد میں ملک شام جا کر ''اذرعات'' اور ''اریحاء'' میں آباد ہو گئے۔

ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ان کے گھروں کی مسلمانوں نے جب تلاشی لی تو پچاس لوہے کی ٹوپیاں، پچاس زرہیں، تین سو چالیس تلواریں نکلیں جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قبضہ میں آئیں۔ [3] (زرقانی ج۲ ص۷۹ تا ۸۵)

اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے یہودیوں کی اس جلاوطنی کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ حشر میں اس طرح فرمایا کہ

---

1 ......پ۲۸، الحشر:۵

2 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني،حديث بني النضير، ج۲،ص۵۱۶،۵۱۷

3 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني،حديث بني النضير، ج۲،ص۵۱۷،۵۱۸

هُوَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا	اللہ وہی ہے جس نے کافر کتابیوں کو ان کے
مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِهِمۡ لِاَوَّلِ	گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کیلئے
الۡحَشۡرِ ط مَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا	(اے مسلمانو!) تمہیں یہ گمان نہ تھا کہ وہ
وَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ مَّانِعَتُهُمۡ حُصُوۡنُهُمۡ	نکلیں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ انکے قلعے انہیں
مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ حَیۡثُ	اللہ سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس
لَمۡ یَحۡتَسِبُوۡا وَقَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ	آ گیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس
الرُّعۡبَ یُخۡرِبُوۡنَ بُیُوۡتَهُمۡ بِاَیۡدِیۡهِمۡ	نے ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا کہ وہ
وَاَیۡدِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ق فَاعۡتَبِرُوۡا	اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور
یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ o[1] (حشر)	مسلمانوں کے ہاتھوں سے ویران کرتے
	ہیں تو عبرت پکڑو اے نگاہ والو!

بدر صغریٰ

جنگِ اُحد سے لوٹتے وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ آئندہ سال بدر میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا۔ چنانچہ شعبان یا ذوالقعدہ ۴ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کے نظم ونسق کا انتظام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرما کر لشکر کے ساتھ بدر میں تشریف لے گئے۔ آٹھ روز تک کفار کا انتظار کیا ادھر ابوسفیان بھی فوج کے ساتھ چلا، ایک منزل چلا تھا کہ اس نے اپنے لشکر سے یہ کہا کہ یہ سال جنگ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اتنا زبردست قحط پڑا ہوا ہے کہ نہ آدمیوں کے لئے دانہ پانی ہے نہ جانوروں کے لئے گھاس چارا، یہ کہہ کرابوسفیان مکہ واپس چلا گیا، مسلمانوں کے پاس

1 ……پ۲۸، الحشر:۲

کچھ مال تجارت بھی ساتھ تھا جب جنگ نہیں ہوئی تو مسلمانوں نے تجارت کر کے خوب نفع کمایا اور مدینہ واپس چلے آئے۔ (1) (مدارج جلد۲ص۱۵۱وغیرہ)

۴ھ کے متفرق واقعات

《۱》اسی سال غزوۂ بنو نضیر کے بعد جب انصار نے کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنونضیر کے جو اموال غنیمت میں ملے ہیں وہ سب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے مہاجر بھائیوں کو دے دیجیے ہم اس میں سے کسی چیز کے طلب گار نہیں ہیں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خوش ہو کر یہ دعا فرمائی کہ

اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَاَبْنَآءَ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَآءَ اَبْنَآءِ الْاَنْصَارِ۔ اے اللہ! عزوجل انصار پر، اور انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما۔ (2)

(مدارج جلد۲ص۱۴۸)

《۲》اسی سال حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نواسے حضرت عبداللہ بن عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی آنکھ میں ایک مرغ نے چونچ ماردی جس کے صدمے سے وہ دورات تڑپ کر وفات پاگئے۔ (3) (مدارج جلد۲ص۱۵۰)

《۳》اسی سال حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت بی بی زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وفات ہوئی۔ (4) (مدارج جلد۲ص۱۵۰)

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب چھارم، ج۲، ص۱۵۱ ملتقطاً و ملخصاً
والمواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، باب غزوة بدرالاخیرة...الخ، ج۲، ص۵۳۵

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چھارم ، ج۲، ص۱۴۹

3 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چھارم ، ج۲، ص۱۴۹، ۱۵۰

4 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چھارم ، ج۲، ص۱۴۹، ۱۵۰

﴿۴﴾اسی سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المؤمنین بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔[1] (مدارج جلد۲ص ۱۵۰)

﴿۵﴾اسی سال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا مقدس پیراہن ان کے کفن کیلئے عطا فرمایا اور ان کی قبر میں اتر کر ان کی میت کو اپنے دست مبارک سے قبر میں اتارا اور فرمایا کہ فاطمہ بنت اسد کے سوا کوئی شخص بھی قبر کے دبوچنے سے نہیں بچا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صرف پانچ ہی میت ایسی خوش نصیب ہوئی ہیں جن کی قبر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اترے: **اوّل:** حضرت بی بی خدیجہ، **دوم:** حضرت بی بی خدیجہ کا ایک لڑکا، **سوم:** عبداللہ مزنی جن کا لقب ذوالبجادین ہے، **چہارم:** حضرت بی بی عائشہ کی ماں حضرت اُمِ رومان، **پنجم:** حضرت فاطمہ بنت اسد حضرت علی کی والدہ۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)[2] (مدارج جلد۲ص ۱۵۰)

﴿۶﴾اسی سال ۴ شعبان ۴ھ کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہوئی۔[3]

(مدارج جلد۲ص ۱۵۱)

﴿۷﴾اسی سال ایک یہودی نے ایک یہودی کی عورت کے ساتھ زنا کیا اور یہودیوں نے یہ مقدمہ بارگاہ نبوت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تورات و قرآن دونوں کتابوں کے فرمان سے اس کو سنگسار کرنے کا فیصلہ فرمایا۔[4] (مدارج جلد۲ص ۱۵۲)

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چهارم ، ج ۲ ،ص ۱۴۹، ۱۵۰

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چهارم ، ج ۲ ،ص ۱۵۰، ۱۵۱

3 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چهارم ، ج ۲ ،ص ۱۵۱

4 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چهارم ، ج ۲ ،ص ۱۵۲

﴿۸﴾ اسی سال طعمہ بن ابیرق نے جو مسلمان تھا چوری کی تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قرآن کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا، اس پر وہ بھاگ نکلا اور مکہ چلا گیا۔ وہاں بھی اس نے چوری کی اہل مکہ نے اس کو قتل کرڈالا یا اس پر دیوار گر پڑی اور مر گیا یا دریا میں پھینک دیا گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا۔[1] (مدارج جلد۲ص ۱۵۳)

﴿۹﴾ بعض مؤرخین کے نزدیک شراب کی حرمت کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا اور بعض کے نزدیک ۶ ھ میں اور بعض نے کہا کہ ۸ ھ میں شراب حرام کی گئی۔[2]

(مدارج جلد۲ص ۱۵۳)

دسواں باب

ہجرت کا پانچواں سال

۵ ھ

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے جانی نقصان کا چرچا ہو جانے اور کفار قریش اور یہودیوں کی مشترکہ سازشوں سے تمام قبائل کفار کا حوصلہ اتنا بلند ہو گیا کہ سب کو مدینہ پر حملہ کرنے کا جنون ہو گیا۔ چنانچہ ۵ ھ بھی کفر و اسلام کے بہت سے معرکوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ ہم یہاں چند مشہور غزوات و سرایا کا ذکر کرتے ہیں۔

غزوہ ذات الرقاع

سب سے پہلے قبائل ''انمار و ثعلبہ'' نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اِس کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چار سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا لشکر اپنے ساتھ لیا اور ۱۰ محرم ۵ ھ کو مدینہ سے روانہ ہو کر مقامِ

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چهارم ، ج۲، ص۱۵۲، ۱۵۳

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب چهارم ، ج۲، ص۱۵۳

''ذات الرقاع'' تک تشریف لے گئے لیکن آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آمد کا حال سن کر یہ کفار پہاڑوں میں بھاگ کر چھپ گئے اس لئے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ مشرکین کی چند عورتیں ملیں جن کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے گرفتار کرلیا۔ اس وقت مسلمان بہت ہی مفلس اور تنگ دستی کی حالت میں تھے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ سواریوں کی اتنی کمی تھی کہ چھ چھ آدمیوں کی سواری کے لئے ایک ایک اونٹ تھا جس پر ہم لوگ باری باری سوار ہو کر سفر کرتے تھے پہاڑی زمین میں پیدل چلنے سے ہمارے قدم زخمی اور پاؤں کے ناخن جھڑ گئے تھے اس لئے ہم لوگوں نے اپنے پاؤں پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کا نام ''غزوہ ذات الرقاع'' (پیوندوں والا غزوہ) ہو گیا۔ (1) (بخاری غزوہ ذات الرقاع ج۲ ص۵۹۲)

بعض مؤرخین نے کہا کہ چونکہ وہاں کی زمین کے پتھر سفید و سیاہ رنگ کے تھے اور زمین ایسی نظر آتی تھی گویا سفید اور کالے پیوند ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہیں، لہٰذا اس غزوہ کو ''غزوہ ذات الرقاع'' کہا جانے لگا اور بعض کا قول ہے کہ یہاں پر ایک درخت کا نام ''ذات الرقاع'' تھا اس لئے لوگ اس کو غزوہ ذات الرقاع کہنے لگے، ہوسکتا ہے کہ یہ ساری باتیں ہوں۔ (2) (زرقانی جلد۲ ص۸۸)

مشہور امام سیرت ابن سعد کا قول ہے کہ سب سے پہلے اس غزوہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ''صلوٰۃ الخوف'' پڑھی۔ (3)

(زُرقانی ج۲ ص۹۰ و بخاری باب غزوہ ذات الرقاع ج۲ ص۵۹۲)

---

1 ......المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج۲، ص۵۲۶، ۵۲۸
وصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، الحدیث۴۱۲۸، ج۳، ص۵۸

2 ......المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج۲، ص۵۲۵

3 ......المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ج۲، ص۵۲۸، ۵۲۹

غزوہ دُومۃ الجندل

ربیع الاول ۵ھ میں پتا چلا کہ مقام ''دومۃ الجندل'' میں جو مدینہ اور شہر دمشق کے درمیان ایک قلعہ کا نام ہے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑی فوج جمع ہو رہی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لشکر لے کر مقابلہ کے لئے مدینہ سے نکلے، جب مشرکین کو یہ معلوم ہوا تو وہ لوگ اپنے مویشیوں اور چرواہوں کو چھوڑ کر بھاگ نکلے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان تمام جانوروں کو مال غنیمت بنا لیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین دن وہاں قیام فرما کر مختلف مقامات پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لشکروں کو روانہ فرمایا۔ اس غزوہ میں بھی کوئی جنگ نہیں ہوئی اس سفر میں ایک مہینہ سے زائد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ سے باہر رہے۔ (1)

(زرقانی ج۲ ص۹۴ تا ۹۵)

غزوہ مُریسیع

اس کا دوسرا نام ''غزوہ بنی المصطلق'' بھی ہے ''مریسیع'' ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے آٹھ منزل دور ہے۔ قبیلۂ خزاعہ کا ایک خاندان ''بنو المصطلق'' یہاں آباد تھا اور اس قبیلہ کا سردار حارث بن ضرار تھا اس نے بھی مدینہ پر فوج کشی کے لئے لشکر جمع کیا تھا، جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو ۲ شعبان ۵ھ کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اس غزوہ میں حضرت بی بی عائشہ اور حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں، جب حارث بن ضرار کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ، ج ۲ ،ص ۱۸۴ ملخصاً

آوری کی خبر ہوگئی تو اس پر ایسی دہشت سوار ہوگئی کہ وہ اور اس کی فوج بھاگ کر منتشر ہوگئی مگر خود مریسیع کے باشندوں نے لشکر اسلام کا سامنا کیا اور جم کر مسلمانوں پر تیر برسانے لگے لیکن جب مسلمانوں نے ایک ساتھ مل کر حملہ کر دیا تو دس کفار مارے گئے اور ایک مسلمان بھی شہادت سے سرفراز ہوئے، باقی سب کفار گرفتار ہو گئے جن کی تعداد سات سو سے زائد تھی، دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاتھ آئیں۔(1) (زُرقانی ج۲ص ۹۷تا۹۸)

غزوہ مریسیع جنگ کے اعتبار سے تو کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا مگر اس جنگ میں بعض ایسے اہم واقعات درپیش ہوگئے کہ یہ غزوہ تاریخ نبوی کا ایک بہت ہی اہم اور شاندار عنوان بن گیا ہے، ان مشہور واقعات میں سے چند یہ ہیں:

منافقین کی شرارت

اس جنگ میں مال غنیمت کے لالچ میں بہت سے منافقین بھی شریک ہوگئے تھے ایک دن پانی لینے پر ایک مہاجر اور ایک انصاری میں کچھ تکرار ہوگئی مہاجر نے بلند آواز سے یاللمہاجرین (اے مہاجرو! فریاد ہے) اور انصاری نے یاللانصار (اے انصاریو! فریاد ہے) کا نعرہ مارا، یہ نعرہ سنتے ہی انصار و مہاجرین دوڑ پڑے اور اسقدر بات بڑھ گئی کہ آپس میں جنگ کی نوبت آ گئی رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کو شرارت کا ایک موقعہ مل گیا اس نے اشتعال دلانے کے لئے انصاریوں سے کہا کہ ''لو! یہ تو وہی مثل ہوئی کہ سَمِّنْ کَلْبَکَ لِیَاْکُلَکَ (تم اپنے کتے کو فربہ کرو تاکہ وہ تمہیں کو کھا ڈالے) تم انصاریوں ہی نے ان مہاجرین کا حوصلہ بڑھا دیا ہے لہٰذا اب ان مہاجرین کی مالی امداد و مدد بالکل بند کر دو یہ لوگ ذلیل وخوار

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقانی، باب غزوة المريسيع، ج۳، ص۳ـ۸ ملتقطاً

ہیں اور ہم انصار عزت دار ہیں اگر ہم مدینہ پہنچے تو یقیناً ہم ان ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کر دیں گے۔ (1) (قرآن سورۂ منافقون)

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس ہنگامہ کا شور و غوغا سنا تو انصار و مہاجرین سے فرمایا کہ کیا تم لوگ زمانہ جاہلیت کی نعرہ بازی کر رہے ہو؟ جمالِ نبوت دیکھتے ہی انصار و مہاجرین برف کی طرح ٹھنڈے پڑ گئے اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند فقروں نے محبت کا ایسا دریا بہا دیا کہ پھر انصار و مہاجرین شیر و شکر کی طرح گھل مل گئے۔

جب عبداللہ بن اُبی کی بیہودہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں پڑی تو وہ اس قدر طیش میں آ گئے کہ ننگی تلوار لے کر آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت نرمی کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ خبردار ایسا نہ کرو، ورنہ کفار میں یہ خبر پھیل جائے گی کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرنے لگے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل ہی خاموش ہو گئے مگر اس خبر کا پورے لشکر میں چرچا ہو گیا، یہ عجیب بات ہے کہ عبداللہ ابن اُبی جتنا بڑا اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشمن تھا اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر اس کے بیٹے اسلام کے سچے شیدائی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جان نثار صحابی تھے ان کا نام بھی عبداللہ تھا جب اپنے باپ کی بکواس کا پتا چلا تو وہ غیظ و غضب میں بھرے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ میرے باپ کے قتل کو پسند فرماتے ہوں تو میری تمنا ہے کہ کسی دوسرے کے بجائے میں خود اپنی تلوار سے اپنے باپ

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج۲،ص۱۵۶ ملخصاً

کا سر کاٹ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں میں تمہارے باپ کے ساتھ کبھی بھی کوئی برا سلوک نہیں کروں گا۔ (1)

(ابن سعد وطبری وغیرہ)

اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ مدینہ کے قریب وادی عقیق میں وہ اپنے باپ عبداللہ بن ابی کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ تم نے مہاجرین اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذلیل کہا ہے خدا کی قسم! میں اس وقت تک تم کو مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت عطا نہ فرمائیں اور جب تک تم اپنی زبان سے یہ نہ کہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں اور تم سارے جہان والوں میں سب سے زیادہ ذلیل ہو، تمام لوگ انتہائی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پہنچے اور یہ دیکھا کہ بیٹا باپ کا راستہ روکے ہوئے کھڑا ہے اور عبداللہ بن ابی زور زور سے کہہ رہا ہے کہ "میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ عزت دار ہیں۔" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھتے ہی حکم دیا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو تا کہ یہ مدینہ میں داخل ہو جائے۔ (2) (مدارج النبوۃ ج۲ص ۱۵۷)

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

غزوہ مریسیع کی جنگ میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے ان میں سردار قوم حارث بن ضرار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں جب تمام

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ، ج۲، ص۱۵۶ ملخصاً والسیرۃ النبویۃ لابن ہشام، طلب ابن عبداللّٰہ بن ابی...الخ، ص ۴۲۰

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ، ج۲، ص۱۵۷

قیدی لونڈی غلام بنا کر مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیئے گئے تو حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئیں انہوں نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ کہہ دیا کہ تم مجھے اتنی اتنی رقم دے دو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کوئی رقم نہیں تھی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنے قبیلے کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں اور میں مسلمان ہو چکی ہوں حضرت ثابت بن قیس نے اتنی اتنی رقم لے کر مجھے آزاد کر دینے کا وعدہ کر لیا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری مدد فرمائیں تا کہ میں یہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کروں تو کیا تم منظور کر لو گی؟ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں خود تنہا تمہاری طرف سے ساری رقم ادا کر دوں اور تم کو آزاد کر کے میں تم سے نکاح کر لوں تا کہ تمہارا خاندانی اعزاز و وقار برقرار رہ جائے، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خوشی خوشی اس کو منظور کر لیا، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساری رقم اپنے پاس سے ادا فرما کر حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرما لیا جب یہ خبر لشکر میں پھیل گئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرما لیا تو مجاہدین اسلام کے لشکر میں اس خاندان کے جتنے لونڈی غلام تھے مجاہدین نے سب کو فوراً ہی آزاد کر کے رہا کر دیا اور لشکر اسلام کا ہر سپاہی یہ کہنے لگا کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شادی کر لی اس خاندان کا کوئی آدمی لونڈی غلام نہیں رہ سکتا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں کہ ہم نے کسی عورت کا نکاح حضرت

جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح سے بڑھ کر خیر و برکت والا نہیں دیکھا کہ اس کی وجہ سے تمام خاندان بنی المصطلق کو غلامی سے آزادی نصیب ہوگئی۔[1]

(ابوداود کتاب العتق ج۲ص ۵۴۸)

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصلی نام ''برہ'' تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نام کو بدل کر ''جویریہ'' نام رکھا۔[2] (مدارج جلد۲ص ۱۵۵)

واقعہ افک

اسی غزوہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ واپس آنے لگے تو ایک منزل پر رات میں پڑاؤ کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بند ہودج میں سوار ہو کر سفر کرتی تھیں اور چند مخصوص آدمی اس ہودج کو اونٹ پر لادنے اور اتارنے کے لئے مقرر تھے، حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لشکر کی روانگی سے کچھ پہلے لشکر سے باہر رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئیں جب واپس ہوئیں تو دیکھا کہ ان کے گلے کا ہار کہیں ٹوٹ کر گر پڑا ہے وہ دوبارہ اس ہار کی تلاش میں لشکر سے باہر چلی گئیں اس مرتبہ واپسی میں کچھ دیر لگ گئی اور لشکر روانہ ہو گیا آپ کا ہودج لادنے والوں نے یہ خیال کر کے کہ اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہودج کے اندر تشریف فرما ہیں ہودج کو اونٹ پر لاد دیا اور پورا قافلہ منزل سے روانہ ہو گیا جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا منزل پر واپس آئیں تو یہاں کوئی آدمی موجود نہیں تھا تنہائی سے سخت گھبرائیں اندھیری رات میں اکیلے چلنا بھی خطرناک تھا اس لئے وہ یہ سوچ کر وہیں لیٹ گئیں کہ جب اگلی منزل پر لوگ مجھے نہ پائیں گے تو ضرور ہی میری تلاش میں یہاں آئیں گے، وہ لیٹی

1 ...... کتاب المغازی للواقدی ،غزوۃ المریسیع،ج۱،ص ۴۱۰، ۴۱۱

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ،ج۲،ص ۱۵۵

لیٹی سو گئیں ایک صحابی جن کا نام حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالٰی عنہ تھا وہ ہمیشہ لشکر کے پیچھے پیچھے اس خیال سے چلا کرتے تھے تا کہ لشکر کا گرا پڑا سامان اٹھاتے چلیں وہ جب اس منزل پر پہنچے تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو دیکھا اور چونکہ پردہ کی آیت نازل ہونے سے پہلے وہ بارہا ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کو دیکھ چکے تھے اس لئے دیکھتے ہی پہچان لیا اور انہیں مردہ سمجھ کر "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن" پڑھا اس آواز سے وہ جاگ اٹھیں حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فوراً ہی ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر لیا اور خود اونٹ کی مہار تھام کر پیدل چلتے ہوئے اگلی منزل پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ (1)

منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی نے اس واقعہ کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت لگانے کا ذریعہ بنا لیا اور خوب خوب اس تہمت کا چرچا کیا یہاں تک کہ مدینہ میں اس منافق نے اس شرمناک تہمت کو اس قدر اچھالا اور اتنا شوروغل مچایا کہ مدینہ میں ہر طرف اس افتراء اور تہمت کا چرچا ہونے لگا اور بعض مسلمان مثلاً حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہم نے بھی اس تہمت کو پھیلانے میں کچھ حصہ لیا، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس شر انگیز تہمت سے بے حد رنج و صدمہ پہنچا اور مخلص مسلمانوں کو بھی انتہائی رنج و غم ہوا حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مدینہ پہنچتے ہی سخت بیمار ہو گئیں، پردہ نشین تو تھیں ہی صاحب فراش ہو گئیں اور انہیں اس تہمت تراشی کی بالکل خبر ہی نہیں ہوئی گو کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی پاک دامنی کا پورا پورا علم و یقین تھا مگر چونکہ اپنی

(1)......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث ۴۱۴۱، ج۳، ص ۶۱ ملتقطاً ومدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج ۲، ص ۱۵۹ ملتقطاً و ملخصاً

بیوی کا معاملہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اپنی بیوی کی براءت اور پاکدامنی کا اعلان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور وحی الٰہی کا انتظار فرمانے لگے اس درمیان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مخلص اصحاب سے اس معاملہ میں مشورہ فرماتے رہے تاکہ ان لوگوں کے خیالات کا پتا چل سکے۔[1] (بخاری ج۲ ص۵۹۴)

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس تہمت کے بارے میں گفتگو فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر ایک مکھی بھی بیٹھ جائے کیونکہ مکھی نجاستوں پر بیٹھتی ہے تو بھلا جو عورت ایسی برائی کی مرتکب ہو خداوند قدوس کب اور کیسے برداشت فرمائے گا کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہ سکے۔[2]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سایہ کو زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑ سکے تو بھلا اس معبود برحق کی غیرت کب یہ گوارا کرے گی کہ کوئی انسان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے ساتھ ایسی قباحت کا مرتکب ہو سکے؟۔[3] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گزارش کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک مرتبہ آپ کی نعلین اقدس میں نجاست لگ گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیج کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی کہ آپ اپنی نعلین اقدس کو اتار دیں اس لئے حضرت بی بی عائشہ

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ،ج۲،ص۱۵۹۔۱۶۱ ملتقطاً

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ،ج۲،ص ۱۶۱

3 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ،ج۲،ص ۱۶۱

رضی اللہ تعالیٰ عنہا معاذ اللہ اگر ایسی ہوتیں تو ضرور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل فرما دیتا کہ ''آپ ان کو اپنی زوجیت سے نکال دیں۔''(1)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس تہمت کی خبر سنی تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے بیوی! تو سچ بتا! اگر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو کیا تو یہ گمان کر سکتی ہے کہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرم پاک کے ساتھ ایسا کر سکتا تھا؟ تو ان کی بیوی نے جواب دیا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیوی ہوتی تو خدا کی قسم! میں کبھی ایسی خیانت نہیں کر سکتی تھی تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو مجھ سے لاکھوں درجے بہتر ہے اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدرجہا تم سے بہتر ہیں بھلا کیونکر ممکن ہے کہ یہ دونوں ایسی خیانت کر سکتے ہیں؟(2) (مدارک التنزیل مصری ج۲ ص۱۳۴ تا ۱۳۵)

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں حضرت علی اور اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب مشورہ طلب فرمایا تو حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برجستہ کہا کہ اَھۡلُكَ وَلَا نَعۡلَمُ اِلَّا خَیۡرًا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ آپ کی بیوی ہیں اور ہم انہیں اچھی ہی جانتے ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جواب دیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں ڈالی ہے عورتیں ان کے سوا بہت ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے بارے میں ان

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ، ج۲، ص۱۵۷ ومدارك التنزيل المعروف بتفسير النسفي ،الجزء الثامن عشر ، سورة النور،تحت الاية ۱۲،۱۳، ص۷۷۲

2 ......مدارك التنزيل المعروف بتفسير النسفي ،الجزء الثامن عشر ، سورة النور،تحت الاية ۱۲،۱۳، ص۷۷۲

کی لونڈی (حضرت بریرہ) سے پوچھ لیں وہ آپ سے سچ سچ کہہ دے گی۔ (1)

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب آپ نے سوال فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے کہ میں نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کوئی عیب نہیں دیکھا، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ابھی کمسن لڑکی ہیں وہ گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر کھا ڈالتی ہے۔ (2)

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت فرمایا جو حسن و جمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مثل تھیں تو انہوں نے قسم کھا کر یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَحۡمِیۡ سَمۡعِیۡ وَ بَصَرِیۡ وَاللّٰہِ مَا عَلِمۡتُ اِلَّا خَیۡرًا میں اپنے کان اور آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں خدا کی قسم! میں تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اچھی ہی جانتی ہوں۔ (3)

(بخاری باب حدیث الافک ج۲ص۵۹۶)

اس کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن منبر پر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے فرمایا کہ اس شخص کی طرف سے مجھے کون معذور سمجھے گا، یا میری مدد کرے گا جس نے میری بیوی پر بہتان تراشی کر کے میری دل آزاری کی ہے، وَاللّٰہِ مَا عَلِمۡتُ عَلٰی اَھۡلِیۡ اِلَّا خَیۡرًا خدا کی قسم! میں اپنی بیوی کو ہر طرح کی اچھی ہی جانتا

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث ۴۱۴۱، ج۳، ص۶۳ ملتقطاً

2 ......السیرۃ الحلبیۃ، غزوۃ بنی المصطلق، ج۲، ص۴۰۲ ودلائل النبوۃ للبیہقی، باب حدیث الافک، ج۴، ص ۶۸

3 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث ۴۱۴۱، ج۳، ص۶۶

ہوں۔ وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا اوران لوگوں (منافقوں) نے (اس بہتان میں) ایک ایسے مرد (صفوان بن معطل) کا ذکر کیا ہے جس کو میں بالکل اچھا ہی جانتا ہوں۔[1] (بخاری ج۲ص ۵۹۵ باب حدیث الافک)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برسرِ منبر اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضرت عائشہ اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں کی براءت و طہارت اور عفت و پاک دامنی کا پورا پورا علم اور یقین تھا اور وحی نازل ہونے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ منافق جھوٹے اور اُم المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا پاک دامن ہیں ورنہ آپ برسرِ منبر قسم کھا کر ان دونوں کی اچھائی کا مجمع عام میں ہرگز اعلان نہ فرماتے مگر پہلے ہی اعلان عام نہ فرمانے کی وجہ یہی تھی کہ اپنی بیوی کی پاکدامنی کا اپنی زبان سے اعلان کرنا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مناسب نہیں سمجھتے تھے، جب حد سے زیادہ منافقین نے شوروغوغا شروع کر دیا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منبر پر اپنے خیال اقدس کا اظہار فرما دیا مگر اب بھی اعلان عام کے لئے آپ کو وحی الٰہی کا انتظار ہی رہا۔

یہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سفر سے آتے ہی بیمار ہو کر صاحب فراش ہو گئی تھیں اس لئے وہ اس بہتان کے طوفان سے بالکل ہی بے خبر تھیں جب انہیں مرض سے کچھ صحت حاصل ہوئی اور وہ ایک رات حضرت اُم مسطح صحابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ساتھ رفع حاجت کے لئے صحرا میں تشریف لے گئیں تو انکی زبانی انہوں نے اس دلخراش اور روح فرسا خبر کو سنا۔ جس سے انہیں بڑا دھچکا لگا اور وہ شدت رنج و غم سے نڈھال ہو گئیں چنانچہ ان کی بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا اور وہ دن

1 ......صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب حديث الافك، الحديث ٤١٤١، ج٣، ص ٦٤

رات بلک بلک کر روتی رہیں آخر جب ان سے یہ صدمہ جاں کاہ برداشت نہ ہوسکا تو وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنی والدہ کے گھر چلی گئیں اور اس منحوس خبر کا تذکرہ اپنی والدہ سے کیا، ماں نے کافی تسلی و تشفی دی مگر یہ برابر لگاتار روتی ہی رہیں (1) اسی حالت میں ناگہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہارے بارے میں ایسی ایسی خبر اڑائی گئی ہے اگر تم پاک دامن ہو اور یہ خبر جھوٹی ہے تو عنقریب خداوند تعالیٰ تمہاری براءت کا بذریعہ وحی اعلان فرما دے گا۔ ورنہ تم توبہ و استغفار کر لو کیونکہ جب کوئی بندہ خدا سے توبہ کرتا ہے اور بخشش مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ گفتگو سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آنسو بالکل تھم گئے اور انہوں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جواب دیجیے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں؟ پھر انہوں نے ماں سے جواب دینے کی درخواست کی تو ان کی ماں نے بھی یہی کہا پھر خود حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جواب دیا کہ لوگوں نے جو ایک بے بنیاد بات اڑائی ہے اور یہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ چکی ہے اور کچھ لوگ اس کو سچ سمجھ چکے ہیں اس صورت میں اگر میں یہ کہوں کہ میں پاک دامن ہوں تو لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں اس برائی کا اقرار کر لوں تو سب مان لیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس الزام سے بری اور پاک دامن ہوں اس وقت میری مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) جیسی ہے لہٰذا میں بھی وہی کہتی ہوں

(1)......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث: ٤١٤١، ج٣، ص٦٣

جو انہوں نے کہا تھا یعنی فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَo (1)

یہ کہتی ہوئی انہوں نے کروٹ بدل کر منہ پھیر لیا اور کہا کہ اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ میں اس تہمت سے بری اور پاک دامن ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالٰی ضرور میری براءت کو ظاہر فرما دے گا۔ (2) حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا جواب سن کر ابھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر بیٹھا ہی ہوا تھا کہ ناگہاں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی اور آپ پر نزول وحی کے وقت کی بے چینی شروع ہوگئی اور باوجودیکہ شدید سردی کا وقت تھا مگر پسینے کے قطرات موتیوں کی طرح آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدن سے ٹپکنے لگے جب وحی اتر چکی تو ہنستے ہوئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! رضی اللہ تعالٰی عنہا تم خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی حمد کرو کہ اس نے تمہاری براءت اور پاکدامنی کا اعلان فرما دیا اور پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قرآن کی سورۂ نور میں سے دس آیتوں کی تلاوت فرمائی جو اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُ وْ بِالْاِفْکِ سے شروع ہوکر وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌo پر ختم ہوتی ہیں۔

ان آیات کے نازل ہو جانے کے بعد منافقوں کا منہ کالا ہو گیا اور حضرت ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی پاک دامنی کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اس طرح چمک اٹھا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے دلوں کی دنیا میں نور ایمان سے اجالا ہو گیا۔ (3)

---

1 ...... ترجمۂ کنزالایمان: توصبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔ پ۱۱، یوسف: ۱۸

2 ...... صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث ۴۱۴۱، ج۳، ص ۶۴

3 ...... صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث ۴۱۴۱، ج۳، ص ۶۵

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسطح بن اثاثہ پر بڑا غصہ آیا یہ آپ کے خالہ زاد بھائی تھے اور بچپن ہی میں ان کے والد وفات پا گئے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی پرورش بھی کی تھی اور ان کی مفلسی کی وجہ سے ہمیشہ آپ ان کی مالی امداد فرماتے رہتے تھے مگر اس کے باوجود حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس تہمت تراشی اور اس کا چرچا کرنے میں کچھ حصہ لیا تھا اس وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غصہ میں بھر کر یہ قسم کھالی کہ اب میں مسطح بن اثاثہ کی کبھی بھی کوئی مالی مدد نہیں کروں گا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o [1] (نور)

اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اس آیت کو سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور پھر حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرچ بدستور سابق عطا فرمانے لگے۔[2]

(بخاری حدیث الافک ج۲ص۵۹۵تا۵۹۶ملخصاً)

---

1 ......پ۱۸،النور:۲۲

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ،ج۲،ص۱٦٤

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک خطبہ پڑھا اور سورۂ نور کی آیتیں تلاوت فرما کر مجمع عام میں سنا دیں اور تہمت لگانے والوں میں سے حضرت حسان بن ثابت و حضرت مسطح بن اثاثہ و حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ان چاروں کو حد قذف کی سزا میں اسّی اسّی درے مارے گئے۔[1]

(مدارج جلد۲ص ۱۶۳ وغیرہ)

شارح بخاری علامہ کرمانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءت اور پاک دامنی قطعی و یقینی ہے جو قرآن سے ثابت ہے اگر کوئی اس میں ذرا بھی شک کرے تو وہ کافر ہے۔[2] (بخاری جلد۲ص ۵۹۵)

دوسرے تمام فقہاءِ امت کا بھی یہی مسلک ہے۔

آیت تیمّم کا نزول

ابن عبدالبر و ابن سعد و ابن حبان وغیرہ محدثین و علماء سیرت کا قول ہے کہ تیمّم کی آیت اسی غزوہ مریسیع میں نازل ہوئی مگر روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آیت تیمّم کسی دوسرے غزوہ میں اتری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[3] (مدارج النبوۃ ج۲ص ۱۵۷)

بخاری شریف میں آیت تیمّم کی شان نزول جو مذکور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے جب ہم لوگ مقام ''بیداء'' یا مقام ''ذات الجیش'' میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کچھ لوگ اس ہار کی تلاش میں وہاں ٹھہر گئے

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ، ج۲،ص۱۶۳

2 ......حاشية صحيح البخاری، كتاب المغازی،باب حديث الافك،حاشية:۹،ج۲،ص۵۹۶

3 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ، ج۲،ص۱۵۸،۱۵۷

اور وہاں پانی نہیں تھا تو کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر شکایت کی کہ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا کیا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہاں ٹھہرا لیا ہے حالانکہ یہاں پانی موجود نہیں ہے، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے اور جو کچھ خدا نے چاہا انہوں نے مجھ کو (سخت وسست) کہا اور پھر (غصہ میں) اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کونچا مارنے لگے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری ران پر اپنا سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے اس وجہ سے (مار کھانے کے باوجود) میں ہل نہیں سکتی تھی صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو وہاں کہیں پانی موجود ہی نہیں تھا ناگہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تیمّم کی آیت نازل ہوگئی چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام اصحاب نے تیمّم کیا اور نماز فجر ادا کی اس موقع پر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (خوش ہوکر) کہا کہ اے ابوبکر کی آل! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔ پھر ہم لوگوں نے اونٹ کو اٹھایا تو اس کے نیچے ہم نے ہار کو پالیا۔[1] (بخاری ج۱ ص۴۸ کتاب التیمم)

اس حدیث میں کسی غزوہ کا نام نہیں ہے مگر شارح بخاری حضرت علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کا ہے جس کا دوسرا نام غزوہ مریسیع بھی ہے جس میں قصہ افک واقع ہوا۔[2] (فتح الباری ج۱ ص۳۶۵ کتاب التیمم)

اس غزوہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھائیس دن مدینہ سے باہر رہے۔[3]

(زُرقانی ج۲ ص۱۰۲)

---

1 ……صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب التیمم، الحدیث: ۳۳۴، ج۱، ص۱۳۳

2 ……فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب ۱، تحت الحدیث ۳۳۴، ج۱، ص۳۸۶

3 ……المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ المریسیع، ج۳، ص۱۷

جنگِ خندق

۵ھ کی تمام لڑائیوں میں یہ جنگ سب سے زیادہ مشہور اور فیصلہ کن جنگ ہے چونکہ دشمنوں سے حفاظت کے لئے شہر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی اس لئے یہ لڑائی ''جنگ خندق'' کہلاتی ہے اور چونکہ تمام کفار عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یہ جنگ کی تھی اس لئے اس لڑائی کا دوسرا نام ''جنگ احزاب'' (تمام جماعتوں کی متحدہ جنگ) ہے، قرآن مجید میں اس لڑائی کا تذکرہ اسی نام کے ساتھ آیا ہے۔ (1)

جنگ خندق کا سبب

گزشتہ اوراق میں ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ ''قبیلہ بنونضیر'' کے یہودی جب مدینہ سے نکال دیئے گئے تو ان میں سے یہودیوں کے چند رؤسا ''خیبر'' میں جا کر آباد ہو گئے اور خیبر کے یہودیوں نے ان لوگوں کا اتنا اعزاز و اکرام کیا کہ سلام بن مشکم و ابن ابی الحقیق و حیی بن اخطب و کنانہ بن الربیع کو اپنا سردار مان لیا یہ لوگ چونکہ مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے اور انتقام کی آگ ان کے سینوں میں دہک رہی تھی اس لئے ان لوگوں نے مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی اسکیم بنائی، چنانچہ یہ تینوں اس مقصد کے پیش نظر مکہ گئے اور کفار قریش سے مل کر یہ کہا کہ اگر تم لوگ ہمارا ساتھ دو تو ہم لوگ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر سکتے ہیں کفار قریش تو اس کے بھوکے ہی تھے فوراً ہی ان لوگوں نے یہودیوں کی ہاں میں ہاں ملا دی کفار قریش سے ساز باز کر لینے کے بعد ان تینوں یہودیوں نے ''قبیلہ بنو غطفان'' کا رُخ کیا اور خیبر کی آدھی آمدنی دینے کا لالچ دے کر ان لوگوں کو بھی مسلمانوں کے

(1)......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة المريسيع، ج٣، ص١٧ ملتقطاً

خلاف جنگ کرنے کے لئے آمادہ کرلیا پھر بنو غطفان نے اپنے حلیف ''بنو اسد'' کو بھی جنگ کے لئے تیار کرلیا ادھر یہودیوں نے اپنے حلیف ''قبیلہ بنو اسعد'' کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا اور کفار قریش نے اپنی رشتہ داریوں کی بنا پر ''قبیلہ بنو سلیم'' کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا غرض اس طرح تمام قبائل عرب کے کفار نے مل جل کر ایک لشکر جرار تیار کرلیا جس کی تعداد دس ہزار تھی اور ابو سفیان اس پورے لشکر کا سپہ سالار بن گیا۔(1)

(زُرقانی ج۲ص۱۰۴تا۱۰۵)

مسلمانوں کی تیاری

جب قبائل عرب کے تمام کافروں کے اس گٹھ جوڑ اور خوفناک حملہ کی خبریں مدینہ پہنچیں تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جمع فرما کر مشورہ فرمایا کہ اس حملہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ رائے دی کہ جنگِ اُحد کی طرح شہر سے باہر نکل کر اتنی بڑی فوج کے حملہ کو میدانی لڑائی میں روکنا مصلحت کے خلاف ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ شہر کے اندر رہ کر اس حملہ کا دفاع کیا جائے اور شہر کے گرد جس طرف سے کفار کی چڑھائی کا خطرہ ہے ایک خندق کھود لی جائے تاکہ کفار کی پوری فوج بیک وقت حملہ آور نہ ہوسکے، مدینہ کے تین طرف چونکہ مکانات کی تنگ گلیاں اور کھجوروں کے جھنڈ تھے اس لئے ان تینوں جانب سے حملہ کا امکان نہیں تھا مدینہ کا صرف ایک رُخ کھلا ہوا تھا اس لئے یہ طے کیا گیا کہ اسی طرف پانچ گز گہری خندق کھودی جائے، چنانچہ ۸ ذوقعدہ ۵ھ کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو ساتھ لے کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة المريسيع، ج۳، ص۲۱، ۲۲

نے خود اپنے دست مبارک سے خندق کی حد بندی فرمائی اور دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمادی اور تقریباً بیس دن میں یہ خندق تیار ہوگئی۔(1)

(مدارج النبوۃ ج۲ص۱۶۸تا۱۷۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خندق کے پاس تشریف لائے اور جب یہ دیکھا کہ انصار و مہاجرین کڑکڑاتے ہوئے جاڑے کے موسم میں صبح کے وقت کئی کئی فاقوں کے باوجود جوش و خروش کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول ہیں تو انتہائی متأثر ہوکر آپ نے یہ رجز پڑھنا شروع کردیا کہ ؎

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃ　　فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

اے اللہ! عزوجل بلا شبہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے لہٰذا تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔

اس کے جواب میں انصار و مہاجرین نے آواز ملا کر یہ پڑھنا شروع کر دیا کہ ؎

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا　　عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد پر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کر لی ہے جب تک ہم زندہ رہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔(2) (بخاری غزوۂ خندق ج۲ص۵۸۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب،باب غزوۃ الخندق...الخ، ج۳،ص۱۹،۳۳
ومدارج النبوت ، قسم اول ، باب پنجم،ذکر فضائل...الخ،ج۲،ص۱۶۸ ملخصاً

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی،باب غزوۃ الخندق...الخ،الحدیث۴۰۹۹،ج۳،ص۵۰

بھی خندق کھودتے اور مٹی اُٹھا اُٹھا کر پھینکتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر غبار کی تہ جم گئی تھی اور مٹی اٹھاتے ہوئے صحابہ کو جوش دلانے کے لئے رجز کے یہ اشعار پڑھتے تھے کہ ؎

وَاللّٰہِ لَوْلَا اللّٰہُ مَا اھْتَدَیْنَا　　　وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

خدا کی قسم! اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔

فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا　　　وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا

لہٰذا اے اللہ! عزوجل تو ہم پر قلبی اطمینان اتار دے اور جنگ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ۔

اِنَّ الْاُلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا　　　اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

یقیناً ان (کافروں) نے ہم پر ظلم کیا ہے اور جب بھی ان لوگوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم لوگوں نے انکار کر دیا۔ لفظ ''اَبَیْنَا'' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار بہ تکرار بلند آواز سے دہراتے تھے۔ [1]

ایک عجیب چٹان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ خندق کھودتے وقت ناگہاں ایک ایسی چٹان نمودار ہوگئی جو کسی سے بھی نہیں ٹوٹی جب ہم نے بارگاہ رسالت میں یہ ماجرا عرض کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے تین دن کا فاقہ تھا اور شکم مبارک پر پتھر بندھا

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق... الخ، الحدیث ٤١٠٦، ج٣، ص٥٣
والمواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ الخندق... الخ، ج٣، ص٢٧، ٢٨

ہوا تھا آپ نے اپنے دست مبارک سے پھاوڑا مارا تو وہ چٹان ریت کے بھر بھرے ٹیلے کی طرح بکھر گئی۔[1] (بخاری جلد۲ص۵۸۸ خندق)

اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس چٹان پر تین مرتبہ پھاوڑا مارا ہر ضرب پر اس میں سے ایک روشنی نکلتی تھی اور اس روشنی میں آپ نے شام و ایران اور یمن کے شہروں کو دیکھ لیا اور ان تینوں ملکوں کے فتح ہونے کی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بشارت دی۔[2] (زُرقانی جلد۲ص۱۰۹ و مدارج ج۲ص۱۶۹)

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدائن کسریٰ و مدائن قیصر و مدائن حبشہ کی فتوحات کا اعلان فرمایا۔[3] (نسائی ج۲ص۶۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ فاقوں سے شکم اقدس پر پتھر بندھا ہوا دیکھ کر میرا دل بھر آیا چنانچہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس قدر شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے کہ مجھ کو صبر کی تاب نہیں رہی کیا گھر میں کچھ کھانا ہے؟ بیوی نے کہا کہ گھر میں ایک صاع جو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، میں نے کہا کہ تم جلدی سے اس جو کو پیس کر گوندھ لو اور اپنے گھر کا پلا ہوا ایک بکری کا بچہ میں نے ذبح کر کے اس کی بوٹیاں بنا دیں اور بیوی سے کہا کہ جلدی سے تم گوشت روٹی تیار کر لو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا کر

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق...الخ، الحدیث: ۴۱۰۱، ج۳، ص۵۱ ملتقطاً و المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ الخندق...الخ، ج۳، ص۲۷

2 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ الخندق...الخ، ج۳، ص۳۱

3 ......سنن النسائی، کتاب الجھاد، باب غزوۃ الترک و الحبشة، الحدیث: ۳۱۷۳، ص۵۱۷ ملخصاً

لاتا ہوں، چلتے وقت بیوی نے کہا کہ دیکھنا صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور چند ہی اصحاب کو ساتھ میں لانا کھانا کم ہی ہے کہیں مجھے رسوا مت کر دینا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندق پر آ کر چپکے سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صاع آٹے کی روٹیاں اور ایک بکری کے بچے کا گوشت میں نے گھر میں تیار کرایا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف چند اشخاص کے ساتھ چل کر تناول فرمالیں، یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے دعوت طعام دی ہے لہٰذا سب لوگ ان کے گھر پر چل کر کھانا کھالیں پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آ جاؤں روٹی مت پکوانا، چنانچہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو گوندھے ہوئے آٹے میں اپنا لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی اور گوشت کی ہانڈی میں بھی اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ پھر روٹی پکانے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ ہانڈی چولھے سے نہ اتاری جائے پھر روٹی پکنی شروع ہوئی اور ہانڈی میں سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے گوشت نکال نکال کر دینا شروع کیا ایک ہزار آدمیوں نے آسودہ ہو کر کھانا کھالیا مگر گوندھا ہوا آٹا جتنا پہلے تھا اتنا ہی رہ گیا اور ہانڈی چولھے پر بدستور جوش مارتی رہی۔ [1]

(بخاری ج۲ ص۵۸۹ غزوہ خندق)

بابرکت کھجوریں

اسی طرح ایک لڑکی اپنے ہاتھ میں کچھ کھجوریں لے کر آئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ کچھ کھجوریں ہیں جو میری ماں نے میرے باپ کے ناشتہ کے لئے بھیجی ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق...الخ، الحدیث: ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ج۳، ص۵۱ ملخصاً

اپنے دست مبارک میں لے کر ایک کپڑے پر بکھیر دیا اور تمام اہل خندق کو بلا کر فرمایا کہ خوب سیر ہو کر کھاؤ چنانچہ تمام خندق والوں نے شکم سیر ہو کر ان کھجوروں کو کھایا۔[1]

(مدارج جلد۲ص۱۶۹)

یہ دونوں واقعات حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہیں۔

اسلامی افواج کی مورچہ بندی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خندق تیار ہو جانے کے بعد عورتوں اور بچوں کو مدینہ کے محفوظ قلعہ میں جمع فرما دیا اور مدینہ پر حضرت ابن اُمِ مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر تین ہزار انصار و مہاجرین کی فوج کے ساتھ مدینہ سے نکل کر سَلَع پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے سلع آپ کی پشت پر تھا اور آپ کے سامنے خندق تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ میں دیا اور انصار کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بنایا۔[2] (زرقانی جلد۲ص۱۱۱)

کفار کا حملہ

کفار قریش اور ان کے اتحادیوں نے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر ہلا بول دیا اور تین طرف سے کافروں کا لشکر اس زور شور کے ساتھ مدینہ پر امنڈ پڑا کہ شہر کی فضاؤں میں گرد و غبار کا طوفان اٹھ گیا اس خوفناک چڑھائی اور لشکر کفار کے دل بادل کی معرکہ آرائی کا نقشہ قرآن کی زبان سے سنیے:

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب پنجم ،ج۲،ص۱۶۹، ۱۷۰ ملخصاً

2 ......السیرۃ الحلبیۃ، باب ذکرمغازیہ، غزوۃالخندق، ج۲، ص۴۲۱، ۴۲۲ ملتقطاً
والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی،باب غزوۃ الخندق...الخ، ج۳،ص۳۵

اِذْ جَآءُ وْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا o هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًاo[1] (احزاب)	جب کافرتم پرآ گئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جب کہ ٹھٹھک کر رہ گئیں نگاہیں اور دل گلوں کے پاس (خوف سے) آ گئے اور تم اللہ پر (امید و یاس سے) طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس جگہ مسلمان آزمائش اور امتحان میں ڈال دیئے گئے اور وہ بڑے زور کے زلزلے میں جھنجھوڑ کر رکھ دیئے گئے۔

منافقین جو مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے تھے وہ کفار کے اس لشکر کو دیکھتے ہی بزدل ہو کر پھسل گئے اور اس وقت ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے گھر جانے کی اجازت مانگنی شروع کر دی۔[2] جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ط وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ج اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًاo[3] (احزاب)	اور ایک گروہ (منافقین) ان میں سے نبی کی اجازت طلب کرتا تھا منافق کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے ہوئے نہیں تھے ان کا مقصد بھاگنے کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

لیکن اسلام کے سچے جاں نثار مہاجرین و انصار نے جب لشکر کفار کی طوفانی یلغار کو دیکھا تو اس طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے کہ ''سلع'' اور ''احد'' کی پہاڑیاں سر

---

1 ......پ ۲۱،الاحزاب: ۱۰، ۱۱

2 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقانی،باب غزوة الخندق...الخ،ج۳،ص ۴۰ ملخصاً

3 ......پ ۲۱،الاحزاب: ۱۳

اٹھا اٹھا کران مجاہدین کی اولوالعزمی کو حیرت سے دیکھنے لگیں ان جاں نثاروں کی ایمانی شجاعت کی تصویر صفحات قرآن پر بصورت تحریر دیکھیے ارشاد ربانی ہے کہ

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۚ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا ؕ [1] (احزاب)

اور جب مسلمانوں نے قبائل کفار کے لشکروں کو دیکھا تو بول اٹھے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کا اللہ اور اسکے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور خدا اور اسکا رسول دونوں سچے ہیں اور اس نے ان کے ایمان واطاعت کو اور زیادہ بڑھا دیا۔

بنو قریظہ کی غداری

قبیلہ بنو قریظہ کے یہودی اب تک غیر جانبدار تھے لیکن بنو نضیر کے یہودیوں نے ان کو بھی اپنے ساتھ ملا کر لشکر کفار میں شامل کر لینے کی کوشش شروع کر دی چنانچہ حیی بن اخطب ابوسفیان کے مشورہ سے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا پہلے تو اسنے اپنا دروازہ نہیں کھولا اور کہا کہ ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حلیف ہیں اور ہم نے ان کو ہمیشہ اپنے عہد کا پابند پایا ہے اس لئے ہم ان سے عہد شکنی کرنا خلاف مروت سمجھتے ہیں مگر بنو نضیر کے یہودیوں نے اس قدر شدید اصرار کیا اور طرح طرح سے ورغلایا کہ بالآخر کعب بن اسد معاہدہ توڑنے کے لئے راضی ہو گیا، بنو قریظہ نے جب معاہدہ توڑ دیا اور کفار سے مل گئے تو کفار مکہ اور ابوسفیان خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔[2]

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ملی تو آپ نے حضرت سعد

---

1 ......پ ۲۱، الاحزاب: ۲۲

2 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب غزوة الخندق...الخ، ج۳، ص۳۵ ملخصاً

بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تحقیق حال کے لئے بنو قریظہ کے پاس بھیجا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ واقعی بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے جب ان دونوں معزز صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بنو قریظہ کو ان کا معاہدہ یاد دلایا تو ان بدذات یہودیوں نے انتہائی بے حیائی کے ساتھ یہاں تک کہہ دیا کہ ہم کچھ نہیں جانتے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کون ہیں؟ اور معاہدہ کس کو کہتے ہیں؟ ہمارا کوئی معاہدہ ہوا ہی نہیں تھا یہ سن کر دونوں حضرات واپس آ گئے اور صورتحال سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کیا تو آپ نے بلند آواز سے ''اللہ اکبر'' کہا اور فرمایا کہ مسلمانو! تم اس سے نہ گھبراؤ نہ اس کا غم کرو اس میں تمہارے لئے بشارت ہے۔[1] (زرقانی جلد۲ص ۱۱۳)

کفار کا لشکر جب آگے بڑھا تو سامنے خندق دیکھ کر ٹھہر گیا اور شہر مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور تقریباً ایک مہینے تک کفار شہر مدینہ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے پڑے رہے اور یہ محاصرہ اس سختی کے ساتھ قائم رہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کئی کئی فاقے گزر گئے۔

کفار نے ایک طرف تو خندق کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف اس لئے حملہ کرنا چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی عورتیں اور بچے قلعوں میں پناہ گزیں تھے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں خندق کے مختلف حصوں پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مقرر فرما دیا تھا کہ وہ کفار کے حملوں کا مقابلہ کرتے رہیں اسی طرح عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے بھی کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو متعین کر دیا تھا۔

انصار کی ایمانی شجاعت

محاصرہ کی وجہ سے مسلمانوں کی پریشانی دیکھ کر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب غزوة الخندق...الخ، ج۳، ص۳۸ ملخصاً

نے یہ خیال کیا کہ کہیں مہاجرین وانصار ہمت نہ ہار جائیں اس لئے آپ نے ارادہ فرمایا کہ قبیلہ غطفان کے سردار عیینہ بن حصن سے اس شرط پر معاہدہ کرلیں کہ وہ مدینہ کی ایک تہائی پیداوار لے لیا کرے اور کفار مکہ کا ساتھ چھوڑ دے مگر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا تو ان دونوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اتر چکی ہے جب تو ہمیں اس سے انکار کی مجال ہی نہیں ہوسکتی اور اگر یہ ایک رائے ہے تو یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب ہم کفر کی حالت میں تھے اس وقت تو قبیلہ غطفان کے سرکش کبھی ہماری ایک کھجور نہ لے سکے اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اسلام اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کی عزت سے سرفراز فرما دیا ہے تو بھلا کیونکر ممکن ہے کہ ہم اپنا مال ان کافروں کو دے دیں گے؟ ہم ان کفار کو کھجوروں کا انبار نہیں بلکہ نیزوں اور تلواروں کی مار کا تحفہ دیتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا، یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہوگئے اور آپ کو پورا پورا اطمینان ہوگیا۔ (1)

(زرقانی ج۲ص۱۱۳)

خندق کی وجہ سے دست بدست لڑائی نہیں ہوسکتی تھی اور کفار حیران تھے کہ اس خندق کو کیونکر پار کریں مگر دونوں طرف سے روزانہ برابر تیر اور پتھر چلا کرتے تھے آخر ایک روز عمرو بن عبدود وعکرمہ بن ابوجہل وہبیرہ بن ابی وہب وضرار بن الخطاب وغیرہ کفار کے چند بہادروں نے بنوکنانہ سے کہا کہ اٹھو آج مسلمانوں سے جنگ

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، غزوة الخندق، ص ۳۹۱

کر کے بتا دو کہ شہسوار کون ہے؟ چنانچہ یہ سب خندق کے پاس آ گئے اور ایک ایسی جگہ سے جہاں خندق کی چوڑائی کچھ کم تھی گھوڑا کودا کر خندق کو پار کر لیا۔ (1)

عمرو بن عبدود مارا گیا

سب سے آگے عمرو بن عبدود تھا یہ اگرچہ نوے برس کا خرانٹ بڈھا تھا مگر ایک ہزار سواروں کے برابر بہادر مانا جاتا تھا جنگِ بدر میں زخمی ہو کر بھاگ نکلا تھا اور اس نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لوں گا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا، یہ آگے بڑھا اور چلا چلا کر مقابلہ کی دعوت دینے لگا تین مرتبہ اس نے کہا کہ کون ہے جو میرے مقابلہ کو آتا ہے؟ تینوں مرتبہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے اُٹھ کر جواب دیا کہ ''میں'' حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روکا کہ اے علی! کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے عرض کیا کہ جی ہاں میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو بن عبدود ہے لیکن میں اس سے لڑوں گا، یہ سن کر تاجدار نبوت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی خاص تلوار ذوالفقار اپنے دست مبارک سے حیدر کرار کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے مقدس ہاتھ میں دے دی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے سر انور پر عمامہ باندھا اور یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! عزوجل تو علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی مدد فرما۔ حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ مجاہدانہ شان سے اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور دونوں میں اس طرح مکالمہ شروع ہوا:

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ — اے عمرو بن عبدود! تو مسلمان ہو جا!

عمرو بن عبدود — یہ مجھ سے کبھی ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا!

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب غزوة الخندق...الخ، ج٣،ص٤٢ ملخصاً

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	لڑائی سے واپس چلا جا!
عمرو بن عبدود	یہ مجھے منظور نہیں!
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	تو پھر مجھ سے جنگ کر!
عمرو بن عبدود	ہنس کر کہا کہ میں کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دنیا میں کوئی مجھ کو جنگ کی دعوت دے گا۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	لیکن میں تجھ سے لڑنا چاہتا ہوں۔
عمرو بن عبدود	آخر تمہارا نام کیا ہے؟
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	علی بن ابی طالب
عمرو بن عبدود	اے بھتیجے! تم ابھی بہت ہی کم عمر ہو میں تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتا۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	لیکن میں تمہارا خون بہانے کو بے حد پسند کرتا ہوں۔

عمرو بن عبدود خون کھولا دینے والے یہ گرم گرم جملے سن کر مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا حضرت شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پیدل تھے اور یہ سوار تھا اس پر جو غیرت سوار ہوئی تو گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنی تلوار سے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے اور ننگی تلوار لے کر آگے بڑھا اور حضرت شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر تلوار کا بھرپور وار کیا حضرت شیر خدا نے تلوار کے اس وار کو اپنی ڈھال پر روکا، یہ وار اتنا سخت تھا کہ تلوار ڈھال اور عمامہ کو کاٹتی ہوئی پیشانی پر لگی گو بہت گہرا زخم نہیں لگا مگر پھر بھی زندگی بھر یہ طغریٰ آپ کی پیشانی پر یادگار بن کر رہ گیا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تڑپ کر للکارا کہ اے عمرو! سنبھل جا اب میری باری ہے یہ کہہ کر اسد اللہ الغالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

الکریم نے ذوالفقار کا ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ تلوار دشمن کے شانے کو کاٹتی ہوئی کمر سے پار ہوگئی اور وہ تلملا کر زمین پر گرا اور دم زدن میں مر کر فی النار ہوگیا اور میدان کارزار زبان حال سے پکار اٹھا کہ ؎

شاہِ مرداں، شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا اور منہ پھیر کر چل دیئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے علی! کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم آپ نے عمرو بن عبدود کی زرہ کیوں نہیں اتار لی؟ سارے عرب میں اس سے اچھی کوئی زرہ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالفقار کی مار سے وہ اس طرح بے قرار ہو کر زمین پر گرا کہ اس کی شرمگاہ کھل گئی اس لئے حیاء کی وجہ سے میں نے منہ پھیر لیا۔ (1)

(زُرقانی ج۲ ص۱۱۴ و۱۱۵)

نوفل کی لاش

اس کے بعد نوفل غصہ میں بپھرا ہوا میدان میں نکلا اور پکارنے لگا کہ میرے مقابلہ کے لئے کون آتا ہے؟ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر بجلی کی طرح جھپٹے اور ایسی تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہوگیا اور تلوار زین کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی کمر تک پہنچ گئی لوگوں نے کہا کہ اے زبیر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہاری تلوار کی تو مثال نہیں مل سکتی آپ نے فرمایا کہ تلوار کیا چیز ہے؟ کلائی میں دم خم اور ضرب میں کمال چاہیے۔ ہبیرہ اور ضرار بھی بڑے طنطنہ سے آگے بڑھے مگر جب ذوالفقار کا وار دیکھا تو لرزہ براندام

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب غزوة الخندق...الخ، ج۳، ص۴۲ ملخصاً

ہو کر فرار ہو گئے کفار کے باقی شہسوار بھی جو خندق کو پار کر کے آ گئے تھے وہ سب بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ابو جہل کا بیٹا عکرمہ تو اس قدر بدحواس ہو گیا کہ اپنا نیزہ پھینک کر بھاگا اور خندق کے پار جا کر اس کو قرار آیا۔[1] (زرقانی جلد۲)

بعض مؤرخین کا قول ہے کہ نوفل کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا اور بعض نے یہ کہا کہ نوفل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنے گھوڑے کو کودا کر خندق کو پار کرنا چاہتا تھا کہ خود ہی خندق میں گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا بہر حال کفار مکہ نے دس ہزار درہم میں اس کی لاش کو لینا چاہا تا کہ وہ اس کو اعزاز کے ساتھ دفن کریں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رقم لینے سے انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم کو اس لاش سے کوئی غرض نہیں مشرکین اس کو لے جائیں اور دفن کریں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔[2] (زرقانی جلد۲ ص۱۱۴)

اس دن کا حملہ بہت ہی سخت تھا دن بھر لڑائی جاری رہی اور دونوں طرف سے تیراندازی اور پتھر بازی کا سلسلہ برابر جاری رہا اور کسی مجاہد کا اپنی جگہ سے ہٹنا ناممکن تھا، خالد بن ولید نے اپنی فوج کے ساتھ ایک جگہ سے خندق کو پار کر لیا اور بالکل ہی ناگہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیمہ اقدس پر حملہ آور ہو گیا مگر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دیکھ لیا اور دو سو مجاہدین کو ساتھ لے کر دوڑ پڑے اور خالد بن الولید کے دستہ کے ساتھ دست بدست کی لڑائی میں ٹکرا گئے اور خوب جم کر لڑے اس لئے کفار خیمہ اطہر تک نہ پہنچ سکے۔[3] (زرقانی جلد۲ ص۱۱۷)

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب غزوة الخندق...الخ، ج۳، ص۴۳ ملخصاً

2 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب غزوة الخندق...الخ، ج۳، ص۴۱، ۴۳ ملتقطاً

3 ......شرح الزرقاني على المواهب، باب غزوة الخندق...الخ، ج۳، ص۴۷ ملخصاً

اس گھمسان کی لڑائی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز عصر قضا ہوگئی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نماز عصر نہیں پڑھ سکا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بھی ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی ہے پھر آپ نے وادی بطحان میں سورج غروب ہو جانے کے بعد نماز عصر قضا پڑھی پھر اس کے بعد نماز مغرب ادا فرمائی۔ اور کفار کے حق میں یہ دعا مانگی کہ

مَلَا اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ بُيُوۡتَهُمۡ وَقُبُوۡرَهُمۡ نَارًا كَمَا شَغَلُوۡنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمۡسُ [1] (بخاری ج۲ص۵۹۰)

اللہ ان مشرکوں کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے ان لوگوں نے ہم کو نماز وسطیٰ سے روک دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

جنگ خندق کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا بھی فرمائی کہ:

اَللّٰهُمَّ مُنۡزِلَ الۡكِتَابِ سَرِيۡعَ الۡحِسَابِ اهۡزِمِ الۡاَحۡزَابَ اَللّٰهُمَّ اهۡزِمۡهُمۡ وَزَلۡزِلۡهُمۡ [2] (بخاری ج۲ص۵۹۰)

اے اللہ! عزوجل اے کتاب نازل فرمانے والے! جلد حساب لینے والے! تو ان کفار کے لشکروں کو شکست دے دے، اے اللہ! عزوجل ان کو شکست دے اور انہیں جھنجھوڑ دے۔

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، الحدیث: ۴۱۱۱، ۴۱۱۲، ج۳، ص۵۴

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، الحدیث: ۴۱۱۵، ج۳، ص۵۵

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب ملا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے موقع پر جب کہ کفار مدینہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور کسی کے لئے شہر سے باہر نکلنا دشوار تھا تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو قوم کفار کی خبر لائے؟ تینوں مرتبہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند ہیں یہ کہا کہ ''میں یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خبر لاؤں گا۔'' حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس جان نثاری سے خوش ہو کر تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَّاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ (بخاری ج۲ ص۵۹۰)

ہر نبی کے لئے حواری (مددگار خاص) ہوتے ہیں اور میرا ''حواری'' زبیر ہے۔

اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ رسالت سے ''حواری'' کا خطاب ملا جو کسی دوسرے صحابی کو نہیں ملا۔ (1)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید

اس جنگ میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت ہی کم ہوا یعنی کل چھ مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے مگر انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار اعظم تھے، اس جنگ میں ایک تیر سے زخمی ہو گئے اور پھر شفایاب نہ ہو سکے۔ (2)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، الحدیث: ۴۱۱۳، ج۳، ص۵۴

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، باب غزوة الخندق...الخ وباب غزوة بنی قريظة، ج۳، ص۴۳، ۸۹ ملتقطاً وملخصاً

آپ کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے جوش میں بھرے ہوئے نیزہ لے کر لڑنے کے لئے جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام اکحل ہے وہ کٹ گئی جنگ ختم ہونے کے بعد ان کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج کرنا شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے ان کے زخم کو دو مرتبہ داغا، اسی حالت میں آپ ایک مرتبہ بنی قریظہ تشریف لے گئے اور وہاں یہودیوں کے بارے میں اپنا وہ فیصلہ سنایا جس کا ذکر ''غزوہ قریظہ'' کے عنوان کے تحت آئے گا اس کے بعد وہ اپنے خیمہ میں واپس تشریف لائے اور اب ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا لیکن انہوں نے شوق شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ

یا اللہ! عزوجل تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے جنگ کرنے کی مجھے اتنی زیادہ تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے جنہوں نے تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا، اے اللہ! عزوجل میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے تو زندہ رکھ تا کہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جہاد کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو میرے اس زخم کو تو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے موت عطا فرما دے۔

آپ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہ کر مسجد نبوی کے اندر بنی غفار کے خیمہ میں پہنچ گیا ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہارے خیمہ سے بہ کر ہماری طرف آ رہا ہے؟ جب لوگوں نے

دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زخم سے خون بہ رہا تھا اسی زخم میں ان کی وفات ہوگئی۔(1)(بخاری ج۲ص۵۹۱باب مرجع النبی من الاحزاب)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی موت سے عرش الٰہی ہل گیا اور ان کے جنازہ میں ستر ہزار ملائکہ حاضر ہوئے اور جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں مشک کی خوشبو آنے لگی۔(2)(زرقانی ج۲ص۱۴۳)

عین وفات کے وقت حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے سرہانے تشریف فرما تھے، انہوں نے آنکھ کھول کر آخری بار جمال نبوت کا نظارہ کیا اور کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ پھر بہ آواز بلند یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔(3)(مدارج النبوۃ ج۲ص۱۸۱)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی بہادری

جنگ خندق میں ایک ایسا موقع بھی آیا کہ جب یہودیوں نے یہ دیکھا کہ ساری مسلمان فوج خندق کی طرف مصروفِ جنگ ہے تو جس قلعہ میں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے پناہ گزین تھے یہودیوں نے اچانک اس پر حملہ کر دیا اور ایک یہودی دروازہ تک پہنچ گیا، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اس کو دیکھ لیا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا کہ تم اس یہودی کو قتل کر

1......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من الاحزاب...الخ، الحدیث:۴۱۲۲، ج۳، ص۵۶ ومدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج۲، ص۱۷۱، ۱۷۲ ملخصاً

2......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، باب غزوة بنی قریظة، ج۳، ص۹۲، ۱۰۰ ملتقطاً

3......مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج۲، ص۱۸۱

دو، ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو یہاں کا حال و ماحول بتا دے گا حضرت حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس وقت ہمت نہیں پڑی کہ اس یہودی پر حملہ کریں یہ دیکھ کر خود حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑ کر اس یہودی کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا پھر خود ہی اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر پھینک دیا یہ دیکھ کر حملہ آور یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ کے اندر بھی کچھ فوج موجود ہے اس ڈر سے انہوں نے پھر اس طرف حملہ کرنے کی جراءت ہی نہیں کی۔ (1) (زرقانی ج۲ص۱۱۱)

کفار کیسے بھاگے؟

حضرت نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ قبیلہ غطفان کے بہت ہی معزز سردار تھے اور قریش و یہود دونوں کو ان کی ذات پر پورا پورا اعتماد تھا یہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن کفار کو ان کے اسلام کا علم نہ تھا انہوں نے بارگاہ رسالت میں یہ درخواست کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یہود اور قریش دونوں سے ایسی گفتگو کروں کہ دونوں میں پھوٹ پڑ جائے، آپ نے اس کی اجازت دے دی چنانچہ انہوں نے یہود اور قریش سے الگ الگ کچھ اس قسم کی باتیں کیں جس سے واقعی دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔

ابوسفیان شدید سردی کے موسم، طویل محاصرہ، فوج کا راشن ختم ہو جانے سے حیران و پریشان تھا جب اس کو یہ پتا چلا کہ یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو اس کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ بالکل ہی بددل ہو گیا پھر ناگہاں کفار کے لشکر پر قہر قہار و غضب جبار کی ایسی مار پڑی کہ اچانک مشرق کی جانب سے ایسی طوفان خیز آندھی آئی

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب، باب غزوة الخندق...الخ، ج۳، ص۳۷

کہ دیگیں چولھوں پر سے الٹ پلٹ ہو گئیں، خیمے اکھڑ اکھڑ کر اڑ گئے اور کافروں پر ایسی وحشت اور دہشت سوار ہو گئی کہ انہیں راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں رہا، یہی وہ آندھی ہے جس کا ذکر خداوند قدوس نے قرآن میں اس طرح بیان فرمایا کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۟ [1] (احزاب)

اے ایمان والو! خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں آ پڑیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی۔ اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تمہیں نظر نہیں آتی تھیں اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

ابوسفیان نے اپنی فوج میں اعلان کرا دیا کہ راشن ختم ہو چکا، موسم انتہائی خراب ہے، یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا لہٰذا اب محاصرہ بے کار ہے، یہ کہہ کر کوچ کا نقارہ بجا دینے کا حکم دے دیا اور بھاگ نکلا قبیلہ غطفان کا لشکر بھی چل دیا بنو قریظہ بھی محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے آئے اور ان لوگوں کے بھاگ جانے سے مدینہ کا مطلع کفار کے گرد و غبار سے صاف ہو گیا۔[2] (مدارج ج۲ص۱۷۲ و زرقانی ج۲ص۱۱۶ تا ۱۱۸)

غزوہ بنی قریظہ

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنگ خندق سے فارغ ہو کر اپنے مکان میں تشریف لائے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا، ابھی اطمینان کے ساتھ بیٹھے بھی نہ تھے کہ ناگہاں

---

1 ......پ ۲۱، الاحزاب: ۹

2 ......السيرة الحلبية، باب ذكر مغازيه ، غزوة بنى قريظة، ج ۲، ص ۴۴۱ ـ ۴۴۸ ملتقطاً والمواهب اللدنية مع شرح الزرقانى، باب غزوة الخندق ...الخ، ج ۳، ص ۵۴ ـ ۵۶

حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آپ نے ہتھیار اتار دیا لیکن ہم فرشتوں کی جماعت نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارا ہے اللہ تعالٰی کا یہ حکم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف چلیں کیونکہ ان لوگوں نے معاہدہ توڑ کر علانیہ جنگ خندق میں کفار کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کیا ہے۔(1)

(مسلم باب جواز قتال من نقض العہد ج۲ ص۹۵)

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ لوگ ابھی ہتھیار نہ اتاریں اور بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود بھی ہتھیار زیب تن فرمایا، اپنے گھوڑے پر جس کا نام ''لحیف'' تھا سوار ہو کر لشکر کے ساتھ چل پڑے اور بنی قریظہ کے ایک کنویں کے پاس پہنچ کر نزول فرمایا۔(2) (زرقانی ج۲ ص۱۲۸)

بنی قریظہ بھی جنگ کے لئے بالکل تیار تھے چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کے قلعوں کے پاس پہنچے تو ان ظالم اور عہد شکن یہودیوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گالیاں دیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے قلعوں کا محاصرہ فرمالیا اور تقریباً ایک مہینہ تک یہ محاصرہ جاری رہا یہودیوں نے تنگ آ کر یہ درخواست پیش کی کہ ''حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ کر دیں وہ ہمیں منظور ہے۔''

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ جنگ خندق میں ایک تیر کھا کر شدید طور پر زخمی تھے مگر اسی حالت میں وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر بنی قریظہ گئے اور انہوں نے

---

(1)......صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب جواز قتال من...الخ، الحدیث:۱۷۶۹، ص۹۷۳

(2)......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب غزوة بنی قریظة، ج۳، ص۶۸، ۶۹ ملتقطاً

یہودیوں کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ

''لڑنے والی فوجوں کو قتل کر دیا جائے، عورتیں اور بچے قیدی بنا لئے جائیں اور یہودیوں کا مال واسباب مالِ غنیمت بنا کر مجاہدوں میں تقسیم کر دیا جائے۔''

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی زبان سے یہ فیصلہ سن کر ارشاد فرمایا کہ یقیناً بلا شبہ تم نے ان یہودیوں کے بارے میں وہی فیصلہ سنایا ہے جو اللہ کا فیصلہ ہے۔(1) (مسلم جلد۲ص ۹۵)

اس فیصلہ کے مطابق بنی قریظہ کی لڑاکا فوجیں قتل کی گئیں اور عورتوں بچوں کو قیدی بنا لیا گیا اور ان کے مال وسامان کو مجاہدین اسلام نے مالِ غنیمت بنا لیا اور اس شریر و بدعہد قبیلہ کے شر و فساد سے ہمیشہ کے لئے مسلمان پر امن ومحفوظ ہو گئے۔

یہودیوں کا سردار حیی بن اخطب جب قتل کیلئے مقتل میں لایا گیا تو اس نے قتل ہونے سے پہلے یہ الفاظ کہے کہ

اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خدا کی قسم! مجھے اس کا ذرا بھی افسوس نہیں ہے کہ میں نے کیوں تم سے عداوت کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کو چھوڑ دیتا ہے، خدا بھی اس کو چھوڑ دیتا ہے، لوگو! خدا کے حکم کی تعمیل میں کوئی مضائقہ نہیں بنی قریظہ کا قتل ہونا یہ ایک حکم الٰہی تھا یہ (توراۃ) میں لکھا ہوا تھا یہ ایک سزا تھی جو خدا نے بنی اسرائیل پر لکھی تھی۔(2) (سیرت ابن ہشام غزوۂ بنو قریظہ ج ۳ص ۲۴۱)

---

1 ......السیرۃ الحلبیۃ، باب ذکر مغازیہ، غزوۃ بنی قریظۃ، ج۲، ص۴۴۲۔۴۴۸ ملتقطاً والکامل فی التاریخ، ذکرغزوۃ بنی قریظۃ، ج۲، ص۷۵،۷۶

2 ......الکامل فی التاریخ، ذکرغزوۃ بنی قریظۃ، ج۲، ص۷۶

یہ حیی بن اخطب وہی بدنصیب ہے کہ جب وہ مدینہ سے جلا وطن ہو کر خیبر جارہا تھا تو اس نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مخالفت پر میں کسی کو مدد نہ دوں گا اور اس عہد پر اس نے خدا کو ضامن بنایا تھا لیکن جنگ خندق کے موقع پر اس نے اس معاہدہ کو کس طرح توڑ ڈالا یہ آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے کہ اس ظالم نے تمام کفار عرب کے پاس دورہ کر کے سب کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا پھر بنو قریظہ کو بھی معاہدہ توڑنے پر اکسایا پھر خود جنگ خندق میں کفار کے ساتھ مل کر لڑائی میں شامل ہوا۔

۵ھ کے متفرق واقعات

﴿۱﴾ اس سال حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بی بی زینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نکاح فرمایا۔[1]

﴿۲﴾ اسی سال مسلمان عورتوں پر پردہ فرض کر دیا گیا۔

﴿۳﴾ اسی سال حد قذف (کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا) اور لعان و ظہار کے احکام نازل ہوئے۔

﴿۴﴾ اسی سال تیمّم کی آیت نازل ہوئی۔[2]

﴿۵﴾ اسی سال نماز خوف کا حکم نازل ہوا۔

---

1 ......الکامل فی التاریخ ، ذکر الاحداث فی السنة الخامسة ، ج۲،ص۶۹

2 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقانی، باب غزوة المريسيع، ج۳،ص۹

گیارہواں باب

ہجرت کا چھٹا سال

بیعۃ الرضوان و صلح حدیبیہ

اس سال کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ اہم اور شاندار واقعہ ''بیعۃ الرضوان'' اور ''صلح حدیبیہ'' ہے۔ تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ اسلام کی تمام آئندہ ترقیوں کا راز اسی کے دامن سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو بظاہر یہ ایک مغلوبانہ صلح تھی مگر قرآن مجید میں خداوند عالم نے اس کو ''فتح مبین'' کا لقب عطا فرمایا ہے۔

ذوالقعدہ ۶ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ سو صحابۂ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ شاید کفار مکہ ہمیں عمرہ ادا کرنے سے روکیں گے اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ بھیج دیا تھا تا کہ وہ کفار مکہ کے ارادوں کی خبر لائے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قافلہ مقام ''عسفان'' کے قریب پہنچا تو وہ شخص یہ خبر لے کر آیا کہ کفار مکہ نے تمام قبائل عرب کے کافروں کو جمع کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ کفار قریش نے اپنے تمام ہمنوا قبائل کو جمع کر کے ایک فوج تیار کر لی اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے مکہ سے باہر نکل کر مقامِ ''بلدح'' میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور خالد بن الولید اور ابوجہل کا بیٹا عکرمہ یہ دونوں دو سو چنے ہوئے سواروں کا دستہ لے کر مقام ''غمیم'' تک پہنچ گئے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راستہ میں خالد بن الولید کے سواروں کی گرد نظر آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہراہ

سے ہٹ کر سفر شروع کر دیا اور عام راستہ سے کٹ کر آگے بڑھے اور مقام ''حدیبیہ'' میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں پانی کی بے حد کمی تھی۔ ایک ہی کنواں تھا۔ وہ چند گھنٹوں ہی میں خشک ہو گیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم پیاس سے بے تاب ہونے لگے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بڑے پیالہ میں اپنا دست مبارک ڈال دیا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خشک کنویں میں اپنے وضو کا غسالہ اور اپنا ایک تیر ڈال دیا تو کنویں میں اس قدر پانی ابل پڑا کہ پورا لشکر اور تمام جانور اس کنویں سے کئی دنوں تک سیراب ہوتے رہے۔(1)

(بخاری غزوۂ حدیبیہ ج ۲ ص ۵۹۸ و بخاری ج ۱ ص ۳۷۸)

بیعۃ الرضوان

مقام حدیبیہ میں پہنچ کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ کفار قریش کا ایک عظیم لشکر جنگ کے لئے آمادہ ہے اور ادھر یہ حال ہے کہ سب لوگ احرام باندھے ہوئے ہیں اس حالت میں جوئیں بھی نہیں مار سکتے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ کفار مکہ سے مصالحت کی گفتگو کرنے کے لئے کسی کو مکہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اس کام کے لئے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو منتخب فرمایا۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفار قریش میرے بہت ہی سخت دشمن ہیں اور مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو مجھ کو ان کافروں سے بچا سکے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مکہ بھیجا۔ انہوں نے مکہ پہنچ کر کفار قریش کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے صلح کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عثمان

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، الحدیث: ٤١٥٠، ٤١٥٢، ج٣، ص٦٨، ٦٩ ملخصاً والکامل فی التاریخ، ذکر عمرۃ الحدیبیۃ، ج٢، ص٨٦، ٨٧ ملخصاً

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مالداری اور اپنے قبیلہ والوں کی حمایت و پاسداری کی وجہ سے کفار قریش کی نگاہوں میں بہت زیادہ معزز تھے۔ اس لئے کفارقریش ان پر کوئی دراز دستی نہیں کر سکے۔ بلکہ ان سے یہ کہا کہ ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں کہ آپ کعبہ کا طواف اور صفاومروہ کی سعی کر کے اپنا عمرہ ادا کر لیں مگر ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کبھی ہرگز ہرگز کعبہ کے قریب نہ آنے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں بغیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لئے کبھی ہرگز ہرگز اکیلے اپنا عمرہ نہیں ادا کرسکتا۔ اس پر بات بڑھ گئی اور کفار نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ میں روک لیا۔ مگر حدیبیہ کے میدان میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کفارقریش نے ان کو شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ تم سب لوگ میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرو کہ آخری دم تک تم لوگ میرے وفادار اور جاں نثار رہو گے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہایت ہی ولولہ انگیز جوش وخروش کے ساتھ جاں نثاری کا عہد کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ یہی وہ بیعت ہے جس کا نام تاریخ اسلام میں ''بیعۃ الرضوان'' ہے۔ حضرت حق جل مجدہ نے اس بیعت اور اس درخت کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۂ فتح میں اس طرح فرمایا ہے کہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ (1)

یقیناً جو لوگ (اے رسول) تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

---

1 ......پ ۲۶، الفتح: ۱۰

اسی سورۂ فتح میں دوسری جگہ ان بیعت کرنے والوں کی فضیلت اور ان کے اجر وثواب کا قرآن مجید میں اس طرح خطبہ پڑھا کہ

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ (1)

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے پھر ان پر اطمینان اتار دیا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

لیکن ''بیعۃ الرضوان'' ہو جانے کے بعد پتا چلا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کی خبر غلط تھی۔ وہ باعزت طور پر مکہ میں زندہ و سلامت تھے اور پھر وہ بخیر و عافیت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر بھی ہو گئے۔ (2)

صلح حدیبیہ کیونکر ہوئی

حدیبیہ میں سب سے پہلا شخص جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بدیل بن ورقاء خزاعی تھا۔ ان کا قبیلہ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حلیف اور انتہائی مخلص و خیر خواہ تھے۔ بدیل بن ورقاء نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خبر دی کہ کفار قریش نے کثیر تعداد میں فوج جمع کر لی ہے اور فوج کے ساتھ راشن کے لئے دودھ والی اونٹنیاں بھی ہیں۔ یہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو خانہ کعبہ تک نہیں پہنچنے دیں گے۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قریش کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم

(1)......پ ۲۶، الفتح: ۱۸

(2)......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، باب امر الحديبية، ج۳، ص ۲۲۲۔۲۲۶

جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم جنگ چاہتے ہیں۔ ہم یہاں صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ مسلسل لڑائیوں سے قریش کو بہت کافی جانی و مالی نقصان پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا ان کے حق میں بھی یہی بہتر ہے کہ وہ جنگ نہ کریں بلکہ مجھ سے ایک مدت معینہ تک کے لئے صلح کا معاہدہ کرلیں اور مجھ کو اہل عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اگر قریش میری بات مان لیں تو بہتر ہوگا اور اگر انہوں نے مجھ سے جنگ کی تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ میری گردن میرے بدن سے الگ ہو جائے۔

بدیل بن ورقاء آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ پیغام لے کر کفار قریش کے پاس گیا اور کہا کہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر تم لوگوں کی مرضی ہو تو میں ان کا پیغام تم لوگوں کو سناؤں۔ کفار قریش کے شرارت پسند لونڈے جن کا جوش ان کے ہوش پر غالب تھا شور مچانے لگے کہ نہیں! ہرگز نہیں! ہمیں ان کا پیغام سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کفار قریش کے سنجیدہ اور سمجھدار لوگوں نے پیغام سنانے کی اجازت دے دی اور بدیل بن ورقاء نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت صلح کو ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ سن کر قبیلہ قریش کا ایک بہت ہی معمر اور معزز سردار عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ اے قریش! کیا میں تمہارا باپ نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم لوگ میرے بچے نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ میرے بارے میں تم لوگوں کو کوئی بدگمانی تو نہیں؟ سب نے کہا کہ نہیں! ہرگز نہیں۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بہت ہی سمجھداری اور بھلائی کی بات پیش کر دی۔ لہٰذا تم لوگ مجھے اجازت

دو کہ میں ان سے مل کر معاملات طے کروں۔ سب نے اجازت دے دی کہ بہت اچھا! آپ جائیے۔ عروہ بن مسعود وہاں سے چل کر حدیبیہ کے میدان میں پہنچا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ بدیل بن ورقاء کی زبانی آپ کا پیغام ہمیں ملا۔ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ اگر آپ نے لڑ کر قریش کو برباد کر کے دنیا سے نیست و نابود کر دیا تو مجھے بتائیے کہ کیا آپ سے پہلے کبھی کسی عرب نے اپنی ہی قوم کو برباد کیا ہے؟ اور اگر لڑائی میں قریش کا پلہ بھاری پڑا تو آپ کے ساتھ جو یہ لشکر ہے میں ان میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ بن مسعود کا یہ جملہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صبر و ضبط کی تاب نہ رہی۔ انہوں نے تڑپ کر کہا کہ اے عروہ! چپ ہو، جا! اپنی دیوی ''لات'' کی شرمگاہ چوس، کیا ہم بھلا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

عروہ بن مسعود نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ''یہ ابوبکر ہیں۔'' عروہ بن مسعود نے کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اے ابوبکر! اگر تیرا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا بدلہ میں اب تک تجھ کو نہیں دے سکا ہوں تو میں تیری اس تلخ گفتگو کا جواب دیتا۔[1] عروہ بن مسعود اپنے کو سب سے بڑا آدمی سمجھتا تھا۔ اس لئے جب بھی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی بات کہتا تو ہاتھ بڑھا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک پکڑ لیتا تھا اور بار بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس داڑھی پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ننگی تلوار لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ عروہ بن مسعود

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج۲، ص۲۰۴، ۲۰۶ ملخصاً

کی اس جرأت اور حرکت کو برداشت نہ کر سکے۔ عروہ بن مسعود جب ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ تلوار کا قبضہ اس کے ہاتھ پر مار کر اس سے کہتے کہ ریش مبارک سے اپنا ہاتھ ہٹالے۔ عروہ بن مسعود نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ تو عروہ بن مسعود نے ڈانٹ کر کہا کہ اے دغاباز! کیا میں تیری عہد شکنی کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں؟ (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جس کا خون بہا عروہ بن مسعود نے اپنے پاس سے ادا کیا تھا یہ اسی طرف اشارہ تھا) (1)

اس کے بعد عروہ بن مسعود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھنے لگا اور پوری لشکرگاہ کو دیکھ بھال کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ عروہ بن مسعود نے حدیبیہ کے میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حیرت انگیز اور تعجب خیز عقیدت و محبت کا جو منظر دیکھا تھا اس نے اس کے دل پر بڑا عجیب اثر ڈالا تھا۔ چنانچہ اس نے قریش کے لشکر میں پہنچ کر اپنا تاثر ان لفظوں میں بیان کیا:

''اے میری قوم! خدا کی قسم! جب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنا کھنکھار تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں پڑتا ہے اور وہ فرط عقیدت سے اس کو اپنے چہرے اور اپنی کھال پر مل لیتا ہے۔ اور اگر وہ کسی بات کا ان لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو سب کے سب اس کی تعمیل کے لئے جھپٹ پڑتے ہیں۔ اور وہ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے اصحاب ان کے وضو کے دھوون کو اس طرح لوٹتے ہیں کہ گویا ان میں تلوار چل پڑے گی اور وہ جب کوئی گفتگو کرتے ہیں تو تمام اصحاب خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور

(1)......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج۲، ص۲۰۶، ۲۰۷ ملخصاً

ان کے ساتھیوں کے دلوں میں ان کی اتنی زبردست عظمت ہے کہ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر دیکھ نہیں سکتا۔ اے میری قوم! خدا کی قسم! میں نے بہت سے بادشاہوں کا دربار دیکھا ہے۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی باریاب ہو چکا ہوں۔ مگر خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔''(1)

عروہ بن مسعود کی یہ گفتگو سن کر قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام ''حلیس'' تھا، کہا کہ تم لوگ مجھ کو اجازت دو کہ میں ان کے پاس جاؤں۔ قریش نے کہا کہ ''ضرور جایئے'' چنانچہ یہ شخص جب بارگاہ رسالت کے قریب پہنچا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ قربانی کے جانوروں کو اس کے سامنے کھڑا کر دو اور سب لوگ ''لبیک'' پڑھنا شروع کر دو۔ اس شخص نے جب قربانی کے جانوروں کو دیکھا اور احرام کی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ''لبیک'' پڑھتے ہوئے سنا تو کہا کہ سبحان اللہ! بھلا ان لوگوں کو کس طرح مناسب ہے کہ بیت اللہ سے روک دیا جائے؟ وہ فوراً ہی پلٹ کر کفار قریش کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہا ہوں کہ قربانی کے جانور ان لوگوں کے ساتھ ہیں اور سب احرام کی حالت میں ہیں۔ لہٰذا میں کبھی بھی یہ رائے نہیں دے سکتا کہ ان لوگوں کو خانہ کعبہ سے روک دیا جائے۔ اس کے بعد ایک شخص کفار قریش کے لشکر میں سے کھڑا ہو گیا جس

---

(1)......الکامل فی التاریخ، ذکر عمرۃ الحدیبیۃ، ج۲، ص۸۸

کا نام مکرز بن حفص تھا اس نے کہا کہ مجھ کو تم لوگ وہاں جانے دو۔ قریش نے کہا: ''تم بھی جاؤ'' چنانچہ یہ چلا۔ جب یہ نزدیک پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مکرز ہے۔ یہ بہت ہی لچا آدمی ہے۔ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ناگہاں ''سہیل بن عمرو'' آ گیا اس کو دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نیک فالی کے طور پر یہ فرمایا کہ سہیل آ گیا، لو! اب تمہارا معاملہ سہل ہو گیا۔ (1) چنانچہ سہیل نے آتے ہی کہا کہ آیئے ہم اور آپ اپنے اور آپ کے درمیان معاہدہ کی ایک دستاویز لکھ لیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو منظور فرما لیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دستاویز لکھنے کے لئے طلب فرمایا۔ سہیل بن عمرو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان دیر تک صلح کے شرائط پر گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر چند شرطوں پر دونوں کا اتفاق ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل نے کہا کہ ہم ''رحمٰن'' کو نہیں جانتے کہ یہ کیا ہے؟ آپ ''باسمك اللهم'' لکھوایئے جو ہمارا اور آپ کا پرانا دستور رہا ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سوا کوئی دوسرا لفظ نہیں لکھیں گے۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سہیل کی بات مان لی اور فرمایا کہ اچھا۔ اے علی! باسمك اللهم ہی لکھ دو۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ عبارت لکھوائی۔ هذا ما قاضٰى عليه محمد رسول الله یعنی یہ وہ شرائط ہیں جن پر قریش کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح کا فیصلہ کیا۔ سہیل پھر بھڑک گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم! اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے نہ آپ کے ساتھ جنگ کرتے لیکن آپ ''محمد بن عبداللہ'' لکھیئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم!

---

1 ......الكامل في التاريخ، ذكر عمرة الحديبية، ج ٢، ص ٨٨، ٨٩

میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ تم لوگ میری رسالت کو جھٹلاتے ہو۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ محمد رسول اللہ کو مٹا دو اور اس جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کون مسلمان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہو سکتا ہے؟ لیکن محبت کے عالم میں کبھی کبھی ایسا مقام بھی آ جاتا ہے کہ سچے محبّ کو بھی اپنے محبوب کی فرمانبرداری سے محبت ہی کے جذبہ میں انکار کرنا پڑتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کے نام کو تو کبھی ہرگز ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا مجھے دکھاؤ میرا نام کہاں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ پر انگلی رکھ دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں سے ''رسول اللہ'' کا لفظ مٹا دیا۔ بہر حال صلح کی تحریر مکمل ہوگئی۔ اس دستاویز میں یہ طے کر دیا گیا کہ فریقین کے درمیان دس سال تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔ صلح نامہ کی باقی دفعات اور شرطیں یہ تھیں کہ

﴿۱﴾ مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔

﴿۲﴾ آئندہ سال عمرہ کیلئے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔

﴿۳﴾ تلوار کے سوا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر نہ آئیں۔ تلوار بھی نیام کے اندر رکھ کر تھیلے وغیرہ میں بند ہو۔

﴿۴﴾ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

﴿۵﴾ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے

لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ میں چلا جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

﴿۶﴾ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کرلیں۔

یہ شرطیں ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اس پر بڑی زبردست ناگواری ہو رہی تھی مگر وہ فرمان رسالت کے خلاف دم مارنے سے مجبور تھے۔[1] (ابن ہشام ج ۳ ص ۳۱۷ وغیرہ)

حضرت ابوجندل کا معاملہ

یہ عجیب اتفاق ہے کہ معاہدہ لکھا جا چکا تھا لیکن ابھی اس پر فریقین کے دستخط نہیں ہوئے تھے کہ اچانک اسی سہیل بن عمرو کے صاحبزادے حضرت ابوجندل رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے گرتے پڑتے حدیبیہ میں مسلمانوں کے درمیان آن پہنچے۔ سہیل بن عمرو اپنے بیٹے کو دیکھ کر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس معاہدہ کی دستاویز پر دستخط کرنے کے لئے میری پہلی شرط یہ ہے کہ آپ ابوجندل کو میری طرف واپس لوٹائیے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو اس معاہدہ پر فریقین کے دستخط ہی نہیں ہوئے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے دستخط ہو جانے کے بعد یہ معاہدہ نافذ ہوگا۔ یہ سن کر سہیل بن عمرو کہنے لگا کہ پھر جائیے۔ میں آپ سے کوئی صلح نہیں کروں گا۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اے سہیل! تم اپنی طرف سے اجازت دے دو کہ میں ابوجندل کو اپنے پاس رکھ لوں۔ اس نے کہا کہ میں ہرگز کبھی

---

[1]......الکامل فی التاریخ،ذکرعمرۃ الحدیبیۃ،ج۲،ص۸۹،۹۰والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام، امرالحدیبیۃ فی اٰخر سنۃ...الخ،ص۴۳۱والسیرۃ الحلبیۃ،باب ذکر مغازیہ،غزوۃ الحدیبیۃ، ج۳،ص۲۹وشرح الزرقانی علی المواھب،باب امرالحدیبیۃ،ج۳،ص۱۹۸۔۲۰۰،۲۰۸۔۲۱۰

اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ میں پھر مکہ لوٹا دیا جاؤں گا تو انہوں نے مسلمانوں سے فریاد کی اور کہا کہ اے جماعت مسلمین! دیکھو میں مشرکین کی طرف لوٹایا جارہا ہوں حالانکہ میں مسلمان ہوں اور تم مسلمانوں کے پاس آ گیا ہوں کفار کی مار سے ان کے بدن پر چوٹوں کے جو نشانات تھے انہوں نے ان نشانات کو دکھا دکھا کر مسلمانوں کو جوش دلایا۔ (1)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سن کر ایمانی جذبہ سوار ہو گیا اور وہ دندناتے ہوئے بارگاہ رسالت میں پہنچے اور عرض کیا کہ کیا آپ سچ مچ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ کیوں نہیں؟ پھر انہوں نے کہا کہ تو پھر ہمارے دین میں ہم کو یہ ذلت کیوں دی جارہی ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا ہوں۔ وہ میرا مددگار ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا آپ ہم سے یہ وعدہ نہ فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ میں آ کر طواف کریں گے؟ ارشاد فرمایا کہ کیا میں نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال بیت اللہ میں داخل ہوں گے؟ انہوں نے کہا کہ ''نہیں'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں پھر کہتا ہوں کہ تم یقیناً کعبہ میں پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔

دربار رسالت سے اٹھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور وہی گفتگو کی جو بارگاہ رسالت میں عرض کر چکے تھے۔

---

1 ……شرح الزرقانی علی المواھب، باب امر الحدیبیة، ج۳، ص ۲۱۱۔۲۱۳
و کتاب المغازی للواقدی، غزوة الحدیبیة، ج۲، ص۲۰۸

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! وہ خدا کے رسول ہیں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے کرتے ہیں وہ کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کرتے اور خدا ان کا مددگار ہے اور خدا کی قسم! یقیناً وہ حق پر ہیں لہٰذا تم ان کی رکاب تھامے رہو۔ [1]

(ابن ہشام ج ۳ ص ۳۱۷)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام عمر اِن باتوں کا صدمہ اور سخت رنج و افسوس رہا جو انہوں نے جذبہ بے اختیاری میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہہ دی تھیں۔ زندگی بھر وہ اس سے توبہ و استغفار کرتے رہے اور اس کے کفارہ کے لئے انہوں نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، خیرات کی، غلام آزاد کئے۔ بخاری شریف میں اگرچہ ان اعمال کا مفصل تذکرہ نہیں ہے، اجمالاً ہی ذکر ہے لیکن دوسری کتابوں میں نہایت تفصیل کے ساتھ یہ تمام باتیں بیان کی گئی ہیں۔ [2]

بہرحال یہ بڑے سخت امتحان اور آزمائش کا وقت تھا۔ ایک طرف حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑگڑا کر مسلمانوں سے فریاد کر رہے ہیں اور ہر مسلمان اس قدر جوش میں بھرا ہوا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب مانع نہ ہوتا تو مسلمانوں کی تلواریں نیام سے باہر نکل پڑتیں۔ دوسری طرف معاہدہ پر دستخط ہو چکے ہیں اور اپنے عہد کو پورا کرنے کی ذمہ داری سر پر آن پڑی ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موقع کی نزاکت کا خیال فرماتے ہوئے حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم صبر کرو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور دوسرے مظلوموں کے لئے ضرور ہی کوئی راستہ

---

1 ...... كتاب المغازى للواقدى، غزوة الحديبية، ج ٢، ص ٦٠٨
وشرح الزرقانى على المواهب، باب امر الحديبية، ج ٣، ص ٢١٧۔ ٢١٩

2 ...... شرح الزرقانى على المواهب، باب امر الحديبية، ج ٣، ص ٢١٣

نکالے گا۔ ہم صلح کا معاہدہ کر چکے اب ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔ غرض حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی طرح پابز نجیر پھر مکہ واپس جانا پڑا۔ (1)

جب صلح نامہ مکمل ہو گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اٹھو اور قربانی کرو اور سر منڈا کر احرام کھول دو۔ مسلمانوں کی ناگواری اور ان کے غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ فرمان نبوی سن کر ایک شخص بھی نہیں اٹھا۔ مگر ادب کے خیال سے کوئی ایک لفظ بول بھی نہ سکا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کا تذکرہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ کسی سے کچھ بھی نہ کہیں اور خود آپ اپنی قربانی کرلیں اور بال ترشوالیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قربانی کر کے احرام اتارتے دیکھ لیا تو پھر وہ لوگ مایوس ہو گئے کہ اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا فیصلہ نہیں بدل سکتے تو سب لوگ قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کے بال تراشنے لگے مگر اس قدر رنج و غم میں بھرے ہوئے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ (2) (بخاری ج ۲ ص ۶۱۰ باب عمرة القضاء مسلم جلد ۲ ص ۱۰۴ صلح حدیبیہ بخاری ج ۱ ص ۳۸۰ باب شروط فی الجہاد الخ)

فتح مبین

اس صلح کو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک مغلوبانہ صلح اور ذلت آمیز معاہدہ

---

1 ...... كتاب المغازی للواقدی، غزوة الحديبية، ج ۲، ص ۲۲۰

2 ...... صحيح البخاری، كتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد... الخ، الحديث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، ج ۲، ص ۲۲۷ مفصلاً

سمجھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس سے جو رنج و صدمہ گزرا وہ آپ پڑھ چکے۔ مگر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًاۙ (1) اے حبیب! ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی۔

خداوند قدوس نے اس صلح کو ''فتح مبین'' بتایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کیا یہ ''فتح'' ہے؟ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ہاں! یہ فتح ہے۔''

گو اس وقت اس صلح نامہ کے بارے میں صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے خیالات اچھے نہیں تھے۔ مگر اس کے بعد کے واقعات نے بتا دیا کہ درحقیقت یہی صلح تمام فتوحات کی کنجی ثابت ہوئی اور سب نے مان لیا کہ واقعی صلح حدیبیہ ایک ایسی فتح مبین تھی جو مکہ میں اشاعت اسلام بلکہ فتح مکہ کا ذریعہ بن گئی۔ اب تک مسلمان اور کفار ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہتے تھے ایک دوسرے سے ملنے جلنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا مگر اس صلح کی وجہ سے ایک دوسرے کے یہاں آمدورفت آزادی کے ساتھ گفت و شنید اور تبادلۂ خیالات کا راستہ کھل گیا۔ کفار مدینہ آتے اور مہینوں ٹھہر کر مسلمانوں کے کردار و اعمال کا گہرا مطالعہ کرتے۔ اسلامی مسائل اور اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ سنتے جو مسلمان مکہ جاتے وہ اپنے چال چلن، عفت شعاری اور عبادت گزاری سے کفار کے دلوں پر اسلام کی خوبیوں کا ایسا نقش بٹھا دیتے کہ خودبخود کفار اسلام کی طرف مائل ہوتے جاتے تھے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک اس قدر کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے کہ اتنے کبھی نہیں ہوئے تھے۔

---

(1)......پ ٢٦، الفتح: ١

چنانچہ حضرت خالد بن الولید (فاتح شام) اور حضرت عمرو بن العاص (فاتح مصر) بھی اسی زمانے میں خود بخود مکہ سے مدینہ جا کر مسلمان ہوئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(سیرت ابن ہشام ج۳ص ۲۷۷ وص ۲۷۸)

مظلومین مکہ

ہجرت کے بعد جو لوگ مکہ میں مسلمان ہوئے انہوں نے کفار کے ہاتھوں بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کیں۔ ان کو زنجیروں میں باندھ باندھ کر کفار کوڑے مارتے تھے لیکن جب بھی ان میں سے کوئی شخص موقع پاتا تو چھپ کر مدینہ آجاتا تھا۔ صلح حدیبیہ نے اس کا دروازہ بند کر دیا کیونکہ اس صلح نامہ میں یہ شرط تحریر تھی کہ مکہ سے جو شخص بھی ہجرت کر کے مدینہ جائے گا وہ پھر مکہ واپس بھیج دیا جائے گا۔

حضرت ابو بصیر کا کارنامہ

صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے جو بزرگ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے وہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کفار مکہ نے فوراً ہی دو آدمیوں کو مدینہ بھیجا کہ ہمارا آدمی واپس کر دیجئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "تم مکے چلے جاؤ، تم جانتے ہو کہ ہم نے کفار قریش سے معاہدہ کر لیا ہے اور ہمارے دین میں عہد شکنی اور غداری جائز نہیں ہے" حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا آپ مجھ کو کافروں کے حوالہ فرمائیں گے تاکہ وہ مجھ کو کفر پر مجبور کریں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جاؤ! خداوند کریم تمہاری رہائی کا کوئی سبب بنا دے گا۔ آخر مجبور ہو کر حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں

کافروں کی حراست میں مکہ واپس ہوگئے۔ لیکن جب مقام ''ذوالحلیفہ'' میں پہنچے تو سب کھانے کے لئے بیٹھے اور باتیں کرنے لگے۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کافر سے کہا کہ اجی! تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس نے خوش ہو کر نیام سے تلوار نکال کر دکھائی اور کہا کہ بہت ہی عمدہ تلوار ہے اور میں نے بارہا لڑائیوں میں اس کا تجربہ کیا ہے۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ذرا میرے ہاتھ میں تو دو۔ میں بھی دیکھوں کہ کیسی تلوار ہے؟ اس نے ان کے ہاتھ میں تلوار دے دی۔ انہوں نے تلوار ہاتھ میں لے کر اس زور سے تلوار ماری کہ کافر کی گردن کٹ گئی اور اس کا سر دور جا گرا۔ اس کے ساتھی نے جو یہ منظر دیکھا تو وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگا اور سرپٹ دوڑتا ہوا مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی میں گھس گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ شخص خوفزدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے ہانپتے کانپتے ہوئے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ میرے ساتھی کو ابو بصیر نے قتل کر دیا اور میں بھی ضرور مارا جاؤں گا۔ اتنے میں حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے آن پہنچے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذمہ داری پوری کر دی کیونکہ صلح نامہ کی شرط کے بموجب آپ نے تو مجھ کو واپس کر دیا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھ کو ان کافروں سے نجات دے دی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے بڑا رنج پہنچا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خفا ہو کر فرمایا کہ

وَيْلُ اُمِّهٖ مِسْعَرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهٗ اَحَدٌ۔

اس کی ماں مرے! یہ تو لڑائی بھڑکا دے گا کاش اس کے ساتھ کوئی آدمی ہوتا جو اس کو روکتا۔

حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جملہ سے سمجھ گئے کہ میں پھر کافروں کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا، اس لئے وہ وہاں سے چپکے سے کھسک گئے اور ساحل سمندر کے قریب مقام ''عیص'' میں جا کر ٹھہرے۔ ادھر مکہ سے حضرت ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زنجیر کاٹ کر بھاگے اور وہ بھی وہیں پہنچ گئے۔ پھر مکہ کے دوسرے مظلوم مسلمانوں نے بھی موقع پا کر کفار کی قید سے نکل نکل کر یہاں پناہ لینی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اس جنگل میں ستر آدمیوں کی جماعت جمع ہوگئی۔ کفار قریش کے تجارتی قافلوں کا یہی راستہ تھا۔ جو قافلہ بھی آمدورفت میں یہاں سے گزرتا، یہ لوگ اس کو لوٹ لیتے۔ یہاں تک کہ کفار قریش کے ناک میں دم کر دیا۔ بالآخر کفار قریش نے خدا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ ہم صلح نامہ میں اپنی شرط سے باز آئے۔ آپ لوگوں کو ساحل سمندر سے مدینہ بلا لیجئے اور اب ہماری طرف سے اجازت ہے کہ جو مسلمان بھی مکہ سے بھاگ کر مدینہ جائے آپ اس کو مدینہ میں ٹھہرا لیجئے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔[1] (بخاری باب الشروط فی الجہاد ج۱ ص ۳۸۰)

یہ بھی روایت ہے کہ قریش نے خود ابوسفیان کو مدینہ بھیجا کہ ہم صلح نامہ حدیبیہ میں اپنی شرط سے دست بردار ہو گئے۔ لہٰذا آپ حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں بلا لیں تاکہ ہمارے تجارتی قافلے ان لوگوں کے قتل و غارت سے محفوظ ہو جائیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس خط بھیجا کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت مقامِ ''عیص'' سے مدینہ چلے آؤ۔ مگر افسوس! کہ فرمانِ رسالت

---

1 ...... صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد...الخ، الحدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، ج۲، ص۲۲۷ مفصلاً والسیرة النبویة لابن هشام، باب ماجری علیه امر قوم من...الخ، ص۴۳۴، ۴۳۵

ان کے پاس ایسے وقت پہنچا جب وہ نزع کی حالت میں تھے۔ مقدس خط کو انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے کر سر اور آنکھوں پر رکھا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور دفن کے بعد ان کی قبر شریف کے پاس یادگار کے لئے ایک مسجد بنا دی۔ پھر فرمان رسول کے بموجب یہ سب لوگ وہاں سے آ کر مدینہ میں آباد ہو گئے۔ (1)

(مدارج النبوۃ ج۲ص ۲۱۸)

سلاطین کے نام دعوت اسلام

۶ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد جب جنگ و جدال کے خطرات ٹل گئے اور ہر طرف امن و سکون کی فضا پیدا ہوگئی تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا دائرہ صرف خطۂ عرب ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اسلام کا پیغام تمام دنیا میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ ''قیصر'' فارس کے بادشاہ ''کسریٰ'' حبشہ کے بادشاہ ''نجاشی'' مصر کے بادشاہ ''عزیز'' اور دوسرے سلاطین عرب و عجم کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کون کون حضرات ان خطوط کو لے کر کن کن بادشاہوں کے دربار میں گئے؟ ان کی فہرست کافی طویل ہے مگر ایک ہی دن چھ خطوط لکھوا کر اور اپنی مہر لگا کر جن چھ قاصدوں کو جہاں جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا وہ یہ ہیں۔

(1) ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب ششم ، ج۲، ص۲۱۸

﴿۱﴾ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالٰی عنہ	ہرقل قیصر روم	کے دربار میں
﴿۲﴾ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ	خسرو پرویز شاہ ایران	//
﴿۳﴾ حضرت حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ	مقوقس عزیز مصر	//
﴿۴﴾ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ	نجاشی بادشاہ حبشہ	//
﴿۵﴾ حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ	ہوذہ، بادشاہ یمامہ	//
﴿۶﴾ حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ تعالٰی عنہ	حارث غسانی والی غسان	//(1)

نامہ مبارک اور قیصر

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مقدس خط لے کر ''بصریٰ'' تشریف لے گئے اور وہاں قیصر روم کے گورنر شام حارث غسانی کو دیا۔ اس نے اس نامہ مبارک کو ''بیت المقدس'' بھیج دیا۔ کیونکہ قیصر روم ''ہرقل'' ان دنوں بیت المقدس کے دورہ پر آیا ہوا تھا۔ قیصر کو جب یہ مبارک خط ملا تو اس نے حکم دیا کہ قریش کا کوئی آدمی ملے تو اس کو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔ قیصر کے حکام نے تلاش کیا تو اتفاق سے ابوسفیان اور عرب کے کچھ دوسرے تاجر مل گئے۔ یہ سب لوگ قیصر کے دربار میں لائے گئے۔ قیصر نے بڑے طمطراق کے ساتھ دربار منعقد کیا اور تاج شاہی پہن کر تخت پر بیٹھا۔ اور تخت کے گرد اراکین سلطنت، بطارقہ اور احبار و رہبان وغیرہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی حالت میں عرب کے تاجروں کا گروہ دربار میں حاضر کیا گیا اور شاہی محل کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ پھر قیصر نے ترجمان کو بلایا اور اس کے ذریعہ گفتگو شروع کی۔ سب سے پہلے قیصر نے یہ سوال کیا کہ عرب

---

(1)......الکامل فی التاریخ ، ذکر مکاتبة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الملوك، ج۲، ص۹۵

میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم میں سے ان کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ ''میں'' قیصر نے ان کو سب سے آگے کیا اور دوسرے عربوں کو ان کے پیچھے کھڑا کیا اور کہا کہ دیکھو! اگر ابوسفیان کوئی غلط بات کہے تو تم لوگ اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا۔ پھر قیصر اور ابوسفیان میں جو مکالمہ ہوا وہ یہ ہے:

قیصر: مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان: ان کا خاندان شریف ہے۔

قیصر: کیا اس خاندان میں ان سے پہلے بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟

ابوسفیان: ''نہیں''۔

قیصر: کیا ان کے باپ داداؤں میں کوئی بادشاہ تھا؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: جن لوگوں نے ان کا دین قبول کیا ہے وہ کمزور لوگ ہیں یا صاحب اثر؟

ابوسفیان: کمزور لوگ ہیں۔

قیصر: ان کے متبعین بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جا رہے ہیں؟

ابوسفیان: بڑھتے جا رہے ہیں۔

قیصر: کیا کوئی ان کے دین میں داخل ہو کر پھر اس کو ناپسند کر کے پلٹ بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان: ''نہیں''۔

قیصر: کیا نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے تم لوگ انہیں جھوٹا سمجھتے تھے؟

ابوسفیان: ''نہیں''۔

قیصر: کیا وہ کبھی عہد شکنی اور وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں؟

ابوسفیان: ابھی تک تو نہیں کی ہے لیکن اب ہمارے اوران کے درمیان (حدیبیہ) میں جوایک نیا معاہدہ ہوا ہے معلوم نہیں اس میں وہ کیا کریں گے؟

قیصر: کیا کبھی تم لوگوں نے ان سے جنگ بھی کی؟

ابوسفیان: ''ہاں''۔

قیصر: نتیجہ جنگ کیا رہا؟

ابوسفیان: کبھی ہم جیتے ، کبھی وہ۔

قیصر: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان: وہ کہتے ہیں کہ صرف ایک خدا کی عبادت کروکسی اورکوخدا کا شریک نہ ٹھہراؤ، بتوں کو چھوڑو، نماز پڑھو، سچ بولو، پاک دامنی اختیار کرو، رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ (1)

اس سوال و جواب کے بعد قیصر نے کہا کہ تم نے ان کو خاندانی شریف بتایا اور تمام پیغمبروں کا یہی حال ہے کہ ہمیشہ پیغمبر اچھے خاندانوں ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ تم نے کہا کہ ان کے خاندان میں کبھی کسی اور نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ یہ شخص اوروں کی نقل اتار رہا ہے۔ تم نے اقرار کیا ہے کہ ان کے خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں ہوا ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو میں سمجھ لیتا کہ یہ شخص اپنے آباء واجداد کی بادشاہی کا طلبگار ہے۔ تم مانتے ہو کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے وہ کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولے تو جو شخص انسانوں سے جھوٹ نہیں بولتا بھلا وہ خدا پر کیوں کر

1 ......صحیح البخاری، کتاب بدءِ الوحی، باب ٦، الحدیث ٧، ج ١، ص ١٠-١٢

جھوٹ باندھ سکتا ہے؟ تم کہتے ہو کہ کمزور لوگوں نے ان کے دین کو قبول کیا ہے۔تو سن لو ہمیشہ ابتداء میں پیغمبروں کے متبعین مفلس اور کمزور ہی لوگ ہوتے رہے ہیں۔تم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ان کی پیروی کرنے والے بڑھتے ہی جا رہے ہیں تو ایمان کا معاملہ ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے کہ اس کے ماننے والوں کی تعداد ہمیشہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ تم کو یہ تسلیم ہے کہ کوئی ان کے دین سے پھر کر مرتد نہیں ہو رہا ہے۔تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ایمان کی شان ایسی ہی ہوا کرتی ہے کہ جب اس کی لذت کسی کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو پھر وہ کبھی نکل نہیں سکتی۔تمہیں اس کا اعتراف ہے کہ انہوں نے کبھی کوئی غداری اور بدعہدی نہیں کی ہے۔تو رسولوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ کبھی کوئی دغا فریب کا کام کرتے ہی نہیں۔تم نے ہمیں بتایا کہ وہ خدائے واحد کی عبادت، شرک سے پرہیز، بت پرستی سے ممانعت، پاک دامنی، صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔تو سن لو کہ تم نے جو کچھ کہا ہے اگر یہ صحیح ہے تو وہ عنقریب اس جگہ کے مالک ہو جائیں گے جہاں اس وقت میرے قدم ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ایک رسول کا ظہور ہونے والا ہے مگر میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ رسول تم عربوں میں سے ہوگا۔اگر میں یہ جان لیتا کہ میں ان کی بارگاہ میں پہنچ سکوں گا تو میں تکلیف اٹھا کر وہاں تک پہنچتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کا پاؤں دھوتا۔قیصر نے اپنی اس تقریر کے بعد حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا جائے۔نامہ مبارک کی عبارت یہ تھی:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبد اللّٰہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فانی ادعوك بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یوتك اللّٰہ اجرك مرتین فان تولیت فان علیك اثم الاریسین یااھل الکتاب

تعالوا الٰی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللّٰہ و لا نشرك به شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (1)

شروع کرتا ہوں میں خدا کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ کے بندے اور رسول محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی طرف سے یہ خط ''ہرقل'' کے نام ہے جو روم کا بادشاہ ہے۔ اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو ہے۔ اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو مسلمان ہو جا تو سلامت رہے گا۔ خدا تجھ کو دوگنا ثواب دے گا۔ اور اگر تو نے روگردانی کی تو تیری تمام رعایا کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم میں سے بعض لوگ دوسرے بعض لوگوں کو خدا نہ بنائیں اور اگر تم نہیں مانتے تو گواہ ہو جاؤ کہ ہم مسلمان ہیں!

قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی اس سے اس کے درباری پہلے ہی انتہائی برہم اور بیزار ہو چکے تھے۔ اب یہ خط سنا۔ پھر جب قیصر نے ان لوگوں سے یہ کہا کہ اے جماعت روم! اگر تم اپنی فلاح اور اپنی بادشاہی کی بقا چاہتے ہو تو اس نبی کی بیعت کرلو۔ تو درباریوں میں اس قدر ناراضگی اور بیزاری پھیل گئی کہ وہ لوگ جنگلی گدھوں کی طرح بدک کر دربار سے دروازوں کی طرف بھاگنے لگے۔ مگر چونکہ تمام دروازے بند تھے اس لئے وہ لوگ باہر نہ نکل سکے۔ جب قیصر نے اپنے درباریوں کی نفرت کا یہ منظر دیکھا تو وہ ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا اور اس نے کہا کہ ان درباریوں کو بلاؤ۔ جب سب آ گئے تو قیصر نے کہا کہ ابھی ابھی میں نے تمہارے سامنے جو کچھ

---

(1)......صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب ٦، الحدیث:٧، ج ١، ص ١١۔١٢ ملخصاً

کہا۔اس سے میرا مقصد تمہارے دین کی پختگی کا امتحان لینا تھا تو میں نے دیکھ لیا کہ تم لوگ اپنے دین میں بہت پکے ہو۔ یہ سن کر تمام درباری قیصر کے سامنے سجدہ میں گر پڑے اور ابوسفیان وغیرہ دربار سے نکال دیئے گئے اور دربار برخواست ہو گیا۔ چلتے وقت ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب یقیناً ابو کبشہ کے بیٹے (محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا معاملہ بہت بڑھ گیا۔ دیکھ لو! رومیوں کا بادشاہ ان سے ڈر رہا ہے۔(1)

(بخاری باب کیف کان بدء الوحی ج۱ ص۴ تا ۵ و مسلم ج۲ ص ۹۷ تا ۹۹، مدارج ج۲ ص۲۲۱ وغیرہ)

قیصر چونکہ توراۃ و انجیل کا ماہر اور علم نجوم سے واقف تھا اس لئے وہ نبی آخرالزماں کے ظہور سے باخبر تھا اور ابوسفیان کی زبان سے حالات سن کر اس کے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہو گیا تھا۔مگر سلطنت کی حرص و ہوس کی آندھیوں نے اس چراغ ہدایت کو بجھا دیا اور وہ اسلام کی دولت سے محروم رہ گیا۔

خسرو پرویز کی بدد ماغی

تقریباً اسی مضمون کے خطوط دوسرے بادشاہوں کے پاس بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روانہ فرمائے۔شہنشاہ ایران خسرو پرویز کے دربار میں جب نامہ مبارک پہنچا تو صرف اتنی سی بات پر اس کے غرور اور گھمنڈ کا پارہ اتنا چڑھ گیا کہ اس نے کہا کہ اس خط میں محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے میرے نام سے پہلے اپنا نام کیوں لکھا؟ یہ کہہ کر اس نے فرمان رسالت کو پھاڑ ڈالا اور پرزے پرزے کر کے خط کو زمین پر پھینک دیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ

مَزَّقَ كِتَابِیْ مَزَّقَ اللّٰهُ مُلْكَهٗ

---

(1)......صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی،باب ٦،الحدیث:٧،ج١،ص ١١-١٢ ملخصاً

اس نے میرے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا خدا اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی خسرو پرویز کو اس کے بیٹے ''شیرویہ'' نے رات میں سوتے ہوئے اس کا شکم پھاڑ کر اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی بادشاہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ یہاں تک کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں یہ حکومت صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ص۲۲۵ وغیرہ و بخاری ج۱ص۴۱۱)

نجاشی کا کردار

نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس جب فرمان رسالت پہنچا تو اس نے کوئی بے ادبی نہیں کی۔ اس معاملہ میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ اس نجاشی نے اسلام قبول کیا یا نہیں؟ مگر مواہب لدنیہ میں لکھا ہوا ہے کہ یہ نجاشی جس کے پاس اعلان نبوت کے پانچویں سال مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے گئے تھے اور ۶ھ میں جس کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط بھیجا اور ۹ھ میں جس کا انتقال ہوا اور مدینہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی اس کا نام ''اصحمہ'' تھا اور یہ بلاشبہ مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد جو نجاشی تخت پر بیٹھا اس کے پاس بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تھا۔ مگر اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس نجاشی کا نام کیا تھا؟ اور اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں؟ مشہور ہے کہ یہ دونوں مقدس خطوط اب تک سلاطین حبشہ کے پاس موجود ہیں اور وہ لوگ اس کا بے حد ادب و احترام کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[2] (مدارج النبوۃ ج۲ص۲۲۰)

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج۲، ص۲۲٤

2 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج۲، ص۲۲۰ ملتقطاً

شاہ مصر کا برتاؤ

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''مقوقس'' مصر و اسکندریہ کے بادشاہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا۔ یہ نہایت ہی اخلاق کے ساتھ قاصد سے ملا اور فرمانِ نبوی کو بہت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ پڑھا۔ مگر مسلمان نہیں ہوا۔ ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چند چیزوں کا تحفہ بھیجا۔ دو لونڈیاں ایک حضرت ''ماریہ قبطیہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہوئیں اور انہیں کے شکم مبارک سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ دوسری حضرت ''سیرین'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جن کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دیا۔ ان کے بطن سے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے ان دونوں لونڈیوں کے علاوہ ایک سفید گدھا جس کا نام ''یعفور'' تھا اور ایک سفید خچر جو دُلدل کہلاتا تھا، ایک ہزار مثقال سونا، ایک غلام، کچھ شہد، کچھ کپڑے بھی تھے۔ [1] (مدارج النبوۃ ج۲ص ۲۲۹)

بادشاہ یمامہ کا جواب

حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ''ہوذہ'' بادشاہ یمامہ کے پاس خط لے کر پہنچے تو اس نے بھی قاصد کا احترام کیا۔ لیکن اسلام قبول نہیں کیا اور جواب میں یہ لکھا کہ آپ جو باتیں کہتے ہیں وہ نہایت اچھی ہیں۔ اگر آپ اپنی حکومت میں سے کچھ مجھے بھی حصہ دیں تو میں آپ کی پیروی کروں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا خط پڑھ

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج۲، ص۲۲۶

کر فرمایا کہ اسلام ملک گیری کی ہوس کے لئے نہیں آیا ہے اگر زمین کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو میں نہ دوں گا۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ص۲۲۹)

حارث غسانی کا گھمنڈ

حضرت شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حارث غسانی والی غسان کے سامنے نامۂ اقدس کو پیش کیا تو وہ مغرور خط کو پڑھ کر برہم ہو گیا اور اپنی فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔ چنانچہ مدینہ کے مسلمان ہر وقت اس کے حملہ کے منتظر رہنے لگے۔ اور بالآخر ''غزوہ موتہ'' اور ''غزوہ تبوک'' کے واقعات درپیش ہوئے جن کا مفصل تذکرہ ہم آگے تحریر کریں گے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان بادشاہوں کے علاوہ اور بھی بہت سے سلاطین و امراء کو دعوت اسلام کے خطوط تحریر فرمائے جن میں سے کچھ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کچھ خوش نصیبوں نے اسلام قبول کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نیاز مندیوں سے بھرے ہوئے خطوط بھی بھیجے۔ مثلاً یمن کے شاہان حمیر میں سے جن جن بادشاہوں نے مسلمان ہو کر بارگاہ نبوت میں عرضیاں بھیجیں جو غزوۂ تبوک سے واپسی پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں ان بادشاہوں کے نام یہ ہیں:

﴿۱﴾ حارث بن عبد کلال ﴿۲﴾ نعیم بن عبد کلال

﴿۳﴾ نعمان حاکم ذورعین و معافر و ہمدان ﴿۴﴾ زرعہ

یہ سب یمن کے بادشاہ ہیں۔

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج۲، ص۲۲۸

ان کے علاوہ ''فروہ بن عمرو'' جو کہ سلطنت روم کی جانب سے گورنر تھا۔ اپنے اسلام لانے کی خبر قاصد کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں بھیجی۔ اس طرح ''باذان'' جو بادشاہ ایران کسریٰ کی طرف سے صوبہ یمن کا صوبہ دار تھا اپنے دو بیٹوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا اور ایک عرضی تحریر کر کے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے اسلام کی خبر دی۔ (1) ان سب کا مفصل تذکرہ ''سیرت ابن ہشام و زرقانی و مدارج النبوۃ'' وغیرہ میں موجود ہے۔ ہم اپنی اس مختصر کتاب میں ان کا مفصل بیان تحریر کرنے سے معذرت خواہ ہیں۔

سریۂ نجد

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ماتحتی میں ایک لشکر نجد کی جانب روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر لیا اور مدینہ لائے۔ جب لوگوں نے ان کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو مسجد نبوی کے ایک ستون میں باندھ دیا جائے۔ چنانچہ یہ ستون میں باندھ دیئے گئے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ اے ثمامہ! تمہارا کیا حال ہے؟ اور تم اپنے بارے میں کیا گمان رکھتے ہو؟ ثمامہ نے جواب دیا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرا حال اور خیال تو اچھا ہی ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی آدمی کو قتل کریں گے اور اگر مجھے اپنے انعام سے نواز کر چھوڑ دیں گے تو ایک شکر گزار کو چھوڑیں گے اور اگر آپ مجھ سے کچھ مال کے طلبگار ہوں تو بتا دیجئے۔ آپ کو مال دیا جائے گا۔

---

1 ......الكامل فی التاريخ، ذكر مكاتبة رسول الله صلى الله عليه وسلم الملوك، ج٢، ص٩٦

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ گفتگو کر کے چلے آئے۔ پھر دوسرے روز بھی یہی سوال و جواب ہوا۔ پھر تیسرے روز بھی یہی ہوا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ ثمامہ مسجد سے نکل کر ایک کھجور کے باغ میں چلے گئے جو مسجد نبوی کے قریب ہی میں تھا۔ وہاں انہوں نے غسل کیا۔ پھر مسجد نبوی میں واپس آئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم! مجھے جس قدر آپ کے چہرہ سے نفرت تھی اتنی روئے زمین پر کسی کے چہرہ سے نہ تھی۔ مگر آج آپ کے چہرہ سے مجھے اس قدر محبت ہو گئی ہے کہ اتنی محبت کسی کے چہرہ سے نہیں ہے۔ کوئی دین میری نظر میں اتنا ناپسند نہ تھا جتنا آپ کا دین لیکن آج کوئی دین میری نظر میں اتنا محبوب نہیں ہے جتنا آپ کا دین۔ کوئی شہر میری نگاہ میں اتنا برا نہ تھا جتنا آپ کا شہر اور اب میرا یہ حال ہو گیا ہے کہ آپ کے شہر سے زیادہ مجھے کوئی شہر محبوب نہیں ہے۔ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عمرہ ادا کرنے کے ارادہ سے مکہ جارہا تھا کہ آپ کے لشکر نے مجھے گرفتار کرلیا۔ اب آپ میرے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا مژدہ سنایا اور پھر حکم دیا کہ تم مکہ جا کر عمرہ ادا کرلو!

جب یہ مکہ پہنچے اور طواف کرنے لگے تو قریش کے کسی کافر نے ان کو دیکھ کر کہا کہ اے ثمامہ! تم صابی (بے دین) ہو گئے ہو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت جرأت کے ساتھ جواب دیا کہ میں بے دین نہیں ہوا ہوں بلکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور اے اہل مکہ! سن لو! اب جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے تم لوگوں کو ہمارے وطن سے گیہوں کا ایک دانہ بھی نہیں مل سکے گا۔ مکہ والوں کے لئے ان

کے وطن ''یمامہ'' ہی سے غلہ آیا کرتا تھا۔[1] (بخاری ج ۲ ص ۶۲۷ باب وفد بنی حنیفہ و حدیث ثمامہ و مسلم ج ۲ ص ۹۳ باب ربط الاسیر و مدارج، ج ۲ ص ۱۸۹)

ابو رافع قتل کر دیا گیا

۶ھ کے واقعات میں سے ابو رافع یہودی کا قتل بھی ہے۔ ابو رافع یہودی کا نام عبداللہ بن ابی الحقیق یا سلام بن الحقیق تھا۔ یہ بہت ہی دولت مند تاجر تھا لیکن اسلام کا زبردست دشمن اور بارگاہ نبوت کی شان میں نہایت ہی بدترین گستاخ اور بے ادب تھا۔ یہ وہی شخص ہے جو حیی بن اخطب یہودی کے ساتھ مکہ گیا اور کفار قریش اور دوسرے قبائل کو جوش دلا کر غزوۂ خندق میں مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے دس ہزار کی فوج لے کر آیا تھا اور ابو سفیان کو اُبھار کر اسی نے اس فوج کا سپہ سالار بنایا تھا۔ حیی بن اخطب تو جنگ خندق کے بعد غزوہ بنی قریظہ میں مارا گیا تھا مگر یہ بچ نکلا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا رسانی اور اسلام کی بیخ کنی میں تن، من، دھن سے لگا ہوا تھا۔ انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج میں ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا اور یہ دونوں اکثر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ چونکہ قبیلہ اوس کے لوگوں حضرت محمد بن مسلمہ وغیرہ نے ۳ھ میں بڑے خطرہ میں پڑ کر ایک دشمن رسول ''کعب بن اشرف یہودی'' کو قتل کیا تھا۔ اس لئے قبیلۂ خزرج کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن ''ابو رافع'' رہ گیا ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں کو چاہئے کہ اس کو قتل کر ڈالیں تا کہ ہم لوگ بھی قبیلہ اوس کی

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب ربط الاسیر...الخ، الحدیث: ۱۷۶۴، ص ۹۷۰ و مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج ۲، ص ۱۸۹

طرح ایک دشمن رسول کو قتل کرنے کا اجروثواب حاصل کرلیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عتیک وعبداللہ بن انیس وابوقتادہ وحارث بن ربعی ومسعود بن سنان وخزاعی بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے لئے مستعد اور تیار ہوئے۔ ان لوگوں کی درخواست پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس جماعت کا امیر مقرر فرما دیا اور ان لوگوں کو منع کر دیا کہ بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔[1]

(زرقانی علی المواہب ج۲ص۱۶۳)

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابورافع کے محل کے پاس پہنچے اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ تم لوگ یہاں بیٹھ کر میری آمد کا انتظار کرتے رہو اور خود بہت ہی خفیہ تدبیروں سے رات میں اس کے محل کے اندر داخل ہو گئے اور اس کے بستر پر پہنچ کر اندھیرے میں اس کو قتل کر دیا۔ جب محل سے نکلنے لگے تو سیڑھی سے گر پڑے جس سے ان کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مگر انہوں نے فوراً ہی اپنی پگڑی سے اپنے ٹوٹے ہوئے پاؤں کو باندھ دیا اور کسی طرح محل سے باہر آ گئے۔ پھر اپنے ساتھیوں کی مدد سے مدینہ پہنچے۔ جب دربار رسالت میں حاضر ہو کر ابورافع کے قتل کا سارا ماجرا بیان کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پاؤں پھیلاؤ'' انہوں نے پاؤں پھیلایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے پاؤں پر پھرا دیا۔ فوراً ہی ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ گئی اور ان کا پاؤں بالکل صحیح وسالم ہو گیا۔[2]

(بخاری ج۱ص۲۲۴ باب قتل النائم المشرک)

---

1 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب قتل ابی رافع، ج۳، ص۱۴۱۔۱۴۳ ملخصاً

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع...الخ،الحدیث۴۰۳۹،ج۳،ص۳۱

۶ھ کی بعض لڑائیاں

۶ھ میں صلح حدیبیہ سے قبل چند چھوٹے چھوٹے لشکروں کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مختلف اطراف میں روانہ فرمایا تاکہ وہ کفار کے حملوں کی مدافعت کرتے رہیں۔ان لڑائیوں کا مفصل تذکرہ زرقانی علی المواہب اور مدارج النبوۃ وغیرہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔مگر ان لڑائیوں کی ترتیب اور ان کی تاریخوں میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے۔اس لئے ٹھیک طور پر ان کی تاریخوں کی تعیین بہت مشکل ہے۔ان واقعات کا چیدہ چیدہ بیان حدیثوں میں موجود ہے مگر حدیثوں میں بھی ان کی تاریخیں مذکور نہیں ہیں۔البتہ بعض قرائن وشواہد سے اتنا پتا چلتا ہے کہ یہ سب صلح حدیبیہ سے قبل کے واقعات ہیں۔ان لڑائیوں میں سے چند کے نام یہ ہیں:

﴿۱﴾سریۂ قرطاء﴿۲﴾غزوۂ بنی لحیان﴿۳﴾سریۃ الغمر﴿۴﴾سریۂ زید بجانب جموم ﴿۵﴾سریۂ زید بجانب عیص﴿۶﴾سریۂ زید بجانب وادی القریٰ﴿۷﴾سریۂ علی بجانب بنی سعد﴿۸﴾سریۂ زید بجانب ام قرفہ﴿۹﴾سریۂ ابن رواحہ﴿۱۰﴾سریۂ ابن مسلمہ﴿۱۱﴾سریۂ زید بجانب طرف﴿۱۲﴾سریۂ عکل وعرینہ﴿۱۳﴾بعث ضمری۔ان لڑائیوں کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔ہم نے یہاں ان لڑائیوں کے مذکورہ بالا نام زرقانی علی المواہب کی فہرست سے نقل کئے ہیں۔ (1)

(فہرست زرقانی علی المواہب ج۲ص ۳۵۰)

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب، الفهرس، ج۳، ص۵۳۹

بارہواں باب

ہجرت کا ساتواں سال

غزوۂ ذات القرد

مدینہ کے قریب ''ذاتُ القرد'' ایک چراگاہ کا نام ہے جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنیاں چرتی تھیں۔ عبدالرحمٰن بن عیینہ فزاری نے جو قبیلہ غطفان سے تعلق رکھتا تھا اپنے چند آدمیوں کے ساتھ ناگہاں اس چراگاہ پر چھاپہ مارا اور یہ لوگ بیس اونٹنیوں کو پکڑ کر لے بھاگے۔ مشہور تیرانداز صحابی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے پہلے اس کی خبر معلوم ہوئی۔ انہوں نے اس خطرہ کا اعلان کرنے کے لئے بلند آواز سے یہ نعرہ مارا کہ ''یا صباحاہ'' پھر اکیلے ہی ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں دوڑ پڑے اور ان ڈاکوؤں کو تیر مار مار کر تمام اونٹنیوں کو بھی چھین لیا اور ڈاکو بھاگتے ہوئے جو تیس چادریں پھینکتے گئے تھے ان چادروں پر بھی قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لشکر لے کر پہنچے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے ان چھاپہ ماروں کو ابھی تک پانی نہیں پینے دیا ہے۔ یہ سب پیاسے ہیں۔ ان لوگوں کے تعاقب میں لشکر بھیج دیجئے تو یہ سب گرفتار ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اونٹنیوں کے مالک ہو چکے ہو۔ اب ان لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور مدینہ واپس تشریف لائے۔

حضرت امام بخاری کا بیان ہے کہ یہ غزوہ جنگ خیبر کے لئے روانہ ہونے سے تین دن قبل ہوا۔[1] (بخاری غزوۂ ذات القرد، ج۲ص۶۰۳ و مسلم ج۲ص۱۱۳)

جنگِ خیبر

''خیبر'' مدینہ سے آٹھ منزل کی دوری پر ایک شہر ہے۔ایک انگریز سیاح نے لکھا ہے کہ خیبر مدینہ سے تین سو بیس کیلومیٹر دور ہے۔یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا اور یہاں عمدہ کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی تھیں۔عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز یہی خیبر تھا۔ یہاں کے یہودی عرب میں سب سے زیادہ مالدار اور جنگجو تھے اور ان کو اپنی مالی اور جنگی طاقتوں پر بڑا ناز اور گھمنڈ بھی تھا۔یہ لوگ اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے۔ یہاں یہودیوں نے بہت سے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے جن میں سے بعض کے آثار اب تک موجود ہیں۔ان میں سے آٹھ قلعے بہت مشہور ہیں۔جن کے نام یہ ہیں:

﴿۱﴾ کتیبہ ﴿۲﴾ ناعم ﴿۳﴾ شق ﴿۴﴾ قموص
﴿۵﴾ نطارہ ﴿۶﴾ صعب ﴿۷﴾ سطیخ ﴿۸﴾ سلالم۔

درحقیقت یہ آٹھوں قلعے آٹھ محلوں کے مثل تھے اور انہی آٹھوں قلعوں کا مجموعہ ''خیبر'' کہلاتا تھا۔[2] (مدارج النبوۃ ج۲ص۲۳۴)

غزوۂ خیبر کب ہوا؟

تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنگ خیبر محرم کے مہینے میں ہوئی۔لیکن

1......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات القرد، الحدیث ٤١٩٤، ج٣، ص٧٩ والمواهب اللدنية و شرح الزرقانی، باب غزوة ذی قرد، ج٣، ص١١٠ ملتقطاً

2......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب ششم ، ج٢، ص٢٣٤

اس میں اختلاف ہے کہ ۶ھ تھا یا ۷ھ۔ غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا محرم سے کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک محرم میں ۷ھ شروع ہوگیا اور بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا ربیع الاول سے کرتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت ربیع الاول میں ہوئی۔ لہٰذا ان لوگوں کے نزدیک یہ محرم و صفر ۶ھ کے تھے۔[1] واللہ اعلم۔

جنگِ خیبر کا سبب

یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جنگِ خندق میں جن جن کفار عرب نے مدینہ پر حملہ کیا تھا ان میں خیبر کے یہودی بھی تھے۔ بلکہ درحقیقت وہی اس حملہ کے بانی اور سب سے بڑے محرک تھے۔ چنانچہ "بنونضیر" کے یہودی جب مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو یہودیوں کے جو رؤسا خیبر چلے گئے تھے ان میں سے حیی بن اخطب اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق نے تو مکہ جا کر کفار قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور تمام قبائل کا دورہ کرکے کفار عرب کو جوش دلا کر برانگیختہ کیا اور حملہ آوروں کی مالی امداد کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ اور خیبر کے تمام یہودیوں کو ساتھ لے کر یہودیوں کے یہ دونوں سردار حملہ کرنے والوں میں شامل رہے۔ حیی بن اخطب تو جنگ قریظہ میں قتل ہوگیا اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کو ۶ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا۔ لیکن ان سب واقعات کے بعد بھی خیبر کے یہودی بیٹھ نہیں رہے بلکہ اور زیادہ انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑکنے لگی۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ پر پھر ایک دوسرا حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة خيبر، ج۳، ص۲۴۴ ملتقطاً

لگے اور اس مقصد کے لئے قبیلہ غطفان کو بھی آمادہ کرلیا۔قبیلہ غطفان عرب کا ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس کی آبادی خیبر سے بالکل ہی متصل تھی اور خیبر کے یہودی خود بھی عرب کے سب سے بڑے سرمایہ دار ہونے کے ساتھ بہت ہی جنگ باز اور تلوار کے دھنی تھے۔ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے ایک بڑی طاقتور فوج تیار ہوگئی اور ان لوگوں نے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تہس نہس کر دینے کا پلان بنالیا۔

مسلمان خیبر چلے

جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی قبیلۂ غطفان کو ساتھ لے کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو ان کی اس چڑھائی کو روکنے کے لئے سولہ سو صحابہ کرام کا لشکر ساتھ لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر روانہ ہوئے۔مدینہ پر حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افسر مقرر فرمایا اور تین جھنڈے تیار کرائے۔ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور ایک جھنڈے کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور خاص علم نبوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک میں عنایت فرمایا اور ازواجِ مطہرات میں سے حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا۔[1]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے وقت حدود خیبر میں اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ پہنچ گئے اور نماز فجر کے بعد شہر میں داخل ہوئے تو خیبر کے یہودی اپنے اپنے ہنسیا اور ٹوکری لے کر کھیتوں اور باغوں میں کام کاج کے لئے قلعہ سے نکلے۔جب انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو شور مچانے لگے اور چلا چلا کر کہنے لگے کہ ”خدا کی

1 ......المواھب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة خيبر، ج٣، ص٢٤٥،٢٥٥ ملتقطاً

قسم! لشکر کے ساتھ محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہیں۔" اس وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیبر برباد ہو گیا۔ بلاشبہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر پڑتے ہیں تو کفار کی صبح بری ہو جاتی ہے۔[1] (بخاری ج۲ ص۶۰۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم بہت ہی بلند آوازوں سے نعرۂ تکبیر لگانے لگے۔ تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اوپر نرمی برتو۔ تم لوگ کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس (اللہ) کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے۔ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا وظیفہ پڑھ رہا تھا۔ جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سنا تو مجھ کو پکارا اور فرمایا کہ کیا میں تم کو ایک ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ "کیوں نہیں یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان!" تو فرمایا کہ وہ کلمہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے۔[2] (بخاری ج۲ ص۶۰۵)

یہودیوں کی تیاری

یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں پہنچا دیا اور راشن کا ذخیرہ قلعہ "ناعم" میں جمع کر دیا اور فوجوں کو "نطاۃ" اور "قموص" کے قلعوں میں اکٹھا کیا۔ ان میں سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ قلعہ "قموص" تھا اور "مرحب یہودی" جو عرب کے پہلوانوں میں ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا اسی قلعہ کا رئیس تھا۔ سلام بن مشکم یہودی گو بیمار تھا مگر وہ بھی قلعہ "نطاۃ" میں فوجیں لے کر ڈٹا ہوا تھا۔ یہودیوں

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ٤١٩٧، ج٣، ص٨١

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ٤٢٠٥، ج٣، ص٨٣

کے پاس تقریباً بیس ہزار فوج تھی جو مختلف قلعوں کی حفاظت کے لئے مورچہ بندی کئے ہوئے تھی۔

محمود بن مسلمہ شہید ہو گئے

سب سے پہلے قلعہ ''ناعم'' پر معرکہ آرائی اور جم کر لڑائی ہوئی۔ حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی بہادری اور جاں نثاری کے ساتھ جنگ کی مگر سخت گرمی اور لو کے تھپیڑوں کی وجہ سے ان پر پیاس کا غلبہ ہو گیا۔ وہ قلعہ ناعم کی دیوار کے نیچے سو گئے۔ کنانہ بن ابی الحقیق یہودی نے ان کو دیکھ لیا اور چھت سے ایک بہت بڑا پتھر ان کے اوپر گرا دیا جس سے ان کا سر کچل گیا اور یہ شہید ہو گئے۔ اس قلعہ کو فتح کرنے میں پچاس مسلمان زخمی ہو گئے، لیکن قلعہ فتح ہو گیا۔(1)

اسود راعی کی شہادت

حضرت اسود راعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قلعہ کی جنگ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک حبشی تھے جو خیبر کے کسی یہودی کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب یہودی جنگ کی تیاریاں کرنے لگے تو انہوں نے پوچھا کہ آخر تم لوگ کس سے جنگ کے لئے تیاریاں کر رہے ہو؟ یہودیوں نے کہا کہ آج ہم اس شخص سے جنگ کریں گے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ سن کر ان کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات کا جذبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ یہ بکریاں لئے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر میں

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۳۹
والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام، افتتاح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم للحصون، ص ۴۳۸

مسلمان ہو جاؤں تو مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے کیا اجر وثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو جنت اور اس کی نعمتیں ملیں گی۔ انہوں نے فوراً ہی کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔ پھر عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔ اب میں ان کو کیا کروں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان بکریوں کو قلعہ کی طرف ہانک دو اور ان کو کنکریوں سے مارو۔ یہ سب خود بخود اپنے مالک کے گھر پہنچ جائیں گی۔ چنانچہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ انہوں نے بکریوں کو کنکریاں مار کر ہانک دیا اور وہ سب اپنے مالک کے گھر پہنچ گئیں۔

اس کے بعد یہ خوش نصیب حبشی ہتھیار پہن کر مجاہدین اسلام کی صف میں کھڑا ہو گیا اور انتہائی جوش وخروش کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ عَمِلَ قَلِیْلاً وَ اُجِرَ کَثِیْرًا۔ یعنی اس شخص نے بہت ہی کم عمل کیا اور بہت زیادہ اجر دیا گیا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی لاش کو خیمہ میں لانے کا حکم دیا اور ان کی لاش کے سرہانے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بشارت سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کالے چہرہ کو حسین بنا دیا، اس کے بدن کو خوشبودار بنا دیا اور دو حوریں اس کو جنت میں ملیں۔ اس شخص نے ایمان اور جہاد کے سوا کوئی دوسرا عمل خیر نہیں کیا، نہ ایک وقت کی نماز پڑھی، نہ ایک روزہ رکھا، نہ حج و زکوٰۃ کا موقعہ ملا مگر ایمان اور جہاد کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ص۲۴۰)

---

[1] ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج۲، ص۲۳۹، ۲۴۰

والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام،افتتاح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم للحصون،ص۴۳۸

اسلامی لشکر کا ہیڈ کوارٹر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے یہ علم تھا کہ قبیلہ غطفان والے ضرور ہی خیبر والوں کی مدد کو آئیں گے۔ اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر اور غطفان کے درمیان مقام ''رجیع'' میں اپنی فوجوں کا ہیڈ کوارٹر بنایا اور خیموں، بار برداری کے سامانوں اور عورتوں کو بھی یہیں رکھا تھا اور یہیں سے نکل نکل کر یہودیوں کے قلعوں پر حملہ کرتے تھے۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ص۲۳۹)

قلعہ ناعم کے بعد دوسرے قلعے بھی بہ آسانی اور بہت جلد فتح ہو گئے لیکن قلعہ ''قموص'' چونکہ بہت ہی مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا اور یہاں یہودیوں کی فوجیں بھی بہت زیادہ تھیں اور یہودیوں کا سب سے بڑا بہادر ''مرحب'' خود اس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا اس لئے اس قلعہ کو فتح کرنے میں بڑی دشواری ہوئی۔ کئی روز تک یہ مہم سر نہ ہو سکی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قلعہ پر پہلے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں اسلامی فوجوں کو چڑھائی کے لئے بھیجا اور انہوں نے بہت ہی شجاعت اور جاں بازی کے ساتھ حملہ فرمایا مگر یہودیوں نے قلعہ کی فصیل پر سے اس زور کی تیراندازی اور سنگ باری کی کہ مسلمان قلعہ کے پھاٹک تک نہ پہنچ سکے اور رات ہو گئی۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبردست حملہ کیا اور مسلمان بڑی گرم جوشی کے ساتھ بڑھ بڑھ کر دن بھر قلعہ پر حملہ کرتے رہے مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اور کیونکر فتح ہوتا؟ فاتح خیبر ہونا تو علی حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدر میں لکھا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوۃ خیبر، ج۳، ص۲۵۲ مختصراً

لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا۔ (1)

(بخاری ج۲ص۶۰۵ غزوہ خیبر)

کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ و رسول کا محبّ بھی ہے اور محبوب بھی۔ راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ رات بڑے اضطراب میں گزاری کہ دیکھئے کل کس کو جھنڈا دیا جاتا ہے؟

صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں بڑے اشتیاق کے ساتھ یہ تمنا لے کر حاضر ہوئے کہ یہ اعزاز و شرف ہمیں مل جائے۔ اس لئے کہ جس کو جھنڈا ملے گا اس کے لئے تین بشارتیں ہیں۔

﴿۱﴾ وہ اللہ و رسول کا محبّ ہے۔

﴿۲﴾ وہ اللہ و رسول کا محبوب ہے۔

﴿۳﴾ خیبر اس کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش! آج مجھے جھنڈا عنایت ہوتا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس موقع کے سوا مجھے کبھی بھی فوج کی سرداری اور افسری کی تمنا نہ تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس نعمت عظمیٰ کے لئے ترس رہے تھے۔ (2)

(مسلم ج۲ص۲۷۸، ۲۷۹ باب من فضائل علی)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج۳، ص۸۵ ودلائل النبوۃ للبیھقی، ماجاء فی بعث سرایا الی حصون ...الخ، ج۴، ص۲۱۱ ملخصاً

2 ......صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی...الخ، الحدیث: ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ص۱۳۱۱

لیکن صبح کو اچانک یہ صدا لوگوں کے کان میں آئی کہ علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قاصد بھیج کران کو بلایا اوران کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرمائی تو فوراً ہی انہیں ایسی شفا حاصل ہوگئی کہ گویا انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنا علم نبوی جو حضرت اُمُ المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی سیاہ چادر سے تیار کیا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ میں عطا فرمایا۔[1] (زرقانی ج۲ص۲۲۲)

اور ارشاد فرمایا کہ تم بڑے سکون کے ساتھ جاؤ اوران یہودیوں کو اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ مسلمان ہوجانے کے بعد تم پر فلاں فلاں اللہ کے حقوق واجب ہیں۔ خدا کی قسم! اگرایک آدمی نے بھی تمہاری بدولت اسلام قبول کرلیا تو یہ دولت تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔[2] (بخاری ج۲ص۶۰۵غزوۂ خیبر)

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور مرحب کی جنگ

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ''قلعہ قموص'' کے پاس پہنچ کر یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے اس دعوت کا جواب اینٹ اور پتھر اور تیر و تلوار سے دیا۔ اور قلعہ کا رئیس اعظم ''مرحب'' خود بڑے طنطنہ کے ساتھ نکلا۔ سر پر یمنی زرد رنگ کا ڈھاٹا باندھے ہوئے اور اس کے اوپر پتھر کا خود پہنے ہوئے رجز کا یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کے لئے آگے بڑھا کہ

1 ......صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی... الخ، الحدیث ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ص ۱۳۱۱ والمواھب اللدنیة وشرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج۳، ص ۲۵۵

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج۳، ص ۸۵

قَدۡ عَلِمَتۡ خَیۡبَرُ اَنِّیۡ مُرَحَّبٌ　　شَاکِیُ السَّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبٌ

خیبر خوب جانتا ہے کہ میں ''مرحب'' ہوں، اسلحہ پوش ہوں، بہت ہی بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں رجز کا یہ شعر پڑھا ؎

اَنَا الَّذِیۡ سَمَّتۡنِیۡ اُمِّیۡ حَیۡدَرَہٗ　　کَلَیۡثِ غَابَاتٍ کَرِیۡہِ الۡمَنۡظَرَہٗ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ میں کچھار کے شیر کی طرح ہیبت ناک ہوں۔ مرحب نے بڑے طمطراق کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت شیر خدا پر اپنی تلوار سے وار کیا مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا پینترا بدلا کہ مرحب کا وار خالی گیا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر اس کے سر پر اس زور کی تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب سے خود کٹا، مغفر کٹا اور ذوالفقار حیدری سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور تلوار کی مار کا تڑاکہ فوج تک پہنچا اور مرحب زمین پر گر کر ڈھیر ہو گیا۔ (1)

(مسلم ج۲ص۱۱۵وص۲۷۸)

مرحب کی لاش کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ کر اس کی تمام فوج حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ٹوٹ پڑی۔ لیکن ذوالفقار حیدری بجلی کی طرح چمک چمک کر گرتی تھی جس سے صفوں کی صفیں اُلٹ گئیں۔ اور یہودیوں کے مایہ ناز بہادر مرحب، حارث، اسیر، عامر وغیرہ کٹ گئے۔ اسی گھمسان کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر قلعہ قموص کا پھاٹک

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ ذی قرد وغیرھا، الحدیث:۱۸۰۷، ص۱۰۰۴، ۱۰۰۵ مختصراً

اکھاڑ دیا اور کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواریں روکتے رہے۔ یہ کواڑ اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ بعد کو چالیس آدمی اس کو نہ اٹھا سکے۔[1] (زرقانی ج۲ص۲۳۰)

جنگ جاری تھی کہ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کمال شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے خیبر کو فتح کر لیا اور حضرت صادق الوعد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان صداقت کا نشان بن کر فضاؤں میں لہرانے لگا کہ ''کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالٰی فتح دے گا وہ اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا محبّ بھی ہے اور اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا محبوب بھی۔''

بے شک حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالٰی عنہ اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبّ بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں۔ اور بلا شبہ اللہ تعالٰی نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ سے خیبر کی فتح عطا فرمائی اور قیامت تک کے لئے اللہ تعالٰی نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فاتح خیبر کے معزز لقب سے سرفراز فرما دیا اور یہ وہ فتح عظیم ہے جس نے پورے ''جزیرۃ العرب'' میں یہودیوں کی جنگی طاقت کا جنازہ نکال دیا۔ فتح خیبر سے قبل اسلام یہودیوں اور مشرکین کے گٹھ جوڑ سے نزع کی حالت میں تھا لیکن خیبر فتح ہو جانے کے بعد اسلام اس خوفناک نزع سے نکل گیا اور آگے اسلامی فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی مکہ بھی فتح ہو گیا۔ اس لئے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاتح خیبر کی ذات سے تمام اسلامی فتوحات کا سلسلہ وابستہ ہے۔ بہر حال خیبر کا قلعہ قموص بیس دن کے محاصرہ اور زبردست معرکہ آرائی کے بعد فتح ہو گیا۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہودی قتل ہوئے اور ۱۵ مسلمان جام شہادت سے سیراب ہوئے۔[2] (زرقانی ج۲ص۲۲۸)

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة خيبر، ج۳، ص۲۶۷ مختصراً

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة خيبر، ج۳، ص۲۵۶، ۲۶۴۔۲۶۵ ملتقطاً

خیبر کا انتظام

فتح کے بعد خیبر کی زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ بنو نضیر کی طرح اہل خیبر کو بھی جلاوطن کر دیں۔ لیکن یہودیوں نے یہ درخواست کی کہ ہم کو خیبر سے نہ نکالا جائے اور زمین ہمارے ہی قبضہ میں رہنے دی جائے۔ ہم یہاں کی پیداوار کا آدھا حصہ آپ کو دیتے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی۔ چنانچہ جب کھجوریں پک جاتیں اور غلہ تیار ہو جاتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر بھیج دیتے وہ کھجوروں اور اناجوں کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتے اور یہودیوں سے فرماتے کہ اس میں سے جو حصہ تم کو پسند ہو وہ لے لو۔ یہودی اس عدل پر حیران ہو کر کہتے تھے کہ زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔[1] (فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷ فتح خیبر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ خیبر فتح ہو جانے کے بعد یہودیوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طور پر صلح فرمائی کہ یہودی اپنا سونا چاندی ہتھیار سب مسلمانوں کے سپرد کر دیں اور جانوروں پر جو کچھ لدا ہوا ہے وہ یہودی اپنے پاس ہی رکھیں مگر شرط یہ ہے کہ یہودی کوئی چیز مسلمانوں سے نہ چھپائیں مگر اس شرط کو قبول کر لینے کے باوجود حیی بن اخطب کا وہ چرمی تھیلا یہودیوں نے غائب کر دیا جس میں بنو نضیر سے جلاوطنی کے وقت وہ سونا چاندی بھر کر لایا تھا۔ جب یہودیوں سے پوچھ گچھ کی گئی تو وہ جھوٹ بولے اور کہا کہ وہ ساری رقم لڑائیوں میں خرچ ہو گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ وہ تھیلا کہاں ہے۔

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الخراج...الخ، باب ماجاء فی حکم ارض خیبر، الحدیث: ۳۰۰۶، ج ۳، ص ۲۱۴ و السیرة النبویة لابن ھشام، تسمیة النفر الداریین...الخ، ص ۴۴۹

چنانچہ مسلمانوں نے اس تھیلے کو برآمد کرلیا۔ اس کے بعد (چونکہ کنانہ بن ابی الحقیق نے حضرت محمود بن مسلمہ کو چھت سے پتھر گرا کر قتل کر دیا تھا اس لئے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو قصاص میں قتل کرا دیا اور اس کی عورتوں کو قیدی بنالیا۔ [1]

(مدارج النبوۃ ج۲ ص۲۴۵ وابوداؤد ج۲ ص۴۲۴ باب ماجاء فی ارض خیبر)

حضرت صفیہ کا نکاح

قیدیوں میں حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ یہ بنونضیر کے رئیس اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں اور ان کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی بنونضیر کا رئیس اعظم تھا۔ جب سب قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سے ایک لونڈی مجھ کو عنایت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دے دیا کہ خود جا کر کوئی لونڈی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے لیا۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس پر گزارش کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ لَاتَصْلُحُ اِلَّا لَكَ [2] (ابوداؤد ج۲ ص۴۲۰ باب ماجاء فی سھم الصفی)

یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے صفیہ کو دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر دیا۔ وہ قریظہ اور بنونضیر کی رئیسہ ہے وہ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں ہے۔

---

1 ……سنن ابی داود، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب ماجاء فی حکم ارض خیبر، الحدیث:۳۰۰۶، ج۳، ص۲۱٤

2 ……سنن ابی داود، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب ماجاء فی سھم الصفی، الحدیث:۲۹۹۸، ج۳ ص۲۰۹

یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبی اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا اور حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم اس کے سوا کوئی دوسری لونڈی لے لو۔ اس کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا اور تین دن تک منزل صہبا میں ان کو اپنے خیمہ میں سرفراز فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دعوت ولیمہ میں کھجور، گھی، پنیر کا مالیدہ کھلایا۔(1)

(بخاری جلد۱ص ۲۹۸ باب ھل یسافر بالجاریہ و بخاری جلد۲ص ۶۱۷ باب اتخاذ السراری و مسلم جلد۱ص ۴۵۸ باب فضل اعتاق امتہ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا

فتح کے بعد چند روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر میں ٹھہرے۔ یہودیوں کو مکمل امن و امان عطا فرمایا اور قسم قسم کی نوازشوں سے نوازا مگر اس بد باطن قوم کی فطرت میں اس قدر خباثت بھری ہوئی تھی کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی ''زینب'' نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ خدا کے حکم سے گوشت کی بوٹی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زہر کی خبر دی اور آپ نے ایک ہی لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکم سیر کھالیا اور زہر کے اثر سے ان کی شہادت ہوگئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس زہریلے لقمہ سے عمر بھر تالو میں تکلیف رہی۔ آپ نے جب یہودیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان ظالموں نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا اور کہا کہ ہم نے اس نیت سے آپ کو زہر کھلایا کہ اگر آپ سچے

---

1 ……صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب مایذکر فی الفخذ، الحدیث: ۳۷۱، ج۱، ص۱۴۸ والمواھب اللدنیۃ و شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج۳، ص۲۶۸۔۲۷۳ ملتقطاً

نبی ہوں گے تو آپ پر اس زہر کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ورنہ ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام لیا ہی نہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زینب سے کچھ بھی نہیں فرمایا مگر جب حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی زہر سے وفات ہوگئی تو ان کے قصاص میں زینب قتل کی گئی۔ [1] (بخاری ج۲ص۲۴۲ و مدارج جلد۲ص۲۵۱)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ سے آ گئے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح خیبر سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مہاجرین حبشہ میں سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ سے آ گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرط محبت سے ان کی پیشانی چوم لی اور ارشاد فرمایا کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ مجھے خیبر کی فتح سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے سے۔ [2] (زرقانی ج۲ص۲۴۶)

ان لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''صاحب الہجرتین'' (دو ہجرتوں والے) کا لقب عطا فرمایا کیونکہ یہ لوگ مکہ سے حبشہ ہجرت کر کے گئے۔ پھر حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور باوجودیکہ یہ لوگ جنگ خیبر میں شامل نہ ہو سکے مگر ان لوگوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا۔ [3]

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني،باب غزوة خيبر، ج٣،ص٢٨٧، ٢٩١، ٢٩٢ ملخصاً

2 ......شرح الزرقاني على المواهب، باب غزوة خيبر،ج٣، ص٢٩٩

3 ......مدارج النبوت،قسم سوم، باب ششم، ج٢، ص٢٤٨

خیبر میں اعلان مسائل

جنگ خیبر کے موقع پر مندرجہ ذیل فقہی مسائل کی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تبلیغ فرمائی۔

﴿۱﴾ پنجہ دار پرندوں کو حرام فرمایا۔

﴿۲﴾ تمام درندہ جانوروں کی حرمت کا اعلان فرمادیا۔

﴿۳﴾ گدھا اور خچر حرام کردیا گیا۔

﴿۴﴾ چاندی سونے کی خرید و فروخت میں کمی بیشی کے ساتھ خریدنے اور بیچنے کو حرام فرمایا اور حکم دیا کہ چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے بدلے برابر برابر بیچنا ضروری ہے۔ اگر کمی بیشی ہوگی تو وہ سود ہوگا جو حرام ہے۔

﴿۵﴾ اب تک یہ حکم تھا کہ لونڈیوں سے ہاتھ آتے ہی صحبت کرنا جائز تھا لیکن اب ''استبراء'' ضروری قرار دے دیا گیا یعنی اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک ورنہ ایک مہینہ ان سے صحبت جائز نہیں۔ ''عورتوں سے متعہ کرنا بھی اسی غزوہ میں حرام کردیا گیا۔''[1] (زرقانی ج۲ ص۲۳۳ تا ص ۲۳۸)

وادی القریٰ کی جنگ

خیبر کی لڑائی سے فارغ ہو کر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ''وادی القریٰ'' تشریف لے گئے جو مقام ''تیماء'' اور ''فدک'' کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ یہاں یہودیوں کی چند بستیاں آباد تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنگ کے ارادہ سے یہاں نہیں آئے تھے مگر یہاں کے یہودی چونکہ جنگ کے لئے تیار تھے اس لئے انہوں نے حضور صلی اللہ

---

1 ......المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ خیبر، ج۳، ص۲۸۶، ۲۸۷ ملتقطاً ومدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج۲، ص۲۶۰

تعالیٰ علیہ وسلم پر تیر برسانا شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک غلام جن کا نام حضرت مدعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا یہ اونٹ سے کجاوہ اُتار رہے تھے کہ ان کو ایک تیر لگا اور یہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی جس کا جواب ان بدبختوں نے تیر و تلوار سے دیا اور باقاعدہ صف بندی کر کے مسلمانوں سے جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ مجبوراً مسلمانوں نے بھی جنگ شروع کر دی، چار دن تک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یہودیوں کا محاصرہ کئے ہوئے ان کو اسلام کی دعوت دیتے رہے مگر یہ لوگ برابر لڑتے ہی رہے۔ آخر دس یہودی قتل ہو گئے اور مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد اہل خیبر کی شرطوں پر ان لوگوں نے بھی صلح کر لی کہ مقامی پیداوار کا آدھا حصہ مدینہ بھیجتے رہیں گے۔

جب خیبر اور وادی القریٰ کے یہودیوں کا حال معلوم ہو گیا تو ''تیماء'' کے یہودیوں نے بھی جزیہ دے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلح کر لی۔ وادی القریٰ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار دن مقیم رہے۔[1]

(مدارج النبوۃ ج۲ ص۲۶۲ و زرقانی ج۲ ص ۲۴۸)

فدک کی صلح

جب ''فدک'' کے یہودیوں کو خیبر اور وادی القریٰ کے معاملہ کی اطلاع ملی تو ان لوگوں نے کوئی جنگ نہیں کی۔ بلکہ دربار نبوت میں قاصد بھیج کر یہ درخواست کی کہ خیبر اور وادی القریٰ والوں سے جن شرطوں پر آپ نے صلح کی ہے اسی طرح کے معاملہ پر ہم سے بھی صلح کر لی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرما لی اور ان سے صلح ہو گئی۔ لیکن یہاں چونکہ کوئی فوج نہیں بھیجی گئی

1 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب فتح وادی القری، ج۳، ص ۳۰۱، ۳۰۳

اس لئے اس بستی میں مجاہدین کو کوئی حصہ نہیں ملا بلکہ یہ خاص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت قرار پائی اور خیبر و وادی القریٰ کی زمینیں تمام مجاہدین کی ملکیت ٹھہریں۔(1)

(زرقانی ج۲ص ۲۴۸)

عمرۃ القضاء

چونکہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ آئندہ سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آ کر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن مکہ میں ٹھہریں گے۔ اس دفعہ کے مطابق ماہ ذوالقعدہ ۷ھ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ روانہ ہونے کا عزم فرمایا اور اعلان کرا دیا کہ جو لوگ گزشتہ سال حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ بجز ان لوگوں کے جو جنگ خیبر میں شہید یا وفات پا چکے تھے سب نے یہ سعادت حاصل کی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونکہ کفار مکہ پر بھروسا نہیں تھا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں گے اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ کی پوری تیاری کے ساتھ روانہ ہوئے۔ بوقت روانگی حضرت ابو رہم غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ پر حاکم بنا دیا اور دو ہزار مسلمانوں کے ساتھ جن میں ایک سو گھوڑوں پر سوار تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ساٹھ اونٹ قربانی کے لئے ساتھ تھے۔ جب کفار مکہ کو خبر لگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیاروں اور سامان جنگ کے ساتھ مکہ آ رہے ہیں تو وہ بہت گھبرائے اور انہوں نے چند آدمیوں کو صورت حال کی تحقیقات کے لئے ''مرالظہران'' تک بھیجا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسپ سواروں

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب فتح وادی القری، ج۳، ص۳۰۳

کے افسر تھے قریش کے قاصدوں نے ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے اطمینان دلایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلح نامہ کی شرط کے مطابق بغیر ہتھیار کے مکہ میں داخل ہوں گے یہ سن کر کفارِ قریش مطمئن ہو گئے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مقام ''یاجج'' میں پہنچے جو مکہ سے آٹھ میل دور ہے تو تمام ہتھیاروں کو اس جگہ رکھ دیا اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان ہتھیاروں کی حفاظت کے لئے متعین فرما دیا۔ اور اپنے ساتھ ایک تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مجمع کے ساتھ ''لبیک'' پڑھتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے جب مکہ میں داخل ہونے لگے تو دربارِ نبوت کے شاعر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ کی مہار تھامے ہوئے آگے آگے رجز کے یہ اشعار جوش و خروش کے ساتھ بلند آواز سے پڑھتے جاتے تھے کہ ؎

خَلُّوْا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِہٖ   اَلْیَوْمَ نَضْرِبُکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِہٖ

اے کافروں کے بیٹو! سامنے سے ہٹ جاؤ۔ آج جو تم نے اترنے سے روکا تو ہم تلوار چلائیں گے۔

ضَرْبًا یُّزِیْلُ الْھَامَ عَنْ مَقِیْلِہٖ   وَیُذْھِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِہٖ

ہم تلوار کا ایسا وار کریں گے جو سر کو اس کی خوابگاہ سے الگ کر دے اور دوست کی یاد اس کے دوست کے دل سے بھلا دے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ٹوکا اور کہا کہ اے عبداللہ بن رواحہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے آگے اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں تم اشعار پڑھتے ہو؟ تو

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو چھوڑ دو۔ یہ اشعار کفار کے حق میں تیروں سے بڑھ کر ہیں۔[1] (شمائل ترمذی ص ۱۷ و زرقانی ج ۲ ص ۲۵۵ تا ص ۲۵۷)

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاص حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو کچھ کفار قریش مارے جلن کے اس منظر کی تاب نہ لاسکے اور پہاڑوں پر چلے گئے۔ مگر کچھ کفار اپنے دارالندوہ (کمیٹی گھر) کے پاس کھڑے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بادۂ توحید و رسالت سے مست ہونے والے مسلمانوں کے طواف کا نظارہ کرنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ مسلمان بھلا کیا طواف کریں گے؟ ان کو تو بھوک اور مدینہ کے بخار نے کچل کر رکھ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں پہنچ کر ''اضطباع'' کر لیا۔ یعنی چادر کو اس طرح اوڑھ لیا کہ آپ کا داہنا شانہ اور بازو کھل گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو ان کفار کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کرے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ شروع کے تین پھیروں میں شانوں کو ہلا ہلا کر اور خوب اکڑتے ہوئے چل کر طواف کیا۔ اس کو عربی زبان میں ''رمل'' کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ سنت آج تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی کہ ہر طواف کعبہ کرنے والا شروع طواف کے تین پھیروں میں ''رمل'' کرتا ہے۔[2] (بخاری ج ۱ ص ۲۱۸ باب کیف کان بدء الرمل)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی

تین دن کے بعد کفار مکہ کے چند سردار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ شرط پوری ہو چکی۔ اب آپ لوگ مکہ سے نکل جائیں۔ حضرت علی رضی

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني ،باب عمرة القضاء، ج۳،ص ۳۱۴۔۳۱۸

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني ،باب عمرة القضاء، ج۳،ص ۳۱۶۔۳۲۳ ملتقطاً

اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوت میں کفار کا پیغام سنایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی وقت مکہ سے روانہ ہو گئے۔ چلتے وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک چھوٹی صاحبزادی جن کا نام ''امامہ'' تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چچا چچا کہتی ہوئی دوڑی آئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ اُحد میں شہید ہو چکے تھے۔ ان کی یہ یتیم چھوٹی بچی مکہ میں رہ گئی تھیں۔ جس وقت یہ بچی آپ کو پکارتی ہوئی دوڑی آئیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے شہید چچا جان کی اس یادگار کو دیکھ کر پیار آ گیا۔ اس بچی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھائی جان کہنے کی بجائے چچا جان اس رشتہ سے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رضاعی بھائی ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ثُوَیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ جب یہ صاحبزادی قریب آئیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کو اپنی گود میں اٹھا لیا لیکن اب ان کی پرورش کے لئے تین دعویدار کھڑے ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ میری چچازاد بہن ہے اور میں نے اس کو سب سے پہلے اپنی گود میں اٹھا لیا ہے اس لئے مجھ کو اس کی پرورش کا حق ملنا چاہیے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گزارش کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ میری چچازاد بہن بھی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے اس لئے اس کی پرورش کا میں حقدار ہوں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ میرے دینی بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لڑکی ہے اس لئے میں اس کی پرورش کروں گا۔ تینوں صاحبوں کا بیان سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ''خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے'' لہٰذا یہ لڑکی حضرت

جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش میں رہے گی۔ پھر تینوں صاحبوں کی دلداری و دل جوئی کرتے ہوئے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ ''اے علی! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔'' اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''اے جعفر! تم سیرت و صورت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔'' اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرمایا کہ ''اے زید! تم میرے بھائی اور میرے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہو۔''(1)

(بخاری ج۲ ص۶۱۰ عمرۃ القضاء)

حضرت میمونہ کا نکاح

اسی عمرۃ القضاء کے سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چچی ام فضل زوجہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں۔ عمرۃ القضاء سے واپسی میں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام ''سرف'' میں پہنچے تو ان کو اپنے خیمہ میں رکھ کر اپنی صحبت سے سرفراز فرمایا اور عجیب اتفاق کہ اس واقعہ سے چوالیس برس کے بعد اسی مقام سرف میں حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا اور ان کی قبر شریف بھی اسی مقام میں ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ ان کی وفات کا سال ۵۱ھ ہے۔ مفصل بیان ان شاء اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بیان میں آئے گا۔(2)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء...الخ، الحدیث ۴۲۵۱، ج۳، ص۹۴
والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب عمرۃ القضاء، ج۳، ص۳۲۵، ۳۲۶ ملخصاً

2 ......المواھب اللدنیۃ و شرح الزرقانی، باب عمرۃ القضاء، ج۳، ص۳۲۸، ۳۲۹ ملخصاً

تیرہواں باب

ہجرت کا آٹھواں سال

۸ھ

ہجرت کا آٹھواں سال بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس حیات کے بڑے بڑے واقعات پر مشتمل ہے۔ ہم ان میں سے یہاں چند اہمیت و شہرت والے واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جنگ موتہ

''موتہ'' ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے۔ یہاں ۸ھ میں کفر و اسلام کا وہ عظیم الشان معرکہ ہوا جس میں ایک لاکھ لشکر کفار سے صرف تین ہزار جاں نثار مسلمانوں نے اپنی جان پر کھیل کر ایسی معرکہ آرائی کی کہ یہ لڑائی تاریخ اسلام میں ایک تاریخی یادگار بن کر قیامت تک باقی رہے گی اور اس جنگ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بڑی بڑی اولوالعزم ہستیاں شرفِ شہادت سے سرفراز ہوئیں۔[1]

اس جنگ کا سبب

اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''بصریٰ'' کے بادشاہ یا قیصر روم کے نام ایک خط لکھ کر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ روانہ فرمایا۔ راستہ میں ''بلقاء'' کے بادشاہ شرحبیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کا باج گزار تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قاصد کو نہایت بے دردی کے ساتھ رسی میں باندھ کر قتل کر دیا۔ جب بارگاہ رسالت میں اس حادثہ کی اطلاع پہنچی تو قلب مبارک پر انتہائی

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة موتة، ج۳، ص۳۳۹-۳۴۱، ۳۴۴

رنج وصدمہ پہنچا۔اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تین ہزار مسلمانوں کا لشکر تیار فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے سفید رنگ کا جھنڈا باندھ کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور ان کو اس فوج کا سپہ سالار بنایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر سپہ سالار ہوں گے اور جب وہ بھی شہادت سے سرفراز ہو جائیں تو اس جھنڈے کے علمبر دار حضرت عبداللہ بن رواحہ ہوں گے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان کے بعد لشکر اسلام جس کو منتخب کرے وہ سپہ سالار ہوگا۔ (1)

اس لشکر کو رخصت کرنے کے لئے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام ''ثنیۃ الوداع'' تک تشریف لے گئے اور لشکر کے سپہ سالار کو حکم فرمایا کہ تم ہمارے قاصد حضرت حارث بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت گاہ میں جاؤ جہاں اس جاں نثار نے ادائے فرض میں اپنی جان دی ہے۔ پہلے وہاں کے کفار کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو پھر وہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں ورنہ تم اللہ عزوجل کی مدد طلب کرتے ہوئے ان سے جہاد کرو۔ جب لشکر چل پڑا تو مسلمانوں نے بلند آواز سے یہ دعا دی کہ خدا سلامت اور کامیاب واپس لائے۔

جب یہ فوج مدینہ سے کچھ دور آگے نکل گئی تو خبر ملی کہ خود قیصر روم مشرکین کی ایک لاکھ فوج لے کر بلقاء کی سرزمین میں خیمہ زن ہو گیا ہے۔ یہ خبر پا کر امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دے دیا اور ارادہ کیا کہ بارگاہ رسالت میں اس کی اطلاع دی جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارا مقصد فتح یا مال غنیمت نہیں ہے بلکہ

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب غزوة موتة، ج٣، ص ٣٤٠،٣٤٢

ہمارا مطلوب تو شہادت ہے۔ کیونکہ

شہادت ہے مقصود و مطلوبِ مومن نہ مالِ غنیمت ، نہ کشور کشائی

اور یہ مقصد بلند ہر وقت اور ہر حالت میں حاصل ہوسکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی یہ تقریر سن کر ہر مجاہد جوش جہاد میں بے خود ہو گیا۔ اور سب کی زبان پر یہی ترانہ تھا کہ

بڑھتے چلو مجاہدو بڑھتے چلو مجاہدو

غرض یہ مجاہدین اسلام موتہ کی سرزمین میں داخل ہو گئے اور وہاں پہنچ کر دیکھا کہ واقعی ایک بہت بڑا لشکر ریشمی زرق برق وردیاں پہنے ہوئے بے پناہ تیاریوں کے ساتھ جنگ کے لئے کھڑا ہے۔ ایک لاکھ سے زائد لشکر کا بھلا تین ہزار سے مقابلہ ہی کیا؟ مگر مسلمان خداعزوجل کے بھروسا پر مقابلہ کے لئے ڈٹ گئے۔ (1)

معرکہ آرائی کا منظر

سب سے پہلے مسلمانوں کے امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آگے بڑھ کر کفار کے لشکر کو اسلام کی دعوت دی۔ جس کا جواب کفار نے تیروں کی مار اور تلواروں کے وار سے دیا۔ یہ منظر دیکھ کر مسلمان بھی جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ گھوڑے سے اتر کر پاپیادہ میدان جنگ میں کود پڑے اور مسلمانوں نے بھی نہایت جوش و خروش کے ساتھ لڑنا شروع کر دیا لیکن اس گھمسان کی لڑائی میں کافروں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو نیزوں اور برچھیوں سے چھید ڈالا اور وہ جوانمردی کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ فوراً ہی جھپٹ کر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پرچم

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب غزوة موتة، ج٣، ص٣٤٢۔٣٤٤

اسلام کو اٹھا لیا مگر ان کو ایک رومی مشرک نے ایسی تلوار ماری کہ یہ کٹ کر دو ٹکڑے ہو گئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ ہم نے ان کی لاش دیکھی تھی۔ ان کے بدن پر نیزوں اور تلواروں کے نوے سے کچھ زائد زخم تھے۔ لیکن کوئی زخم ان کی پیٹھ کے پیچھے نہیں لگا تھا بلکہ سب کے سب زخم سامنے ہی کی جانب لگے تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے علم اسلام ہاتھ میں لیا۔ فوراً ہی ان کے چچازاد بھائی نے گوشت سے بھری ہوئی ایک ہڈی پیش کی اور عرض کیا کہ بھائی جان! آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو کھا لیجئے۔ آپ نے ایک ہی مرتبہ دانت سے نوچ کر کھایا تھا کہ کفار کا بے پناہ ہجوم آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر ٹوٹ پڑا۔ آپ نے ہڈی پھینک دی اور تلوار نکال کر دشمنوں کے نرغہ میں گھس کر رجز کے اشعار پڑھتے ہوئے انتہائی دلیری اور جاں بازی کے ساتھ لڑنے لگے مگر زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑے اور شربت شہادت سے سیراب ہو گئے۔[1]

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۱ غزوہ موتہ و زرقانی ج ۲ ص ۲۷۱ ص ۲۷۴)

اب لوگوں کے مشورہ سے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالٰی عنہ جھنڈے کے علمبردار بنے اور اس قدر شجاعت اور بہادری کے ساتھ لڑے کہ نو تلواریں ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے ہاتھ سے گر پڑیں۔ اور اپنی جنگی مہارت اور کمال ہنرمندی سے اسلامی فوج کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال لائے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۱ غزوۂ موتہ)

اس جنگ میں جو بارہ معزز صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم شہید ہوئے ان کے مقدس نام یہ ہیں:

﴿۱﴾ حضرت زید بن حارثہ ﴿۲﴾ حضرت جعفر بن ابی طالب

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب غزوة موتة، ج۳، ص ۳۴۵۔۳۴۷ ملتقطاً

﴿۳﴾ حضرت عبداللہ بن رواحہ ﴿۴﴾ حضرت مسعود بن اوس

﴿۵﴾ حضرت وہب بن سعد ﴿۶﴾ حضرت عباد بن قیس

﴿۷﴾ حضرت حارث بن نعمان ﴿۸﴾ حضرت سراقہ بن عمر

﴿۹﴾ حضرت ابوکلیب بن عمر ﴿۱۰﴾ حضرت جابر بن عمر

﴿۱۱﴾ حضرت عمر بن سعد ﴿۱۲﴾ حضرت ہوبجہ ضبی (1)

(رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین) (زُرقانی ج۲ص۲۷۳)

اسلامی لشکر نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور کچھ مال غنیمت بھی حاصل کیا اور سلامتی کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے۔

نگاہِ نبوت کا معجزہ

جنگِ موتہ کی معرکہ آرائی میں جب گھمسان کا رن پڑا تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ سے میدانِ جنگ کو دیکھ لیا۔ اور آپ کی نگاہوں سے تمام حجابات اس طرح اٹھ گئے کہ میدانِ جنگ کی ایک ایک سرگزشت کو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نگاہ نبوت نے دیکھا۔ چنانچہ بخاری کی روایت ہے کہ حضرت زید و حضرت جعفر و حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی شہادتوں کی خبر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میدانِ جنگ سے خبر آنے کے قبل ہی اپنے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کو سنادی۔ (2)

چنانچہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انتہائی رنج و غم کی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بھرے مجمع میں یہ ارشاد فرمایا کہ زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید

(1)......صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة موتة من ارض الشام، الحديث: ٤٢٦٥، ج٣، ص٩٧ والمواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب غزوة موتة، ج٣، ص٣٤٨

(2)......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب غزوة موتة، ج٣، ص ٣٥٠ وصحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة موتة من ارض الشام، الحديث: ٤٢٦٢، ج٣، ص٩٦

ہو گئے۔ پھر جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہو گئے، پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمبردار بنے اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ جھنڈے کو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ خبریں سناتے رہے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔[1] (بخاری ج۲ ص۶۱۱ غزوۂ موتہ)

موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں لکھا ہے کہ جب حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ موتہ کی خبر لے کر دربار نبوت میں پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم مجھے وہاں کی خبر سناؤ گے؟ یا میں تمہیں وہاں کی خبر سناؤں۔ حضرت یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ ہی سنائیے جب آپ نے وہاں کا پورا پورا حال و ماحول سنایا تو حضرت یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بات بھی نہیں چھوڑی کہ جس کو میں بیان کروں۔[2] (زرقانی ج۲ ص۲۷۶)

حضرت جعفر شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیل کاجل سے آراستہ کر کے آٹا گوندھ لیا تھا کہ بچوں کے لئے روٹیاں پکاؤں کہ اتنے میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کو میرے سامنے لاؤ جب میں نے بچوں کو پیش کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بچوں کو سونگھنے اور چومنے لگے

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ موتۃ من ارض الشام، الحدیث:۴۲۶۲، ج۳، ص۹۶

2 ......المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ موتۃ، ج۳، ص۳۵۵، ۳۵۶

اور آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار رُخسارِ پرانوار پر بہنے لگی تو میں نے عرض کیا کہ کیا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ہاں! وہ لوگ آج ہی شہید ہوگئے ہیں۔ یہ سن کر میری چیخ نکل گئی اور میرا گھر عورتوں سے بھر گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کاشانہ نبوت میں تشریف لے گئے اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے فرمایا کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کراؤ۔ (1) (زرقانی ج۲ص ۲۷۷)

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے اور مدینہ کے مسلمان اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی دوڑتے ہوئے مجاہدین اسلام کی ملاقات کے لئے گئے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ موتہ کے شہدائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایسا پر درد مرثیہ سنایا کہ تمام سامعین رونے لگے۔ (2)

(زرقانی ج۲ص ۲۷۷)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں ہاتھ شہادت کے وقت کٹ کر گر پڑے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے دونوں ہاتھوں کے بدلے دو بازو عطا فرمائے ہیں جن سے اڑ اڑ کر وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ (3)

(زرقانی ج۲ص ۲۷۴)

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب،باب غزوة موتة،ج۳،ص۳۵٦

2 ......شرح الزرقانی علی المواھب،باب غزوة موتة،ج۳،ص۳۵٦

3 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی،باب غزوة موتة، ج۳،ص۳۵۳

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ "السلام علیك یا ابن ذی الجناحین" یعنی اے دو بازوؤں والے کے فرزند! تم پر سلام ہو۔[1] (بخاری ج ۲ ص ۶۱۱ غزوۂ موتہ)

جنگ موتہ اور فتح مکہ کے درمیان چند چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار کی مدافعت کے لئے مختلف مقامات پر بھیجا۔ ان میں سے بعض لشکروں کے ساتھ کفار کا ٹکراؤ بھی ہوا جن کا مفصل تذکرہ زرقانی و مدارج النبوۃ وغیرہ میں لکھا ہوا ہے۔ ان سریوں کے نام یہ ہیں:

ذات السلاسل۔ سریۃ الخبط۔ سریہ ابوقتادہ (نجد)۔ سریہ ابوقتادہ (صنم) مگر ان سریوں میں "سریۃ الخبط" زیادہ مشہور ہے جس کا مختصر بیان یہ ہے:

سریۃ الخبط

اس سریہ کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "غزوہ سیف البحر" کے نام سے ذکر کیا ہے۔ رجب ۸ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لشکر پر امیر بنا کر ساحل سمندر کی جانب روانہ فرمایا تا کہ یہ لوگ قبیلہ جہینہ کے کفار کی شرارتوں پر نظر رکھیں اس لشکر میں خوراک کی اس قدر کمی پڑ گئی کہ امیر لشکر مجاہدین کو روزانہ ایک ایک کھجور راشن میں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ یہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں اور لوگ بھوک سے بے چین ہو کر درختوں کے پتے کھانے لگے یہی وجہ ہے کہ عام طور پر مؤرخین

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة موتة من ارض الشام، الحدیث: ٤٢٦٤، ج٣، ص٩٧

نے اس سریہ کا نام "سرية الخبط" یا "جيش الخبط" رکھا ہے۔ ''خبط'' عربی زبان میں درخت کے پتوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ مجاہدین اسلام نے اس سریہ میں درختوں کے پتے کھا کر جان بچائی اس لئے یہ سریۃ الخبط کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ایک عجیب الخلقت مچھلی

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو اس سفر میں تقریباً ایک مہینہ رہنا پڑا اور جب بھوک کی شدت سے ہم لوگ درختوں کے پتے کھانے لگے تو اللہ تعالٰی نے غیب سے ہمارے رزق کا یہ سامان پیدا فرما دیا کہ سمندر کی موجوں نے ایک اتنی بڑی مچھلی ساحل پر پھینک دی، جو ایک پہاڑی کے مانند تھی چنانچہ تین سو صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اٹھارہ دنوں تک اس مچھلی کا گوشت کھاتے رہے اور اس کی چربی اپنے بدن پر ملتے رہے اور جب وہاں سے روانہ ہونے لگے تو اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر مدینہ تک لائے اور جب یہ لوگ بارگاہ نبوت میں پہنچے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے تمہارے لئے رزق کا سامان ہوا تھا پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس مچھلی کا گوشت طلب فرمایا اور اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا، یہ اتنی بڑی مچھلی تھی کہ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی دو پسلیاں زمین میں گاڑ کر کھڑی کر دیں تو کجاوہ بندھا ہوا اونٹ اس محراب کے اندر سے گزر گیا۔[1] (بخاری ج۲ ص۶۲۵ غزوہ سیف البحر و زرقانی ج۲ ص۲۸۰)

---

[1] ......صحيح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة سيف البحر...الخ، الحديث:٤٣٦١، ٤٣٦٢، ج٣، ص١٢٧، ١٢٨ ملخصاً والمواهب اللدنية و شرح الزرقانی، باب سرية الخبط، ج٣، ص٣٦١۔٣٦٥ ملتقطاً

فتح مکہ

(رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء)

رمضان ۸ھ تاریخ نبوت کا نہایت ہی عظیم الشان عنوان ہے اور سیرت مقدسہ کا یہ وہ سنہرا باب ہے کہ جس کی آب و تاب سے ہر مومن کا قلب قیامت تک مسرتوں کا آفتاب بنا رہے گا کیونکہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس تاریخ سے آٹھ سال قبل انتہائی رنجیدگی کے عالم میں اپنے یار غار کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا اور مکہ سے نکلتے وقت خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے کہ ''اے مکہ! خدا کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔'' لیکن آٹھ برس کے بعد یہی وہ مسرت خیز تاریخ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک فاتح اعظم کی شان و شوکت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال و جلال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمایا۔

لیکن ناظرین کے ذہنوں میں یہ سوال سر اٹھاتا ہوگا کہ جب کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں یہ تحریر کیا جا چکا تھا کہ دس برس تک فریقین کے مابین کوئی جنگ نہ ہوگی تو پھر آخر وہ کونسا ایسا سبب نمودار ہو گیا کہ صلح نامہ کے فقط دو سال ہی بعد تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے سامنے ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پیش آ گئی اور آپ ایک عظیم لشکر کے ساتھ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا سبب کفار مکہ کی ''عہد شکنی'' اور حدیبیہ کے صلح نامہ سے غداری ہے۔ (1)

---

1 ......السيرة الحلبية، باب ذكر مغازيه، غزوة خيبر، ج٣، ص٧٤، ماخوذاً

کفارقریش کی عہد شکنی

صلح حدیبیہ کے بیان میں آپ پڑھ چکے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک یہ شرط بھی درج تھی کہ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرے اور جو حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معاہدہ کرنا چاہے وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرے۔

چنانچہ اسی بنا پر قبیلہ بنی بکر نے قریش سے باہمی امداد کا معاہدہ کرلیا اور قبیلہ بنی خزاعہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے امداد باہمی کا معاہدہ کرلیا۔ یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب ہی میں آباد تھے لیکن ان دونوں میں عرصہ دراز سے سخت عداوت اور مخالفت چلی آرہی تھی۔

ایک مدت سے تو کفارقریش اور دوسرے قبائل عرب کے کفار مسلمانوں سے جنگ کرنے میں اپنا سارا زور صرف کررہے تھے لیکن صلح حدیبیہ کی بدولت جب مسلمانوں کی جنگ سے کفارقریش اور دوسرے قبائل کفار کو اطمینان ملا تو قبیلہ بنی بکر نے قبیلہ بنی خزاعہ سے اپنی پرانی عداوت کا انتقام لینا چاہا اور اپنے حلیف کفارِقریش سے مل کر بالکل اچانک طور پر قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کردیا اور اس حملہ میں کفارقریش کے تمام رؤسا یعنی عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ وسہیل بن عمرو وغیرہ بڑے بڑے سرداروں نے علانیہ بنی خزاعہ کو قتل کیا۔ بے چارے بنی خزاعہ اس خوفناک ظالمانہ حملہ کی تاب نہ لاسکے اور اپنی جان بچانے کے لئے حرم کعبہ میں پناہ لینے کے لئے بھاگے۔ بنی بکر کے عوام نے تو حرم میں تلوار چلانے سے ہاتھ روک لیا اور حرم الٰہی کا احترام کیا۔ لیکن بنی بکر کا سردار ''نوفل'' اس قدر جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو چکا

تھا کہ وہ حرم میں بھی بنی خزاعہ کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کرتا رہا اور چلا چلا کر اپنی قوم کو للکارتا رہا کہ پھر یہ موقع کبھی ہاتھ نہیں آسکتا۔ چنانچہ ان درندہ صفت خونخوار انسانوں نے حرم الٰہی کے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا اور حرم کعبہ کی حدود میں نہایت ہی ظالمانہ طور پر بنی خزاعہ کا خون بہایا اور کفار قریش نے بھی اس قتل و غارت اور کشت و خون میں خوب خوب حصہ لیا۔[1] (زرقانی ج۲ص۲۸۹)

ظاہر ہے کہ قریش نے اپنی اس حرکت سے حدیبیہ کے معاہدہ کو عملی طور پر توڑ ڈالا۔ کیونکہ بنی خزاعہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاہدہ کر کے آپ کے حلیف بن چکے تھے، اس لئے بنی خزاعہ پر حملہ کرنا، یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے برابر تھا۔ اس حملہ میں بنی خزاعہ کے تیئیس (۲۳) آدمی قتل ہو گئے۔

اس حادثہ کے بعد قبیلۂ بنی خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر فریاد کرنے اور امداد طلب کرنے کے لئے مدینہ بارگاہ رسالت میں پہنچے اور یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت

حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک رات حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شانۂ نبوت میں وضو فرما رہے تھے کہ ایک دم بالکل ناگہاں آپ نے بلند آواز سے تین مرتبہ یہ فرمایا کہ لبیك۔ لبیك۔ لبیك۔ (میں تمہارے لئے بار بار حاضر ہوں۔) پھر تین مرتبہ بلند آواز سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نصرت۔ نصرت۔ نصرت (تمہیں مدد مل گئی) جب آپ وضو خانہ سے نکلے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ھفتم، ج۲، ص۲۸۱، ۲۸۲ ملخصاً

اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ تنہائی میں کس سے گفتگو فرما رہے تھے؟ تو ارشاد فرمایا کہ اے میمونہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا غضب ہو گیا۔ میرے حلیف بنی خزاعہ پر بنی بکر اور کفار قریش نے حملہ کر دیا ہے اور اس مصیبت و بے کسی کے وقت میں بنی خزاعہ نے وہاں سے چلا چلا کر مجھے مدد کے لئے پکارا ہے اور مجھ سے مدد طلب کی ہے اور میں نے ان کی پکار سن کر ان کی ڈھارس بندھانے کے لئے ان کو جواب دیا ہے۔ حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ اس واقعہ کے تیسرے دن جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز سے فارغ ہوئے تو دفعۃً بنی خزاعہ کے مظلومین نے رجز کے ان اشعار کو بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کی اس پر درد اور رقت انگیز فریاد کو بغور سنا۔ آپ بھی اس رجز کے چند اشعار کو ملاحظہ فرمائیے:

یَا رَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُحَمَّدًا　　　حِلْفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْهِ الْاَتْلَدَا

اے خدا! میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے اور ان کے باپ داداؤں کے درمیان قدیم زمانے سے ہو چکا ہے۔

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا اَبَّدَا　　　وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ یَاتُوْا مَدَدَا

تو خدا آپ کو سیدھی راہ پر چلائے۔ آپ ہماری بھرپور مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلایئے۔ وہ سب امداد کے لئے آئیں گے۔

فِیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا　　　اِنْ سِیْمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ تَرَبَّدَا

ان مدد کرنے والوں میں رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی غضب

کی حالت میں ہوں کہ اگر انہیں ذلت کا داغ لگے تو ان کا تیور بدل جائے۔

هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدًا وَ قَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَّ سُجَّدًا

ان لوگوں (بنی بکر و قریش) نے ''مقام وتیر'' میں ہم سوتے ہوؤں پر شب خون مارا اور رکوع و سجدہ کی حالت میں بھی ہم لوگوں کو بیدردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

اِنَّ قُرَيْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا وَنَقَّضُوْا مِيْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا

یقیناً قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی ہے اور آپ سے مضبوط معاہدہ کر کے توڑ ڈالا ہے۔

ان اشعار کو سن کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ مت گھبراؤ میں تمہاری امداد کے لئے تیار ہوں۔[1] (زرقانی ج۲ص۲۹۰)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی امن پسندی

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش فرمائیں کہ ان میں سے کوئی ایک شرط قریش منظور کرلیں:

﴿۱﴾ بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

﴿۲﴾ قریش قبیلہ بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

﴿۳﴾ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قاصد نے ان شرطوں کو قریش کے سامنے رکھا تو قرطہ بن عبد عمر نے قریش کا نمائندہ بن کر جواب دیا کہ ''نہ ہم مقتولوں کے خون کا معاوضہ دیں گے نہ اپنے حلیف قبیلہ بنی بکر کی حمایت چھوڑیں گے۔ ہاں تیسری شرط

❶......المواهب اللدنيةمع شرح الزرقاني،باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳،ص ۳۸۰،۳۸۲

ہمیں منظور ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔'' لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو اپنے اس جواب پر ندامت ہوئی۔ چنانچہ چند رؤسائے قریش ابوسفیان کے پاس گئے اور یہ کہا کہ اگر یہ معاملہ نہ سلجھا تو پھر سمجھ لو کہ یقیناً محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہم پر حملہ کر دیں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میری بیوی ہند بنت عتبہ نے ایک خواب دیکھا ہے کہ مقام ''حجون'' سے مقام ''خندمہ'' تک ایک خون کی نہر بہتی ہوئی آئی ہے، پھر ناگہاں وہ خون غائب ہو گیا۔ قریش نے اس خواب کو بہت ہی منحوس سمجھا اور خوف و دہشت سے سہم گئے اور ابوسفیان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا کہ وہ فوراً مدینہ جا کر معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کرے۔[1] (زرقانی ج۲ص۲۹۲)

ابوسفیان کی کوشش

اس کے بعد بہت تیزی کے ساتھ ابوسفیان مدینہ گیا اور پہلے اپنی لڑکی حضرت اُم المؤمنین بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مکان پر پہنچا اور بستر پر بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ حضرتِ بی بی اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جلدی سے بستر اٹھا لیا ابوسفیان نے حیران ہو کر پوچھا کہ بیٹی تم نے بستر کیوں اٹھا لیا؟ کیا بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھ کو بستر کے قابل نہیں سمجھا؟ اُم المؤمنین نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم مشرک اور نجس ہو۔ اس لئے میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ تم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھو۔ یہ سن کر ابوسفیان کے دل پر چوٹ لگی اور وہ رنجیدہ ہو کر وہاں سے چلا آیا اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقصد بیان کیا۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ابوسفیان

---

1 ......المواهب اللدنيةمع شرح الزرقاني، باب غزوة الفتح الاعظم، ج٣، ص٣٨٤

حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس گیا۔ ان سب حضرات نے جواب دیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب ابوسفیان پہنچا تو وہاں حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ ابوسفیان نے بڑی لجاجت سے کہا کہ اے علی! تم قوم میں بہت ہی رحم دل ہو ہم ایک مقصد لے کر یہاں آئے ہیں کیا ہم یوں ہی نا کام چلے جائیں۔ ہم صرف یہی چاہتے ہیں کہ تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہماری سفارش کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان! ہم لوگوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارادہ اور ان کی مرضی میں کوئی مداخلت کر سکیں۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر ابوسفیان نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اے فاطمہ! یہ تمہارا پانچ برس کا بچہ (امام حسن) ایک مرتبہ اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے دونوں فریق میں صلح کرا دی تو آج سے یہ بچہ عرب کا سردار کہہ کر پکارا جائے گا۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل؟ بالآخر ابوسفیان نے کہا کہ اے علی! معاملہ بہت کٹھن نظر آتا ہے کوئی تدبیر بتاؤ؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سلسلے میں تم کو کوئی مفید رائے تو نہیں دے سکتا، لیکن تم بنی کنانہ کے سردار ہو تم خود ہی لوگوں کے سامنے اعلان کر دو کہ میں نے حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کر دی ابوسفیان نے کہا کہ کیا میرا یہ اعلان کچھ مفید ہو سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یک طرفہ اعلان ظاہر ہے کہ کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ مگر اب تمہارے پاس اس کے سوا اور چارۂ کار ہی کیا ہے؟ ابوسفیان وہاں سے مسجد نبوی میں آیا اور بلند آواز سے مسجد میں اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی مگر مسلمانوں میں سے

کسی نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

ابوسفیان یہ اعلان کر کے مکہ روانہ ہوگیا جب مکہ پہنچا تو قریش نے پوچھا کہ مدینہ میں کیا ہوا؟ ابوسفیان نے ساری داستان بیان کر دی۔ تو قریش نے سوال کیا کہ جب تم نے اپنی طرف سے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کیا تو کیا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس کو قبول کرلیا؟ ابوسفیان نے کہا کہ "نہیں" یہ سن کر قریش نے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ نہ تو صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھیں نہ یہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جائے۔ (1) (زرقانی ج۲ص۲۹۲ تاص۲۹۳)

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی فرما دیا کہ جنگ کے ہتھیار درست کریں اور اپنے حلیف قبائل کو بھی جنگی تیاریوں کے لئے حکم نامہ بھیج دیا۔ مگر کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے؟ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ جنگی ہتھیاروں کو نکال رہی ہیں تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے؟ عرض کیا: "جی ہاں" پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تمہیں کچھ معلوم ہے کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ "واللہ! مجھے یہ معلوم نہیں۔" (2)

(زرقانی ج۲ص۲۹۱)

---

1 ......المواھب اللدنیۃمع شرح الزرقانی،باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج۳،ص۳۸۵۔۳۸۶

2 ......المواھب اللدنیۃمع شرح الزرقانی،باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج۳،ص ۳۸۱،۳۸۲

غرض انتہائی خاموشی اور رازداری کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری فرمائی اور مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے اور اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔

حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط

حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک معزز صحابی تھے انہوں نے قریش کو ایک خط اس مضمون کا لکھ دیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں، لہٰذا تم لوگ ہوشیار ہو جاؤ۔ اس خط کو انہوں نے ایک عورت کے ذریعہ مکہ بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اپنے اس علم غیب کی بدولت یہ جان لیا کہ حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کارروائی کی ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت علی و حضرت زبیر و حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فوراً ہی روانہ فرمایا کہ تم لوگ ''روضۂ خاخ'' میں چلے جاؤ۔ وہاں ایک عورت ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے۔ اس سے وہ خط چھین کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ یہ تینوں اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر ''روضۂ خاخ'' میں پہنچے اور عورت کو پالیا۔ جب اس سے خط طلب کیا تو اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہہ سکتے، نہ ہم لوگ جھوٹے ہیں لہٰذا تو خط نکال کر ہمیں دے دے ورنہ ہم تجھ کو ننگی کر کے تلاشی لیں گے۔ جب عورت مجبور ہو گئی تو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ جب یہ لوگ خط لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے تو آپ نے حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے

حاطب! یہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) آپ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں نہ میں نے اپنا دین بدلا ہے نہ مرتد ہوا ہوں میرے اس خط کے لکھنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ مکہ میں میرے بیوی بچے ہیں۔ مگر مکہ میں میرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے جو میرے بیوی بچوں کی خبر گیری ونگہداشت کرے میرے سوا دوسرے تمام مہاجرین کے عزیز واقارب مکہ میں موجود ہیں جو ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ خط لکھ کر قریش پر ایک اپنا احسان رکھ دیا ہے تا کہ میں ان کی ہمدردی حاصل کرلوں اور وہ میرے اہل وعیال کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کریں۔ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالٰی ضرور ان کافروں کو شکست دے گا اور میرے اس خط سے کفار کو ہرگز ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس بیان کو سن کر ان کے عذر کو قبول فرمالیا مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اس خط کو دیکھ کر اس قدر طیش میں آ گئے کہ آپے سے باہر ہو گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی غیظ وغضب میں بھر گئے۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جبینِ رحمت پر اک ذرا شکن بھی نہیں آئی اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! رضی اللہ تعالٰی عنہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ حاطب اہل بدر میں سے ہے اور اللہ تعالٰی نے اہل بدر کو مخاطب کر کے فرما دیا ہے کہ ''تم جو چاہو کرو۔ تم سے کوئی مواخذہ نہیں'' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور وہ یہ کہہ کر بالکل خاموش ہو گئے کہ ''اللہ اور اس کے رسول کو ہم سب سے زیادہ علم ہے'' اسی موقع پر قرآن کی یہ آیت

نازل ہوئی کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ[1] (ممتحنہ)	اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

بہر حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاف فرما دیا۔[2] (بخاری ج۲ ص۶۱۲ غزوۂ الفتح)

مکہ پر حملہ

غرض ۱۰ رمضان ۸ ھ کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ سے دس ہزار کا لشکرِ پرانوار ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ مدینہ سے روانگی کے وقت دس ہزار کا لشکر رہا ہو۔ پھر راستہ میں بعض قبائل اس لشکر میں شامل ہوگئے ہوں تو مکہ پہنچ کر اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہوگئی ہو۔ بہر حال مدینہ سے چلتے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم روزہ دار تھے جب آپ ''مقام کدید'' میں پہنچے تو پانی مانگا اور اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے پورے لشکر کو دکھا کر آپ نے دن میں پانی نوش فرمایا اور سب کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے اصحاب نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا موقوف کر دیا۔[3] (بخاری ج۲ ص۶۱۳ و زرقانی ج۲ ص۳۰۰ و سیرت ابن ہشام ج۲ ص۴۰۰)

---

1 ......پ۲۸، الممتحنۃ: ۱

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الفتح، الحدیث: ۴۲۷۴، ج۳، ص۹۹
والمواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج۳، ص۳۷۸۔۳۹۱

3 ......المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج۳، ص۳۹۵، ۳۹۷

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے ملاقات

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام ''جحفہ'' میں پہنچے تو وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ مسلمان ہو کر آئے تھے بلکہ اس سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی سے مکہ میں مقیم تھے اور حجاج کو زمزم پلانے کے معزز عہدہ پر فائز تھے اور آپ کے ساتھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حارث بن عبدالمطلب کے فرزند جن کا نام بھی ابوسفیان تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن ابی امیہ جو اُم المؤمنین حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوتیلے بھائی بھی تھے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ان دونوں صاحبوں کی حاضری کا حال جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے ان دونوں صاحبوں کی ملاقات سے انکار فرما دیا۔ کیونکہ ان دونوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زیادہ ایذائیں پہنچائی تھیں۔ خصوصاً ابوسفیان بن الحارث آپ کے چچازاد بھائی جو اعلان نبوت سے پہلے آپ کے انتہائی جاں نثاروں میں سے تھے مگر اعلان نبوت کے بعد انہوں نے اپنے قصیدوں میں اتنی شرمناک اور بیہودہ ہجو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کر ڈالی تھی کہ آپ کا دل زخمی ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ ان دونوں سے انتہائی ناراض و بیزار تھے مگر حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان دونوں کا قصور معاف کرنے کے لئے بہت ہی پرزور سفارش کی اور ابوسفیان بن الحارث نے یہ کہہ دیا کہ اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا قصور نہ معاف فرمایا تو میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر عرب کے ریگستان میں چلا جاؤں گا تا کہ وہاں بغیر دانہ پانی کے بھوک

پیاس سے تڑپ تڑپ کر میں اور میرے سب بچے مر کر فنا ہو جائیں۔ حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہ رسالت میں آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ کے چچا کا بیٹا اور آپ کی پھوپھی کا بیٹا تمام انسانوں سے زیادہ بدنصیب رہے گا؟ کیا ان دونوں کو آپ کی رحمت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا؟ جان چھڑکنے والی بیوی کے ان درد انگیز کلمات سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رحمت بھرے دل میں رحم و کرم اور عفوودرگزر کے سمندر موجیں مارنے لگے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کو یہ مشورہ دیا کہ تم دونوں اچانک بارگاہ رسالت میں سامنے جا کر کھڑے ہو جاؤ اور جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا وہی تم دونوں بھی کہو کہ

لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِیْنَ۝(1) — کہ یقیناً آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت دی ہے اور ہم بلاشبہ خطاوار ہیں۔

چنانچہ ان دونوں صاحبوں نے دربار رسالت میں ناگہاں حاضر ہو کر یہی کہا۔ ایک دم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جبینِ رحمت پر رحم و کرم کے ہزاروں ستارے چمکنے لگے اور آپ نے ان کے جواب میں بعینہٖ وہی جملہ اپنی زبانِ رحمت نشان سے ارشاد فرمایا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے جواب میں فرمایا تھا کہ

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۝(2) — آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہے اللہ تمہیں بخش دے۔ وہ ارحم الراحمین ہے

جب قصور معاف ہو گیا تو ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاجدار

(1) ......پ ۱۳، یوسف: ۹۱
(2) ......پ ۱۳، یوسف: ۹۲

دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار لکھے اور زمانہ جاہلیت کے دور میں جو کچھ آپ کی ہجو میں لکھا تھا اس کی معذرت کی اور اس کے بعد عمر بھر نہایت سچے اور ثابت قدم مسلمان رہے مگر حیاء کی وجہ سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کبھی سر نہیں اٹھاتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ ابوسفیان بن الحارث میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قائم مقام ثابت ہوں گے۔ (1)

(زرقانی ج ۲ ص ۳۰۱ تا ص ۳۰۲ و سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۰)

میلوں تک آگ ہی آگ

مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ''مرالظہران'' میں پہنچ کر اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوج کو حکم دیا کہ ہر مجاہد اپنا الگ الگ چولہا جلائے۔ دس ہزار مجاہدین نے جو الگ الگ چولہے جلائے تو ''مرالظہران'' کے پورے میدان میں میلوں تک آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔ (2)

قریش کے جاسوس

گو قریش کو معلوم ہی ہو چکا تھا کہ مدینہ سے فوجیں آ رہی ہیں۔ مگر صورت حال کی تحقیق کے لئے قریش نے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام و بدیل بن ورقاء کو اپنا جاسوس بنا کر بھیجا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حد فکر مند ہو کر قریش کے انجام پر افسوس کر رہے تھے۔ وہ یہ سوچتے تھے کہ اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنے عظیم لشکر کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو آج قریش کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳، ص ۳۹۹۔۴۰۲

2 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳، ص ۴۰۳

وہ رات کے وقت رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہو کر اس ارادہ سے مکہ چلے کہ قریش کو اس خطرہ سے آگاہ کر کے انہیں آمادہ کریں کہ چل کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معافی مانگ کر صلح کر لو ورنہ تمہاری خیر نہیں۔[1] (زرقانی ج۲ ص۳۰۴)

مگر بخاری کی روایت میں ہے کہ قریش کو یہ خبر تو مل گئی تھی کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہوگئے ہیں مگر انہیں یہ پتا نہ تھا کہ آپ کا لشکر ''مرالظہران'' تک آ گیا ہے۔ اس لئے ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام و بدیل بن ورقاء اس تلاش و جستجو میں نکلے تھے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لشکر کہاں ہے؟ جب یہ تینوں ''مرالظہران'' کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ میلوں تک آگ ہی آگ جل رہی ہے یہ منظر دیکھ کر یہ تینوں حیران رہ گئے اور ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ میں نے تو زندگی میں کبھی اتنی دور تک پھیلی ہوئی آگ اس میدان میں جلتے ہوئے نہیں دیکھی۔ آخر یہ کون سا قبیلہ ہے؟ بدیل بن ورقاء نے کہا کہ بنی عمرو معلوم ہوتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ نہیں بنی عمرو اتنی کثیر تعداد میں کہاں ہیں جو ان کی آگ سے ''مرالظہران'' کا پورا میدان بھر جائے گا۔[2] (بخاری ج۲ ص۶۱۳)

بہر حال حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان تینوں سے ملاقات ہوگئی اور ابوسفیان نے پوچھا کہ اے عباس! تم کہاں سے آ رہے ہو؟ اور یہ آگ کیسی ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لشکر کی آگ

---

1 ......السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، اسلام ابی سفیان بن الحارث...الخ، ص۴۶۸، ۴۶۹ ملخصاً والمواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج۳، ص۴۰۳

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث: ۴۲۸۰، ج۳، ص۱۰۱

ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان بن حرب سے کہا کہ تم میرے خچر پر پیچھے سوار ہو جاؤ ورنہ اگر مسلمانوں نے تمہیں دیکھ لیا تو ابھی تم کو قتل کر ڈالیں گے۔ جب یہ لوگ لشکر گاہ میں پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے چند مسلمانوں نے جو لشکر گاہ کا پہرہ دے رہے تھے۔ ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جذبہ انتقام کو ضبط نہ کر سکے اور ابوسفیان کو دیکھتے ہی ان کی زبان سے نکلا کہ ''ارے یہ تو خدا کا دشمن ابوسفیان ہے۔'' دوڑتے ہوئے بارگاہ رسالت میں پہنچے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ابوسفیان ہاتھ آ گیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو ابھی اس کا سر اڑا دوں۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان تینوں مشرکوں کو ساتھ لئے ہوئے دربار رسول میں حاضر ہو گئے اور ان لوگوں کی جان بخشی کی سفارش پیش کر دی اور یہ کہا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نے ان سبھوں کو امان دے دی ہے۔[1]

ابوسفیان کا اسلام

ابوسفیان بن حرب کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی۔ مکہ میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت سے سخت ایذائیں دینی، مدینہ پر بار بار حملہ کرنا، قبائل عرب کو اشتعال دلا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کی بارہا سازشیں، یہودیوں اور تمام کفار عرب سے ساز باز کر کے اسلام اور بانی اسلام کے خاتمہ کی کوششیں یہ وہ ناقابل معافی جرائم تھے جو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ ابوسفیان کا قتل بالکل درست و جائز اور

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ہفتم، فتح مکہ، ج۲، ص ۲۸۱، ۲۸۲
وشرح الزرقانی علی المواہب، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج۳، ص۴۱۸ مختصراً

برمحل ہے۔لیکن رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کو قرآن نے ''رء وف ورحیم'' کے لقب سے یاد کیا ہے۔ان کی رحمت چمکار چمکار کر ابوسفیان کے کان میں کہہ رہی تھی کہ اے مجرم! مت ڈر۔ یہ دنیا کے سلاطین کا دربار نہیں ہے بلکہ یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت ہے۔ بخاری شریف کی روایت تو یہی ہے کہ ابوسفیان بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو فوراً ہی اسلام قبول کرلیا۔اس لئے جان بچ گئی۔[1]

(بخاری ج۲ص۶۱۳ باب این رکز النبی رایۃ)

مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء نے تو فوراً رات ہی میں اسلام قبول کرلیا مگر ابوسفیان نے صبح کو کلمہ پڑھا۔[2] (زرقانی ج۲ص۳۰۴)

اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ ابوسفیان اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درمیان ایک مکالمہ ہوا اس کے بعد ابوسفیان نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ وہ مکالمہ یہ ہے:

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: کیوں اے ابوسفیان! کیا اب بھی تمہیں یقین نہ آیا کہ خدا ایک ہے؟

ابوسفیان: کیوں نہیں کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: کیا اس میں تمہیں کوئی شک ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

ابوسفیان: ہاں! اس میں تو ابھی مجھے کچھ شبہ ہے۔

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب این رکز النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث: ۴۲۸۰، ج۳، ص۱۰۱

2 ......شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج۳، ص۴۰۵

مگر پھر اس کے بعد انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور اس وقت گو ان کا ایمان متزلزل تھا لیکن بعد میں بالآخر وہ سچے مسلمان بن گئے۔ چنانچہ غزوۂ طائف میں مسلمانوں کی فوج میں شامل ہو کر انہوں نے کفار سے جنگ کی اور اسی میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہو گئی۔ پھر یہ جنگ یرموک میں بھی جہاد کے لئے گئے۔ (1)

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۳ و زرقانی ج ۲ ص ۳۱۳)

لشکر اسلام کا جاہ و جلال

مجاہدین اسلام کا لشکر جب مکہ کی طرف بڑھا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا کہ آپ ابوسفیان کو کسی ایسے مقام پر کھڑا کر دیں کہ یہ افواج الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ چنانچہ جہاں راستہ کچھ تنگ تھا ایک بلند جگہ پر حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ابوسفیان کو کھڑا کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسلامی لشکر سمندر کی موجوں کی طرح امنڈتا ہوا روانہ ہوا۔ اور قبائل عرب کی فوجیں ہتھیار سج سج کر یکے بعد دیگرے ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگیں۔ سب سے پہلے قبیلۂ غفار کا باوقار پرچم نظر آیا۔ ابوسفیان نے سہم کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ یہ قبیلہ غفار کے شہسوار ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ مجھے قبیلہ غفار سے کیا مطلب ہے؟ پھر جہینہ پھر سعد بن ھذیم، پھر سلیم کے قبائل کی فوجیں زرق برق ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے پرچم لہراتے اور تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے سامنے سے نکل گئے۔ ابوسفیان ہر فوج کا جلال دیکھ کر مرعوب ہو ہو جاتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہر فوج کے بارے میں پوچھتے جاتے تھے کہ یہ کون

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، اسلام ابی سفيان بن الحارث...الخ، ص٤٦٩ ملخصاً

ہیں؟ یہ کن لوگوں کا لشکر ہے؟ اس کے بعد انصار کا لشکر پر انوار اتنی عجیب شان اور ایسی نرالی آن بان سے چلا کہ دیکھنے والوں کے دل دہل گئے۔ ابوسفیان نے اس فوج کی شان و شوکت سے حیران ہو کر کہا کہ اے عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ یہ "انصار" ہیں ناگہاں انصار کے علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جھنڈا لئے ہوئے ابوسفیان کے قریب سے گزرے اور جب ابوسفیان کو دیکھا تو بلند آواز سے کہا کہ اے ابوسفیان! اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ آج گھمسان کی جنگ کا دن ہے۔ آج کعبہ میں خونریزی حلال کر دی جائے گی۔

ابوسفیان یہ سن کر گھبرا گئے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا کہ اے عباس! سن لو! آج قریش کی ہلاکت تمہیں مبارک ہو۔ پھر ابوسفیان کو چین نہیں آیا تو پوچھا کہ بہت دیر ہوگئی۔ ابھی تک میں نے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو نہیں دیکھا کہ وہ کون سے لشکر میں ہیں! اتنے میں حضور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پرچم نبوت کے سائے میں اپنے نورانی لشکر کے ہمراہ پیغمبرانہ جاہ و جلال کے ساتھ نمودار ہوئے۔ ابوسفیان نے جب شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا تو چلا کر کہا کہ اے حضور! کیا آپ نے سنا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کیا کہتے ہوئے گئے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ ابوسفیان بولے کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے غلط کہا، آج تو کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ آج تو کعبہ کو لباس پہنانے کا دن ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے اتنی غلط بات کیوں کہہ دی۔ آپ نے ان کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب ابوسفیان نے بارگاہ رسول میں یہ شکایت کی کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی ابھی سعد بن عبادہ یہ کہتے ہوئے گئے ہیں کہ اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَة آج گھمسان کی لڑائی کا دن ہے۔

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے غلط کہا، بلکہ اے ابوسفیان! اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَة آج کا دن تو رحمت کا دن ہے۔[1] (زرقانی ج۲ص۳۰۶)

پھر فاتحانہ شان وشوکت کے ساتھ بانی کعبہ کے جانشین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین میں نزول اجلال فرمایا اور حکم دیا کہ میرا جھنڈا مقام ''حجون'' کے پاس گاڑا جائے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام فرمان جاری فرمایا کہ وہ فوجوں کے ساتھ مکہ کے بالائی حصہ یعنی ''کداء'' کی طرف سے مکہ میں داخل ہوں۔[2] (بخاری ج۲ص۶۱۳ باب این رکز النبی رایۃ وزرقانی ج۲ص۳۰۴تاص۳۰۶)

فاتح مکہ کا پہلا فرمان

تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین میں قدم رکھتے ہی جو پہلا فرمان جاری فرمایا وہ یہ اعلان تھا کہ جس کے لفظ لفظ میں رحمتوں کے دریا موجیں مار رہے ہیں:

''جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کے لئے امان ہے۔

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب غزوة الفتح الاعظم،ج٣،ص٤٠٥-٤٠٩، ٤١٢

2 ......صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب اين ركز النبي صلى الله عليه وسلم...الخ، الحديث: ٤٢٨٠، ج٣، ص١٠١، ١٠٢ ملخصاً

جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے گا اس کے لئے امان ہے۔

جو کعبہ میں داخل ہوجائے گا اس کے لئے امان ہے۔''

اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوسفیان ایک فخر پسند آدمی ہے اس کے لئے کوئی ایسی امتیازی بات فرمادیجئے کہ اس کا سرفخر سے اونچا ہوجائے تو آپ نے فرمادیا کہ

''جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے اس کے لئے امان ہے۔''

اس کے بعد ابوسفیان مکہ میں بلند آواز سے پکار پکار کر اعلان کرنے لگا کہ اے قریش! محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اتنا بڑا لشکر لے کر آ گئے ہیں کہ اس کا مقابلہ کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے اس کے لئے امان ہے۔ ابوسفیان کی زبان سے یہ کم ہمتی کی بات سن کر اس کی بیوی ہند بنت عتبہ جل بھن کر کباب ہوگئی اور طیش میں آ کر ابوسفیان کی مونچھ پکڑ لی اور چلا کر کہنے لگی کہ اے بنی کنانہ! اس کم بخت کو قتل کردو یہ کیسی بزدلی اور کم ہمتی کی بات بک رہا ہے۔ ہند کی اس چیخ و پکار کی آواز سن کر تمام بنو کنانہ کا خاندان ابوسفیان کے مکان میں جمع ہوگیا اور ابوسفیان نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس وقت غصہ اور طیش کی باتوں سے کچھ کام نہیں چل سکتا۔ میں پورے اسلامی لشکر کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر آیا ہوں اور میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب ہم لوگوں سے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ یہ خیریت ہے کہ انہوں نے اعلان کردیا ہے کہ جو ابوسفیان کے مکان میں چلا جائے اس کے لئے امان ہے۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ لوگ میرے مکان میں آ کر پناہ لے لیں۔ ابوسفیان کے خاندان والوں نے کہا کہ تیرے مکان میں بھلا کتنے انسان آ سکیں گے؟

ابوسفیان نے بتایا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو بھی امان دے دی ہے جو اپنے دروازے بند کرلیں یا مسجد حرام میں داخل ہوجائیں یا ہتھیار ڈال دیں۔ابوسفیان کا یہ بیان سن کر کوئی ابوسفیان کے مکان میں چلا گیا۔کوئی مسجد حرام کی طرف بھاگا۔ کوئی اپنا ہتھیار زمین پر رکھ کر کھڑا ہوگیا۔[1] (زرقانی ج۲ص۳۱۴)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس اعلان رحمت نشان یعنی مکمل امن و امان کا فرمان جاری کر دینے کے بعد ایک قطرہ خون بہنے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔لیکن عکرمہ بن ابوجہل وصفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو اور جماش بن قیس نے مقام ''خندمہ'' میں مختلف قبائل کے اوباش کو جمع کیا تھا۔ان لوگوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج میں سے دو آدمیوں حضرت کرز بن جابر فہری اور حبیش بن اشعر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کر دیا اور اسلامی لشکر پر تیر برسانا شروع کر دیا۔ بخاری کی روایت میں انہی دو حضرات کی شہادت کا ذکر ہے مگر زرقانی وغیرہ کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ تین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار قریش نے قتل کر دیا۔ دو وہ جو اوپر ذکر کئے گئے اور ایک حضرت مسلمہ بن المیلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بارہ یا تیرہ کفار بھی مارے گئے اور باقی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔[2] (بخاری ج۲ص۶۱۳ و زرقانی ج۲ص۳۱۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ تلواریں چمک رہی ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میں نے تو خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی،باب غزوة الفتح الاعظم،ج۳،ص۴۱۷۔۴۲۲ ملتقطاً

2 ......صحيح البخاری، کتاب المغازی، باب اين رکز النبی صلی اللّٰه عليه وسلم...الخ ، الحديث: ۴۲۸۰، ج۳، ص۱۰۱،۱۰۲ وشرح الزرقانی علی المواهب، باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳، ص۴۱۵،۴۱۶ ملتقطاً

کرنے سے منع کردیا تھا۔ پھر یہ تلواریں کیسی چل رہی ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ پہل کفار کی طرف سے ہوئی ہے۔ اس لئے لڑنے کے سوا حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے لئے کوئی چارہ کار ہی نہیں رہ گیا تھا۔ یہ سن کرارشاد فرمایا کہ قضاء الٰہی یہی تھی اور خدا نے جو چاہا وہی بہتر ہے۔[1] (زرقانی ج۲ص۳۱۰)

تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہونے لگے تو آپ اپنی اونٹنی ''قصواء'' پر سوار تھے۔ ایک سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور بخاری میں ہے کہ آپ کے سر پر ''مغفر'' تھا۔ آپ کے ایک جانب حضرت ابوبکر صدیق اور دوسری جانب اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا اور ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا جس کے درمیان کوکبۂ نبوی تھا۔ اس شان و شوکت کو دیکھ کر ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے عباس! تمہارا بھتیجا تو بادشاہ ہوگیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ تیرا برا ہو اے ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ یہ ''نبوت'' ہے۔ اس شاہانہ جلوس کے جاہ و جلال کے باوجود شہنشاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ سورۂ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تواضع خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہِ عظمت میں اپنے عجز و نیاز مندی کا اظہار کرنے کے لئے تھی۔[2] (زرقانی ج۲ص۳۲۰وص۳۲۱)

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳،ص۴۱۷

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳،ص۴۳۲، ۴۳۴

مکہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیام گاہ

بخاری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں غسل فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔ یہ نماز بہت ہی مختصر طور پر ادا فرمائی لیکن رکوع و سجدہ مکمل طور پر ادا فرماتے رہے۔[1] (بخاری ج۲ ص۶۱۵ باب منزل النبی یوم الفتح)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کیا گھر میں کچھ کھانا بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خشک روٹی کے چند ٹکڑے ہیں۔ مجھے بڑی شرم دامن گیر ہوتی ہے کہ اس کو آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ ارشاد فرمایا کہ ''لاؤ'' پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان خشک روٹیوں کو توڑا اور پانی میں بھگو کر نرم کیا اور حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان روٹیوں کے سالن کے لئے نمک پیش کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی سالن گھر میں نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھر میں ''سرکہ'' کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''سرکہ'' لاؤ۔ آپ نے سرکہ کو روٹی پر ڈالا اور تناول فرما کر خدا کا شکر بجالائے۔ پھر فرمایا کہ ''سرکہ بہترین سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ ہوگا اس گھر والے محتاج نہ ہوں گے۔'' پھر حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے حارث بن ہشام (ابو جہل کے بھائی) اور زہیر بن اُمیہ کو امان دے دی

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب منزل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم الفتح، الحدیث: ۴۲۹۲، ج۳، ص۱۰۴

ہے۔ لیکن میرے بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان دونوں کو اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فوج سے جنگ کی ہے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُمِ ہانی! رضی اللہ تعالٰی عنہا جس کو تم نے امان دے دی اس کے لئے ہماری طرف سے بھی امان ہے۔ (1) (زرقانی ج۲ص۳۲۶)

بیت اللہ میں داخلہ

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جھنڈا ''حجون'' میں جس کو آج کل جنۃ المعلٰی کہتے ہیں ''مسجد الفتح'' کے قریب میں گاڑا گیا پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا کر مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اور کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مسجد حرام میں اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور کعبہ کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔ (2)

(بخاری ج۲ص۶۱۴ وغیرہ)

یہ انقلاب زمانہ کی ایک حیرت انگیز مثال ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام جن کا لقب ''بت شکن'' ہے ان کی یادگار خانہ کعبہ کے اندرونِ حصار تین سو ساٹھ بتوں کی قطار تھی۔ فاتح مکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حضرت خلیل علیہ السلام کا جانشینِ جلیل ہونے کی حیثیت سے فرض اولین تھا کہ یادگار خلیل کو بتوں کی نجس اور گندی آلائشوں سے پاک کریں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس ایک چھڑی لے کر کھڑے ہوئے اور ان بتوں کو چھڑی کی نوک سے ٹھونکے مار مار کر گراتے جاتے

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج۳، ص٤٦٤

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب دخول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اعلی مکۃ، الحدیث: ٤٢٨٩، ج۳، ص١٠٤

تھے اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ [1] کی آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے، یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔ [2] (بخاری ج۲ ص۶۱۴ فتح مکہ وغیرہ)

پھران بتوں کو جو عین کعبہ کے اندر تھے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ سب نکالے جائیں۔ چنانچہ وہ سب بت نکال باہر کئے گئے۔ انہی بتوں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے مجسمے بھی تھے جن کے ہاتھوں میں فال کھولنے کے تیر تھے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالٰی ان کافروں کو مار ڈالے۔ ان کافروں کو خوب معلوم ہے کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی فال نہیں کھولا۔ جب تک ایک ایک بت کعبہ کے اندر سے نہ نکل گیا، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر قدم نہیں رکھا جب تمام بتوں سے کعبہ پاک ہوگیا تو آپ اپنے ساتھ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہما اور عثمان بن طلحہ حَجَبِی کو لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور بیت اللہ شریف کے تمام گوشوں میں تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز بھی ادا فرمائی اس کے بعد باہر تشریف لائے۔ [3]

(بخاری ج۱ ص۲۱۸ باب من کبر فی نواحی الکعبۃ و بخاری ج۲ ص۶۱۴ فتح مکہ وغیرہ)

کعبہ مقدسہ کے اندر سے جب آپ باہر نکلے تو عثمان بن طلحہ کو بلا کر کعبہ کی

---

1 ......پ۱۵، بنی اسراء یل:۸۱

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب این رکز النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الرایۃ...الخ، الحدیث:۴۲۸۷، ج۳، ص۱۰۳

3 ......صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب قول اللّٰہ تعالٰی واتخذوا...الخ، الحدیث:۳۹۷، ج۱، ص۱۵۶ و صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب این رکز النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث:۴۲۸۸، ج۳، ص۱۰۳

کنجی ان کے ہاتھ میں عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ

خُذُوْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَايَنْزِعُهَا مِنْكُمْ اِلَّا ظَالِمٌ

لو یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم لوگوں میں رہے گی یہ کنجی تم سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔[1] (زرقانی ج۲ص۳۳۹)

شہنشاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربارِ عام

اس کے بعد تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہنشاہ اسلام کی حیثیت سے حرم الٰہی میں سب سے پہلا دربارِ عام منعقد فرمایا جس میں افواج اسلام کے علاوہ ہزاروں کفار و مشرکین کے خواص و عوام کا ایک زبردست ازدحام تھا۔ اس شہنشاہی خطبہ میں آپ نے صرف اہل مکہ ہی سے نہیں بلکہ تمام اقوام عالم سے خطابِ عام فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ

''ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اس نے اپنے بندے (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مدد کی اور کفار کے تمام لشکروں کو تنہا شکست دے دی، تمام فخر کی باتیں، تمام پرانے خونوں کا بدلہ، تمام پرانے خون بہا، اور جاہلیت کی رسمیں سب میرے پیروں کے نیچے ہیں۔ صرف کعبہ کی تولیت اور حجاج کو پانی پلانا، یہ دو اعزاز اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور خاندانوں کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے ہیں۔''

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب غزوة الفتح الاعظم، ج٣، ص٤٦٩ ـ ٤٧٠

جس کا ترجمہ یہ ہے:

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے لئے قبیلے اور خاندان بنا دیئے تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان رکھو لیکن خدا کے نزدیک سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ تعالٰی بڑا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ (1)

بے شک اللہ نے شراب کی خرید و فروخت کو حرام فرما دیا ہے۔ (2)

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۱۲ مختصراً و بخاری وغیرہ)

کفارِ مکہ سے خطاب

اس کے بعد شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس ہزاروں کے مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سر جھکائے، نگاہیں نیچی کیئے ہوئے لرزاں و ترساں اشراف قریش کھڑے ہوئے ہیں۔ ان ظالموں اور جفا کاروں میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ لوگ بھی تھے جو بارہا آپ پر پتھروں کی بارش کر چکے تھے۔ وہ خونخوار بھی تھے جنھوں نے بار بار آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قاتلانہ حملے کئے تھے۔ وہ بے رحم و بے درد بھی تھے جنھوں نے آپ کے دندان مبارک کو شہید اور آپ کے چہرۂ انور کو لہولہان کر ڈالا تھا۔ وہ اوباش بھی تھے جو برسہا برس تک اپنی بہتان تراشیوں اور شرمناک گالیوں سے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قلب مبارک کو زخمی کر چکے تھے۔ وہ سفاک و درندہ صفت بھی تھے جو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ

1 ……پ ۲۶، الحجرات: ۱۳

2 ……السيرة النبوية لابن هشام، باب دخول الرسول الحرم، ص ۴۷۳ وصحيح البخاری، كتاب المغازی، باب ۵۵، الحديث: ۴۲۹۶، ج ۳، ص ۱۰۶

وسلم کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ چکے تھے۔ وہ ظلم و ستم کے مجسمے اور پاپ کے پتلے بھی تھے جنہوں نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ وہ آپ کے خون کے پیاسے بھی تھے جن کی تشنہ لبی اور پیاس خون نبوت کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ جفا کار و خونخوار بھی تھے جن کے جارحانہ حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ منورہ کے درو دیوار دہل چکے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قاتل اور ان کی ناک، کان کاٹنے والے، ان کی آنکھیں پھوڑنے والے، ان کا جگر چبانے والے بھی اس مجمع میں موجود تھے وہ ستم گار جنہوں نے شمع نبوت کے جاں نثار پروانوں حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالٰی عنہم وغیرہ کو رسیوں سے باندھ باندھ کر کوڑے مار مار کر جلتی ہوئی ریتوں پر لٹایا تھا، کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر سلایا تھا، کسی کو چٹائیوں میں لپیٹ لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دیئے تھے، سینکڑوں بار گلا گھونٹا تھا۔ یہ تمام جور و جفا اور ظلم و ستمگاری کے پیکر، جن کے جسم کے رونگٹے رونگٹے اور بدن کے بال بال ظلم و عدوان اور سرکشی و طغیان کے وبال سے خوفناک جرموں اور شرمناک مظالم کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین و انصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوٹیاں چیلوں اور کووں کو کھلا دی جائیں گی اور انصار و مہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک و خون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گی اور ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج

کر کے تہس نہس کر ڈالیں گی ان مجرموں کے سینوں میں خوف و ہراس کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔ دہشت اور ڈر سے ان کے بدنوں کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی، دل دھڑک رہے تھے، کلیجے منہ میں آ گئے تھے اور عالم یاس میں انہیں زمین سے آسمان تک دھوئیں ہی دھوئیں کے خوفناک بادل نظر آ رہے تھے۔ اسی مایوسی اور نا امیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نگاہ رحمت ان پاپیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور ان مجرموں سے آپ نے پوچھا کہ

''بولو! تم کو کچھ معلوم ہے؟ کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔''

اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے مجرمین حواس باختہ ہو کر کانپ اُٹھے لیکن جبین رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر اُمید و بیم کے محشر میں لرزتے ہوئے سب یک زبان ہو کر بولے کہ اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔

سب کی للچائی ہوئی نظریں جمال نبوت کا منہ تک رہی تھیں۔ اور سب کے کان شہنشاہ نبوت کا فیصلہ کن جواب سننے کے منتظر تھے کہ اک دم دفعۃً فاتح مکہ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ

لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فَاذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ[1] (زرقانی ج۲ص ۳۲۸)

آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمان رسالت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرط ندامت سے اشکبار ہو گئیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذبات

1 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳، ص۴۴۹

شکریہ کے آثار آنسوؤں کی دھار بن کر ان کے رخسار پر مچلنے لگے اور کفار کی زبانوں پر لَاالٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے نعروں سے حرم کعبہ کے در ودیوار پر ہر طرف انوار کی بارش ہونے لگی۔ ناگہاں بالکل ہی اچانک اور دفعۃً ایک عجیب انقلاب برپا ہوگیا کہ سماں ہی بدل گیا، فضا ہی پلٹ گئی اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ ؎

جہاں تاریک تھا، بے نور تھا اور سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

کفار نے مہاجرین کی جائدادوں، مکانوں، دکانوں پر غاصبانہ قبضہ جمالیا تھا۔ اب وقت تھا کہ مہاجرین کو ان کے حقوق دلائے جاتے اور ان سب جائدادوں، مکانوں، دکانوں اور سامانوں کو مکہ کے غاصبوں کے قبضوں سے واگزار کر کے مہاجرین کے سپرد کیے جاتے۔ لیکن شہنشاہ رسالت نے مہاجرین کو حکم دے دیا کہ وہ اپنی کل جائدادیں خوشی خوشی مکہ والوں کو ہبہ کردیں۔

اللہ اکبر! اے اقوام عالم کی تاریخی داستانو! بتاؤ کیا دنیا کے کسی فاتح کی کتاب زندگی میں کوئی ایسا حسین و زریں ورق ہے؟ اے دھرتی! خدا کے لئے بتا؟ اے آسمان! اللہ بول۔ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا فاتح گزرا ہے؟ جس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا حسن سلوک کیا ہو؟ اے چاند اور سورج کی چمکتی اور دوربین نگاہو! کیا تم نے لاکھوں برس کی گردش لیل ونہار میں کوئی ایسا تاجدار دیکھا ہے؟ تم اس کے سوا اور کیا کہو گے؟ کہ یہ نبی جمال وجلال کا وہ بے مثال شاہکار ہے کہ شاہان عالم کے لئے اس کا تصور بھی محال ہے۔ اس لئے ہم تمام دنیا کو چیلنج کے ساتھ دعوت نظارہ دیتے ہیں کہ

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شانِ رَفَعنَا لَکَ ذِکْرَکَ دیکھے

دوسرا خطبہ

فتح مکہ کے دوسرے دن بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں حرم کعبہ کے احکام و آداب کی تعلیم دی کہ حرم میں کسی کا خون بہانا، جانوروں کا مارنا، شکار کرنا، درخت کاٹنا، اذخر کے سوا کوئی گھاس کاٹنا حرام ہے اور اللہ عزوجل نے گھڑی بھر کے لئے اپنے رسول علیہ السلام کو حرم میں جنگ کرنے کی اجازت دی پھر قیامت تک کے لئے کسی کو حرم میں جنگ کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کو حرم بنا دیا ہے۔ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس شہر میں خونریزی حلال کی گئی نہ میرے بعد قیامت تک کسی کے لئے حلال کی جائے گی۔ [1] (بخاری ج ۲ ص ۶۱۷ فتح مکہ)

انصار کو فراق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ڈر

انصار نے قریش کے ساتھ جب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس کریمانہ حسن سلوک کو دیکھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ دنوں تک مکہ میں ٹھہر گئے تو انصار کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ شاید رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنی قوم اور وطن کی محبت غالب آ گئی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مکہ میں اقامت فرمالیں اور ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور ہو جائیں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انصار کے اس خیال کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ معاذ اللہ! اے انصار!

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۵۵، الحدیث:۴۳۱۳، ص ۱۱۰ والسیرة النبویة لابن هشام، باب دخول الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم الحرم، ص۴۷۴ والمواهب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳، ص۴۴۷

اَلْمَحْیَا مَحْیَاکُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُکُمْ [1] (سیرت ابن ہشام ج۲ص۴۱۶)

اب تو ہماری زندگی اور وفات تمہارے ہی ساتھ ہے۔

یہ سن کر فرطِ مسرت سے انصار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور سب نے کہا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہم لوگوں نے جو کچھ دل میں خیال کیا یا زبان سے کہا اس کا سبب آپ کی ذات مقدسہ کے ساتھ ہمارا جذبۂ عشق ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جدائی کا تصور ہمارے لئے ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ [2] (زرقانی ج۲ص۳۳۳وسیرت ابن ہشام ج۲ص۴۱۶)

کعبہ کی چھت پر اذان

جب نماز کا وقت آیا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ جس وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی ایمان افروز صدا بلند ہوئی تو حرم کے حصار اور کعبہ کے در و دیوار پر ایمانی زندگی کے آثار نمودار ہو گئے مگر مکہ کے وہ نومسلم جو ابھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے تھے اذان کی آواز سن کر ان کے دلوں میں غیرت کی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عتاب بن اُسید نے کہا کہ خدا نے میرے باپ کی لاج رکھ لی کہ اس آواز کو سننے سے پہلے ہی اس کو دنیا سے اٹھا لیا اور ایک دوسرے سردار قریش کے منہ سے نکلا کہ ''اب جینا بے کار ہے۔'' [3] (اصابہ تذکرہ عتاب بن اسید ج۲ص۴۵۱وزرقانی ج۲ص۳۴۶)

مگر اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے حضرت عتاب

---

1 ……السیرۃ النبویۃ لابن ھشام،باب تعظیم الاصنام،ص۴۷۵

2 ……شرح الزرقانی علی المواھب،باب غزوۃ الفتح الاعظم،ج۳،ص۴۵۹

3 ……شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج۳،ص۴۸۴

بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں نورِ ایمان کا سورج چمک اٹھا اور وہ صادق الایمان مسلمان بن گئے۔ چنانچہ مکہ سے روانہ ہوتے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہی کو مکہ کا حاکم بنا دیا۔[1] (سیرت ابن ہشام ج۲ص ۴۱۳ و ص ۴۴۰)

بیعتِ اسلام

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوہ صفا کی پہاڑی کے نیچے ایک بلند مقام پر بیٹھے اور لوگ جوق در جوق آ کر آپ کے دست حق پرست پر اسلام کی بیعت کرنے لگے۔ مردوں کی بیعت ختم ہو چکی تو عورتوں کی باری آئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر بیعت کرنے والی عورت سے جب وہ تمام شرائط کا اقرار کر لیتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے فرما دیتے تھے کہ "قَدْ بَايَعْتُكِ" میں نے تجھ سے بیعت لے لی۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ نے بیعت کے وقت کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ صرف کلام ہی سے بیعت فرما لیتے تھے۔[2]

(بخاری ج ۱ ص ۳۷۵ کتاب الشروط)

انہی عورتوں میں نقاب اوڑھ کر ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بھی بیعت کے لئے آئیں جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔ یہ وہی ہند ہیں جنہوں نے جنگِ اُحد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکم چاک کر کے ان کے جگر کو نکال کر چبا ڈالا تھا اور ان کے کان ناک کو کاٹ کر اور آنکھ کو

---

1 ......السيرة النبوية لابن هشام،باب دخول الرسول صلى الله عليه وسلم الحرم،ص٤٧٤ ملخصاً والمواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب غزوة حنين، ج٣،ص٤٩٨ ملخصاً

2 ......صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب مايجوز من الشروط...الخ، الحديث: ٢٧١٣، ج٢، ص٢١٧ ملخصاً

نکال کر ایک دھاگہ میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔ جب یہ بیعت کے لئے آئیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہایت دلیری کے ساتھ گفتگو کی۔ ان کا مکالمہ حسب ذیل ہے۔

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا۔
ہند بنت عتبہ	یہ اقرار آپ نے مردوں سے تو نہیں لیا لیکن بہرحال ہم کو منظور ہے۔
رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	چوری مت کرنا۔
ہند بنت عتبہ	میں اپنے شوہر (ابوسفیان) کے مال میں سے کچھ لے لیا کرتی ہوں۔ معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟
رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔
ہند بنت عتبہ	ہم نے تو بچوں کو پالا تھا اور جب وہ بڑے ہو گئے تو آپ نے جنگ بدر میں ان کو مار ڈالا۔ اب آپ جانیں اور وہ جانیں۔ (1)

(طبری ج ۳ ص ۱۶۴۳ مختصراً)

بہرحال حضرت ابوسفیان اور ان کی بیوی ہند بنت عتبہ دونوں مسلمان ہو گئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) لہٰذا ان دونوں کے بارے میں بدگمانی یا ان دونوں کی شان میں بدزبانی روافض کا مذہب ہے۔ اہل سنت کے نزدیک ان دونوں کا شمار صحابہ اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی فہرست میں ہے۔

ابتداء میں گو ان دونوں کے ایمان میں کچھ تذبذب رہا ہو مگر بعد میں یہ دونوں

1 ......تاریخ الطبری، الجزء ۲، ص ۳۷۔۳۸، مختصراً۔ المکتبۃ الشاملۃ

صادق الایمان مسلمان ہوگئے اور ایمان ہی پر ان دونوں کا خاتمہ ہوا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہ نبوت میں آئیں اور یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روئے زمین پر آپ کے گھر والوں سے زیادہ کسی گھر والے کا ذلیل ہونا مجھے محبوب نہ تھا۔ مگر اب میرا یہ حال ہے کہ روئے زمین پر آپ کے گھر والوں سے زیادہ کسی گھر والے کا عزت دار ہونا مجھے پسند نہیں۔ [1] (بخاری ج۱ ص۵۳۹ باب ذکر ہند بنت عتبہ)

اسی طرح حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں محدث ابن عساکر کی ایک روایت ہے کہ یہ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سامنے سے نکلے تو انہوں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ کونسی طاقت ان کے پاس ایسی ہے کہ یہ ہم پر غالب رہتے ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے دل میں چھپے ہوئے خیال کو جان لیا اور قریب آ کر آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ ہم خدا کی طاقت سے غالب آ جاتے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے بلند آواز سے کہا کہ ''میں شہادت دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' اور محدث حاکم اور ان کے شاگرد امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ ''کاش! میں ایک فوج جمع کر کے دوبارہ ان سے جنگ کرتا'' ادھر ان کے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ ''اگر تو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل وخوار کر دے گا۔'' یہ سن کر حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ توبہ واستغفار کرنے

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ذکر ہند بنت عتبۃ بن ربیعۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا، الحدیث: ۳۸۲۵، ج۲، ص۵۶۷

لگے اور عرض کیا کہ مجھے اس وقت آپ کی نبوت کا یقین حاصل ہو گیا کیونکہ آپ نے میرے دل میں چھپے ہوئے خیال کو جان لیا۔[1] (زرقانی ج۲ص۳۴۶)

یہ بھی روایت ہے کہ جب سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش فرمایا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ پھر میں اپنے معبود عزیٰ کو کیا کروں گا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برجستہ فرمایا تھا کہ ''تم عزیٰ پر پاخانہ پھر دینا'' چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب عزیٰ کو توڑنے کے لئے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ فرمایا تو ساتھ میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بھیجا اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے معبود عزیٰ کو توڑ ڈالا۔ یہ محمد بن اسحاق کی روایت ہے اور ابن ہشام کی روایت یہ ہے کہ عزیٰ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توڑا تھا۔[2] واللہ اعلم۔ (زرقانی ج۲ص۳۴۹)

بت پرستی کا خاتمہ

گزشتہ اوراق میں ہم تحریر کر چکے کہ خانہ کعبہ کے تمام بتوں اور دیواروں کی تصاویر کو توڑ پھوڑ کر اور مٹا کر مکہ کو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بت پرستی کی لعنت سے پاک کر ہی دیا تھا لیکن مکہ کے اطراف میں بھی بت پرستی کے چند مراکز تھے یعنی لات، مناۃ، سواع، عزیٰ یہ چند بڑے بڑے بت تھے جو مختلف قبائل کے معبود تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لشکروں کو بھیج کر ان سب بتوں کو توڑ پھوڑ کر بت پرستی کے سارے طلسم کو تہس نہس کر دیا اور مکہ نیز اس کے اطراف و جوانب کے تمام بتوں کو نیست و نابود کر دیا۔[3] (زرقانی ج۲ص۳۴۷تاص۳۴۹)

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳،ص۴۸۵

2 ......شرح الزرقانی علی المواھب، باب ھدم مناة، ج۳،ص۴۸۷۔۴۹۱

3 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، ھدم العزیٰ وسواع ومناة،ج۳،ص۴۸۷۔۴۹۰

اس طرح بانی کعبہ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین حضور رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مورث اعلیٰ کے مشن کو مکمل فرما دیا اور درحقیقت فتح مکہ کا سب سے بڑا یہی مقصد تھا کہ شرک و بت پرستی کا خاتمہ اور توحید خداوندی کا بول بالا ہو جائے۔ چنانچہ یہ عظیم مقصد بحمدہ تعالیٰ بدرجہ اتم حاصل ہو گیا کہ ؎

آنجا کہ بود نعرہ کفار و مشرکاں — اکنوں خروش نعرہ اللہ اکبر است

چند ناقابل معافی مجرمین

جب مکہ فتح ہو گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ مگر چند ایسے مجرمین تھے جن کے بارے میں تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمان جاری فرما دیا کہ یہ لوگ اگر اسلام نہ قبول کریں تو یہ لوگ جہاں بھی ملیں قتل کر دیئے جائیں خواہ وہ غلاف کعبہ ہی میں کیوں نہ چھپے ہوں۔ ان مجرموں میں سے بعض نے تو اسلام قبول کر لیا اور بعض قتل ہو گئے ان میں سے چند کا مختصر تذکرہ تحریر کیا جاتا ہے:

﴿ ۱ ﴾ ''عبدالعزیٰ بن خطل'' یہ مسلمان ہو گیا تھا اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے جانور وصول کرنے کے لئے بھیجا اور ساتھ میں ایک دوسرے مسلمان کو بھی بھیج دیا کسی بات پر دونوں میں تکرار ہو گئی تو اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا اور قصاص کے ڈر سے تمام جانوروں کو لے کر مکہ بھاگ نکلا اور مرتد ہو گیا۔ فتح مکہ کے دن یہ بھی ایک نیزہ لے کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ لیکن مسلم افواج کا جلال دیکھ کر کانپ اٹھا اور نیزہ پھینک کر بھاگا اور کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا۔ حضرت سعید بن حریث مخزومی اور ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مل کر اس کو قتل کر دیا۔[1] (زرقانی ج۲ ص۳۲۲)

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب ہفتم ، ج۲ ، ص۲۹۶

﴿۲﴾ ''حویرث بن نقید'' یہ شاعر تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو لکھا کرتا تھا اور خونی مجرم بھی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا۔

﴿۳﴾ ''مقیس بن صبابہ'' اس کو نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا۔ یہ بھی خونی تھا۔

﴿۴﴾ ''حارث بن طلاطلہ'' یہ بھی بڑا ہی موذی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا۔

﴿۵﴾ ''قریبہ'' یہ ابن خطل کی لونڈی تھی۔ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھی یہ بھی قتل کی گئی۔ (1)

مکہ سے فرار ہو جانے والے

چار اشخاص مکہ سے بھاگ نکلے تھے ان لوگوں کا مختصر تذکرہ یہ ہے:

﴿۱﴾ ''عکرمہ بن ابی جہل'' یہ ابو جہل کے بیٹے ہیں۔ اس لئے ان کی اسلام دشمنی کا کیا کہنا؟ یہ بھاگ کر یمن چلے گئے لیکن ان کی بیوی ''اُمِ حکیم'' جو ابو جہل کی بھتیجی تھیں انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اپنے شوہر عکرمہ کے لئے بارگاہ رسالت میں معافی کی درخواست پیش کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا۔ اُمِ حکیم خود یمن گئیں اور معافی کا حال بیان کیا۔ عکرمہ حیران رہ گئے اور انتہائی تعجب کے ساتھ کہا کہ کیا مجھ کو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے معاف کر دیا! بہر حال اپنی بیوی کے ساتھ بارگاہ رسالت میں مسلمان ہو کر حاضر ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا تو بے حد خوش ہوئے اور اس تیزی سے ان کی طرف بڑھے کہ جسم اطہر سے چادر گر پڑی۔ پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوشی خوشی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ھفتم، ج۲، ص ۳۰۰، ۳۰٤ ملخصاً

حق پرست پر بیعت اسلام کی۔ (1) (موطا امام مالک کتاب النکاح وغیرہ)

﴿۲﴾ ''صفوان بن امیہ'' یہ امیہ بن خلف کے فرزند ہیں۔ اپنے باپ امیہ ہی کی طرح یہ بھی اسلام کے بہت بڑے دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن بھاگ کر جدہ چلے گئے۔ حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دربار رسالت میں ان کی سفارش پیش کی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قریش کا ایک رئیس صفوان مکہ سے جلا وطن ہوا چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو بھی معافی عطا فرمادی اور امان کے نشان کے طور پر حضرت عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اپنا عمامہ عنایت فرمایا۔ چنانچہ وہ مقدس عمامہ لے کر ''جدہ'' گئے اور صفوان کو مکہ لے کر آئے صفوان جنگ حنین تک مسلمان نہیں ہوئے لیکن اس کے بعد اسلام قبول کرلیا۔ (2) (طبری ج ۳ ص ۱۶۴۵)

﴿۳﴾ ''کعب بن زہیر'' یہ ۹ھ میں اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح میں اپنا مشہور قصیدہ ''بانت سعاد'' پڑھا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خوش ہوکر ان کو اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ چادر مبارک حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے دور سلطنت میں ان کو دس ہزار درہم پیش کیا کہ یہ مقدس چادر ہمیں دے دو۔ مگر انہوں نے صاف انکار کردیا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ چادر مبارک ہرگز ہرگز کسی کو نہیں دے سکتا۔ لیکن آخر حضرت امیر

---

1 ......الموطاء للامام مالك، كتاب النكاح، باب نكاح المشرك اذا اسلمت زوجته قبله، الحديث: ١١٨٠، ج٢، ص٩٤ وشرح الزرقاني على المواهب، باب غزوة الفتح الاعظم، ج٣، ص٤٢٤، ٤٢٥ ملخصاً

2 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب هفتم، ج٢، ص٢٩٩ ملخصاً

معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات کے بعد ان کے وارثوں کو بیس ہزار درہم دے کر وہ چادر لے لی اور عرصہ دراز تک وہ چادر سلاطین اسلام کے پاس ایک مقدس تبرک بن کر باقی رہی۔[1] (مدارج ج۲ص ۳۳۸)

﴿۴﴾ ''وحشی'' یہی وہ وحشی ہیں جنہوں نے جنگِ اُحد میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کر دیا تھا۔ یہ بھی فتح مکہ کے دن بھاگ کر طائف چلے گئے تھے مگر پھر طائف کے ایک وفد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی زبان سے اپنے چچا کے قتل کی خونی داستان سنی اور رنج و غم میں ڈوب گئے مگر ان کو بھی آپ نے معاف فرما دیا۔ لیکن یہ فرمایا کہ وحشی! تم میرے سامنے نہ آیا کرو۔ حضرت وحشی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس کا بے حد ملال رہتا تھا۔ پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت کے زمانے میں مسیلمۃ الکذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور لشکر اسلام نے اس ملعون سے جہاد کیا تو حضرت وحشی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی اپنا نیزہ لے کر جہاد میں شامل ہوئے اور مسیلمۃ الکذاب کو قتل کر دیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ قَتَلۡتُ خَیۡرَ النَّاسِ فِی الۡجَاهِلِیَّةِ وَقَتَلۡتُ شَرَّ النَّاسِ فِی الۡاِسۡلَامِ۔ یعنی میں نے دور جاہلیت میں بہترین انسان (حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو قتل کیا اور اپنے دور اسلام میں بدترین آدمی (مسیلمۃ الکذاب) کو قتل کیا۔ انہوں نے دربار اقدس میں اپنے جرائم کا اعتراف کر کے عرض کیا کہ کیا خدا مجھ جیسے مجرم کو بھی بخش دے گا؟ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ

[1]......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج۲، ص ۳۰۱، ۳۳۸

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ [1] (زمر)

یعنی اے حبیب آپ فرما دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر حد سے زیادہ گناہ کرلیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ۔ اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ وہ یقیناً بڑا بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔[2]

(مدارج النبوۃ ج۲ص۳۰۲)

مکہ کا انتظام

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ کا نظم ونسق اور انتظام چلانے کے لئے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ کا حاکم مقرر فرما دیا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خدمت پر مامور فرمایا کہ وہ نومسلموں کو مسائل واحکام اسلام کی تعلیم دیتے رہیں۔[3] (مدارج النبوۃ ج۲ص۳۲۴)

اس میں اختلاف ہے کہ فتح کے بعد کتنے دنوں تک حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ میں قیام فرمایا۔ ابوداود کی روایت ہے کہ سترہ دن تک آپ مکہ میں مقیم رہے۔ اور ترمذی کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ اٹھارہ دن آپ کا قیام رہا۔ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ انیس دن آپ مکہ میں ٹھہرے۔ (بخاری ج۲ص۶۱۵)

---

1 ......پ ٢٤، الزمر: ٥٣

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب ہفتم ، ج٢،ص ٣٠١، ٣٠٢ملخصاً

3 ......مدارج النبوت،قسم سوم، باب ہشتم، ج٢، ص٣٢٤، ٣٢٥
والمواهب اللدنية وشرح الزرقانی، باب غزوة حنين، ج٣، ص٤٩٨۔٤٩٩

ان تینوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ ابوداود کی روایت میں مکہ میں داخل ہونے اور مکہ سے روانگی کے دونوں دنوں کو شمار نہیں کیا ہے اس لئے سترہ دن مدتِ اقامت بتائی ہے اور ترمذی کی روایت میں مکہ میں آنے کے دن کو تو شمار کرلیا۔ کیونکہ آپ صبح کو مکہ میں داخل ہوئے تھے اور مکہ سے روانگی کے دن کو شمار نہیں کیا۔ کیونکہ آپ صبح سویرے ہی مکہ سے حنین کے لئے روانہ ہو گئے تھے اور امام بخاری کی روایت میں آنے اور جانے کے دونوں دنوں کو بھی شمار کرلیا گیا ہے۔ اس لئے انیس دن آپ مکہ میں مقیم رہے۔ (1) واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسی طرح اس میں بڑا اختلاف ہے کہ مکہ کونسی تاریخ میں فتح ہوا؟ اور آپ کس تاریخ کو مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے؟ امام بیہقی نے ۱۳ رمضان، امام مسلم نے ۱۶ رمضان، امام احمد نے ۱۸ رمضان بتایا اور بعض روایات میں ۱۷ رمضان اور ۱۸ رمضان بھی مروی ہے۔ مگر محمد بن اسحاق نے اپنے مشائخ کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ۲۰ رمضان ۸ھ کو مکہ فتح ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (2) (زرقانی ج۲ ص۲۹۹)

جنگِ حنین

''حنین'' مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ تاریخ اسلام میں اس جنگ کا دوسرا نام ''غزوہ ہوازن'' بھی ہے۔ اس لئے کہ اس لڑائی میں ''بنی ہوازن'' سے مقابلہ تھا۔

فتح مکہ کے بعد عام طور سے تمام عرب کے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے کیونکہ ان میں اکثر وہ لوگ تھے جو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین رکھنے کے باوجود

1 ……المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳، ص۴۸۵۔۴۸۶

2 ……المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳، ص۳۹۶۔۳۹۷

قریش کے ڈر سے مسلمان ہونے میں توقف کررہے تھے اور فتح مکہ کا انتظار کررہے تھے۔ پھر چونکہ عرب کے دلوں میں کعبہ کا بے حد احترام تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ کعبہ پر کسی باطل پرست کا قبضہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کرلیا تو عرب کے بچے بچے کو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین ہوگیا اور وہ سب کے سب جوق در جوق بلکہ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اب اسلام کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھا سکیں۔

لیکن مقام حنین میں ''ہوازن'' اور ''ثقیف'' نام کے دو قبیلے آباد تھے جو بہت ہی جنگجو اور فنون جنگ سے واقف تھے۔ ان لوگوں پر فتح مکہ کا اُلٹا اثر پڑا۔ ان لوگوں پر غیرت سوار ہوگئی اور ان لوگوں نے یہ خیال قائم کرلیا کہ فتح مکہ کے بعد ہماری باری ہے اس لئے ان لوگوں نے یہ طے کرلیا کہ مسلمانوں پر جو اس وقت مکہ میں جمع ہیں ایک زبردست حملہ کردیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحقیقات کے لئے بھیجا۔ جب انہوں نے وہاں سے واپس آکر ان قبائل کی جنگی تیاریوں کا حال بیان کیا اور بتایا کہ قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے اپنے تمام قبائل کو جمع کرلیا ہے اور قبیلہ ہوازن کا رئیس اعظم مالک بن عوف ان تمام افواج کا سپہ سالار ہے اور سو برس سے زائد عمر کا بوڑھا ''درید بن الصمہ'' جو عرب کا مشہور شاعر اور مانا ہوا بہادر تھا بطور مشیر کے میدانِ جنگ میں لایا گیا ہے اور یہ لوگ اپنی عورتوں بچوں بلکہ جانوروں تک کو میدانِ جنگ میں لائے ہیں تاکہ کوئی سپاہی میدان سے بھاگنے کا خیال بھی نہ کرسکے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی شوال ۸ھ میں بارہ ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔

دس ہزار تو مہاجرین و انصار وغیرہ کا وہ لشکر تھا جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار نو مسلم تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لشکر کو ساتھ لے کر اس شان و شوکت کے ساتھ حنین کا رُخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بے اختیار بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ ''آج بھلا ہم پر کون غالب آ سکتا ہے۔''

لیکن خداوند عالم عزوجل کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اپنی فوجوں کی کثرت پر ناز کرنا پسند نہیں آیا۔ چنانچہ اس فخر و نازش کا یہ انجام ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں قبیلہ ہوازن و ثقیف کے تیر اندازوں نے جو تیروں کی بارش کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلواریں لیکر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو وہ دو ہزار نو مسلم اور کفار مکہ جو لشکر اسلام میں شامل ہو کر مکہ سے آئے تھے ایک دم سر پر پیر رکھ کر بھاگ نکلے۔ ان لوگوں کی بھگدڑ دیکھ کر انصار و مہاجرین کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو گنتی کے چند جاں نثاروں کے سوا سب فرار ہو چکے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ بارہ ہزار کا لشکر فرار ہو چکا تھا مگر خدا عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے استقامت میں بال برابر بھی لغزش نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکیلے ایک لشکر بلکہ ایک عالم کائنات کا مجموعہ بنے ہوئے نہ صرف پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار برابر آگے ہی بڑھتے رہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زَبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اسی حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنی طرف دیکھ کر بلند آواز سے پکارا کہ "یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ" فوراً آواز آئی کہ "ہم حاضر ہیں، یارسول اللہ!" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر بائیں جانب رخ کر کے فرمایا کہ "یَا لَلْمُهَاجِرِیْنَ" فوراً آواز آئی کہ "ہم حاضر ہیں، یارسول اللہ!" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ بہت ہی بلند آواز تھے۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ انصار و مہاجرین کو پکارو۔ انہوں نے جو "یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَار" اور "یَا لَلْمُهَاجِرِیْنَ" کا نعرہ مارا تو ایک دم تمام فوجیں پلٹ پڑیں اور لوگ اس قدر تیزی کے ساتھ دوڑ پڑے کہ جن لوگوں کے گھوڑے ازدحام کی وجہ سے نہ مڑ سکے انہوں نے ہلکا ہونے کے لئے اپنی زرہیں پھینک دیں اور گھوڑوں سے کود کود کر دوڑے اور کفار کے لشکر پر جھپٹ پڑے اور اس طرح جاں بازی کے ساتھ لڑنے لگے کہ دم زدن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ کفار بھاگ نکلے کچھ قتل ہو گئے جو رہ گئے گرفتار ہو گئے۔ قبیلہ ثقیف کی فوجیں بڑی بہادری کے ساتھ جم کر مسلمانوں سے لڑتی رہیں۔ یہاں تک کہ ان کے ستر بہادر کٹ گئے۔ لیکن جب ان کا علمبردار عثمان بن عبداللہ قتل ہو گیا تو ان کے پاؤں بھی اُکھڑ گئے۔ اور فتح مبین نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں کا بوسہ لیا اور کثیر تعداد و مقدار میں مال غنیمت ہاتھ آیا۔[1] (بخاری ج۲ص۶۲۱ غزوۂ طائف)

یہی وہ مضمون ہے جس کو قرآن حکیم نے نہایت مؤثر انداز میں بیان فرمایا کہ

---

[1] ……المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب غزوة حنین، ج۳، ص۴۹۶۔۵۳۰ ملخصاً و مدارج النبوت، قسم سوم، باب ہشتم، ج۲، ص۳۰۸

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ	اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت
كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا	پر نازاں تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی
وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا	اور زمین اتنی وسیع ہونے کے باوجود تم پر
رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ	تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے
اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ	پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول
وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا	اور مسلمانوں پر اور ایسے لشکروں کو اتار دیا
لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ	جو تمہیں نظر نہیں آئے اور کافروں کو عذاب
كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ	دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔
الْكٰفِرِيْنَ ۝ [1] (توبہ)	

حنین میں شکست کھا کر کفار کی فوجیں بھاگ کر کچھ تو ''اوطاس'' میں جمع ہوگئیں اور کچھ ''طائف'' کے قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہوگئیں۔ اس لئے کفار کی فوجوں کو مکمل طور پر شکست دینے کے لئے ''اوطاس'' اور ''طائف'' پر بھی حملہ کرنا ضروری ہوگیا۔

جنگ اوطاس

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں تھوڑی سی فوج ''اوطاس'' کی طرف بھیج دی۔ درید بن الصمہ کئی ہزار کی فوج لے کر نکلا۔ درید بن الصمہ کے بیٹے نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر ایک تیر مارا حضرت ابو عامر اشعری حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا تھے۔ اپنے چچا کو زخمی دیکھ کر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑ کر اپنے چچا کے پاس آئے اور

1 ……پ ۱۰، التوبۃ: ۲۶

پوچھا کہ چچا جان! آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟ تو حضرت ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ سے بتایا کہ وہ شخص میرا قاتل ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوش میں بھرے ہوئے اس کافر کو قتل کرنے کے لئے دوڑے تو وہ بھاگ نکلا۔ مگر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا پیچھا کیا اور یہ کہہ کر کہ اے او بھاگنے والے! کیا تجھ کو شرم اور غیرت نہیں آتی؟ جب اس کافر نے یہ گرم گرم طعنہ سنا تو ٹھہر گیا پھر دونوں میں تلوار کے دو دو ہاتھ ہوئے اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر اس کو قتل کر کے دم لیا۔ پھر اپنے چچا کے پاس آئے اور خوشخبری سنائی کہ چچا جان! خدا نے آپ کے قاتل کا کام تمام کر دیا۔ پھر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچا کے زانو سے وہ تیر کھینچ کر نکالا تو چونکہ زہر میں بجھایا ہوا تھا اس لئے زخم سے بجائے خون کے پانی بہنے لگا۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جگہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوج کا سپہ سالار بنایا اور یہ وصیت کی کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا اور میرے لئے دعا کی درخواست کرنا۔ یہ وصیت کی اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب اس جنگ سے فارغ ہو کر میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اپنے چچا کا سلام اور پیغام پہنچایا تو اس وقت تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بان کی چارپائی پر تشریف فرما تھے اور آپ کی پشت مبارک اور پہلوئے اقدس میں بان کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے پانی منگا کر وضو فرمایا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اونچا اٹھایا کہ میں نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھ لی اور اس طرح آپ نے دعا مانگی کہ ''یا اللہ! عزوجل تو ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیامت کے دن بہت سے انسانوں سے زیادہ بلند مرتبہ بنا دے۔'' یہ کرم دیکھ کر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا

کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے لئے بھی دعا فرما دیجئے؟ تو یہ دعا فرمائی کہ ''یا اللہ! عزوجل تو عبداللہ بن قیس کے گناہوں کو بخش دے اور اس کو قیامت کے دن عزت والی جگہ میں داخل فرما۔'' عبداللہ بن قیس حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے۔[1] (بخاری ج۲ص۶۱۹غزوۂ اوطاس)

بہر کیف حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درید بن الصمہ کے بیٹے کو قتل کر دیا اور اسلامی علم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ درید بن الصمہ بڑھاپے کی وجہ سے ایک ہودج پر سوار تھا۔ اس کو حضرت ربیعہ بن رفیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اسی کی تلوار سے قتل کر دیا۔ اس کے بعد کفار کی فوجوں نے ہتھیار ڈال دیا اور سب گرفتار ہو گئے۔ ان قیدیوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی بہن حضرت ''شیماء'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ یہ حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔ جب لوگوں نے ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے نبی کی بہن ہوں۔ مسلمان ان کو شناخت کے لئے بارگاہ نبوت میں لائے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو پہچان لیا اور جوشِ محبت میں آپ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور آپ نے اپنی چادر مبارک زمین پر بچھا کر ان کو بٹھایا اور کچھ اونٹ کچھ بکریاں ان کو دے کر فرمایا کہ تم آزاد ہو۔ اگر تمہارا جی چاہے تو میرے گھر پر چل کر رہو اور اگر اپنے گھر جانا چاہو تو میں تم کو وہاں پہنچا دوں۔ انہوں نے اپنے گھر جانے کی خواہش ظاہر کی تو نہایت ہی عزت و احترام کے ساتھ وہ ان کے قبیلے میں پہنچا دی گئیں۔[2] (طبری ج۳ص۲۶۸)

---

1 ...... المواھب اللدنیة وشرح الزرقانی، باب غزوة اوطاس، ج۳، ص ۵۳۲۔۵۳۶ ملخصاً
وصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة اوطاس، الحدیث ۴۳۲۳، ج۳، ص۱۱۳

2 ...... المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، باب غزوة اوطاس، ج۳، ص ۵۳۳

طائف کا محاصرہ

یہ تحریر کیا جاچکا ہے کہ حنین سے بھاگنے والی کفار کی فوجیں کچھ تو اوطاس میں جا کر ٹھہری تھیں اور کچھ طائف کے قلعہ میں جا کر پناہ گزیں ہوگئی تھیں۔ اوطاس کی فوجیں تو آپ پڑھ چکے کہ وہ شکست کھا کر ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوگئیں اور سب گرفتار ہو گئیں۔ لیکن طائف میں پناہ لینے والوں سے بھی جنگ ضروری تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حنین اور اوطاس کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو ''مقام جعرانہ'' میں جمع کر کے طائف کا رخ فرمایا۔

طائف خود ایک بہت ہی محفوظ شہر تھا جس کے چاروں طرف شہر پناہ کی دیوار بنی ہوئی تھی اور یہاں ایک بہت ہی مضبوط قلعہ بھی تھا۔ یہاں کا رئیس اعظم عروہ بن مسعود ثقفی تھا جو ابوسفیان کا داماد تھا۔ یہاں ثقیف کا جو خاندان آباد تھا وہ عزت و شرافت میں قریش کا ہم پلہ شمار کیا جاتا تھا۔ کفار کی تمام فوجیں سال بھر کا راشن لے کر طائف کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوگئی تھیں۔ اسلامی افواج نے طائف پہنچ کر شہر کا محاصرہ کرلیا مگر قلعہ کے اندر سے کفار نے اس زور وشور کے ساتھ تیروں کی بارش شروع کر دی کہ لشکر اسلام اس کی تاب نہ لا سکا اور مجبوراً اس کو پسپا ہونا پڑا۔ اٹھارہ دن تک شہر کا محاصرہ جاری رہا مگر طائف فتح نہیں ہوسکا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب جنگ کے ماہروں سے مشورہ فرمایا تو حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائے گی لیکن اگر چھوڑ دی جائے تو بھی اس سے کوئی اندیشہ نہیں۔'' یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم دے دیا۔[1] (زرقانی ج ۳ ص ۳۳)

1 ...... المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب غزوة الطائف، ج ٤، ص ٦، ٧، ١٣ ملتقطاً

طائف کے محاصرہ میں بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور کل بارہ اصحاب شہید ہوئے سات قریش، چار انصار اور ایک شخص بنی لیث کے۔ زخمیوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی تھے یہ ایک تیر سے زخمی ہوگئے تھے۔ پھر اچھے بھی ہوگئے، لیکن ایک مدت کے بعد پھر ان کا زخم پھٹ گیا اور اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دور خلافت میں اِسی زخم سے ان کی وفات ہوگئی۔[1] (زرقانی ج۳ ص۳۰)

طائف کی مسجد

یہ مسجد جس کو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تعمیر کیا تھا ایک تاریخی مسجد ہے۔ اس جنگ طائف میں ازواجِ مطہرات میں سے دو ازواج ساتھ تھیں حضرت اُمِ سلمہ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہما ان دونوں کے لئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو خیمے گاڑے تھے اور جب تک طائف کا محاصرہ رہا آپ ان دونوں خیموں کے درمیان میں نمازیں پڑھتے رہے۔ جب بعد میں قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تو ان لوگوں نے اسی جگہ پر مسجد بنالی۔[2] (زرقانی ج۳ ص۳۱)

جنگ طائف میں بت شکنی

جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طائف کا ارادہ فرمایا تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا کہ وہ ''ذوالکفین'' کے بت خانہ کو برباد کر دیں۔ یہاں عمر بن حممہ دوسی کا بت تھا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت طفیل بن عمرو

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب غزوة الطائف، ج٤، ص٩
والسيرة النبوية لابن هشام، باب شهداء المسلمين في الطائف، ص٥٠٤

2 ......السيرة النبوية لابن هشام، باب الطريق الى الطائف، ص٥٠٢

دوسی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہاں جا کر بت خانہ کو منہدم کر دیا اور بت کو جلا دیا۔ بت کو جلاتے وقت وہ ان اشعار کو پڑھتے جاتے تھے:

يَاذَا الْكَفَيْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِكَا

اے ذالکفین ! میں تیرا بندہ نہیں ہوں

مِيْلَادُنَا اَقدم مِنْ مِيْلَادِكَا

میری پیدائش تیری پیدائش سے بڑی ہے

اِنِّیْ حَشَوْتُ النَّارَ فِیْ فُؤَادِكَا

میں نے تیرے دل میں آگ لگادی ہے

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالٰی عنہ چار دن میں اس مہم سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس طائف میں پہنچ گئے۔ یہ ''ذوالکفین'' سے قلعہ توڑنے کے آلات منجنیق وغیرہ بھی لائے تھے۔ چنانچہ اسلام میں سب سے پہلی یہی منجنیق ہے جو طائف کا قلعہ توڑنے کے لئے لگائی گئی۔ مگر کفار کی فوجوں نے تیراندازی کے ساتھ ساتھ گرم گرم لوہے کی سلاخیں پھینکنی شروع کر دیں اس وجہ سے قلعہ توڑنے میں کامیابی نہ ہو سکی۔[1] (زرقانی ج۳ ص۳۱)

اسی طرح حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھیجا کہ طائف کے اطراف میں جو جا بجا ثقیف کے بت خانے ہیں ان سب کو منہدم کر دیں۔ چنانچہ آپ نے ان سب بتوں اور بت خانوں کو توڑ پھوڑ کر مسمار و برباد کر دیا۔

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب حرق ذى الكفين، ج٤، ص٣، ٤
والمواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب غزوة الطائف، ص١٠

اور جب لوٹ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور بہت دیر تک ان سے تنہائی میں گفتگو فرماتے رہے، جس سے لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ص ۳۱۸)

طائف سے روانگی کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ قبیلہ ثقیف کے کفار کے لئے ہلاکت کی دعا فرما دیجئے۔ تو آپ نے دعا مانگی کہ " اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا وَّأْتِ بِھِمْ " یا اللہ! عزوجل ثقیف کو ہدایت دے اور انکو میرے پاس پہنچا دے۔ (مسلم ج۲ص ۳۰۷)

چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی یہ دعا مقبول ہوئی کہ قبیلہ ثقیف کا وفد مدینہ پہنچا اور پورا قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔[2]

مالِ غنیمت کی تقسیم

طائف سے محاصرہ اُٹھا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "جعرانہ" تشریف لائے۔ یہاں اموال غنیمت کا بہت بڑا ذخیرہ جمع تھا۔ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں، کئی من چاندی، اور چھ ہزار قیدی۔[3] (سیرت ابن ہشام ج۲ص ۴۸۸ و زرقانی)

اسیرانِ جنگ کے بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے رشتہ داروں کے آنے کا انتظار فرمایا۔ لیکن کئی دن گزرنے کے باوجود جب کوئی نہ آیا تو آپ نے مال غنیمت کو تقسیم فرما دینے کا حکم دے دیا مکہ اور اس کے اطراف کے نومسلم

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ھشتم، ج۲، ص۳۱۸

2 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب نبذة من قسم الغنائم...الخ، ج٤، ص١٨

3 ......السیرة النبویة لابن ھشام، باب امراموال ھوازن و سبایاھا...الخ، ص٥٠٤

والمواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب نبذة من قسم الغنائم...الخ، ج٤، ص١٩

رئیسوں کو آپ نے بڑے بڑے انعاموں سے نوازا۔ یہاں تک کہ کسی کو تین سو اونٹ، کسی کو دوسو اونٹ، کسی کو سو اونٹ انعام کے طور پر عطا فرما دیا۔ اسی طرح بکریوں کو بھی نہایت فیاضی کے ساتھ تقسیم فرمایا۔[1] (سیرت ابن ہشام ج۲ص ۴۸۹)

انصاریوں سے خطاب

جن لوگوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑے بڑے انعامات سے نوازا وہ عموماً مکہ والے نومسلم تھے۔ اس پر بعض نوجوان انصاریوں نے کہا کہ

''رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کو اس قدر عطا فرمارہے ہیں اور ہم لوگوں کا کچھ بھی خیال نہیں فرمارہے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے۔'' (بخاری ج۲ص ۶۲۰ غزوۂ طائف)

اور انصار کے کچھ نوجوانوں نے آپس میں یہ بھی کہا اور اپنی دل شکنی کا اظہار کیا کہ جب شدید جنگ کا موقع ہوتا ہے تو ہم انصاریوں کو پکارا جاتا ہے اور غنیمت دوسرے لوگوں کو دی جارہی ہے۔[2] (بخاری ج۲ص ۶۲۱ غزوۂ طائف)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ چرچا سنا تو تمام انصاریوں کو ایک خیمہ میں جمع فرمایا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ اے انصار! کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمارے سرداروں میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں کہا ہے۔ ہاں چند نئی عمر کے لڑکوں نے ضرور کچھ کہہ دیا ہے۔

---

1 ......السیرة النبویة لابن ھشام، باب امرأموال ھوازن وسبایاھا...الخ، ص ۵۰۶ والمواھب اللدنیة وشرح الزرقانی، باب نبذة من قسم الغنائم...الخ، ج ٤، ص ١٩

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف، الحدیث: ٤٣٣١، ٤٣٣٧، ج٣، ص١١٧ والمواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب نبذة من ...الخ، ج ٤، ص ٢٢-٢٤

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کو مخاطب فرما کرارشاد فرمایا کہ

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے میرے ذریعہ سے خدا نے تم کو ہدایت دی، تم متفرق اور پراگندہ تھے، خدا نے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق واتحاد پیدا فرمایا، تم مفلس تھے، خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو غنی بنادیا۔ (بخاری ج۲ص ۶۲۰ غزوۂ طائف)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرماتے جاتے تھے اور انصار آپ کے ہر جملہ کو سن کر یہ کہتے جاتے تھے کہ ''اللہ اور رسول کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے انصار! تم لوگ یوں مت کہو، بلکہ مجھ کو یہ جواب دو کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تو ہم لوگوں نے آپ کی تصدیق کی۔ جب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا تو ہم لوگوں نے آپ کو ٹھکانا دیا۔ جب آپ بے سروسامانی کی حالت میں آئے تو ہم نے ہر طرح سے آپ کی خدمت کی۔ لیکن اے انصاریو! میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں تم مجھے اس کا جواب دو۔ سوال یہ ہے کہ

کیا تم لوگوں کو یہ پسند نہیں کہ سب لوگ یہاں سے مال و دولت لے کر اپنے گھر جائیں اور تم لوگ اللہ کے نبی کو لے کر اپنے گھر جاؤ۔ خدا کی قسم! تم لوگ جس چیز کو لے کر اپنے گھر جاؤ گے وہ اس مال و دولت سے بہت بڑھ کر ہے جس کو وہ لوگ لے کر اپنے گھر جائیں گے۔

یہ سن کر انصار بے اختیار چیخ پڑے کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم اس پر راضی ہیں۔ ہم کو صرف اللہ عزوجل کا رسول چاہیے اور اکثر انصار کا تو یہ حال ہو گیا کہ وہ روتے روتے بے قرار ہو گئے اور آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کو سمجھایا کہ مکہ کے لوگ بالکل ہی نو مسلم ہیں۔ میں نے ان لوگوں کو جو کچھ دیا ہے یہ ان کے استحقاق کی بنا پر نہیں ہے بلکہ صرف ان کے دلوں میں اسلام کی اُلفت پیدا کرنے کی غرض سے دیا ہے، پھر ارشاد فرمایا کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا اور اگر تمام لوگ کسی وادی اور گھاٹی میں چلیں اور انصار کسی دوسری وادی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا۔[1]

(بخاری ج ۲ ص ۶۲۰ و ص ۶۲۱ غزوۂ طائف)

قیدیوں کی رہائی

آپ جب اموالِ غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو چکے تو قبیلہ بنی سعد کے رئیس زہیر ابوصرد چند معززین کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسیران جنگ کی رہائی کے بارے میں درخواست پیش کی۔ اس موقع پر زہیر ابوصرد نے ایک بہت مؤثر تقریر کی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے ہمارے خاندان کی ایک عورت حلیمہ کا دودھ پیا ہے۔ آپ نے جن عورتوں کو ان چھپروں میں قید کر رکھا ہے ان میں سے بہت سی آپ کی (رضاعی) پھوپھیاں اور بہت سی آپ کی خالائیں ہیں۔ خدا کی قسم! اگر عرب کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ نے ہمارے خاندان کی کسی عورت کا دودھ پیا ہوتا تو ہم کو اس سے بہت زیادہ امیدیں ہوتیں اور آپ سے تو اور بھی زیادہ ہماری توقعات وابستہ ہیں۔ لہٰذا آپ ان سب قیدیوں کو رہا کر دیجئے۔

---

1 ……صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف، الحدیث: ٤٣٣٠، ج٣، ص١١٦ والمواھب اللدنیۃ و شرح الزرقانی، باب نبذۃ من قسم الغنائم...الخ، ج٤، ص٢٣

زہیر کی تقریر سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت زیادہ متأثر ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ لوگوں کا بہت زیادہ انتظار کیا مگر آپ لوگوں نے آنے میں بہت زیادہ دیر لگا دی۔ بہر کیف میرے خاندان والوں کے حصہ میں جس قدر لونڈی غلام آئے ہیں۔ میں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔لیکن اب عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے وقت جب مجمع ہو تو آپ لوگ اپنی درخواست سب کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ نماز ظہر کے وقت ان لوگوں نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجمع کے سامنے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھ کو صرف اپنے خاندان والوں پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے سفارش کرتا ہوں کہ قیدیوں کو رہا کر دیا جائے یہ سن کر تمام انصار و مہاجرین اور دوسرے تمام مجاہدین نے بھی عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمارا حصہ بھی حاضر ہے۔آپ ان لوگوں کو بھی آزاد فرما دیں۔اس طرح دفعۃً چھ ہزار اسیران جنگ کی رہائی ہوگئی۔(1)

(سیرتِ ابن ہشام ج۴ ص۴۸۸ وص۴۸۹)

بخاری شریف کی روایت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس دنوں تک ''ہوازن'' کے وفد کا انتظار فرماتے رہے۔ جب وہ لوگ نہ آئے تو آپ نے مال غنیمت اور قیدیوں کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرما دیا۔اس کے بعد جب ''ہوازن'' کا وفد آیا اور انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کر کے یہ درخواست پیش کی کہ ہمارے مال اور قیدیوں کو واپس کر دیا جائے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سچی بات ہی پسند ہے۔ لہٰذا سن لو! کہ مال اور قیدی دونوں کو تو میں واپس نہیں کرسکتا۔ ہاں ان

1 ......السيرة النبوية لابن هشام، باب امر اموال هوازن ...الخ، ص٥٠٤ ملخصاً

دونوں میں سے ایک کو تم اختیار کرلو یا مال لے لو یا قیدی۔ یہ سن کر وفد نے قیدیوں کو واپس لینا منظور کیا۔ اس کے بعد آپ نے فوج کے سامنے ایک خطبہ پڑھا اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ

اے مسلمانو! یہ تمہارے بھائی تائب ہو کر آ گئے ہیں اور میری یہ رائے ہے کہ میں ان کے قیدیوں کو واپس کر دوں تو تم میں سے جو خوشی خوشی اس کو منظور کرے وہ اپنے حصہ کے قیدیوں کو واپس کر دے اور جو یہ چاہے کہ ان قیدیوں کے بدلے میں دوسرے قیدیوں کو لے کر ان کو واپس کرے تو میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ سب سے پہلے اللہ تعالٰی مجھے جو غنیمت عطا فرمائے گا میں اس میں سے اس کا حصہ دوں گا۔ یہ سن کر ساری فوج نے کہہ دیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہم سب نے خوشی خوشی سب قیدیوں کو واپس کر دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح پتا نہیں چلتا کہ کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی؟ لہٰذا تم لوگ اپنے اپنے چودھریوں کے ذریعہ مجھے خبر دو۔ چنانچہ ہر قبیلہ کے چودھریوں نے دربارِ رسالت میں آ کر عرض کر دیا کہ ہمارے قبیلہ والوں نے خوش دلی کے ساتھ اپنے حصہ کے قیدیوں کو واپس کر دیا ہے۔[1] (بخاری ج۱ ص۳۴۵ باب من ملک من العرب و بخاری ج۲ ص۳۰۹ باب الوکالۃ فی قضاء الدیون و بخاری ج۲ ص۶۱۸)

غیب داں رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہوازن کے وفد سے دریافت فرمایا کہ مالک بن عوف کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ ''ثقیف'' کے ساتھ طائف میں

1 ......صحیح البخاری، کتاب الوکالۃ،باب الوکالۃ...الخ، الحدیث:۲۳۰۷،۲۳۰۸،ج۲،ص۸۰

ہے۔آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مالک بن عوف کو خبر کردو کہ اگر وہ مسلمان ہوکر میرے پاس آجائے تو میں اس کا سارا مال اس کو واپس دے دوں گا۔اس کے علاوہ اس کو ایک سو اونٹ اور بھی دوں گا۔ مالک بن عوف کو جب یہ خبر ملی تو وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلمان ہوکر حاضر ہو گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا کل مال ان کے سپرد فرما دیا اور وعدہ کے مطابق ایک سو اونٹ اس کے علاوہ بھی عنایت فرمائے۔ مالک بن عوف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس خلق عظیم سے بے حد متأثر ہوئے اور آپ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا جس کے دو شعر یہ ہیں:

مَا اِنْ رَاَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ فِی النَّاسِ کُلِّهِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٖ

اَوْفٰی وَاَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ اِذَا اجْتُدِی وَمَتٰی تَشَأْ یُخْبِرُكَ عَمَّا فِیْ غَدٖ

یعنی تمام انسانوں میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل نہ میں نے دیکھا نہ سنا جو سب سے زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والے اور سب سے زیادہ مال کثیر عطا فرمانے والے ہیں۔اور جب تم چاہو ان سے پوچھ لو وہ کل آئندہ کی خبر تم کو بتا دیں گے۔(1)

روایت ہے کہ نعت کے یہ اشعار سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے خوش ہو گئے اور ان کے لئے کلمات خیر فرماتے ہوئے انہیں بطور انعام ایک حلہ بھی عنایت فرمایا۔

(سیرت ابن ہشام ج۴ ص۴۹۱ و مدارج ج۲ ص۳۲۴)

عمرۂ جِعرانہ

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جِعرانہ ہی سے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور احرام باندھ کر مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد پھر مدینہ واپس

---

1 ......السیرة النبویة لابن هشام،باب امر اموال هوازن و سبایا ها......الخ،ص٥٠٥

تشریف لے گئے اور ذوالقعدہ ۸ھ کو مدینہ میں داخل ہوئے۔(1)

۸ھ کے متفرق واقعات

{۱}اسی سال رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم سے پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان سے بے پناہ محبت تھی۔ تقریباً ڈیڑھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی۔

اتفاق سے جس دن ان کی وفات ہوئی سورج گرہن ہوا چونکہ عربوں کا عقیدہ تھا کہ کسی عظیم الشان انسان کی موت پر سورج گرہن لگتا ہے۔ اس لئے لوگوں نے یہ خیال کرلیا کہ یہ سورج گرہن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا نتیجہ ہے۔ جاہلیت کے اس عقیدہ کو دور فرمانے کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ چاند اور سورج میں کسی کی موت و حیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف جماعت کے ساتھ پڑھی۔(2) (بخاری ج ۱ ص ۱۴۲ ابواب الکسوف)

﴿۲﴾اسی سال حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی۔ یہ صاحبزادی صاحبہ حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منکوحہ تھیں۔ انہوں نے ایک فرزند جس کا نام ''علی'' تھا اور ایک لڑکی جن کا نام ''امامہ''

---

1 ......الکامل فی التاریخ،ذکر قسمة غنائم حنین،ج۲،ص۱٤٤،ملخصاً

2 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب ہشتم، ج۲، ص۳۲۵ مختصراً وصحیح البخاری، کتاب الکسوف، باب الصلوة فی الکسوف، الحدیث:۱۰٤۳،۱۰٤۸، ج۱، ص۳۵۷، وفتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الکسوف، باب الصلوة فی الکسوف الشمس، تحت الحدیث:۱۰٤۳، ج۲، ص٤۵۷

تھا، اپنے بعد چھوڑا۔ حضرت بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد آپ حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرلیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت پر عمل کیا۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۳۲۵)

﴿۳﴾ اسی سال مدینہ میں غلہ کی گرانی بہت زیادہ بڑھ گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے درخواست کی کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ غلہ کا بھاؤ مقرر فرمادیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلہ کی قیمت پر کنٹرول فرمانے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّزَّاقُ اللہ ہی بھاؤ مقرر فرمانے والا ہے وہی روزی کو تنگ کرنے والا، کشادہ کرنے والا، روزی رساں ہے۔[2]

(مدارج النبوۃ ج۲ ص۳۲۵)

﴿۴﴾ بعض مؤرخین کے بقول اسی سال مسجد نبوی میں منبر شریف رکھا گیا۔ اس سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے اور بعض مؤرخین کا قول ہے کہ منبر ۷ھ میں رکھا گیا۔ یہ منبر لکڑی کا بنا ہوا تھا جو ایک انصاری عورت نے بنوا کر مسجد میں رکھوایا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ میں اس منبر کو تبرکاً ملک شام لے جاؤں مگر انہوں نے جب اس کو اس کی جگہ سے ہٹایا تو اچانک سارے شہر میں ایسا اندھیرا چھا گیا کہ دن میں تارے نظر آنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت شرمندہ ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے معذرت خواہ ہوئے اور انہوں نے اس منبر کے نیچے تین سیڑھیوں کا اضافہ

---

1 ……مدارج النبوت، قسم سوم، باب ہشتم، ج۲، ص۳۲۵

2 ……مدارج النبوت، قسم سوم، باب ہشتم، ج۲، ص۳۲۵

کردیا۔ جس سے منبر نبوی کی تینوں پرانی سیڑھیاں اوپر ہو گئیں تا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے اب دوسرا کوئی خطیب ان پر قدم نہ رکھے۔ جب یہ منبر بہت زیادہ پرانا ہو کر انتہائی کمزور ہو گیا تو خلفاء عباسیہ نے بھی اس کی مرمت کرائی۔ (1) (مدارج النبوۃ ج۲ص۳۲۷)

﴿۵﴾ اسی سال قبیلہ عبدالقیس کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو خوش آمدید کہا اور ان لوگوں کے حق میں یوں دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! عزوجل تو عبدالقیس کو بخش دے'' جب یہ لوگ بارگاہ رسالت میں پہنچے تو اپنی سواریوں سے کود کر دوڑ پڑے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس قدم کو چومنے لگے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو منع نہیں فرمایا۔ (2) (مدارج النبوۃ ج۲ص۳۳۰)

توبہ کی فضیلت

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان رحمت نشان ہے: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(سنن ابن ماجه حديث ٤٢٥٠ ص٢٧٣٥)

---

1. ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب هشتم، ج۲، ص۳۲۶،۳۲۷ ملتقطاً
2. ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب هشتم، ج۲، ص۳۲۸۔۳۳۰ ملخصاً

چودھواں باب

ہجرت کا نواں سال

۹ھ

۹ھ بہت سے واقعاتِ عجیبہ سے لبریز ہے۔ لیکن چند واقعات بہت ہی اہم ہیں جنکو مؤرخین نے بہت ہی بسط و تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ہم ان واقعات کو اپنی مختصر کتاب میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ الگ الگ عنوانوں کے ساتھ قلمبند کرتے ہیں۔

آیت تخییر و ایلاء

''تخییر'' اور ''ایلاء'' یہ شریعت کے دو اصطلاحی الفاظ ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کو اپنی طرف سے یہ اختیار دے دے کہ وہ چاہے تو طلاق لے لے اور چاہے تو اپنے شوہر ہی کے نکاح میں رہ جائے اس کو ''تخییر'' کہتے ہیں۔ اور ''ایلاء'' یہ ہے کہ شوہر یہ قسم کھا لے کہ میں اپنی بیوی سے صحبت نہیں کروں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن سے ناراض ہو کر ایک مہینہ کا ''ایلاء'' فرمایا یعنی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ قسم کھا لی کہ میں ایک ماہ تک اپنی ازواج مقدسہ سے صحبت نہیں کروں گا۔ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی تمام مقدس بیویوں کو طلاق حاصل کرنے کا اختیار بھی سونپ دیا مگر کسی نے بھی طلاق لینا پسند نہیں کیا۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ناراضگی اور عتاب کا سبب کیا تھا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ''تخییر و ایلاء'' کیوں فرمایا؟ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدس بیویاں تقریباً سب مالدار اور بڑے گھرانوں کی لڑکیاں تھیں۔ ''حضرت ام حبیبہ'' رضی اللہ تعالٰی عنہا رئیس مکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ''حضرت

جویریہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبیلہ بنی المصطلق کے سردار اعظم حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔ ''حضرت صفیہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنونضیر اور خیبر کے رئیس اعظم حیی بن اخطب کی نور نظر تھیں۔ ''حضرت عائشہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیاری بیٹی تھیں۔ ''حضرت حفصہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چہیتی صاحبزادی تھیں۔ ''حضرت زینب بنت جحش'' اور'' حضرت اُمِ سلمہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی خاندانِ قریش کے اونچے اونچے گھروں کی ناز ونعمت میں پلی ہوئی لڑکیاں تھیں۔ ظاہر ہے کہ یہ امیر زادیاں بچپن سے امیرانہ زندگی اور رئیسانہ ماحول کی عادی تھیں اور ان کا رہن سہن، خورد ونوش، لباس و پوشاک سب کچھ امیر زادیوں کی رئیسانہ زندگی کا آئینہ دار تھا اور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی بالکل ہی زاہدانہ اور دنیوی تکلفات سے یکسر بے گانہ تھی۔ دو دو مہینے کا شانہ نبوت میں چولھا نہیں جلتا تھا۔ صرف کھجور اور پانی پر پورے گھرانے کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ لباس و پوشاک میں بھی پیغمبرانہ زندگی کی جھلک تھی مکان اور گھر کے ساز وسامان میں بھی نبوت کی سادگی نمایاں تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سرمایہ کا اکثر و بیشتر حصہ اپنی امت کے غربا وفقراء پر صرف فرما دیتے تھے اور اپنی ازواجِ مطہرات کو بقدرِ ضرورت ہی خرچ عطا فرماتے تھے جو ان رئیس زادیوں کے حسب خواہ زیب وزینت اور آرائش وزیبائش کے لئے کافی نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے کبھی کبھی ان امت کی ماؤں کا پیمانہ صبر وقناعت لبریز ہو کر چھلک جاتا تھا اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مزید رقموں کا مطالبہ اور تقاضا کرنے لگتی تھیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے متفقہ طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے اخراجات میں اضافہ فرمائیں۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

کی یہ ادائیں مہر نبوت کے قلب نازک پر بار گزریں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سکونِ خاطر میں اس قدر خلل انداز ہوئیں کہ آپ نے برہم ہو کر یہ قسم کھالی کہ ایک مہینہ تک ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے نہ ملیں گے۔ اس طرح ایک ماہ کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''ایلاء'' فرمالیا۔

عجیب اتفاق کہ انہی ایام میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے جس سے آپ کی مبارک پنڈلی میں موچ آ گئی۔ اس تکلیف کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بالا خانہ پر گوشہ نشینی اختیار فرمالی اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے واقعات کے قرینوں سے یہ قیاس آرائی کر لی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تمام مقدس بیویوں کو طلاق دے دی اور یہ خبر جو بالکل ہی غلط تھی بجلی کی طرح پھیل گئی۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رنج و غم سے پریشان حال اور اس صدمہ جانکاہ سے نڈھال ہونے لگے۔

اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ بخاری شریف کی متعدد روایات میں مفصل طور پر مذکور ہیں۔ ان واقعات کا بیان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زَبان سے سنیے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں اور میرا ایک پڑوسی جو انصاری تھا ہم دونوں نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا کہ ہم دونوں ایک ایک دن باری باری سے بارگاہ رسالت میں حاضری دیا کریں گے اور دن بھر کے واقعات سے ایک دوسرے کو مطلع کرتے رہیں گے۔ ایک دن کچھ رات گزرنے کے بعد میرا پڑوسی انصاری آیا اور زور زور سے میرا دروازہ پیٹنے اور چلا چلا کر مجھے پکارنے لگا۔ میں نے گھبرا کر دروازہ کھولا تو اس نے کہا کہ آج غضب ہو گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا غسانیوں نے مدینہ پر

حملہ کر دیا؟ (ان دنوں شام کے غسانی مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کررہے تھے۔) انصاری نے جواب دیا کہ اجی اس سے بھی بڑھ کر حادثہ رونما ہو گیا۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی تمام بیویوں کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ میں اس خبر سے بے حد مُتوحّش ہو گیا اور علی الصباح میں نے مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی میں نماز فجر ادا کی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے ہی بالاخانہ پر جا کر تنہا تشریف فرما ہو گئے اور کسی سے کوئی گفتگو نہیں فرمائی۔ میں مسجد سے نکل کر اپنی بیٹی حفصہ کے گھر گیا تو دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میں نے پہلے ہی تم کو سمجھا دیا تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تنگ مت کیا کرو اور تمہارے اخراجات میں جو کمی ہوا کرے وہ مجھ سے مانگ لیا کرو مگر تم نے میری بات پر دھیان نہیں دیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سبھوں کو طلاق دے دی ہے؟ حفصہ نے کہا میں کچھ نہیں جانتی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاخانہ پر ہیں آپ ان سے دریافت کریں۔ میں وہاں سے اُٹھ کر مسجد میں آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بھی دیکھا کہ وہ منبر کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھا لیکن میری طبیعت میں سکون وقرار نہیں تھا۔ اس لئے میں اُٹھ کر بالاخانہ کے پاس آیا اور پہرہ دار غلام ''رباح'' سے کہا کہ تم میرے لئے اندر آنے کی اجازت طلب کرو۔ رباح نے لوٹ کر جواب دیا کہ میں نے عرض کر دیا لیکن آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری اُلجھن اور بے تابی اور زیادہ بڑھ گئی اور میں نے دربان سے دوبارہ اجازت طلب کرنے کی درخواست کی پھر بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ تو میں نے بلند آواز سے کہا کہ اے رباح! تم میرا نام لے کر اجازت طلب کرو۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ خیال ہو کہ میں

اپنی بیٹی حفصہ کے لئے کوئی سفارش لے کر آیا ہوں۔ تم عرض کر دو کہ خدا کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجھے حکم فرمائیں تو میں ابھی ابھی اپنی تلوار سے اپنی بیٹی حفصہ کی گردن اڑا دوں۔ اس کے بعد مجھ کو اجازت مل گئی جب میں بارگاہِ رسالت میں باریاب ہوا تو میری آنکھوں نے یہ منظر دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک کھری بان کی چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم نازک پر بان کے نشان پڑے ہوئے ہیں پھر میں نے نظر اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک طرف تھوڑے سے ''جو'' رکھے ہوئے تھے اور ایک طرف ایک کھال کھونٹی پر لٹک رہی تھی۔ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خزانہ کی یہ کائنات دیکھ کر میرا دل بھر آیا اور میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میرے رونے کا سبب پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس سے بڑھ کر رونے کا اور کونسا موقع ہوگا؟ کہ قیصر و کسریٰ خدا کے دشمن تو نعمتوں میں ڈوبے ہوئے عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خدا کے رسول معظم ہوتے ہوئے اس حالت میں ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت!

اس کے بعد میں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مانوس کرنے کے لئے کچھ اور بھی گفتگو کی یہاں تک کہ میری بات سن کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لب انور پر تبسم کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اس وقت میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کیا آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کو طلاق دے دی ہے؟ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''نہیں'' مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ فرطِ مسرت سے میں نے تکبیر کا نعرہ مارا۔ پھر میں نے یہ گزارش کی یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم مسجد میں غم کے مارے بیٹھے رو رہے ہیں اگر اجازت ہو تو میں جا کر ان لوگوں کو مطلع کر دوں کہ طلاق کی خبر سراسر غلط ہے۔ چنانچہ مجھے اس کی اجازت مل گئی اور میں نے جب آ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کی خبر دی تو سب لوگ خوش ہو کر ہشاش بشاش ہو گئے اور سب کو سکون و اطمینان حاصل ہو گیا۔

جب ایک مہینہ گزر گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم پوری ہو گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالا خانہ سے اتر آئے اس کے بعد ہی آیت تخییر نازل ہوئی جو یہ ہے:

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ اِنۡ	اے نبی! اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ
کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَزِیۡنَتَھَا	اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی آرائش چاہتی
فَتَعَالَیۡنَ اُمَتِّعۡکُنَّ وَاُسَرِّحۡکُنَّ	ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی
سَرَاحًا جَمِیۡلًا ۝ وَاِنۡ کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ	طرح چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس
اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ فَاِنَّ	کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو
اللّٰہَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡکُنَّ اَجۡرًا	بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں
عَظِیۡمًا ۝[1] (احزاب)	کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

ان آیاتِ بینات کا ماحصل اور خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداوندِ قدوس نے یہ حکم دیا کہ آپ اپنی مقدس بیویوں کو مطلع فرما دیں کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں۔ ایک دنیا کی زینت و آرائش دوسری آخرت کی نعمت۔ اگر تم دنیا کی زیب و زینت چاہتی ہو تو پیغمبر کی زندگی چونکہ بالکل ہی زاہدانہ زندگی ہے اس لئے پیغمبر کے گھر میں تمہیں یہ دنیوی زینت و آرائش تمہاری مرضی کے مطابق نہیں

1 ......پ ۲۱، الاحزاب: ۲۸

مل سکتی، لہٰذا تم سب مجھ سے جدائی حاصل کرلو۔ میں تمہیں رخصتی کا جوڑا پہنا کر اور کچھ مال دے کر رخصت کردوں گا۔ اور اگر تم خدا و رسول اور آخرت کی نعمتوں کی طلب گار ہو تو پھر رسولِ خدا کے دامنِ رحمت سے چمٹی رہو۔ خدا عزوجل نے تم نیکوکاروں کے لئے بہت ہی بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے جو تم کو آخرت میں ملے گا۔

(بخاری کتاب الطلاق کتاب العلم۔ کتاب اللباس باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجہا)

اس آیت کے نزول کے بعد سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک بات رکھتا ہوں مگر تم اس کے جواب میں جلدی مت کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر کے مجھے جواب دینا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مذکورہ بالا تخییر کی آیت تلاوت فرما کر ان کو سنائی تو انہوں نے برجستہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فَفِیْ اَیِّ ھٰذَا اَسْتَامِرُ اَبَوَیَّ فَاِنِّیْ اُرِیْدُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ [1] (بخاری ج ۲ ص ۷۹۲ باب من خیر نساءہ)

اس معاملہ میں بھلا میں کیا اپنے والدین سے مشورہ کروں میں اللہ اور اسکے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کو الگ الگ آیت تخییر سنا سنا کر سب کو اختیار دیا اور سب نے وہی جواب دیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جواب دیا تھا۔

اللہ اکبر! یہ واقعہ اس بات کی آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات سے کس قدر عاشقانہ شیفتگی

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب وان کنتن ... الخ، الحدیث: ۴۷۸۶، ج ۳، ص ۳۰۲

اور والہانہ محبت تھی کہ کئی کئی سوکنوں کی موجودگی اور خانہ نبوت کی سادہ اور زاہدانہ طرزِ معاشرت اور تنگی ترشی کی زندگی کے باوجود یہ رئیس زادیاں ایک لمحہ کے لئے بھی رسول کے دامن رحمت سے جدائی گوارا نہیں کرسکتی تھیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

احادیث کی روایتوں اور تفسیروں میں ''ایلاء'' آیت ''تخییر'' اور حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ''مظاہرہ'' ان واقعات کو عام طور پر الگ الگ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ گویا یہ مختلف زمانوں کے مختلف واقعات ہیں۔ اس سے ایک کم علم و کم فہم اور ظاہر بین انسان کو یہ دھوکہ ہوسکتا ہے کہ شاید رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہرات کے تعلقات خوشگوار نہ تھے اور کبھی ''ایلاء'' کبھی ''تخییر'' کبھی ''مظاہرہ'' ہمیشہ ایک نہ ایک جھگڑا ہی رہتا تھا لیکن اہل علم پر مخفی نہیں کہ یہ تینوں واقعات ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کی چند روایات خصوصاً بخاری کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجہا میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی جو مفصل روایت ہے، اس میں صاف طور پر یہ تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایلاء کرنا اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن سے الگ ہو کر بالا خانہ پر تنہا نشینی کر لینا، حضرت عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کا مظاہرہ کرنا، آیت تخییر کا نازل ہونا، یہ سب واقعات ایک دوسرے سے منسلک اور جڑے ہوئے ہیں اور ایک ہی وقت میں یہ سب واقع ہوئے ہیں۔ ورنہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کے خوشگوار تعلقات جس قدر عاشقانہ اُلفت و محبت کے آئینہ دار رہے ہیں قیامت تک اس کی مثال نہیں مل سکتی اور نبوت کی مقدس زندگی کے بے شمار واقعات اس اُلفت و محبت کے تعلقات پر گواہ ہیں۔

جو احادیث و سیرت کی کتابوں میں آسمان کے ستاروں کی طرح چمکتے اور داستانِ عشق و محبت کے چمنستانوں میں موسم بہار کے پھولوں کی طرح مہکتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہِ الطَّاھِرَاتِ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

عاملوں کا تقرر

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ۹ھ محرم کے مہینے میں زکوٰۃ و صدقات کی وصولی کے لئے عاملوں اور محصّلوں کو مختلف قبائل میں روانہ فرمایا۔ان امراء و عاملین کی فہرست میں مندرجِ ذیل حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جن کو ابن سعد نے ذکر فرمایا ہے۔

﴿۱﴾ حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بنی تمیم کی طرف

﴿۲﴾ حضرت یزید بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اسلم و غفار //

﴿۳﴾ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سلیم و مزینہ //

﴿۴﴾ حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جہینہ کی طرف

﴿۵﴾ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بنی فزارہ //

﴿۶﴾ حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بنی کلاب //

﴿۷﴾ حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بنی کعب //

﴿۸﴾ حضرت ابن اللبتیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بنی ذبیان //

﴿۹﴾ حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو صنعاء //

﴿۱۰﴾ حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرموت //

﴿۱۱﴾ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو	قبیلہ طی و بنی اسعد	//
﴿۱۲﴾ حضرت مالک بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو	بنی حنظلہ	//
﴿۱۳﴾ حضرت زبرقان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو	بنی سعد کے نصف حصہ	//
﴿۱۴﴾ حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو	//	//
﴿۱۵﴾ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو	بحرین	//
﴿۱۶﴾ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو	نجران	//

یہ حضور شہنشاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امراء اور عاملین ہیں جن کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصدقات و جزیہ وصول کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔

(اصح السیر ص ۳۳۵)

بنی تمیم کا وفد

محرم ۹ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بشر بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی خزاعہ کے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے صدقات وصول کر کے جمع کئے کہ ناگہاں ان پر بنی تمیم نے حملہ کر دیا وہ اپنی جان بچا کر کسی طرح مدینہ آ گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی تمیم کی سرکوبی کے لئے حضرت عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس سواروں کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے بنی تمیم پر ان کے صحرا میں حملہ کر کے ان کے گیارہ مردوں، اکیس عورتوں اور تیس لڑکوں کو گرفتار کر لیا اور ان سب قیدیوں کو مدینہ لائے۔[1] (زرقانی ج ۳ ص ۴۳)

---

[1]......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب البعث الى بني تميم، ج ٤، ص ٣٠، ٣١ ملخصاً و مدارج النبوت، قسم سوم، باب نهم، ج ٢، ص ٣٣١ ملخصاً

اس کے بعد بنی تمیم کا ایک وفد مدینہ آیا جس میں اس قبیلے کے بڑے بڑے سردار تھے اور ان کا رئیس اعظم اقرع بن حابس اور ان کا خطیب ''عطارد'' اور شاعر ''زبرقان بن بدر'' بھی اس وفد میں ساتھ آئے تھے۔ یہ لوگ دندناتے ہوئے کاشانہ نبوت کے پاس پہنچ گئے اور چلانے لگے کہ آپ نے ہماری عورتوں اور بچوں کو کس جرم میں گرفتار کر رکھا ہے۔

اس وقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ ہر چند حضرت بلال اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان لوگوں کو منع کیا کہ تم لوگ کاشانۂ نبوی کے پاس شور نہ مچاؤ۔ نماز ظہر کے لئے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لانے والے ہیں۔ مگر یہ لوگ ایک نہ مانے شور مچاتے ہی رہے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لا کر مسجد نبوی میں رونق افروز ہوئے تو بنی تمیم کا رئیس اعظم اقرع بن حابس بولا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم گفتگو کریں کیونکہ ہم وہ لوگ ہیں کہ جس کی مدح کر دیں وہ مزین ہو جاتا ہے اور ہم لوگ جس کی مذمت کر دیں وہ عیب سے داغدار ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ غلط کہتے ہو۔ یہ خداوند تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ اس کی مدح زینت اور اس کی مذمت داغ ہے تم لوگ یہ کہو کہ تمہارا مقصد کیا ہے؟ یہ سن کر بنی تمیم کہنے لگے کہ ہم اپنے خطیب اور اپنے شاعر کو لے کر یہاں آئے ہیں تا کہ ہم اپنے قابل فخر کارناموں کو بیان کریں اور آپ اپنے مفاخر کو پیش کریں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ میں شعر و شاعری کے لئے بھیجا گیا ہوں نہ اس طرح کی مفاخرت کا مجھے خدا عزوجل کی طرف سے حکم ملا ہے۔ میں تو خدا کا رسول

ہوں اس کے باوجود اگر تم یہی کرنا چاہتے ہو تو میں تیار ہوں۔

یہ سنتے ہی اقرع بن حابس نے اپنے خطیب عطارد کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کھڑے ہو کر اپنے مفاخر اور اپنے آباء واجداد کے مناقب پر بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ایک دھواں دھار خطبہ پڑھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کے خطیب حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دینے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے اٹھ کر برجستہ ایسا فصیح و بلیغ اور موثر خطبہ دیا کہ بنی تمیم ان کے زورِ کلام اور مفاخر کی عظمت سن کر دنگ رہ گئے۔ اور ان کا خطیب عطارد بھی ہکا بکا ہو کر شرمندہ ہو گیا پھر بنی تمیم کا شاعر ''زبرقان بن بدر'' اٹھا اور اس نے ایک قصیدہ پڑھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشارہ فرمایا تو انہوں نے فی البدیہہ ایک ایسا مرصع اور فصاحت و بلاغت سے معمور قصیدہ پڑھ دیا کہ بنی تمیم کا شاعر اُلو بن گیا۔ بالآخر اقرع بن حابس کہنے لگا کہ خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو غیب سے ایسی تائید و نصرت حاصل ہوگئی ہے کہ ہر فضل و کمال ان پر ختم ہے۔ بلا شبہ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر ان لوگوں کی درخواست پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے قیدیوں کو رہا فرما دیا اور یہ لوگ اپنے قبیلے میں واپس چلے گئے۔ انہی لوگوں کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی کہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ۝ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝[1] (حجرات)

بے شک وہ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

[2](مدارج النبوۃ ج۲ص۳۳۲وزرقانی ج۳ص۴۴)

حاتم طائی کی بیٹی اور بیٹا مسلمان

ربیع الآخر ۹ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں ایک سو پچاس سواروں کو اس لئے بھیجا کہ وہ قبیلہ ''طی'' کے بت خانہ کو گرا دیں۔ ان لوگوں نے شہر فلس میں پہنچ کر بت خانہ کو منہدم کر ڈالا اور کچھ اونٹوں اور بکریوں کو پکڑ کر اور چند عورتوں کو گرفتار کر کے یہ لوگ مدینہ لائے۔ان قیدیوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔حاتم طائی کا بیٹا عدی بن حاتم بھاگ کر ملکِ شام چلا گیا۔حاتم طائی کی لڑکی جب بارگاہ رسالت میں پیش کی گئی تو اس نے کہا یارسول اللہ!(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں ''حاتم طائی'' کی لڑکی ہوں۔میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور میرا بھائی ''عدی بن حاتم'' مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔میں ضعیفہ ہوں آپ مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو چھوڑ دیا اور سفر کے لئے ایک اونٹ بھی عنایت فرمایا۔یہ مسلمان ہو کر اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس پہنچی اور اس کو حضور

---

1 ……پ۲۶،الحجرات:۴،۵

2 ……المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب البعث الى بني تميم،ج۴،ص۳۱،۳۴ ملخصاً ومدارج النبوت، قسم سوم، باب نهم، ج۲، ص۳۳۱،۳۳۲ ملخصاً

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ نبوت سے آ گاہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت زیادہ تعریف کی۔ عدی بن حاتم اپنی بہن کی زبانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق عظیم اور عاداتِ کریمہ کے حالات سن کر بے حد متاثر ہوئے اور بغیر کوئی امان طلب کئے ہوئے مدینہ حاضر ہو گئے۔ لوگوں نے بارگاہ نبوت میں یہ خبر دی کہ عدی بن حاتم آ گیا ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتہائی کریمانہ انداز سے عدی بن حاتم کے ہاتھ کو اپنے دستِ رحمت میں لے لیا اور فرمایا کہ اے عدی! تم کس چیز سے بھاگے؟ کیا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنے سے تم بھاگے؟ کیا خدا کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے؟ عدی بن حاتم نے کہا کہ ''نہیں'' پھر کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے ان کے اسلام قبول کرنے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قدر خوشی ہوئی کہ فرطِ مسرت سے آپ کا چہرۂ انور چمکنے لگا اور آپ نے ان کو خصوصی عنایات سے نوازا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے باپ حاتم کی طرح بہت ہی سخی تھے۔ حضرت امام احمد ناقل ہیں کہ کسی نے ان سے ایک سو درہم کا سوال کیا تو یہ خفا ہو گئے اور کہا کہ تم نے فقط ایک سو درہم ہی مجھ سے مانگا تم نہیں جانتے کہ میں حاتم کا بیٹا ہوں خدا کی قسم! میں تم کو اتنی حقیر رقم نہیں دوں گا۔

یہ بہت ہی شاندار صحابی ہیں، خلافت صدیق اکبر میں جب بہت سے قبائل نے اپنی زکوٰۃ روک دی اور بہت سے مرتد ہو گئے یہ اس دور میں بھی پہاڑ کی طرح اسلام پر ثابت قدم رہے اور اپنی قوم کی زکوٰۃ لا کر بارگاہ خلافت میں پیش کی اور عراق کی فتوحات اور دوسرے اسلامی جہادوں میں مجاہد کی حیثیت سے شریک ہوئے اور ۶۸ھ میں ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وصال فرمایا اور صحاح ستہ کی ہر کتاب میں آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیثیں مذکور ہیں ۔ [1]

(زرقانی ج ۳ ص ۵۳ و مدارج ج ۲ ص ۳۴۷)

غزوۂ تبوک

''تبوک'' مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ ''تبوک'' ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ ''تبوک'' ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں!

یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو ''جیش العسرۃ'' (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام ''غزوہ فاضحہ'' (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رجب ۹ ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔ [2] (زرقانی ج ۳ ص ۶۳)

غزوۂ تبوک کا سبب

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کرلیا۔ چنانچہ ملک شام کے جو سوداگر روغن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔ انہوں

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، هدم صنم طیء، ج٤، ص٤٨ ـ ٥٠

2 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نهم، ج٢، ص٣٤٣ ـ ٣٤٤ و المواهب اللدنية و شرح الزرقانی، باب ثم غزوة تبوك، ج٤، ص٦٥ ـ ٦٧ ملخصاً

نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملکِ شام میں بہت بڑی فوج جمع کر دی ہے۔ اوراس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائل لخم و جذام اور غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔ ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چرچا تھا اور رومیوں کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ اس وقت حجازِ مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہات سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کارِ خیر کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔(1)

فہرست چندہ دہندگان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنا سارا مال اور گھر کا تمام اثاثہ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی لا کر بارگاہ نبوت میں پیش کر دیئے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنا آدھا مال اس چندہ میں دے دیا۔ منقول ہے کہ حضرت عمر

(1)......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني ، باب ثم غزوة تبوك، ج٤، ص٦٨ ـ ٧٢

رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنا نصف مال لے کر بارگاہ اقدس میں چلے تو اپنے دل میں یہ خیال کر کے چلے تھے کہ آج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا کیونکہ اس دن کاشانۂ فاروق میں اتفاق سے بہت زیادہ مال تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر! کتنا مال یہاں لائے اور کس قدر گھر پر چھوڑا؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آدھا مال حاضر خدمت ہے اور آدھا مال اہل وعیال کے لئے گھر میں چھوڑ دیا ہے اور جب یہی سوال اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ ''اِدَّخَرْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ'' میں نے اللہ اور اس کے رسول کو اپنے گھر کا ذخیرہ بنا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَا بَیْنَکُمَا مَا بَیْنَ کَلِمَتَیْکُمَا تم دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے کلاموں میں فرق ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے مجاہدین کی سواری کے لئے اور ایک ہزار اشرفی فوج کے اخراجات کی مد میں اپنی آستین میں بھر کر لائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوش مبارک میں بکھیر دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو قبول فرما کر یہ دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ ارْضِ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّیْ عَنْہُ رَاضٍ اے اللہ تو عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں اس سے خوش ہو گیا ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس ہزار درہم دیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے گھر میں اس وقت اسی ہزار درہم تھے۔ آدھا بارگاہ اقدس میں لایا ہوں اور آدھا گھر پر بال بچوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت دے جو تم لائے اور اس میں بھی برکت عطا

فرمائے جو تم نے گھر پر رکھا۔ اس دعاءِ نبوی کا یہ اثر ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت زیادہ مالدار ہو گئے۔

اسی طرح تمام انصار و مہاجرین نے حسب توفیق اس چندہ میں حصہ لیا۔ عورتوں نے اپنے زیورات اتار اتار کر بارگاہ نبوت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کئی من کھجوریں دیں۔ اور حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ جو بہت ہی مفلس تھے فقط ایک صاع کھجور لے کر حاضر خدمت ہوئے اور گزارش کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میں نے دن بھر پانی بھر بھر کر مزدوری کی تو دو صاع کھجوریں مجھے مزدوری میں ملی ہیں۔ ایک صاع اہل و عیال کو دے دی ہے اور یہ ایک صاع حاضر خدمت ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قلب نازک اپنے ایک مفلس جاں نثار کے اس نذرانہ خلوص سے بیحد متاثر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کھجور کو تمام مالوں کے اوپر رکھ دیا۔[1]

(مدارج النبوۃ ج۲ ص۳۴۵ تا ص۳۴۶)

فوج کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اب تک یہ طریقہ تھا کہ غزوات کے معاملہ میں بہت زیادہ رازداری کے ساتھ تیاری فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ عساکر اسلامیہ کو عین وقت تک یہ بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ کہاں اور کس طرف جانا ہے؟ مگر جنگ تبوک کے موقع پر سب کچھ انتظام علانیہ طور پر کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ تبوک چلنا ہے اور قیصر روم کی

1 ……مدارج النبوت، قسم سوم، باب نهم، ج٢، ص٣٤٤-٣٤٦
والمواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب ثم غزوة تبوك، ج٤، ص٦٩-٧١

فوجوں سے جہاد کرنا ہے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تیاری کرلیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جیسا کہ لکھا جا چکا دل کھول کر چندہ دیا مگر پھر بھی پوری فوج کے لئے سواریوں کا انتظام نہ ہوسکا۔ چنانچہ بہت سے جانباز مسلمان اسی بنا پر اس جہاد میں شریک نہ ہوسکے کہ ان کے پاس سفر کا سامان نہیں تھا یہ لوگ دربار رسالت میں سواری طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے تو یہ لوگ اپنی بے سروسامانی پر اس طرح بلبلا کر روئے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی آہ وزاری اور بے قراری پر رحم آ گیا۔ چنانچہ قرآن مجید گواہ ہے کہ [1]

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ص تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؂ [2] (سورۃ التوبہ)

اور نہ ان لوگوں پر کچھ حرج ہے کہ وہ جب (اے رسول) آپ کے پاس آئے کہ ہم کو سواری دیجئے اور آپ نے کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ واپس گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس خرچ نہیں ہے۔

تبوک کو روانگی

بہر حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور مدینہ کا نظم ونسق چلانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نهم، ج۲، ص۳٤۷
والمواهب اللدنية وشرح الزرقانی، باب ثم غزوة تبوك، ج٤، ص۷۲-۷۵

2 ......پ ۱۰، التوبة: ۹۲

بنایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر خود جہاد کے لئے تشریف لئے جا رہے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ

اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَیْسَ نَبِیَّ بَعْدِیْ [1] (بخاری ج۲ ص۶۳۳ غزوۂ تبوک)

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی امت بنی اسرائیل کی دیکھ بھال کے لئے اپنا خلیفہ بنا کر گئے تھے اسی طرح میں تم کو اپنی امت سونپ کر جہاد کے لئے جا رہا ہوں۔

مدینہ سے چل کر مقام ''ثنیۃ الوداع'' میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ پھر فوج کا جائزہ لیا اور فوج کا مقدمہ، میمنہ، میسرہ وغیرہ مرتب فرمایا۔ پھر وہاں سے کوچ کیا۔ منافقین قسم قسم کے جھوٹے عذر اور بہانے بنا کر رہ گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند حضرات رہ گئے ان میں یہ حضرات تھے، کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع، ابوخیثمہ، ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان میں سے ابوخیثمہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد میں جا کر شریک جہاد ہو گئے لیکن تین اول الذکر نہیں گئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کا اونٹ بہت ہی کمزور اور تھکا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو چند دن چارہ کھلایا تا کہ وہ چنگا ہو

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک...الخ، الحدیث:٤٤١٦، ج٣، ص١٤٤

جائے۔ جب روانہ ہوئے تو وہ پھر راستہ میں تھک گیا۔ مجبوراً وہ اپنا سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر چل پڑے اور اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔(1) (زرقانی ج۳ ص۷۱)

حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے مگر وہ ایک دن شدید گرمی میں کہیں باہر سے آئے تو ان کی بیوی نے چھپر میں چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر اس سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ میں بیٹھے پھر نا گہاں ان کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آ گیا۔ اپنی بیوی سے کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں تو اپنی چھپر میں ٹھنڈک اور سایہ میں آرام و چین سے بیٹھا رہوں اور خدا عزوجل کے مقدس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دھوپ کی تمازت اور شدید لو کے تھپیڑوں میں سفر کرتے ہوئے جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہوں ایک دم ان پر ایسی ایمانی غیرت سوار ہو گئی کہ توشہ کے لئے کھجور لے کر ایک اونٹ پر سوار ہو گئے اور تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ لشکر والوں نے دور سے ایک شتر سوار کو دیکھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو خیثمہ ہوں گے اس طرح یہ بھی لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔(2) (زرقانی ج۳ ص۷۱)

راستے میں قوم عاد و ثمود کی وہ بستیاں ملیں جو قہر الٰہی کے عذابوں سے الٹ پلٹ کر دی گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں خدا کا عذاب نازل ہو چکا ہے اس لئے کوئی شخص یہاں قیام نہ کرے بلکہ نہایت تیزی کے ساتھ سب لوگ یہاں سے سفر کر کے ان عذاب کی وادیوں سے جلد باہر نکل جائیں اور کوئی یہاں کا پانی نہ پیئے اور نہ کسی کام میں لائے۔

اس غزوہ میں پانی کی قلت، شدید گرمی، سواریوں کی کمی سے مجاہدین نے

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني ، باب ثم غزوة تبوك، ج٤، ص ٨١-٨٢، ٨٣

2 ......شرح الزرقاني على المواهب، باب ثم غزوة تبوك، ج٤، ص ٨٢

بے حد تکلیف اٹھائی مگر منزل مقصود پر پہنچ کر ہی دم لیا۔ (1)

راستے کے چند معجزات

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا کہ وہ سب سے الگ الگ چل رہے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ یہ سب سے الگ ہی چلیں گے اور الگ ہی زندگی گزاریں گے اور الگ ہی وفات پائیں گے۔ چنانچہ ٹھیک ایسا ہی ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو حکم دے دیا کہ آپ ''ربذہ'' میں رہیں آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ ربذہ میں اپنی بیوی اور غلام کے ساتھ رہنے لگے۔ جب وفات کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر راستہ میں رکھ دینا۔ جب شتر سواروں کا پہلا گروہ میرے جنازہ کے پاس سے گزرے تو تم لوگ اس سے کہنا کہ یہ ابوذر غفاری کا جنازہ ہے ان پر نماز پڑھ کر ان کو دفن کرنے میں ہماری مدد کرو۔ خداعزوجل کی شان کہ سب سے پہلا جو قافلہ گزرا اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب یہ سنا کہ یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جنازہ ہے۔ تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡن پڑھا اور قافلہ کو روک کر اتر پڑے اور کہا کہ بالکل سچ فرمایا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ ''اے ابوذر! تو تنہا چلے گا، تنہا مرے گا، تنہا قبر سے اُٹھے گا۔'' پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اور قافلہ والوں نے ان کو پورے اعزاز کے ساتھ دفن کیا۔ (2)

(سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۵۲۴ و زرقانی ج ۳ ص ۷۴)

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، باب ثم غزوة تبوك، ج ٤، ص ٨٥

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، باب ثم غزوة تبوك، ج ٤، ص ٨٣

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ان کی بیوی کے پاس کفن کے لئے کپڑا نہیں تھا تو آنے والے لوگوں میں سے ایک انصاری نے کفن کے لئے کپڑا دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

ہوا اڑا لے گئی

جب اسلامی لشکر مقام ''حجر'' میں پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کوئی شخص اکیلا لشکر سے باہر کہیں دور نہ چلا جائے پورے لشکر نے اس حکم نبوی کی اطاعت کی مگر قبیلہ بنو ساعدہ کے دو آدمیوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو نہیں مانا۔ ایک شخص اکیلا ہی رفع حاجت کے لئے لشکر سے دور چلا گیا وہ بیٹھا ہی تھا کہ دفعۃً کسی نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور وہ اسی جگہ مر گیا اور دوسرا شخص اپنا اونٹ پکڑنے کے لئے اکیلا ہی لشکر سے کچھ دور چلا گیا تو ناگہاں ایک ہوا کا جھونکا آیا اور اس کو اڑا کر قبیلہ ''طی'' کے دونوں پہاڑوں کے درمیان پھینک دیا اور وہ ہلاک ہو گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کا انجام سن کر فرمایا کہ کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کر دیا تھا؟(1)

(زرقانی ج ۳ ص ۷۳)

گمشدہ اونٹنی کہاں ہے؟

ایک منزل پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کہیں چلی گئی اور لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں پھرنے لگے تو ایک منافق جس کا نام ''زید بن لصیت'' تھا کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور میرے پاس آسمان کی خبریں آتی ہیں مگر ان کو یہ پتا ہی نہیں ہے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

1 ......المواھب اللدنیۃمع شرح الزرقانی ، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ٤، ص ٨٥، ٨٦

اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ ایک شخص ایسا ایسا کہتا ہے حالانکہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے میں خوب جانتا ہوں کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ وہ فلاں گھاٹی میں ہے اور ایک درخت میں اس کی مہار کی رسی اُلجھ گئی ہے۔ تم لوگ جاؤ اور اس اونٹنی کو میرے پاس لے کر آ جاؤ۔ جب لوگ اس جگہ گئے تو ٹھیک ایسا ہی دیکھا کہ اسی گھاٹی میں وہ اونٹنی کھڑی ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں الجھی ہوئی ہے۔ [1]

(زرقانی ج ۳ ص ۷۵)

تبوک کا چشمہ

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک کے قریب میں پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے اور سورج بلند ہونے کے بعد پہنچو گے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو جوتے کے تسمے کے برابر اس میں ایک پانی کی دھار بہہ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سے تھوڑا سا پانی منگا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں کلی فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ اس پانی کو چشمہ میں انڈیل دو۔ لوگوں نے جب اس پانی کو چشمہ میں ڈالا تو چشمہ سے زوردار پانی کی موٹی دھار بہنے لگی اور تیس ہزار کا لشکر اور تمام جانور اس چشمہ کے پانی سے سیراب ہو گئے۔ [2] (زرقانی ج ۳ ص ۷۶)

رومی لشکر ڈر گیا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں پہنچ کر لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔ مگر

---

1 ......المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی ، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ٤، ص ٨٩

2 ......المواھب اللدنیۃ و شرح الزرقانی ، باب ثم غزوۃ تبوک، ج ٤، ص ٩٠

دور دور تک رومی لشکروں کا کوئی پتا نہیں چلا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب رومیوں کے جاسوسوں نے قیصر کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک میں آ رہے ہیں تو رومیوں کے دلوں پر اس قدر ہیبت چھا گئی کہ وہ جنگ سے ہمت ہار گئے اور اپنے گھروں سے باہر نہ نکل سکے۔ (1)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا اور اطراف و جوانب میں افواجِ الٰہی کا جلال دکھا کر اور کفار کے دلوں پر اسلام کا رعب بٹھا کر مدینہ واپس تشریف لائے اور تبوک میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

اسی سفر میں ''ایلہ'' کا سردار جس کا نام ''یحنۃ'' تھا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کر لیا اور ایک سفید خچر بھی دربار رسالت میں نذر کیا جس کے صلہ میں تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی اور اس کو ایک دستاویز تحریر فرما کر عطا فرمائی کہ وہ اپنے گرد و پیش کے سمندر سے ہر قسم کے فوائد حاصل کرتا رہے۔ (2) (بخاری ج۱ ص۴۴۸)

اسی طرح ''جرباء'' اور ''اذرح'' کے عیسائیوں نے بھی حاضر خدمت ہو کر جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کی۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سو بیس سواروں کے ساتھ ''دومۃ الجندل'' کے بادشاہ ''اکیدر بن عبدالملک'' کی طرف روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہ رات میں نیل گائے کا شکار کر رہا ہوگا تم اس کے پاس

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج۲، ص۳۴۹ مختصراً

2 ......صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب خرص التمر، الحدیث: ۱۴۸۱، ج۱، ص۴۹۹ ملتقطاً
والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب ثم غزوۃ تبوک، ج۴، ص۹۱، ۹۶

پہنچو تو اس کو قتل مت کرنا بلکہ اس کو زندہ گرفتار کر کے میرے پاس لانا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے چاندنی رات میں اکیدر اور اس کے بھائی حسان کو شکار کرتے ہوئے پالیا۔ حسان نے چونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جنگ شروع کر دی۔ اس لئے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کو تو قتل کر دیا مگر اکیدر کو گرفتار کر لیا اور اس شرط پر اس کو رہا کیا کہ وہ مدینہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر صلح کرے۔ چنانچہ وہ مدینہ آیا اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کو امان دی۔ [1] (زرقانی ج ۳ ص ۷۷ و ص ۷۸)

اس غزوہ میں جو لوگ غیر حاضر رہے ان میں اکثر منافقین تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبوک سے مدینہ واپس آئے اور مسجد نبوی میں نزولِ اجلال فرمایا تو منافقین قسمیں کھا کھا کر اپنا اپنا عذر بیان کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن تین مخلص صحابیوں حضرت کعب بن مالک و ہلال بن امیہ و مرارہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا پچاس دنوں تک آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بائیکاٹ فرما دیا۔ پھر ان تینوں کی توبہ قبول ہوئی اور ان لوگوں کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی۔ [2] (اس کا مفصل ایک وعظ ہم نے اپنی کتاب ''عرفانی تقریریں'' میں لکھ دیا ہے۔)

(بخاری ج ۲ ص ۶۳۴ تا ص ۶۳۷ حدیث کعب بن مالک)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے قریب پہنچے اور اُحد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا کہ هٰذَا اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ [3] یہ اُحد ہے۔ یہ ایسا پہاڑ ہے کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب ثم غزوة تبوك، ج ٤، ص ٩١، ٩٤

2 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب ثم غزوة تبوك، ج ٤، ص ١٠٧، ١٠٩ ملخصاً

3 ......صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب ٨٣، الحديث: ٤٤٢٢، ج ٣، ص ١٥٠

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ کی سرزمین میں قدم رکھا تو عورتیں، بچے اورلونڈی غلام سب استقبال کے لئے نکل پڑے اوراستقبالیہ نظمیں پڑھتے ہوئے آپ کے ساتھ مسجد نبوی تک آئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کر تشریف فرما ہوگئے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا اوراہل مدینہ نے بخیر و عافیت اس دشوار گزار سفر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر انتہائی مسرت وشادمانی کا اظہار کیا اوران منافقین کے بارے میں جو جھوٹے بہانے بنا کر اس جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے اور بارگاہ نبوت میں قسمیں کھا کھا کر عذر پیش کر رہے تھے قہر وغضب میں بھری ہوئی قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوئیں اوران منافقوں کے نفاق کا پردہ چاک ہوگیا۔ (1)

ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر

غزوۂ تبوک میں بجز ایک حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہ کسی صحابی کی شہادت ہوئی نہ وفات۔ حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون تھے؟ اوران کی وفات اوردفن کا کیسا منظر تھا؟ یہ ایک بہت ہی ذوق آفریں اورلذیذ حکایت ہے۔ یہ قبیلہ مزینہ کے ایک یتیم تھے اوراپنے چچا کی پرورش میں تھے۔ جب یہ سن شعور کو پہنچے اوراسلام کا چرچا سنا تو اِن کے دل میں بت پرستی سے نفرت اوراسلام قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ مگران کا چچا بہت ہی کٹر کافر تھا۔ اس کے خوف سے یہ اسلام قبول نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد جب لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني ، باب ثم غزوة تبوك، ج٤، ص١٠٠، ١٠٤ ملخصاً

اپنے چچا کو ترغیب دی کہ تم بھی دامن اسلام میں آ جاؤ کیونکہ میں قبول اسلام کے لئے بہت ہی بے قرار ہوں۔ یہ سن کر ان کے چچا نے ان کو برہنہ کر کے گھر سے نکال دیا۔ انہوں نے اپنی والدہ سے ایک کمبل مانگ کر اس کو دو ٹکڑے کر کے آدھے کو تہبند اور آدھے کو چادر بنا لیا اور اسی لباس میں ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ رات بھر مسجد نبوی میں ٹھہرے رہے۔ نماز فجر کے وقت جب جمالِ محمدی کے انوار سے ان کی آنکھیں منور ہوئیں تو کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کا نام دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنا نام عبدالعزیٰ بتا دیا۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج سے تمہارا نام عبداللہ اور لقب ذوالبجادین (دو کمبلوں والا) ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان پر بہت کرم فرماتے تھے اور یہ مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کی جماعت کے ساتھ رہنے لگے اور نہایت بلند آواز سے ذوق وشوق کے ساتھ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنگ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو یہ بھی مجاہدین میں شامل ہو کر چل پڑے اور بڑے ہی ذوق وشوق اور انتہائی اشتیاق کے ساتھ درخواست کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) دعا فرمائیے کہ مجھے خدا کی راہ میں شہادت نصیب ہو جائے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کسی درخت کی چھال لاؤ۔ وہ تھوڑی سی ببول کی چھال لائے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے بازو پر وہ چھال باندھ دی اور دعا کی کہ اے اللہ! میں نے اس کے خون کو کفار پر حرام کر دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرا مقصد تو شہادت ہی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جب تم جہاد کے لئے نکلے ہو تو اگر بخار میں بھی مرو گے جب بھی تم شہید ہی ہو گے۔ خدا عزوجل کی شان کہ جب حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالٰی عنہ تبوک میں پہنچے تو بخار میں مبتلا ہو گئے اور اسی بخار میں ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے دفن کا عجیب منظر تھا کہ حضرت بلال مؤذن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ میں چراغ لئے ان کی قبر کے پاس کھڑے تھے اور خود بہ نفس نفیس حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ تم دونوں اپنے اسلامی بھائی کی لاش کو اٹھاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنے دستِ مبارک سے لحد میں سلایا اور خود ہی قبر کو کچی اینٹوں سے بند فرمایا اور پھر یہ دعا مانگی کہ یااللہ! میں ذوالبجادین سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کا یہ منظر دیکھا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا کہ کاش! ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ یہ میری میت ہوتی۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۳۵۰ و ص۳۵۱)

مسجد ضرار

منافقوں نے اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے مسجد قباء کے مقابلہ میں ایک مسجد تعمیر کی تھی جو درحقیقت منافقین کی سازشوں اور ان کی دسیسہ کاریوں کا ایک زبردست اڈہ تھا۔ ابو عامر راہب جو انصار میں سے عیسائی ہو گیا تھا جس کا نام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو عامر فاسق رکھا تھا اس نے منافقین سے کہا کہ تم لوگ خفیہ طریقے پر جنگ کی تیاریاں کرتے رہو۔ میں قیصر روم کے پاس جا کر وہاں سے فوجیں لاتا ہوں تاکہ اس ملک سے اسلام کا نام و نشان مٹا دوں۔ چنانچہ اسی مسجد میں بیٹھ بیٹھ کر اسلام کے خلاف منافقین کمیٹیاں کرتے تھے اور اسلام و بانئ اسلام

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج۲، ص ۳۵۰

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتمہ کر دینے کی تدبیریں سوچا کرتے تھے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنگ تبوک کے لئے روانہ ہونے لگے تو مکار منافقوں کا ایک گروہ آیا اور محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بارگاہ اقدس میں یہ درخواست پیش کی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لئے ایک مسجد بنائی ہے۔ آپ چل کر ایک مرتبہ اس مسجد میں نماز پڑھا دیں تا کہ ہماری یہ مسجد خدا کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اس وقت تو میں جہاد کے لئے گھر سے نکل چکا ہوں لہٰذا اس وقت تو مجھے اتنا موقع نہیں ہے۔ منافقین نے کافی اصرار کیا مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اس مسجد میں قدم نہیں رکھا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے تو منافقین کی چالبازیوں اور ان کی مکاریوں، دغابازیوں کے بارے میں ''سورۂ توبہ'' کی بہت سی آیات نازل ہو گئیں اور منافقین کے نفاق اور ان کی اسلام دشمنی کے تمام رموز و اسرار بے نقاب ہو کر نظروں کے سامنے آ گئے۔ اور ان کی اس مسجد کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ

وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا ضِرَارًا وَّکُفۡرًا وَّتَفۡرِیۡقًا بَیۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَاِرۡصَادًا لِّمَنۡ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَلَیَحۡلِفُنَّ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّا الۡحُسۡنٰی ؕ

اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی غرض سے بنائی اور اس مقصد سے کہ جو لوگ پہلے ہی سے خدا اور اس کے رسول سے جنگ کر رہے ہیں ان کیلئے ایک کمین گاہ ہاتھ آ جائے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی کا ارادہ کیا ہے

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ o	اور خدا گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ لوگ جھوٹے
لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ	ہیں آپ کبھی بھی اس مسجد میں نہ کھڑے ہوں
اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ	وہ مسجد (مسجد قباء) جسکی بنیاد پہلے ہی دن سے
يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ	پرہیز گاری پر رکھی ہوئی ہے وہ اس بات کی
رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ	زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ o [1]	اسمیں ایسے لوگ ہیں جو پاکی کو پسند کرتے ہیں
(توبہ)	اور خدا پاکی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے

اس آیت کے نازل ہو جانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مالک بن دخشم و حضرت معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ اس مسجد کو منہدم کر کے اس میں آگ لگا دیں۔[2] (زرقانی ج ۳ ص ۸۰)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر الحج

غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذوالقعدہ ۹ھ میں تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لئے مکہ مکرمہ بھیجا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''امیر الحج'' اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''نقیب اسلام'' اور حضرت سعد بن ابی وقاص و حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معلم بنا دیا اور اپنی طرف سے قربانی کے لئے بیس اونٹ بھی بھیجے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرمِ کعبہ اور عرفات و منیٰ میں خطبہ

---

1 ……پ ۱۱، التوبة: ۱۰۷۔۱۰۸

2 ……المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، ثم غزوة تبوك، ج ٤، ص ۹۷۔۹۸ ماخوذاً

پڑھا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور "سورۂ براءت" کی چالیس آیتیں پڑھ کر سنائیں اور اعلان کر دیا کہ اب کوئی مشرک خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا نہ کوئی برہنہ بدن اور ننگا ہو کر طواف کر سکے گا اور چار مہینے کے بعد کفار و مشرکین کے لئے امان ختم کر دی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس اعلان کی اس قدر زور زور سے منادی کی کہ ان لوگوں کا گلا بیٹھ گیا۔ اس اعلان کے بعد کفار و مشرکین فوج کی فوج آ کر مسلمان ہونے لگے۔ (1)

(طبری ج ۲ ص ۱۷۲۱ و زرقانی ج ۳ ص ۹۰ تا ۹۳)

۹ ھ کے واقعات متفرقہ

﴿۱﴾ اس سال پورے ملک میں ہر طرف امن و امان کی فضا پیدا ہو گئی اور زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور زکوٰۃ کی وصولی کے لئے عاملین اور محصّلوں کا تقرر ہوا۔ (2)

(زرقانی ج ۳ ص ۱۰۰)

﴿۲﴾ جو غیر مسلم قومیں اسلامی سلطنت کے زیر سایہ رہیں ان کے لئے جزیہ کا حکم نازل ہوا اور قرآن کی یہ آیت اتری کہ

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ ۝ (3) (توبہ)
وہ چھوٹے بن کر "جزیہ" ادا کریں

﴿۳﴾ سود کی حرمت نازل ہوئی اور اس کے ایک سال بعد ۱۰ ھ میں "حجۃ الوداع" کے

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، حج الصديق بالناس، ج٤، ص١١٤۔١٢٣ ملتقطاً

2 ......الكامل في التاريخ، ذكر حج ابي بكر، ج٢، ص١٦١ و شرح الزرقاني على المواهب تحويل القبلة...الخ، ج٢، ص٢٥٤

3 ......پ ١٠، التوبة: ٢٩

موقع پر اپنے خطبوں میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا خوب خوب اعلان فرمایا۔

(بخاری و مسلم باب تحریم الخمر)

﴿۴﴾ حبشہ کا بادشاہ جن کا نام حضرت اصحمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ تھا۔ جن کے زیر سایہ مسلمان مہاجرین نے چند سال حبشہ میں پناہ لی تھی ان کی وفات ہوگئی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی۔ [1]

﴿۵﴾ اسی سال منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی مر گیا۔ اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی درخواست پر ان کی دلجوئی کے واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس منافق کے کفن کے لئے اپنا پیرہن عطا فرمایا اور اس کی لاش کو اپنے زانوئے اقدس پر رکھ کر اس کے کفن میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بار بار منع کرنے کے باوجود چونکہ ابھی تک ممانعت نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی لیکن اس کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوگئی کہ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ [2] (توبہ)

(اے رسول) ان (منافقوں) میں سے جو مریں کبھی آپ ان پر نماز جنازہ نہ پڑھیے اور انکی قبر کے پاس آپ کھڑے بھی نہ ہوں یقیناً ان لوگوں نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور کفر کی حالت میں یہ لوگ مرے ہیں

اس آیت کے نزول کے بعد پھر کبھی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی منافق کی

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، هلاك رأس المنافقين، ج٤، ص١٢٤۔١٢٨
ومدارج النبوت، قسم سوم، باب نهم، ج٢، ص٣٧٧

2 ......پ ١٠، التوبة: ٨٤

نماز جنازہ نہیں پڑھائی نہ اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے۔ (1)

(بخاری ج ۱ ص ۱۶۹ و ص ۱۸۰ و زرقانی ج ۳ ص ۹۵ و ص ۹۶)

وفود العرب

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے تمام اطراف و اکناف میں مبلغین اسلام اور عاملین و مجاہدین کو بھیجا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض قبائل تو مبلغین کے سامنے ہی دعوتِ اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاتے تھے مگر بعض قبائل اس بات کے خواہش مند ہوتے تھے کہ براہِ راست خود بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کریں۔ چنانچہ کچھ لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے نمائندہ بن کر مدینہ منورہ آتے تھے اور خود بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے دعوتِ اسلام کا پیغام سن کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے تھے اور پھر اپنے اپنے قبیلوں میں واپس جا کر پورے قبیلہ والوں کو مشرف بہ اسلام کرتے تھے۔ انہی قبائل کے نمائندوں کو ہم ''وفود العرب'' کے عنوان سے بیان کرتے ہیں۔

اس قسم کے وفود اور نمائندگان قبائل مختلف زمانوں میں مدینہ منورہ آتے رہے مگر فتح مکہ کے بعد ناگہاں سارے عرب کے خیالات میں ایک عظیم تغیر واقع ہو گیا اور سب لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے کیونکہ اسلام کی حقانیت واضح اور ظاہر ہو جانے کے باوجود بہت سے قبائل محض قریش کے دباؤ اور اہل مکہ کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کر سکتے تھے۔ فتح مکہ نے اس رکاوٹ کو بھی دور کر دیا اور اب دعوتِ اسلام اور قرآن کے مقدس پیغام نے گھر گھر پہنچ کر اپنی حقانیت اور اعجازی تصرفات سے سب

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۷۷

کے قلوب پر سکہ بٹھا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو ایک لمحہ کے لئے اسلام کا نام سننا اور مسلمانوں کی صورت دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے آج پروانوں کی طرح شمع نبوت پر نثار ہونے لگے اور جوق در جوق بلکہ فوج در فوج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دور و دراز کے سفر طے کرتے ہوئے وفود کی شکل میں آنے لگے اور برضا و رغبت اسلام کے حلقہ بگوش بننے لگے چونکہ اس قسم کے وفود اکثر و بیشتر فتح مکہ کے بعد ۹ ھ میں مدینہ منورہ آئے اس لئے ۹ ھ کو لوگ ''سنۃ الوفود'' (نمائندہ کا سال) کہنے لگے۔

اس قسم کے وفود کی تعداد میں مصنفین سیرت کا بہت زیادہ اختلاف ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ان وفود کی تعداد ساٹھ سے زیادہ بتائی ہے۔[1] (مدارج ج۲ ص ۳۵۸)

اور علامہ قسطلانی و حافظ ابن قیم نے اس قسم کے چودہ وفدوں کا تذکرہ کیا ہے ہم بھی اپنی اس مختصر کتاب میں چند وفود کا تذکرہ کرتے ہیں۔

استقبالِ وفود

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبائل سے آنے والے وفدوں کے استقبال، اور ان کی ملاقات کا خاص طور پر اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ ہر وفد کے آنے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہایت ہی عمدہ پوشاک زیب تن فرما کر کاشانہ اقدس سے نکلتے اور اپنے خصوصی اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حکم دیتے تھے کہ بہترین لباس پہن کر آئیں پھر ان مہمانوں کو اچھے سے اچھے مکانوں میں ٹھہراتے اور ان لوگوں کی مہمان نوازی اور خاطر مدارات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے اور ان مہمانوں سے ملاقات کے لئے مسجد نبوی میں ایک ستون سے ٹیک لگا کر نشست فرماتے پھر ہر ایک وفد سے

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۵۸ مختصراً

نہایت ہی خوش روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو فرماتے اور ان کی حاجتوں اور حالتوں کو پوری توجہ کے ساتھ سنتے اور پھر ان کو ضروری عقائد و احکامِ اسلام کی تعلیم و تلقین بھی فرماتے اور ہر وفد کو ان کے درجات و مراتب کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ نقد یا سامان بھی تحائف اور انعامات کے طور پر عطا فرماتے۔ (1)

وفد ثقیف

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگِ حنین کے بعد طائف سے واپس تشریف لائے اور ''جعرانہ'' سے عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ تشریف لے جا رہے تھے تو راستے ہی میں قبیلہ ثقیف کے سردار اعظم ''عروہ بن مسعود ثقفی'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر برضا و رغبت دامن اسلام میں آ گئے۔ یہ بہت ہی شاندار اور باوفا آدمی تھے اور ان کا کچھ تذکرہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہم تحریر کر چکے ہیں۔ انہوں نے مسلمان ہونے کے بعد عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں اب اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کروں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور یہ وہیں سے لوٹ کر اپنے قبیلہ میں گئے اور اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور اپنے قبیلہ والوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس علانیہ دعوت اسلام کو سن کر قبیلہ ثقیف کے لوگ غیظ و غضب میں بھر کر اس قدر طیش میں آ گئے کہ چاروں طرف سے ان پر تیروں کی بارش کرنے لگے یہاں تک کہ ان کو ایک تیر لگا اور یہ شہید ہو گئے۔ قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے ان کو قتل تو کر دیا لیکن پھر یہ سوچا کہ تمام قبائل عرب اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اب ہم بھلا اسلام کے خلاف کب تک اور کتنے لوگوں سے لڑتے رہیں گے؟ پھر مسلمانوں کے انتقام اور ایک لمبی جنگ

---

1 ......مدارج النبوت،قسم سوم،باب نہم،ج۲،ص۳۵۹ ملخصاً

کے انجام کو سوچ کر دن میں تارے نظر آنے لگے۔اس لئے ان لوگوں نے اپنے ایک معزز رئیس عبد یالیل بن عمرو کو چند ممتاز سرداروں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا۔اس وفد نے مدینہ پہنچ کر بارگاہ اقدس میں عرض کیا کہ ہم اس شرط پر اسلام قبول کرتے ہیں کہ تین سال تک ہمارے بت ''لات'' کو توڑا نہ جائے۔آپ نے اس شرط کو قبول فرمانے سے صاف انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ اسلام کسی حال میں بھی بت پرستی کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کرسکتا۔لہٰذا بت تو ضرور توڑا جائے گا یہ اور بات ہے کہ تم لوگ اس کو اپنے ہاتھ سے نہ توڑو بلکہ میں حضرت ابوسفیان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو بھیج دوں گا وہ اس بت کو توڑ ڈالیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ مسلمان ہوگئے اور حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جو اس قوم کے ایک معزز اور ممتاز فرد تھے اس قبیلے کا امیر مقرر فرما دیا۔اور ان لوگوں کے ساتھ حضرت ابوسفیان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کو طائف بھیجا اور ان دونوں حضرات نے ان کے بت ''لات'' کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالا۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ص۳۶۶)

وفد کندہ

یہ لوگ یمن کے اطراف میں رہتے تھے۔اس قبیلے کے ستّر یا اسی سوار بڑے ٹھاٹھ باٹ کے ساتھ مدینہ آئے۔خوب بالوں میں کنگھی کئے ہوئے اور ریشمی گونٹ کے جبے پہنے ہوئے،ہتھیاروں سے سجے ہوئے مدینہ کی آبادی میں داخل ہوئے۔ جب یہ لوگ دربار رسالت میں باریاب ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے اسلام قبول کرلیا ہے؟ سب نے عرض کیا کہ ''جی ہاں'' آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم لوگوں نے یہ ریشمی لباس کیوں پہن رکھا

1 ......مدارج النبوت،قسم سوم،باب نهم،ج۲،ص۳۶۵،۳۶۶ملخصاً

ہے؟ یہ سنتے ہی ان لوگوں نے اپنے جبوں کو بدن سے اتار دیا اور ریشمی گوٹوں کو پھاڑ پھاڑ کر جبوں سے الگ کر دیا۔(1)(مدارج ج۲ ص۳۶۶)

وفد بنی اشعر

یہ لوگ یمن کے باشندے اور ''قبیلہ اشعر'' کے معزز اور نامور حضرات تھے۔ جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے تو جوشِ محبت اور فرط عقیدت سے رجز کا یہ شعر آواز ملا کر پڑھتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے کہ ؎

غَدًا نَلْقِى الْاَحِبَّة   مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَه

کل ہم لوگ اپنے محبوبوں سے یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے ملاقات کریں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یمن والے آ گئے۔ یہ لوگ بہت ہی نرم دل ہیں ایمان تو یمنیوں کا ایمان ہے اور حکمت بھی یمنیوں میں ہے۔ بکری پالنے والوں میں سکون و وقار ہے اور اونٹ پالنے والوں میں فخر اور گھمنڈ ہے۔ چنانچہ اس ارشاد نبوی کی برکت سے اہل یمن علم و صفائی قلب اور حکمت و معرفت الٰہی کی دولتوں سے ہمیشہ مالا مال رہے۔ خاص کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ یہ نہایت ہی خوش آواز تھے اور قرآن شریف ایسی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ان کا کوئی ہم مثل نہ تھا۔ علم عقائد میں اہل سنت کے امام شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔(2)

(مدارج النبوۃ ج۲ ص۳۶۷)

---

1 ……مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج۲، ص۳۶۶

2 ……مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج۲، ص۳۶۶۔۳۶۷ ملخصاً
والمواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، باب الوفد الثامن...الخ، ج۵، ص۱۶۳۔۱۶۶

وفد بنی اسد

اس قبیلے کے چند اشخاص بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور نہایت ہی خوش دلی کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ لیکن پھر احسان جتانے کے طور پر کہنے لگے کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اتنے سخت قحط کے زمانے میں ہم لوگ بہت ہی دور دراز سے مسافت طے کر کے یہاں آئے ہیں۔ راستے میں ہم لوگوں کو کہیں شکم سیر ہو کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوا اور بغیر اس کے کہ آپ کا لشکر ہم پر حملہ آور ہوا ہو ہم لوگوں نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا ہے۔ ان لوگوں کے اس احسان جتانے پر خداوند قدوس نے یہ آیت نازل فرمائی کہ[1]

یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ ۚ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝[2] (حجرات)

اے محبوب! یہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے۔ آپ فرما دیجئے کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔

وفد فزارہ

یہ لوگ عیینہ بن حصن فزاری کی قوم کے لوگ تھے۔ بیس آدمی دربار اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا اور بتایا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہمارے دیار میں اتنا سخت قحط اور کال پڑ گیا ہے کہ اب فقر و فاقہ کی مصیبت ہمارے لئے ناقابل برداشت ہو چکی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بارش کے لئے دعا فرمائیے۔

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۵۹

2 ......پ ۲۶، الحجرات: ۱۷

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن منبر پر دعا فرما دی اور فوراً ہی بارش ہونے لگی اور لگاتار ایک ہفتہ تک موسلا دھار بارش کا سلسلہ جاری رہا پھر دوسرے جمعہ کو جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) چوپائے ہلاک ہونے لگے اور بال بچے بھوک سے بلکنے لگے اور تمام راستے منقطع ہو گئے۔ لہٰذا دعا فرما دیجئے کہ یہ بارش پہاڑوں پر برسے اور کھیتوں بستیوں پر نہ برسے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرما دی تو بادل شہر مدینہ اور اس کے اطراف سے کٹ گیا اور آٹھ دن کے بعد مدینہ میں سورج نظر آیا۔ (1)

(مدارج النبوۃ ج۲ص۳۵۹)

وفد بنی مرہ

اس وفد میں بنی مرہ کے تیرہ آدمی مدینہ آئے تھے۔ انکا سردار حارث بن عوف بھی اس وفد میں شامل تھا۔ ان سب لوگوں نے بارگاہ اقدس میں اسلام قبول کیا اور قحط کی شکایت اور باران رحمت کی دعا کے لئے درخواست پیش کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لفظوں کے ساتھ دعا مانگی کہ "اَللّٰھُمَّ اسْقِھِمُ الْغَیْثَ" (اے اللہ! ان لوگوں کو بارش سے سیراب فرما دے) پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ان میں سے ہر شخص کو دس دس اوقیہ چاندی اور چار چار سو درہم انعام اور تحفہ کے طور پر عطا کریں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سردار حضرت حارث بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہ اوقیہ چاندی کا شاہانہ عطیہ مرحمت فرمایا۔

جب یہ لوگ مدینہ سے اپنے وطن پہنچے تو پتا چلا کہ ٹھیک اسی وقت ان کے

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج۲، ص۳۵۹

شہروں میں بارش ہوئی تھی جس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی درخواست پر مدینہ میں بارش کے لئے دعا مانگی تھی۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ص۳۶۰)

وفد بنی البکاء

اس وفد کے ساتھ حضرت معاویہ بن ثور بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آئے تھے جو ایک سو برس کی عمر کے بوڑھے تھے۔ان سب حضرات نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کیا پھر حضرت معاویہ بن ثور بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فرزند حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کیا اور یہ گزارش کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ میرے اس بچے کے سر پر اپنا دست مبارک پھرا دیں۔ان کی درخواست پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے فرزند کے سر پر اپنا مقدس ہاتھ پھرا دیا۔اور ان کو چند بکریاں بھی عطا فرمائیں۔اور وفد والوں کے لئے خیر و برکت کی دعا فرما دی اس دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ ان لوگوں کے دیار میں جب بھی قحط اور فقر و فاقہ کی بلا آئی تو اس قوم کے گھر ہمیشہ قحط اور بھکمری کی مصیبتوں سے محفوظ رہے۔[2] (مدارج النبوۃ ج۲ص۳۶۰)

وفد بنی کنانہ

اس وفد کے امیر کارواں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہ سب لوگ دربار رسول علیہ الصلوۃ والسلام میں نہایت ہی عقیدت مندی کے ساتھ حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت اسلام کر کے جب اپنے وطن میں پہنچے تو ان کے باپ نے ان سے ناراض و بیزار ہو کر کہہ دیا کہ میں خدا کی قسم!

---

1 ......مدارج النبوت،قسم سوم،باب نہم،ج۲،ص۳۵۹۔۳۶۰

2 ......مدارج النبوت،قسم سوم،باب نہم،ج۲،ص۳۶۰

تجھ سے کبھی کوئی بات نہ کروں گا۔ لیکن ان کی بہن نے صدق دل سے اسلام قبول کرلیا۔ یہ اپنے باپ کی حرکت سے رنجیدہ اور دل شکستہ ہو کر پھر مدینہ منورہ چلے آئے اور جنگ تبوک میں شریک ہوئے اور پھر اصحاب صفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی جماعت میں شامل ہو کر حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت کرنے لگے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ بصرہ چلے گئے۔ پھر آخر عمر میں شام گئے اور ۸۵ھ میں شہر دمشق کے اندر وفات پائی۔[1]

(مدارج النبوۃ ج۲ص۳۶۰)

وفد بنی ہلال

اس وفد کے لوگوں نے بھی دربار نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔ اس وفد میں حضرت زیاد بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی تھے یہ مسلمان ہو کر دندناتے ہوئے حضرت ام المؤمنین بی بی میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گھر میں داخل ہو گئے کیونکہ وہ ان کی خالہ تھیں۔

یہ اطمینان کے ساتھ اپنی خالہ کے پاس بیٹھے ہوئے گفتگو میں مصروف تھے جب رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکان میں تشریف لائے اور یہ پتا چلا کہ حضرت زیاد رضی اللہ تعالٰی عنہ ام المؤمنین کے بھانجے ہیں تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ازراہ شفقت ان کے سر اور چہرہ پر اپنا نورانی ہاتھ پھیر دیا۔ اس دست مبارک کی نورانیت سے حضرت زیاد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا چہرہ اس قدر پرنور ہو گیا کہ قبیلہ بنی ہلال کے لوگوں کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہم لوگ حضرت زیاد بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چہرہ پر ہمیشہ ایک نور اور برکت کا اثر دیکھتے رہے۔[2] (مدارج النبوۃ ج۲ص۳۶۰)

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج۲، ص ۳۶۰ ملخصاً

2 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج۲، ص ۳۶۰

وفد ضمام بن ثعلبہ

یہ قبیلہ سعد بن بکر کے نمائندہ بن کر بارگاہ رسالت میں آئے۔ یہ بہت ہی خوبصورت سرخ وسفید رنگ کے گیسو دراز آدمی تھے۔ مسجد نبوی میں پہنچ کر اپنے اونٹ کو بٹھا کر باندھ دیا پھر لوگوں سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کون ہیں؟ لوگوں نے دور سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ گورے رنگ کے خوبصورت آدمی جو تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں وہی حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سامنے آئے اور کہا کہ اے عبدالمطلب کے فرزند! میں آپ سے چند چیزوں کے بارے میں سوال کروں گا اور میں اپنے سوال میں بہت زیادہ مبالغہ اور سختی برتوں گا۔ آپ اس سے مجھ پر خفا نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جو چاہو پوچھ لو۔ پھر حسب ذیل مکالمہ ہوا۔

ضمام بن ثعلبہ: میں آپکو اس خدا کی قسم دے کر جو آپکا اور تمام انسانوں کا پروردگار ہے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو ہماری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: ''ہاں''

ضمام بن ثعلبہ: میں آپ کو خدا کی قسم دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا نماز وروزہ اور حج وزکوٰۃ کو اللہ نے ہم لوگوں پر فرض کیا ہے؟

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: ''ہاں''

ضمام بن ثعلبہ: آپ نے جو کچھ فرمایا میں اس پر ایمان لایا اور میں ضمام بن ثعلبہ ہوں۔ میری قوم نے مجھے اس لئے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میں

آپ کے دین کو اچھی طرح سمجھ کر اپنی قوم بنی سعد بن بکر تک اسلام کا پیغام پہنچا دوں۔

حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مسلمان ہو کر اپنے وطن میں پہنچے اور ساری قوم کو جمع کر کے سب سے پہلے اپنی قوم کے تمام بتوں یعنی ''لات وعزیٰ'' اور ''منات وہبل'' کو برا بھلا کہنے لگے اور خوب خوب ان بتوں کی توہین کرنے لگے۔ ان کی قوم نے جو اپنے بتوں کی توہین سنی تو ایک دم سب چونک پڑے اور کہنے لگے کہ اے ثعلبہ کے بیٹے! تو کیا کہہ رہا ہے؟ خاموش ہو جا ورنہ ہم کو یہ ڈر ہے کہ ہمارے یہ دیوتا تجھ کو برص اور کوڑھ اور جنون میں مبتلا کر دیں گے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ سن کر طیش میں آ گئے اور تڑپ کر فرمایا کہ اے بے عقل انسانو! یہ پتھر کے بت بھلا ہم کو کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ سنو! اللہ تعالٰی جو ہر نفع و نقصان کا مالک ہے اس نے اپنا ایک رسول بھیجا ہے اور ایک کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم انسانوں کو اس گمراہی اور جہالت سے نجات عطا فرمائے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ میں اللہ کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام کا پیغام تم لوگوں کے پاس لایا ہوں، پھر انہوں نے اعمال اسلام یعنی نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کو ان لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اسلام کی حقانیت پر ایسی پر جوش اور موثر تقریر فرمائی کہ رات بھر میں قبیلے کے تمام مرد و عورت مسلمان ہو گئے اور ان لوگوں نے اپنے بتوں کو توڑ پھوڑ کر پاش پاش کر ڈالا اور اپنے قبیلہ میں ایک مسجد بنا لی اور نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کے پابند ہو کر صادق الایمان مسلمان بن گئے۔ [1] (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۴)

---

[1]......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳۶۳۔۳۶۴ ملخصاً

وفد بَلِیّ

یہ لوگ جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابورویفع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے ہی سے مسلمان ہو کر خدمت اقدس میں موجود تھے۔انہوں نے اس وفد کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ لوگ میری قوم کے افراد ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو اور تمہاری قوم کو ''خوش آمدید'' کہتا ہوں۔ پھر حضرت ابورویفع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ سب لوگ اسلام کا اقرار کرتے ہیں اور اپنی پوری قوم کے مسلمان ہونے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو اسلام کی ہدایت دیتا ہے۔

اس وفد میں ایک بہت ہی بوڑھا آدمی بھی تھا۔جس کا نام ''ابوالضیف'' تھا اس نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ مجھے مہمانوں کی مہمان نوازی کا بہت زیادہ شوق ہے تو کیا اس مہمان نوازی کا مجھے کچھ ثواب بھی ملے گا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان ہونے کے بعد جس مہمان کی بھی مہمان نوازی کرو گے خواہ وہ امیر ہو یا فقیر تم ثواب کے حق دار ٹھہرو گے۔ پھر ابوالضیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پوچھا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مہمان کتنے دنوں تک مہمان نوازی کا حق دار ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دن تک اس کے بعد وہ جو کھائے گا وہ صدقہ ہوگا۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ص۳۶۴)

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳٦٤

وفد تُجیب

یہ تیرہ آدمیوں کا ایک وفد تھا جو اپنے مالوں اور مویشیوں کی زکوٰۃ لے کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر ان لوگوں کا استقبال فرمایا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنے اس مال زکوٰۃ کو اپنے وطن میں لے جاؤ اور وہاں کے فقرا و مساکین کو یہ سارا مال دے دو۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم اپنے وطن کے فقراء و مساکین کو اس قدر مال دے چکے ہیں کہ یہ مال ان کی حاجتوں سے زیادہ ہمارے پاس بچ رہا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی اس زکوٰۃ کو قبول فرمالیا اور ان لوگوں پر بہت زیادہ کرم فرماتے ہوئے ان خوش نصیبوں کی خوب خوب مہمان نوازی فرمائی اور بوقت رخصت ان لوگوں کو اکرام و انعام سے بھی نوازا۔ پھر دریافت فرمایا کہ کیا تمہاری قوم میں کوئی ایسا شخص باقی رہ گیا ہے؟ جس نے میرا دیدار نہیں کیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ جی ہاں۔ ایک نوجوان کو ہم اپنے وطن میں چھوڑ آئے ہیں جو ہمارے گھروں کی حفاظت کر رہا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس نوجوان کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے وطن پہنچ کر اس نوجوان کو مدینہ طیبہ روانہ کر دیا۔ جب وہ نوجوان بارگاہ عالی میں باریاب ہوا تو اس نے یہ گزارش کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے میری قوم کی حاجتوں کو تو پوری فرما کر انہیں وطن میں بھیج دیا اب میں بھی ایک حاجت لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گیا ہوں اور امیدوار ہوں کہ آپ میری حاجت بھی پوری فرما دیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں

اپنے گھر سے یہ مقصد لے کر نہیں حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے کچھ مال عطا فرمائیں بلکہ میری فقط اتنی حاجت اور دلی تمنا ہے جس کو دل میں لے کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تعالٰی مجھے بخش دے اور مجھ پر اپنا رحم فرمائے اور میرے دل میں بے نیازی اور استغناء کی دولت پیدا فرما دے۔ نوجوان کی اس دلی مراد اور تمنا کو سن کر محبوبِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور اس کے حق میں ان لفظوں کے ساتھ دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاجْعَلْ غِنَاہُ فِیْ قَلْبِہٖ اے اللہ! عزوجل اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کے دل میں بے نیازی ڈال دے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس نوجوان کو اس کی قوم کا امیر مقرر فرما دیا اور یہی نوجوان اپنے قبیلے کی مسجد کا امام ہو گیا۔[1] (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۴)

وفد مزینہ

اس وفد کے سربراہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کے چار سو آدمی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور جب ہم لوگ اپنے گھروں کو واپس ہونے لگے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! تم ان لوگوں کو کچھ تحفہ عنایت کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے گھر میں بہت ہی تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ یہ لوگ اتنے قلیل تحفہ سے شاید خوش نہ ہوں گے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پھر یہی ارشاد فرمایا کہ اے عمر! جاؤ ان لوگوں کو ضرور کچھ تحفہ عطا کرو۔ ارشادِ نبوی سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان چار سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر مکان پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مکان میں کھجوروں

---

1 ......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج ۲، ص ۳٦٤

کا ایک بہت ہی بڑا تودہ پڑا ہوا ہے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وفد کے لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ جتنی اور جس قدر چاہو ان کھجوروں میں سے لے لو۔ ان لوگوں نے اپنی حاجت اور مرضی کے مطابق کھجوریں لے لیں۔ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ سب سے آخر میں جب میں کھجوریں لینے کے لئے مکان میں داخل ہوا تو مجھے ایسا نظر آیا کہ گویا اس ڈھیر میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی ہے۔[1]

یہ وہی حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں، جو فتح مکہ کے دن قبیلہ مزینہ کے علم بردار تھے یہ اپنے سات بھائیوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کچھ گھر تو ایمان کے ہیں اور کچھ گھر نفاق کے ہیں اور آلِ مقرن کا گھر ایمان کا گھر ہے۔[2] (مدارج النبوۃ ج۲ص ۳۶۷)

وفد دوس

اس وفد کے قائد حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے یہ ہجرت سے قبل ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بڑا ہی عجیب ہے یہ ایک بڑے ہوش مند اور شعلہ بیان شاعر تھے۔ یہ کسی ضرورت سے مکہ آئے تو کفار قریش نے ان سے کہہ دیا کہ خبردار تم محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے نہ ملنا اور ہرگز ہرگز ان کی بات نہ سننا۔ ان کے کلام میں ایسا جادو ہے کہ جو سن لیتا ہے وہ اپنا دین و مذہب چھوڑ بیٹھتا ہے اور عزیز و اقارب سے اس کا رشتہ کٹ جاتا ہے۔ یہ کفار مکہ کے فریب میں آ گئے اور اپنے کانوں میں انہوں نے روئی بھر لی کہ کہیں قرآن کی آواز کانوں

1 ......المواھب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب الوفدالثاني عشر، وفدمزنية، ج٥، ص١٧٨۔١٧٩

2 ......مدارج النبوت،قسم سوم،باب نهم، ج٢،ص٣٦٧

میں نہ پڑ جائے۔لیکن ایک دن صبح کو یہ حرم کعبہ میں گئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی نماز میں قراءت فرما رہے تھے ایک دم قرآن کی آواز جوان کے کان میں پڑی تو یہ قرآن کی فصاحت و بلاغت پر حیران رہ گئے اور کتابِ الٰہی کی عظمت اور اس کی تاثیر ربانی نے ان کے دل کو موہ لیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانہ نبوت کو چلے تو یہ بے تابانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور مکان میں آکر آپ کے سامنے مود بانہ بیٹھ گئے اور اپنا اور قریش کی بدگوئیوں کا سارا حال سنا کر عرض کیا کہ خدا کی قسم! میں نے قرآن سے بڑھ کر فصیح و بلیغ آج تک کوئی کلام نہیں سنا۔ للہ! مجھے بتایئے کہ اسلام کیا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کے چند احکام ان کے سامنے بیان فرما کر ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ فوراً ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

پھر انہوں نے درخواست کی یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسی علامت و کرامت عطا فرمایئے کہ جس کو دیکھ کر لوگ میری باتوں کی تصدیق کریں تاکہ میں اپنی قوم میں یہاں سے جا کر اسلام کی تبلیغ کروں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرما دی کہ الٰہی! تو ان کو ایک خاص قسم کا نور عطا فرما دے۔ چنانچہ اس دعاء نبوی کی بدولت ان کو یہ کرامت عطا ہوئی کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کے مانند ایک نور چمکنے لگا۔مگر انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ نور میرے سر میں منتقل ہو جائے۔ چنانچہ ان کا سر قندیل کی طرح چمکنے لگا۔ جب یہ اپنے قبیلہ میں پہنچے اور اسلام کی دعوت دینے لگے تو ان کے ماں باپ اور بیوی نے تو اسلام قبول کر لیا مگر ان کی قوم مسلمان نہیں ہوئی بلکہ اسلام کی مخالفت پر تل گئی۔ یہ اپنی قوم کے اسلام سے مایوس ہو کر پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے گئے اور اپنی قوم کی سرکشی اور سرتابی کا سارا حال بیان کیا تو آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم پھر اپنی قوم میں چلے جاؤ اور نرمی کے ساتھ ان کو خدا کی طرف بلاتے رہو۔ چنانچہ یہ پھر اپنی قوم میں آ گئے اور لگاتار اسلام کی دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ ستر یا اسی گھرانوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور یہ ان سب لوگوں کو ساتھ لے کر خیبر میں تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوش ہو کر خیبر کے مال غنیمت میں سے ان سب لوگوں کو حصہ عطا فرمایا۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۳۷۰)

وفد بنی عبس

قبیلہ بنی عبس کے وفد نے دربار اقدس میں جب حاضری دی تو یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمارے مبلغین نے ہم کو خبر دی ہے کہ جو ہجرت نہ کرے اس کا اسلام مقبول ہی نہیں ہے تو یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر آپ حکم دیں تو ہم اپنے سارے مال و متاع اور مویشیوں کو بیچ کر ہجرت کر کے مدینہ چلے آئیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کے لئے ہجرت ضروری نہیں۔ ہاں! یہ ضروری ہے کہ تم جہاں بھی رہو خدا سے ڈرتے رہو اور زہد و تقویٰ کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہو۔[2] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۳۷۰)

وفد دارم

یہ وفد دس آدمیوں کا ایک گروہ تھا جن کا تعلق قبیلہ ''لخم'' سے تھا اور ان کے سربراہ اور پیشوا کا نام ''ہانی بن حبیب'' تھا۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تحفے

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب الوفد الثالث عشر، وفد دوس، ج٥، ص١٨٠-١٨٥

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب الوفد الحادي والثلاثون، وفد بني عبس، ج٥، ص٢٢٤

میں چند گھوڑے اور ایک ریشمی جبہ اور ایک مشک شراب اپنے وطن سے لے کر آئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھوڑوں اور جبہ کے تحائف کو تو قبول فرمالیا لیکن شراب کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام فرما دیا ہے۔ ہانی بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر اجازت ہو تو میں اس شراب کو بیچ ڈالوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس خدا نے شراب کے پینے کو حرام فرمایا ہے اسی نے اس کی خرید و فروخت کو بھی حرام ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا تم شراب کی اس مشک کو لے جا کر کہیں زمین پر اس شراب کو بہادو۔

ریشمی جبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں اس کو لے کر کیا کروں گا؟ جب کہ مردوں کے لئے اس کا پہننا ہی حرام ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں جس قدر سونا ہے آپ اس کو اس میں سے جدا کر لیجئے اور اپنی بیویوں کے لئے زیورات بنوا لیجئے اور ریشمی کپڑے کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو اپنے استعمال میں لائیے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جبہ کو آٹھ ہزار درہم میں بیچا۔ یہ وفد بھی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر نہایت خوش دلی کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ (1)

(مدارج النبوۃ ج۲ص ۳۶۵)

وفد غامد

یہ دس آدمیوں کی جماعت تھی جو ۱۰ھ میں مدینہ آئے اور اپنی منزل میں سامانوں کی حفاظت کے لئے ایک جوان لڑکے کو چھوڑ دیا۔ وہ سو گیا اتنے میں ایک چور آیا اور ایک بیگ چرا کر لے بھاگا۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

---

(1)......مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، ج۲، ص۳۶۵ ملخصاً

حاضر تھے کہ نا گہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کا ایک بیگ چور لے گیا مگر پھر تمہارے جوان نے اس بیگ کو پالیا۔ جب یہ لوگ بارگاہ اقدس سے اٹھ کر اپنی منزل پر پہنچے تو ان کے جوان نے بتایا کہ میں سو رہا تھا کہ ایک چور بیگ لے کر بھاگا مگر میں بیدار ہونے کے بعد جب اس کی تلاش میں نکلا تو ایک شخص کو دیکھا وہ مجھ کو دیکھتے ہی فرار ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ وہاں کی زمین کھودی ہوئی ہے جب میں نے مٹی ہٹا کر دیکھا تو بیگ وہاں دفن تھا میں اس کو نکال کر لے آیا۔ یہ سن کر سب بول پڑے کہ بلاشبہ یہ رسول برحق ہیں اور ہم کو انہوں نے اسی لئے اس واقعہ کی خبر دیدی تاکہ ہم لوگ ان کی تصدیق کرلیں۔ ان سب لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور اس جوان نے بھی دربار رسول میں حاضر ہو کر کلمہ پڑھا اور اسلام کے دامن میں آ گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ جتنے دنوں ان لوگوں کا مدینہ میں قیام رہے تم ان لوگوں کو قرآن پڑھنا سکھا دو۔ [1] (مدارج النبوۃ ج۲ص۳۷۴)

وفد نجران

یہ نجران کے نصاریٰ کا وفد تھا۔ اس میں ساٹھ سوار تھے۔ چوبیس ان کے شرفا اور معززین تھے اور تین اشخاص اس درجہ کے تھے کہ انہیں کے ہاتھوں میں نجران کے نصاریٰ کا مذہبی اور قومی سارا نظام تھا۔ ایک عاقب جس کا نام ''عبدالمسیح'' تھا دوسرا شخص سید جس کا نام ''ایہم'' تھا تیسرا شخص ''ابو حارثہ بن علقمہ'' تھا۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت سے سوالات کئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے جوابات دیئے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ پر گفتگو چھڑ گئی۔ ان لوگوں نے یہ ماننے سے انکار کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب الوفد الثاني والثلاثون، وفد غامد، ج٥، ص٢٢٥

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جس کو ''آیت مباہلہ'' کہتے ہیں کہ

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝[1]

(آل عمران)

بیشک حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی طرح ہے انکو مٹی سے بنایا پھر فرمایا ''ہوجا'' وہ فوراً ہوجاتا ہے (اے سننے والے) یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تم شک والوں میں سے نہ ہونا پھر (اے محبوب) جو تم سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اسکے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو پھر ہم گڑگڑا کر دعا مانگیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب ان لوگوں کو اس مباہلہ کی دعوت دی تو ان نصرانیوں نے رات بھر کی مہلت مانگی۔ صبح کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت علی، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو ساتھ لے کر مباہلہ کے لئے کاشانہ نبوت سے نکل پڑے مگر نجران کے نصرانیوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے کا اقرار کر کے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صلح کر لی۔[2]

(تفسیر جلالین وغیرہ)

1 ......پ۳، آل عمرٰن: ۵۹ ـ ۶۱

2 ......المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب الوفد الرابع عشر...الخ، ج۵، ص۱۸۶ ـ ۱۹۰ ملتقطًا

پندرھواں باب

ہجرت کا دسواں سال

۱۰ھ

حجۃ الوداع

اس سال کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ شاندار اور اہم ترین واقعہ ''حجۃ الوداع'' ہے۔ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری حج تھا اور ہجرت کے بعد یہی آپ کا پہلا حج تھا۔ ذوقعدہ ۱۰ھ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کے لئے روانگی کا اعلان فرمایا۔ یہ خبر بجلی کی طرح سارے عرب میں ہر طرف پھیل گئی اور تمام عرب شرفِ ہمرکابی کے لئے اُمنڈ پڑا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر ذوقعدہ میں جمعرات کے دن مدینہ میں غسل فرما کر تہبند اور چادر زیب تن فرمایا اور نماز ظہر مسجد نبوی میں ادا فرما کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ سے چھ میل دور اہل مدینہ کی میقات ''ذوالحلیفہ'' پر پہنچ کر رات بھر قیام فرمایا پھر احرام کے لئے غسل فرمایا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ہاتھ سے جسم اطہر پر خوشبو لگائی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اپنی اونٹنی ''قصواء'' پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے ''لبیک'' پڑھا اور روانہ ہو گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائیں بائیں حدِ نگاہ تک آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ بیہقی کی روایت ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار اور دوسری روایتوں میں ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان حجۃ

الوداع میں آپ کے ساتھ تھے۔[1] (زرقانی ج۳ص۱۰۶ و مدارج ج۲ص۳۸۷)

چوتھی ذوالحجہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے خاندان بنی ہاشم کے لڑکوں نے تشریف آوری کی خبر سنی تو خوشی سے دوڑ پڑے اور آپ نے نہایت ہی محبت و پیار کے ساتھ کسی کو آگے کسی کو پیچھے اپنی اونٹنی پر بٹھا لیا۔[2]

(نسائی باب استقبال الحاج ج۲ص۲۶ مطبوعہ رحیمیہ)

فجر کی نماز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقام ''ذی طویٰ'' میں ادا فرمائی اور غسل فرمایا پھر آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور چاشت کے وقت یعنی جب آفتاب بلند ہو چکا تھا تو آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ جب کعبہ معظّمہ پر نگاہ مہر نبوت پڑی تو آپ نے یہ دعا پڑھی کہ

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَةً وَّزِدْ مَنْ حَجَّهٗ وَاعْتَمَرَهٗ تَکْرِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا

اے اللہ! عزوجل تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے۔ اے رب! عزوجل ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ! عزوجل اس گھر کی عظمت و شرف اور عزت و ہیبت کو زیادہ کر اور جو اس گھر کا حج اور عمرہ کرے تو اس کی بزرگی اور شرف و عظمت کو زیادہ کر۔

جب حجر اسود کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حجر اسود پر

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقانی،النوع السادس فی ذکرحجه وعمره،ج۱۱،ص۳۲۹۔۳۳۱ وحجة الوداع،ج٤،ص١٤٦

2 ......سنن النسائی، کتاب مناسك الحج،باب استقبال الحج،الحدیث:۲۸۹۱،ص ٤٧١ ومدارج النبوت، قسم سوم،باب دھم،ج۲،ص۳۸۷

ہاتھ رکھ کر اس کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف فرمایا۔ شروع کے تین پھیروں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''رمل'' کیا اور باقی چار چکروں میں معمولی چال سے چلے ہر چکر میں جب حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو اپنی چھڑی سے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے چھڑی کو چوم لیتے تھے۔ حجر اسود کا استلام کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھڑی کے ذریعہ سے کیا کبھی ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو چوم لیا کبھی لب مبارک کو حجر اسود پر رکھ کر بوسہ دیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ کبھی رُکن یمانی کا بھی آپ نے استلام کیا۔ (1)

(نسائی ج۲ص۳۰وص۳۱)

جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا استلام فرمایا اور سامنے کے دروازہ سے صفا کی جانب روانہ ہوئے قریب پہنچے تو اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (2) بے شک صفا اور مروہ اللہ کے دین کے نشانوں میں سے ہیں۔

پھر صفا اور مروہ کی سعی فرمائی اور چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اس لئے عمرہ ادا کرنے کے بعد آپ نے احرام نہیں اتارا۔

آٹھویں ذوالحجہ جمعرات کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ تشریف لے گئے اور پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر، منیٰ میں ادا فرما کر نویں ذوالحجہ جمعہ کے دن آپ عرفات میں تشریف لے گئے۔

---

1 ......المواھب اللدنیۃمع شرح الزرقانی،النوع السادس فی ذکرحجہ وعمرہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱۱، ص۳۷۵،۳۷۷۔۳۷۹ملتقطاًومدارج النبوت،قسم سوم،باب دھم،ج۲،ص۳۸۹ملتقطاً

2 ......پ۲،البقرۃ:۱۵۸

زمانہ جاہلیت میں چونکہ قریش اپنے کو سارے عرب میں افضل و اعلیٰ شمار کرتے تھے اس لئے وہ عرفات کی بجائے ''مزدلفہ'' میں قیام کرتے تھے اور دوسرے تمام عرب ''عرفات'' میں ٹھہرتے تھے لیکن اسلامی مساوات نے قریش کے لئے اس تخصیص کو گوارا نہیں کیا اور اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا کہ

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (1) (اے قریش) تم بھی وہیں (عرفات) سے پلٹ کر آؤ جہاں سے سب لوگ پلٹ کر آتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرفات پہنچ کر ایک کمبل کے خیمہ میں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی ''قصواء'' پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ میں آپ نے بہت سے ضروری احکامِ اسلام کا اعلان فرمایا اور زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں اور بیہودہ رسموں کو آپ نے مٹاتے ہوئے اعلان فرمایا کہ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوْعٌ۔ سن لو! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں۔ (2)

(ابوداؤد ج۱ ص۲۶۳ و مسلم ج۱ ص۳۹۷ باب حجۃ النبی)

اسی طرح زمانہ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور رنگ و نسل کی برتری اور قومیت میں نیچ اونچ وغیرہ تصورات جاہلیت کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے اور مساوات اسلام کا علَم بلند فرماتے ہوئے تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اس تاریخی خطبہ

1 ......پ ۲، البقرة: ۱۹۹

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، النوع السادس فی ذكر حجه وعمره، ج ۱۱، ص ۳۸۴، ۳۹۳۔۳۹۵، ۳۹۷ ملتقطاً وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، الحديث: ۱۲۱۸، ص ۶۳۴

میں ارشاد فرمایا کہ

یَـااَیُّھَـا الـنَّـاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّـکُـمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَـرَبِـیٍّ عَـلٰـی أَعْـجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْـوَدَ عَـلٰـی اَحْـمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی (1) (مسند امام احمد) اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔

اسی طرح تمام دنیا میں امن و امان قائم فرمانے کے لئے امن و سلامتی کے شہنشاہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خدائی فرمان جاری فرمایا کہ فَـاِنَّ دِمَائَکُمْ وَاَمْـوَالَـکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا اِلٰی یَوْمٍ تَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ (2) تمہارا خون اور تمہارا مال تم پر تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ مہینہ، تمہارا یہ شہر محترم ہے۔ (بخاری و مسلم و ابوداؤد)

اپنا خطبہ ختم فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سامعین سے فرمایا کہ وَاَنْتُـمْ مَسْـئُـوْلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ تم سے خدا عزوجل کے یہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا جواب دو گے؟

تمام سامعین نے کہا کہ ہم لوگ خدا سے کہہ دیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور رسالت کا حق ادا کر دیا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمان کی

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۵٤۸، ج۹، ص۱۲۷

2 ......صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الخطبة ایام منی، الحدیث: ۱۷٤۱، ج۱، ص۵۷۷ ملتقطاً

طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔[1]

(ابوداؤد ج ا ص ۲۶۳ باب صفۃ حج النبی)

عین اسی حالت میں جب کہ خطبہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا فرض رسالت ادا فرما رہے تھے یہ آیت نازل ہوئی کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ[2]

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تخت شاہی

یہ حیرت انگیز و عبرت خیز واقعہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت شہنشاہ کونین، خدا عزوجل کے نائب اکرم اور خلیفہ اعظم ہونے کی حیثیت سے فرمان ربانی کا اعلان فرما رہے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تختِ شہنشاہی یعنی اونٹنی کا کجاوہ اور عرق گیر شاید دس روپے سے زیادہ قیمت کا نہ تھا نہ اس اونٹنی پر کوئی شاندار کجاوہ تھا نہ کوئی ہودج نہ کوئی محمل نہ کوئی چتر نہ کوئی تاج۔

کیا تاریخ عالم میں کسی اور بادشاہ نے بھی ایسی سادگی کا نمونہ پیش کیا ہے؟ اس کا جواب یہی اور فقط یہی ہے کہ ''نہیں۔''

یہ وہ زاہدانہ شہنشاہی ہے جو صرف شہنشاہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہنشاہیت کا طرۂ امتیاز ہے!

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم، الحدیث: ۱۹۰۵، ج ۲، ص ۲۶۹ ملتقطاً

2 ......پ ٦، المائدۃ: ٣ و مدارج النبوت، قسم سوم، باب دھم، ج ٢، ص ٣٩٤

خطبہ کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر و عصر ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائی پھر ''موقف'' میں تشریف لے گئے اور جبل رحمت کے نیچے غروبِ آفتاب تک دعاؤں میں مصروف رہے۔ غروب آفتاب کے بعد عرفات سے ایک لاکھ سے زائد حجاج کے ازدحام میں ''مزدلفہ'' پہنچے۔ یہاں پہلے مغرب پھر عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائی۔ مشعرِ حرام کے پاس رات بھر امت کے لئے دعائیں مانگتے رہے اور سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہو گئے اور وادی محسر کے راستہ سے منیٰ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''جمرہ'' کے پاس تشریف لائے اور کنکریاں ماریں پھر آپ نے باآواز بلند فرمایا کہ

لِتَاخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَاِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِیْ هٰذِهٖ [1]

حج کے مسائل سیکھ لو! میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد میں دوسرا حج نہ کروں گا۔

(مسلم ج۱ ص۴۱۹ باب رمی جمرۃ العقبہ)

منیٰ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک طویل خطبہ دیا جس میں عرفات کے خطبہ کی طرح بہت سے مسائل و احکام کا اعلان فرمایا۔ پھر قربان گاہ میں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ایک سو اونٹ تھے کچھ کو تو آپ نے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا اور باقی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپ دیا اور گوشت، پوست، جھول، نکیل سب کو خیرات کر دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری بھی اس میں سے نہ ادا کی جائے بلکہ الگ سے دی جائے۔ [2]

---

1 ……صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب رمی الجمرة العقبة...الخ، الحدیث: ۱۲۹۷، ص۶۷۵ ومدارج النبوت، قسم سوم، باب دهم، ج۲، ص۳۹۳، ۳۹۵۔۳۹۶ ملتقطاً

2 ……السیرة الحلبية، حجة الوداع، ج۳، ص۳۷۶۔۳۷۷ ملتقطاً

موئے مبارک

قربانی کے بعد حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر کے بال اتروائے اور کچھ حصہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا اور باقی موئے مبارک کو مسلمانوں میں تقسیم کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔(1)

(مسلم ج۱ ص۴۲۱ باب بیان ان السنۃ یوم النحر الخ)

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے اور طوافِ زیارت فرمایا۔

ساقی کوثر چاہ زمزم پر

پھر چاہ زمزم کے پاس تشریف لائے خاندان عبدالمطلب کے لوگ حاجیوں کو زمزم پلا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھ کو ایسا کرتے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی تمہارے ہاتھ سے ڈول چھین کر خود اپنے ہاتھ سے پانی بھر کر پینے لگیں گے تو میں خود اپنے ہاتھ سے پانی بھر کر پیتا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمزم شریف پیش کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبلہ رخ کھڑے کھڑے زمزم شریف نوش فرمایا۔ پھر منیٰ واپس تشریف لے گئے اور بارہ ذوالحجہ تک منیٰ میں مقیم رہے اور ہر روز سورج ڈھلنے کے بعد جمروں کو کنکری مارتے رہے۔ تیرہ ذوالحجہ منگل کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج ڈھلنے کے بعد منیٰ سے روانہ ہو کر ''محصب'' میں رات بھر قیام فرمایا اور صبح کو نماز فجر کعبہ کی مسجد میں ادا فرمائی اور طواف وداع کر کے انصار و مہاجرین کے ساتھ مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔(2)

1 ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان السنۃ...الخ، الحدیث:۱۳۰۵، ص۶۷۸
والمواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، النوع السادس فی ذکر حجہ وعمرہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ج۱۱، ص۴۳۷، ۴۳۸ ملخصاً

2 ......شرح الزرقانی علی المواھب، النوع السادس فی ذکر حجہ وعمرہ، ج۱۱، ص۴۶۰۔۴۶۶ ملتقطاً

غدیرخم کا خطبہ

راستہ میں مقام ''غدیرخم'' پر جو ایک تالاب ہے یہاں تمام ہمراہیوں کو جمع فرما کر ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے:

حمد و ثنا کے بعد: اے لوگو! میں بھی ایک آدمی ہوں ممکن ہے کہ خدا عزوجل کا فرشتہ (ملک الموت) جلد آ جائے اور مجھے اس کا پیغام قبول کرنا پڑے میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک خدا عزوجل کی کتاب جس میں ہدایت اور روشنی ہے اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا عزوجل کی یاد دلاتا ہوں۔ (1) (مسلم ج۲ ص۲۷۹ باب من فضائل علی)

اس خطبہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ (2) (مشکوٰۃ ص۵۶۵ مناقب علی) جس کا میں مولا ہوں علی بھی اسکے مولیٰ، خداوندا! عزوجل جو علی سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

غدیرخم کے خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی اس کی کوئی تصریح کہیں حدیثوں میں نہیں ملتی۔ ہاں البتہ بخاری کی ایک روایت سے پتا چلتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اختیار سے کوئی ایسا کام کر ڈالا تھا جس کو ان کے یمن سے آنے والے ہمراہیوں نے پسند نہیں کیا

---

1 ……صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی ابن ابی طالب، الحدیث:۲۴۰۸، ص۱۳۱۲ ملتقطاً

2 ……مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ تعالی عنہ، الفصل الثالث، الحدیث:۶۱۰۳، ج۲، ص۴۳۰

یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے بارگاہ رسالت میں اس کی شکایت بھی کر دی جس کا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ علی کو اس سے زیادہ کا حق ہے۔ ممکن ہے اسی قسم کے شبہات وشکوک کو مسلمان یمنیوں کے دِلوں سے دور کرنے کے لئے اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت علی اور اہل بیت رضی اللہ تعالٰی عنہم کے فضائل بھی بیان کر دیئے ہوں۔[1] (بخاری باب بعث علی الی الیمن ج۲ ص۲۲۳ و ترمذی مناقب علی)

روافض کا ایک شبہ

بعض شیعہ صاحبان نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ''غدیر خم'' کا خطبہ یہ ''حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل کا اعلان تھا'' مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ یہ محض ایک ''تک بندی'' کے سوا کچھ بھی نہیں کیونکہ اگر واقعی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے خلافت بلافصل کا اعلان کرنا تھا تو عرفات یا منٰی کے خطبوں میں یہ اعلان زیادہ مناسب تھا جہاں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کا اجتماع تھا نہ کہ غدیر خم پر جہاں یمن اور مدینہ والوں کے سوا کوئی بھی نہ تھا۔

مدینہ کے قریب پہنچ کر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ میں رات بسر فرمائی اور صبح کو مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا۔

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی...الخ، الحدیث: ۴۳۵۰، ج۳، ص۱۲۳
وفتح الباری شرح صحیح البخاری، تحت الحدیث: ۴۳۵۰، ج۸، ص۵۷

سولھواں باب

ہجرت کا گیارھواں سال

۱۱ھ

جیشِ اُسامہ

اس لشکر کا دوسرا نام ''سریہ اُسامہ'' بھی ہے۔ یہ سب سے آخری فوج ہے جس کے روانہ کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ ۲۶ صفر ۱۱ھ دوشنبہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور دوسرے دن حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تم کو اس فوج کا امیر لشکر مقرر کیا تم اپنے باپ کی شہادت گاہ مقام ''اُبنٰی'' میں جاؤ اور نہایت تیزی کے ساتھ سفر کر کے ان کفار پر اچانک حملہ کر دو تا کہ وہ لوگ جنگ کی تیاری نہ کر سکیں۔ باوجودیکہ مزاج اقدس ناساز تھا مگر اسی حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے جھنڈا باندھا اور یہ نشانِ اسلام حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دے کر ارشاد فرمایا: ''اُغْزُ بِسْمِ اللّٰهِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَاتِلْ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰهِ''

اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور کافروں کیساتھ جنگ کرو۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بریدہ بن الحضیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علمبردار بنایا اور مدینہ سے نکل کر ایک کوس دور مقام ''جرف'' میں پڑاؤ کیا تا کہ وہاں پورا لشکر جمع ہو جائے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے تمام معززین کو بھی اس لشکر میں شامل ہو جانے کا حکم دے دیا۔ بعض لوگوں پر یہ شاق گزرا کہ ایسا لشکر جس میں انصار و مہاجرین کے اکابر و عمائد موجود ہیں ایک نوعمر لڑکا جس کی

عمر بیس برس سے زائد نہیں کس طرح امیر لشکر بنا دیا گیا؟ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس اعتراض کی خبر ملی تو آپ کے قلب نازک پر صدمہ گزرا اور آپ نے علالت کے باوجود سر میں پٹی باندھے ہوئے ایک چادر اوڑھ کر منبر پر ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگوں نے اُسامہ کی سپہ سالاری پر طعنہ زنی کی ہے تو تم لوگوں نے اس سے قبل اس کے باپ کے سپہ سالار ہونے پر بھی طعنہ زنی کی تھی حالانکہ خدا کی قسم! اس کا باپ (زید بن حارثہ) سپہ سالار ہونے کے لائق تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا (اُسامہ بن زید) بھی سپہ سالار ہونے کے قابل ہے اور یہ میرے نزدیک میرے محبوب ترین صحابہ میں سے ہے جیسا کہ اس کا باپ میرے محبوب ترین اصحاب میں سے تھا لہٰذا اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں تم لوگ میری نیک وصیت کو قبول کرو کہ وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خطبہ دے کر مکان میں تشریف لے گئے اور آپ کی علالت میں کچھ اور بھی اضافہ ہو گیا۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم نبوی کی تکمیل کرتے ہوئے مقام جرف میں پہنچ گئے تھے اور وہاں لشکر اسلام کا اجتماع ہوتا رہا یہاں تک کہ ایک عظیم لشکر تیار ہو گیا۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۱ھ کو جہاد میں جانے والے خواص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رخصت ہونے کے لئے آئے اور رخصت ہو کر مقام جرف میں پہنچ گئے۔ اس کے دوسرے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت نے اور زیادہ شدت اختیار کر لی۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مزاج پرسی اور رخصت ہونے کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا

مگر ضعف کی وجہ سے کچھ بول نہ سکے، بار بار دست مبارک کو آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اوران کے بدن پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرتے تھے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رخصت ہو کر اپنی فوج میں تشریف لے گئے اور ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو کوچ کرنے کا اعلان بھی فرما دیا۔ اب سوار ہونے کے لئے تیاری کر رہے تھے کہ ان کی والدہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرستادہ آدمی پہنچا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزع کی حالت میں ہیں۔ یہ ہوش ربا خبر سن کر حضرت اُسامہ و حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ فوراً ہی مدینہ آئے تو یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سکرات کے عالم میں ہیں اور اسی دن دوپہر کو یا سہ پہر کے وقت آپ کا وصال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ خبر سن کر حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر مدینہ واپس چلا آیا مگر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر رونق افروز ہو گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض لوگوں کی مخالفت کے باوجود ربیع الآخر کی آخری تاریخوں میں اس لشکر کو روانہ فرمایا اور حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام ''اُبنیٰ'' میں تشریف لے گئے اور وہاں بہت ہی خونریز جنگ کے بعد لشکر اسلام فتح یاب ہوا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کے قاتل اور دوسرے کفار کو قتل کیا اور بے شمار مال غنیمت لے کر چالیس دن کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے۔ (1)

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۹ تا ص ۴۱۱ و زرقانی ج ۳ ص ۱۰۷ تا ۱۱۲)

1 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقاني، اخر البعوث النبویة، ج ٤، ص ١٤٧ ـ ١٥٢، ١٥٥ ملخصاً ومدارج النبوت، قسم سوم، باب یازدھم، ج ٢، ص ٤٠٩، ٤١٠ ملخصاً

وفاتِ اقدس

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس عالم میں تشریف لانا صرف اس لئے تھا کہ آپ خدا کے آخری اور قطعی پیغام یعنی دین اسلام کے احکام اُس کے بندوں تک پہنچا دیں اور خدا کی حجت تمام فرما دیں۔ اس کام کو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیونکر انجام دیا؟ اور اس میں آپ کو کتنی کامیابی حاصل ہوئی؟ اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ جب سے یہ دنیا عالَمِ وجود میں آئی ہزاروں انبیاء و رُسل علیہم السلام اس عظیم الشان کام کو انجام دینے کے لئے اس عالم میں تشریف لائے مگر تمام انبیاء و مرسلین کے تبلیغی کارناموں کو اگر جمع کر لیا جائے تو وہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تبلیغی شاہکاروں کے مقابلہ میں ایسے ہی نظر آئیں گے جیسے آفتاب عالم تاب کے مقابلہ میں ایک چراغ یا ایک صحرا کے مقابلہ میں ایک ذرہ یا ایک سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تبلیغ نے عالم میں ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ کائناتِ ہستی کی ہر پستی کو معراج کمال کی سربلندی عطا فرما کر ذلت کی زمین کو عزت کا آسمان بنا دیا اور دین حنیف کے اس مقدس اور نورانی محل کو جس کی تعمیر کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک تمام انبیاء و رسل معمار بنا کر بھیجے جاتے رہے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی شان سے اس قصر ہدایت کو اس طرح مکمل فرما دیا کہ حضرت حق جل جلالہ نے اس پر اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ (1) کی مہر لگا دی۔

جب دین اسلام مکمل ہو چکا اور دنیا میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تشریف لانے کا مقصد پورا ہو چکا تو اللہ تعالٰی کے وعدہ محکم اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ○ (2)

1 ......ترجمہ کنز الایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ پ ٦، المائدۃ: ٣

2 ......ترجمہ کنز الایمان: بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور انکو بھی مرنا ہے۔ پ ٢٣، الزمر: ٣٠

کے پورا ہونے کا وقت آ گیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پہلے سے اپنی وفات کا علم حاصل ہو گیا تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر لوگوں کو اس کی خبر بھی دے دی تھی۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے لوگوں کو یہ فرما کر رخصت فرمایا تھا: ''شاید اس کے بعد میں تمہارے ساتھ حج نہ کر سکوں گا۔''(1)

اسی طرح ''غدیر خم'' کے خطبہ میں اسی انداز سے کچھ اسی قسم کے الفاظ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ادا ہوئے تھے اگرچہ ان دونوں خطبات میں لفظ لعل (شاید) فرما کر ذرا پردہ ڈالتے ہوئے اپنی وفات کی خبر دی مگر حجۃ الوداع سے واپس آ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو خطبات ارشاد فرمائے اس میں لَعَلَّ (شاید) کا لفظ آپ نے نہیں فرمایا بلکہ صاف صاف اور یقین کے ساتھ اپنی وفات کی خبر سے لوگوں کو آگاہ فرما دیا۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے اور شہداء احد کی قبروں پر اس طرح نماز پڑھی جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر پلٹ کر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہارا پیش رو (تم سے پہلے وفات پانے والا) ہوں اور تمہارا گواہ ہوں اور میں خدا کی قسم! اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔(2)

(بخاری کتاب الحوض ج۲ص ۹۷۵)

1 ......تاریخ الطبری، حجۃالوداع، ج۲، ص۳۴۴

2 ......صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الحوض، الحدیث: ۶۵۹۰، ج۴، ص۲۷۰

اس حدیث میں اِنّی فَرَطٌ لَّکُمْ فرمایا یعنی میں اب تم لوگوں سے پہلے ہی وفات پا کر جارہاہوں تا کہ وہاں جا کر تم لوگوں کے لئے حوض کوثر وغیرہ کا انتظام کروں۔

یہ قصہ مرض وفات شروع ہونے سے پہلے کا ہے لیکن اس قصہ کو بیان فرمانے کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسکا یقینی علم حاصل ہو چکا تھا کہ میں کب اور کس وقت دنیا سے جانے والا ہوں اور مرض وفات شروع ہونے کے بعد تو اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صاف صاف لفظوں میں بغیر ''شاید'' کا لفظ فرماتے ہوئے اپنی وفات کی خبر دے دی۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ

اپنے مرض وفات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور چپکے چپکے ان سے کچھ فرمایا تو وہ رو پڑیں۔ پھر بلایا اور چپکے چپکے کچھ فرمایا تو وہ ہنس پڑیں جب ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے اس کے بارے میں حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آہستہ آہستہ مجھ سے یہ فرمایا کہ میں اسی بیماری میں وفات پا جاؤں گا تو میں رو پڑی۔ پھر چپکے چپکے مجھ سے فرمایا کہ میرے بعد میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم وفات پا کر میرے پیچھے آؤ گی تو میں ہنس پڑی۔ (1)

(بخاری باب مرض النبی ج ۲ ص ۶۳۸)

بہر حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے پہلے اپنی وفات کے وقت کا علم حاصل ہو چکا تھا کیوں نہ ہو کہ جب دوسرے لوگوں کی وفات کے اوقات سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے آگاہ فرما دیا تھا تو اگر خداوند علام الغیوب کے بتا دینے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی وفات کے وقت کا قبل از وقت علم ہو گیا تو اس

(1)......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی و وفاته، الحدیث:۴۴۳۳، ۴۴۳۴، ج۳، ص۱۵۳

میں کونسا استبعاد ہے؟ اللہ تعالٰی نے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا۔ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم عطا فرما کر آپ کو دنیا سے اٹھایا۔ چنانچہ اس مضمون کو ہم نے اپنی کتاب ''قرآنی تقریریں'' میں مفصل تحریر کر دیا ہے۔

علالت کی ابتداء

مرض کی ابتداء کب ہوئی؟ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کتنے دنوں تک علیل رہے؟ اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بہر حال ۲۰ یا ۲۲ صفر ۱۱ھ کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنۃ البقیع میں جو عام مسلمانوں کا قبرستان ہے آدھی رات میں تشریف لے گئے وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج اقدس ناساز ہو گیا یہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی باری کا دن تھا۔(1) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۱۷ و زرقانی ج ۳ ص ۱۱۰)

دوشنبہ کے دن آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی علالت بہت شدید ہو گئی۔ آپ کی خواہش پر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن نے اجازت دے دی کہ آپ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے یہاں قیام فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے سہارا دے کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں پہنچا دیا۔ جب تک طاقت رہی آپ خود مسجد نبوی میں نمازیں پڑھاتے رہے۔ جب کمزوری بہت زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے حکم دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ میرے مصلی پر امامت کریں۔ چنانچہ سترہ نمازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پڑھائیں۔

---

1 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی،الفصل الاول فی اتمامه...الخ،ج۱۲،ص۸۳ملخصاً ومدارج النبوت، قسم چهارم،باب اول،ج۲،ص۴۱۷

ایک دن ظہر کی نماز کے وقت مرض میں کچھ افاقہ محسوس ہوا تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سات پانی کی مشکیں میرے اوپر ڈالی جائیں۔ جب آپ غسل فرما چکے تو حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما آپ کا مقدس بازو تھام کر آپ کو مسجد میں لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز پڑھا رہے تھے آہٹ پا کر پیچھے ہٹنے لگے مگر آپ نے اشارہ سے ان کو روکا اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دوسرے مقتدی لوگ ارکان نماز ادا کرتے رہے۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک خطبہ بھی دیا جس میں بہت سی وصیتیں اور احکام اسلام بیان فرما کر انصار کے فضائل اور ان کے حقوق کے بارے میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے اور سورۂ والعصر اور ایک آیت بھی تلاوت فرمائی۔[1]

(مدارج النبوۃ ج۲ ص۴۲۵ و بخاری ج۲ ص۶۳۹)

گھر میں سات دینار رکھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا کہ تم ان دیناروں کو لاؤ تاکہ میں ان دیناروں کو خدا کی راہ میں خرچ کر دوں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ذریعے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان دیناروں کو تقسیم کر دیا اور اپنے گھر میں ایک ذرہ بھر بھی سونا یا چاندی نہیں چھوڑا۔[2] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۴۲۴)

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرض میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ خاص وفات کے

---

1 ......مدارج النبوت، قسم چهارم، باب دوم، ج۲، ص۴۲۵ ملخصاً وصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاته، الحدیث:۴۴۴۲، ج۳، ص۱۵۵ مختصراً و کتاب الاذان، باب من قام...الخ، الحدیث:۶۸۳، ج۱، ص۲۴۳

2 ......مدارج النبوت، قسم چهارم، باب دوم، ج۲، ص۴۲۴ ملخصاً

دن یعنی دوشنبہ کے روز طبیعت اچھی تھی۔ حجرہ مسجد سے متصل ہی تھا۔ آپ نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر خوشی سے آپ ہنس پڑے لوگوں نے سمجھا کہ آپ مسجد میں آنا چاہتے ہیں مارے خوشی کے تمام لوگ بے قابو ہو گئے مگر آپ نے اشارہ سے روکا اور حجرہ میں داخل ہو کر پردہ ڈال دیا یہ سب سے آخری موقع تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جمال نبوت کی زیارت کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رُخِ انور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن کا کوئی ورق ہے۔ یعنی سفید ہو گیا تھا۔ (1) (بخاری ج۲ ص۶۴۰ باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ)

اس کے بعد بار بار غشی طاری ہونے لگی۔ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان سے شدت غم میں یہ لفظ نکل گیا: ''وَا کَرْبَ اَبَاہُ'' ہائے رے میرے باپ کی بے چینی! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بیٹی! تمہارا باپ آج کے بعد کبھی بے چین نہ ہوگا۔ (2) (بخاری ج۲ ص۶۴۱ باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اس کے بعد بار بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرماتے رہے کہ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ یعنی ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا کا انعام ہے اور کبھی یہ فرماتے کہ ''اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ... خداوندا! بڑے رفیق میں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ بے شک موت کے لئے سختیاں ہیں۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ تندرستی کی حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خواہ وفات کو قبول کریں یا حیاتِ دنیا کو۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاته، الحدیث:٤٤٤٨، ج٣، ص١٥٦ وکتاب الاذان، باب اهل العلم والفضل...الخ، الحدیث:٦٨٠، ج١، ص٢٤٢ ملتقطاً

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاته، الحدیث:٤٤٦٢، ج٣، ص١٦٠

علیہ وسلم کی زَبانِ مبارک پر یہ کلمات جاری ہوئے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ نے آخرت کو قبول فرمالیا۔[1] (بخاری ج۲ص۶۴۰ وص۶۴۱ باب آخر ما تکلم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ تازہ مسواک ہاتھ میں لئے حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر جما کر دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے سمجھا کہ مسواک کی خواہش ہے۔ انہوں نے فوراً ہی مسواک لے کر اپنے دانتوں سے نرم کی اور دست اقدس میں دے دی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسواک فرمائی سہ پہر کا وقت تھا کہ سینۂ اقدس میں سانس کی گھر گھراہٹ محسوس ہونے لگی اتنے میں لب مبارک ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے کہ اَلصَّلٰوةَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ نماز اور لونڈی غلاموں کا خیال رکھو۔ پاس میں پانی کی ایک لگن تھی اس میں بار بار ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ اقدس پر ملتے اور کلمہ پڑھتے۔ چادر مبارک کو کبھی منہ پر ڈالتے کبھی ہٹا دیتے۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سر اقدس کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ اتنے میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر انگلی سے اشارہ فرمایا اور تین مرتبہ یہ فرمایا کہ بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی (اب کوئی نہیں) بلکہ وہ بڑا رفیق چاہیے۔ یہی الفاظ زبانِ اقدس پر تھے کہ ناگہاں مقدس ہاتھ لٹک گئے اور آنکھیں چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کھلی کی کھلی رہیں اور آپ کی قدسی روح عالَمِ قدس میں پہنچ گئی۔[2] (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاته، الحدیث:٤٤٣٥، ٤٤٣٧، ٤، ج٣، ص ١٥٣، ١٥٤ ومدارج النبوت، قسم چهارم، باب دوم، ج٢، ص٤٢٩ مختصراً

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاته، الحدیث:٤٤٣٨، ج٣، ص١٥٤ ومدارج النبوت، قسم چهارم، باب دوم، ج٢، ص٤٢٩ ملخصاً

وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

(بخاری ج۲ ص۶۴۰ وص۶۴۱ باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تاریخ وفات میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے لیکن اس پر تمام علماء سیرت کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا بہر حال عام طور پر یہی مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ کے دن تیسرے پہر آپ نے وصال فرمایا۔[1] (واللہ تعالیٰ اعلم)

وفات کا اثر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتنا بڑا صدمہ پہنچا؟ اور اہل مدینہ کا کیا حال ہو گیا؟ اس کی تصویر کشی کے لئے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ وہ شمع نبوت کے پروانے جو چند دنوں تک جمال نبوت کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بے قرار اور ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان عاشقانِ رسول پر جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائمی فراق کا کتنا روح فرسا اور کس قدر جانکاہ صدمہ عظیم ہوا ہوگا؟ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلا مبالغہ ہوش و حواس کھو بیٹھے، ان کی عقلیں گم ہو گئیں، آوازیں بند ہو گئیں اور وہ اس قدر مخبوط الحواس ہو گئے کہ ان کے لئے یہ سوچنا بھی مشکل ہو گیا کہ کیا کہیں؟ اور کیا کریں؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہو گیا کہ وہ اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے مگر کسی سے نہ کچھ کہتے تھے نہ کسی کی کچھ سنتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنج و ملال میں نڈھال ہو کر اس طرح بیٹھ رہے کہ ان میں اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت ہی نہیں رہی۔ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر

---

[1] ......الوفاء باحوال المصطفیٰ مترجم، باب وقت وصال، ص ۸۱٤ ملخصاً

ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کرسکے اوران کا ہارٹ فیل ہوگیا۔(1)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر ہوش وحواس کھو بیٹھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں اِدھر اُدھر آتے جاتے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں اِس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔(2)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت عمر و حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت لے کر مکان میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کہ بہت ہی سخت غشی طاری ہوگئی ہے۔ جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے عمر! تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپے سے باہر ہوگئے اور تڑپ کر بولے کہ اے مغیرہ! تم جھوٹے ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت تک انتقال نہیں ہوسکتا جب تک دنیا سے ایک ایک منافق کا خاتمہ نہ ہوجائے۔(3)

مواہب لدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''سُنح'' میں تھے جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ان کی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہیں رہتی تھیں۔

---

1 ......مدارج النبوت،قسم سوم،باب دوم،ج۲،ص۴۳۲ ملخصاً
والمواهب اللدنية وشرح الزرقاني،الفصل الاول فى اتمامه...الخ،ج۱۲،ص۱۴۲،۱۴۳

2 ......مدارج النبوت،قسم سوم،باب دوم،ج۲،ص۴۳۲

3 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني،الفصل الاول فى اتمامه...الخ،ج۱۲، ص۱۳۹

چونکہ دوشنبہ کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی اور کچھ سکون معلوم ہوا اس لئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اجازت دے دی تھی کہ تم ''سُنح'' چلے جاؤ اور بیوی بچوں کو دیکھتے آؤ۔[1]

بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ''سُنح'' سے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے رخ انور سے چادر ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خداوند تعالٰی آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پا چکے۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع کر دیا کہ[2]

اما بعد! جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور جو شخص تم میں سے خدا عزوجل کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی

1 ......المواھب اللدنیة وشرح الزرقانی،الفصل الاول فی اتمامه...الخ،ج۱۲،ص۱۳۳،۱۳۴

2 ......صحیح البخاری، کتاب الجنائز،باب الدخول علی المیت...الخ،الحدیث:۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ج۱،ص ۴۲۱ ملخصاً

عنہ نے سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـًٔا ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ ○ (1) (آل عمران)

اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا۔ ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔ (2)

(بخاری ج۱ص۱۶۶ باب الدخول علی المیت الخ و مدارج النبوۃ ج۲ص۴۳۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سورۂ آلِ عمران کی یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اضطراب کی حالت میں ننگی شمشیر لے کر جو اعلان کرتے پھرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا اس سے رجوع کیا اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ گویا ہم پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس آیت کی طرف ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔ حضرت ابوبکر

---

1 ......پ ٤، ال عمرٰن: ١٤٤

2 ......صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت...الخ، الحدیث: ١٢٤١، ١٢٤٢، ج١، ص ٤٢١

صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خطبہ نے اس پردہ کو اٹھا دیا۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۴۳۴)

تجہیز و تکفین

چونکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وصیت فرما دی تھی کہ میری تجہیز و تکفین میرے اہل بیت اور اہل خاندان کریں۔ اس لئے یہ خدمت آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاندان ہی کے لوگوں نے انجام دی۔ چنانچہ حضرت فضل بن عباس و حضرت قثم بن عباس و حضرت علی و حضرت عباس و حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم نے مل جل کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غسل دیا اور ناف مبارک اور پلکوں پر جو پانی کے قطرات اور تری جمع تھی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جوش محبت اور فرط عقیدت سے اس کو زبان سے چاٹ کر پی لیا۔[2] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۴۳۸ و ص۴۳۹)

غسل کے بعد تین سوتی کپڑوں کا جو ''سحول'' گاؤں کے بنے ہوئے تھے کفن بنایا گیا ان میں قمیص و عمامہ نہ تھا۔[3] (بخاری ج۱ ص۱۶۹ باب الثیاب البیض للکفن)

نمازِ جنازہ

جنازہ تیار ہوا تو لوگ نماز جنازہ کے لئے ٹوٹ پڑے۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ جنازہ مبارکہ حجرہ مقدسہ کے اندر ہی تھا۔ باری باری سے تھوڑے تھوڑے لوگ اندر جاتے تھے اور نماز پڑھ کر چلے آتے تھے لیکن کوئی امام نہ تھا۔[4] (مدارج النبوۃ ج۲ ص۴۴۰ و ابن ماجہ ص۱۱۸ باب ذکر وفاتہ)

---

1 ......مدارج النبوت، قسم چھارم، باب دوم، ج۲، ص۴۳۴

2 ......مدارج النبوت، قسم چھارم، باب سوم، ج۲، ص۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹ ملخصاً

3 ......صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الثیاب البیض للکفن، الحدیث: ۱۲۶۴، ج۱، ص۴۲۸

4 ......سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته و دفنه، الحدیث: ۱۶۲۸، ج۲، ص۲۸۴، ۲۸۵

قبرانور

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر شریف تیار کی جو بغلی تھی۔ جسم اطہر کو حضرت علی و حضرت فضل بن عباس و حضرت عباس و حضرت قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قبر منور میں اتارا۔[1] (مدارج النبوۃ ج۲ص۴۴۲)

لیکن ابوداؤد کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اُسامہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی قبر میں اترے تھے۔[2] (ابوداؤد ج۲ص۴۵۸ باب کم یدخل القبر)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں یہ اختلاف رونما ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے کچھ لوگوں نے کہا کہ مسجد نبوی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدفن ہونا چاہیے اور کچھ نے یہ رائے دی کہ آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ہر نبی اپنی وفات کے بعد اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جس جگہ اس کی وفات ہوئی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سن کر لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بچھونے کو اٹھایا اور اسی جگہ (حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میں آپ کی قبر تیار کی اور آپ اسی میں مدفون ہوئے۔[3] (ابن ماجہ ص۱۱۸ باب ذکر وفاتہ)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل شریف اور تجہیز و تکفین کی سعادت میں حصہ لینے کے لئے ظاہر ہے کہ شمع نبوت کے پروانے کس قدر بے قرار رہے ہوں گے؟

---

1 ......مدارج النبوت، قسم چهارم، باب سوم، ج۲، ص۴۴۱، ۴۴۲ ملتقطاً

2 ......سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب کم یدخل القبر، الحدیث:۳۲۰۹، ۳۲۱۰، ج۳، ص۲۸۶ ملتقطاً

3 ......سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته و دفنه، الحدیث:۱۶۲۸، ج۲، ص۲۸۴، ۲۸۵

مگر جیسا کہ ہم تحریر کر چکے کہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ہی یہ وصیت فرما دی تھی کہ میرے غسل اور تجہیز و تکفین میرے اہل بیت ہی کریں۔ پھر امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی بحیثیت امیر المؤمنین ہونے کے یہی حکم دیا کہ ''یہ اہل بیت ہی کا حق ہے'' اس لئے حضرت عباس اور اہل بیت رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کواڑ بند کر کے غسل دیا اور کفن پہنایا مگر شروع سے آخر تک خود حضرت امیر المؤمنین اور دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم حجرہ مقدسہ کے باہر حاضر رہے۔(1) (مدارج النبوۃ ج۲ص ۴۳۷)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترکہ

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدس زندگی اس قدر زاہدانہ تھی کہ کچھ اپنے پاس رکھتے ہی نہیں تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وفات کے بعد کیا چھوڑا ہوگا؟ چنانچہ حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَ اَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً ۔(2)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم و دینار چھوڑا نہ لونڈی و غلام نہ اور کچھ صرف اپنا سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے چھوڑا تھا۔ (بخاری ج۱ص ۳۸۲ کتاب الوصایا)

بہر حال پھر بھی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متروکات میں تین چیزیں تھیں۔ ﴿۱﴾ بنو نضیر، فدک، خیبر کی زمینیں ﴿۲﴾ سواری کا جانور ﴿۳﴾ ہتھیار۔ یہ تینوں چیزیں قابل ذکر ہیں۔

1 ......مدارج النبوت، قسم چھارم، باب سوم، ج۲، ص ۴۳۷، ۴۳۸ ملخصاً

2 ......صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا...الخ، الحدیث: ۲۷۳۹، ج۲، ص ۲۳۱

زمین

بنونضیر، فدک، خیبر کی زمینوں کے باغات وغیرہ کی آمدنیاں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کے سال بھر کے اخراجات اور فقراء و مساکین اور عام مسلمانوں کی حاجات میں صرف فرماتے تھے۔[1]

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۵ و ابوداؤد ج ۲ ص ۴۱۲ باب فی صفایا رسول اللہ)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن چاہتی تھیں کہ ان جائیدادوں کو میراث کے طور پر وارثوں کے درمیان تقسیم ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے ان لوگوں نے اس کی درخواست پیش کی مگر آپ اور حضرت عمر وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ان لوگوں کو یہ حدیث سنادی کہ لَانُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ [2] (ابوداؤد ج ۲ ص ۴۱۳ و بخاری ج ۱ ص ۴۳۶ (باب فرض الخمس) ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ مسلمانوں پر صدقہ ہے۔

اور اس حدیث کی روشنی میں صاف صاف کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وصیت کے بموجب یہ جائیدادیں وقف ہو چکی ہیں۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی مقدس زندگی میں جن مدآت و مصارف میں ان کی آمدنیاں خرچ فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اصرار سے بنونضیر کی جائیداد کا ان دونوں کو اس شرط پر متولی بنا دیا تھا کہ اس جائیداد کی آمدنیاں انہیں مصارف میں

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الخراج والفیء...الخ، باب فی صفایا...الخ، الحدیث:۲۹۶۳، ج۳، ص۱۹۳، ۱۹۴ ملتقطاً و مدارج النبوت، قسم چهارم، باب سوم، ج۲، ص۴۴۵

2 ......سنن ابی داود، کتاب الخراج ...الخ، باب فی صفایا...الخ، الحدیث:۲۹۶۳، ج۳، ص۱۹۳، ۱۹۴ وصحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب قرابة...الخ، الحدیث:۳۷۱۱_۳۷۱۲، ج۲، ص۵۳۷، ۵۳۸ و کتاب الفرائض، باب قول النبی لانورث...الخ، الحدیث:۶۷۲۵_۶۷۲۶، ج۴، ص۳۱۳ ملتقطاً

خرچ کرتے رہیں گے جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ پھر ان دونوں میں کچھ ان بن ہوگئی اور ان دونوں حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بنونضیر کی جائیداد تقسیم کر کے آدھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تولیت میں دے دی جائے اور آدھی کے متولی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخواست کو نامنظور فرمادیا۔ (1)

(ابوداؤد ج۲ ص۴۱۳ باب فی وصایا رسول اللہ و بخاری ج۱ ص۴۳۶ باب فرض الخمس)

لیکن خیبر اور فدک کی زمینیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک خلفاء ہی کے ہاتھوں میں رہیں حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے اس کو اپنی جاگیر بنالی تھی مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں پھر وہی عملدرآمد جاری کر دیا جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور خلافت میں تھا۔ (2) (ابوداؤد ج۲ ص۴۱۷ باب فی وصایا رسول اللہ مطبوعہ نامی پریس)

سواری کے جانور

زرقانی علی المواہب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت میں سات گھوڑے، پانچ خچر، تین گدھے، دو اونٹنیاں تھیں۔ (3)

(زرقانی ج۳ ص۳۸۶ تا ص۳۹۱)

لیکن اس میں یہ تشریح نہیں ہے کہ بوقت وفات ان میں سے کتنے جانور موجود تھے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جانور دوسروں کو عطا فرماتے رہتے تھے۔ کچھ نئے خریدتے کچھ ہدایا اور نذرانوں میں ملتے بھی رہے۔

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الخراج...الخ، باب فی صفایا...الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، ج۳، ص۱۹۳، ۱۹۵

2 ......سنن ابی داود، کتاب الخراج...الخ، باب فی صفایا...الخ، الحدیث: ۲۹۷۲، ج۳، ص۱۹۸

3 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، باب فی ذکر خیله...الخ، ج۵، ص۹۸-۱۰۲، ۱۰۶-۱۱۰ ملتقطاً

بہر حال روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات اقدس کے وقت جو سواری کے جانور موجود تھے ان میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام ''لحیف'' تھا ایک سفید خچر تھا جس کا نام ''دلدل'' تھا یہ بہت ہی عمر دراز ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے تک زندہ رہا اتنا بوڑھا ہو گیا تھا کہ اس کے تمام دانت گر گئے تھے اور آخر میں اندھا بھی ہو گیا تھا۔ ابن عساکر کی تاریخ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی جنگ خوارج میں اس پر سوار ہوئے تھے۔[1] (زرقانی ج ۳ ص ۳۸۹)

ایک عربی گدھا تھا جس کا نام ''عفیر'' تھا ایک اونٹنی تھی جس کا نام ''عضباء و قصواء'' تھا یہ وہی اونٹنی تھی جس کو بوقت ہجرت آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خریدا تھا اس اونٹنی پر آپ نے ہجرت فرمائی اور اس کی پشت پر حجۃ الوداع میں آپ نے عرفات و منٰی کا خطبہ پڑھا تھا۔ (واللہ تعالٰی اعلم)

ہتھیار

چونکہ جہاد کی ضرورت ہر وقت درپیش رہتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسلحہ خانہ میں نو یا دس تلواریں، سات لوہے کی زرہیں، چھ کمانیں، ایک تیردان، ایک ڈھال، پانچ برچھیاں، دو مغفر، تین جبے، ایک سیاہ رنگ کا بڑا جھنڈا باقی سفید و زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جھنڈے تھے اور ایک خیمہ بھی تھا۔[2]

ہتھیاروں میں تلواروں کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تحریر فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ یہ سب تلواریں بیک وقت جمع تھیں یا مختلف اوقات میں آپ کے پاس رہیں۔[3] (مدارج النبوۃ ج ۳ ص ۵۹۵)

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب،فی ذکر خیلہ ولقاحہ ودوابہ،ج٥،ص ١٠٠،١٠٦

2 ......المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی،فی الالات حروبہ...الخ،ج٥،ص٨٥،٨٨۔٨٩،٩١۔٩٢ ومدارج النبوت،قسم پنجم،باب یازدھم،ج٢،ص٥٩٨،٦٠٧ ملخصاً وملتقطاً

3 ......مدارج النبوت،قسم پنجم،باب یازدھم،ج٢،ص٥٩٥

ظروف ومختلف سامان

ظروف اور برتنوں میں کئی پیالے تھے ایک شیشہ کا پیالہ بھی تھا۔ایک پیالہ لکڑی کا تھا جو پھٹ گیا تھا تو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے شگاف کو بند کرنے کیلئے ایک چاندی کی زنجیر سے اس کو جکڑ دیا تھا۔(1)

(بخاری ج۱ص۴۳۸ باب ماذکرمن ورع النبی)

چمڑے کا ایک ڈول،ایک پرانی مشک،ایک پتھر کا تغار،ایک بڑا سا پیالہ جس کا نام ''السعہ'' تھا،ایک چمڑے کا تھیلا جس میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آئینہ،قینچی اور مسواک رکھتے تھے،ایک کنگھی،ایک سرمہ دانی،ایک بہت بڑا پیالہ جس کا نام ''الغراء'' تھا،صاع اور مد دونا پنے کے پیمانے۔

ان کے علاوہ ایک چارپائی جس کے پائے سیاہ لکڑی کے تھے۔یہ چارپائی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہدیۃً خدمت اقدس میں پیش کی تھی۔بچھونا اور تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی،مقدس جوتیاں،یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسباب وسامانوں کی ایک فہرست ہے جن کا تذکرہ احادیث میں متفرق طور پر آتا ہے۔(2)

تبرکاتِ نبوت

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ان متروکہ سامانوں کے علاوہ بعض یادگاری تبرکات بھی تھے جن کو عاشقانِ رسول فرطِ عقیدت سے اپنے اپنے گھروں میں محفوظ کئے ہوئے تھے اور ان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔چنانچہ موئے مبارک،نعلین شریفین اور ایک لکڑی کا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکرمن ذرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث:۳۱۰۹، ج۲، ص۳۴۴

2 ......المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، تکمیل، ج۵، ص۹۴۔۹۶ ملخصاً

تعالیٰ عنہ نے ان تینوں آثار متبرکہ کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا تھا۔ (1)

(بخاری ج۱ص ۴۳۸ باب ماذکر من ورع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ)

اسی طرح ایک موٹا کمبل حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جن کو وہ بطور تبرک اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں اور لوگوں کو اس کی زیارت کراتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مبارکہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے ایک موٹا کمبل نکالا اور فرمایا کہ یہ وہی کمبل ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ (2)

(بخاری ج۱ص ۴۳۸ باب ماذکر من ورع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک تلوار جس کا نام ''ذوالفقار'' تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی ان کے بعد ان کے خاندان میں رہی یہاں تک کہ یہ تلوار کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔ اس کے بعد ان کے فرزند و جانشین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہی۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید بن معاویہ کے پاس سے رخصت ہو کر مدینہ تشریف لائے تو مشہور صحابی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ کو کوئی حاجت ہو یا میرے لائق کوئی کار خدمت ہو تو آپ مجھے حکم دیں میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے کوئی حاجت نہیں پھر حضرت مسور بن

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی...الخ، الحدیث: ۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج۲، ص۳۴۳، ۳۴۴ ملخصاً

وفتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی...الخ، تحت الحدیث: ۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج۶، ص۱۷۳، ۱۷۴ ملتقطاً

2 ......صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث: ۳۱۰۸، ج۲، ص۳۴۳

مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گزارش کی کہ آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو تلوار (ذوالفقار) ہے کیا آپ وہ مجھے عنایت فرما سکتے ہیں؟ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یزید کی قوم آپ پر غالب آ جائے اور یہ تبرک آپ کے ہاتھ سے جاتا رہے اور اگر آپ نے اس مقدس تلوار کو مجھے عطا فرما دیا تو خدا کی قسم! جب تک میری ایک سانس باقی رہے گی ان لوگوں کی اس تلوار تک رسائی بھی نہیں ہو سکتی مگر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقدس تلوار کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہیں فرمایا۔ (1)

(بخاری ج۱ ص۴۳۸ باب ماذکر من ورع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگوٹھی اور عصائے مبارک پر جانشین ہونے کی بنا پر خلفائے کرام حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے دور خلافت میں قابض رہے مگر انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے کنوئیں میں گر کر ضائع ہو گئی۔ اس کنوئیں کا نام ''بیر اریس'' ہے جس کو لوگ ''بیر خاتم'' بھی کہتے ہیں۔ (2) (بخاری ج۲ ص۸۷۲ باب خاتم الفضہ)

اور عصائے مبارک اس طرح ضائع ہوا کہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی مقدس عصائے نبوی کو اپنے دست مبارک میں لے کر مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ناگہاں بدنصیب ''جہجاہ غفاری'' اٹھا اور اچانک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے اس مبارک تبرک کو لے کر توڑ ڈالا۔ اس بے ادبی سے اس پر یہ قہرِ الٰہی ٹوٹ پڑا کہ اس کے ہاتھ میں کینسر ہو گیا اور پورا ہاتھ سڑ گل کر ٹوٹ پڑا اور اسی عذاب میں وہ ہلاک ہو گیا۔ (3) (دلائل النبوۃ ج۳ ص۲۱۱)

1 ......صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث: ۳۱۱۰، ج۲، ص۳٤٤

2 ......صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب خاتم الفضۃ، الحدیث: ٥٨٦٦، ج٤، ص٦٨

3 ......حجۃ اللّٰہ علی العالمین، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ من کرامات اصحاب رسول اللّٰہ، ص٦١٣

تنبیہ: ہماری تحقیق کے مطابق حضرت سیدنا جہجاہ بن سعید غفاری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

صحابیِ رسول ہیں اور ہمیں کسی کا بھی کوئی قول ایسا نہیں ملا جس میں انکے صحابی ہونے کی نفی ہو لہٰذا انکے لئے ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں۔

مصنف کی طرف سے عذر : کسی عام مسلمان سے بھی یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی صحابی کے بارے میں جان بوجھ کر کوئی نازیبا کلمہ استعمال کرے۔یقیناً حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے علم میں نہ ہوگا کہ یہ صحابی ہیں کیونکہ یہاں جو معاملہ تھا وہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے عصا کے توڑنے کا تھا جس کی وجہ سے شاید مصنف سے تسامح ہوگیا ورنہ وہ ہرگز ایسی بات صحابیٔ رسول کیلئے نہ لکھتے کیونکہ مصنف نے خود اپنی کتب میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فضائل بیان فرمائے ہیں جو کہ ان کے راسخ سنی صحیح العقیدہ اور عاشقِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہونے کی دلیل ہے۔**صحابۂ کرام** (علیہم الرضوان) **کے بارے میں اسلامی عقیدہ** :صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے متعلق اہلسنت کا موقف ہے کہ (۱) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے، ان میں پڑنا حرام، حرام، سخت حرام ہے، مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں۔(۲) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتہ نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ان میں بعض کے لیے لغزشیں ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔(بھار شریعت ۱/ 253مطبوعہ مکتبة المدینه) **تفصیل** : مذکورہ واقعہ کی تفتیش کرتے ہوئے ہم نے متعدد عربی کتبِ سیر و تاریخ وغیرہ دیکھیں لیکن ان میں "بدنصیب "یا اسکی مثل کلمات نہیں ملے چنانچہ " الاستیعاب "میں ہے:وروی أنّ جهجاه هذا هو الذی تَناوَل العصا مِن یَدِ عثمان وهو یَخطبُ فکَسَرَها یومئذ ,فأَخذتُه الأَکِلةُ فی رکبته وکانت عصا رسولِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم .(الاستیعاب فی

معرفة الأصحاب 1/ 334) وفی "الإصابة "بلفظِ :فوضعها علی رکبته فکسرها ....حتی مات .(الإصابة فی تمییز الصحابة 1 -/ 622)۔۔ترجمہ :اورمروی ہے کہ یہ وہی جہجاہ (بن سعید غفاری رضی اللہ عنہ)ہیں جنھوں نے بحالتِ خطبہ عثمانِ غنی (رضی اللہ عنہ)کے دستِ مبارک سے عصا(چھڑی) چھین کر اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا تھا تو (سیدنا)جہجاہ (رضی اللہ عنہ)کو گھٹنے میں زخم ہوگیا یہاں تک کہ وہ رحلت فرما گئے۔وہ عصا مبارک رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کا تھا.**اِن کی صحابیت کے دلائل** : کتب تراجم میں اِن کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ "وہ بیعتِ رضوان میں حاضر تھے "شَهِدَ بیعةَ الرضوانِ بالحدیبیة ۔(الإصابة فی تمییز الصحابة 1/621)اورمتعدد کتب میں عصا توڑنے والا واقعہ انہی کا لکھا ہے،جس کی تائید"استیعاب "سے بالخصوص ہوتی ہے کہ انھوں نے پہلے اِن کے ایمان لانے کا واقعہ بیان کیا اورپھر "هذا هو الذی تَنَاوَلَ العَصَا "کے الفاظ کے ذریعے یہ واضح کردیا کہ عصا توڑنے والا واقعہ انہی کا ہے۔(الإستیعاب فی معرفة الأصحاب، 1/334)انکے صحابی ہونے کی صراحت اِن کتب میں بھی کی گئی ہے.(۱) (التمهید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید) فلما أسلمتُ دعانی رسول الله صلی الله علیه وسلم إلی منزله فحلب لی عنز ا،230/7) .(۲) (الثقات لابن حبان) وکان جهجاه من فقراء المهاجرین وهو الذی أکل عند النبی صلی الله علیه و سلم وهو کافر فأکثر ثم أسلم فأکل فقال له النبی صلی الله علیه وسلم المؤمن یأکل فی معی واحد والکافر یأکل فی سبعة أمعاء (1/280) (۳)(أسد الغابة) ثم أسلم فلم یستتم حلاب شاة واحدة (1/451) (۴)(شرح مشکل الآثار للطحاوی)

اسی قسم کے دوسرے اور بھی تبرکات نبویہ ہیں جو مختلف صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پاس محفوظ تھے جن کا تذکرہ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں جا بجا متفرق طور پر مذکور ہے اور ان مقدس تبرکات سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کو اس قدر والہانہ محبت تھی کہ وہ ان کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔

سترہواں باب

شمائل وخصائل

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے جس طرح کمال سیرت میں تمام اولین و آخرین سے ممتاز اور افضل و اعلٰی بنایا اسی طرح آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جمالِ صورت میں بھی بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا۔ ہم اور آپ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ بے مثال کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم جو دن رات سفر و حضر میں جمال نبوت کی تجلیاں دیکھتے رہے انہوں نے محبوب خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جمالِ بے مثال کے فضل و کمال کی جو مصوری کی ہے اس کو سن کر یہی کہنا پڑتا ہے جو کسی مداحِ رسول نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ

اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّهٗ لَا يَخْلُقُ

یعنی اللہ تعالٰی نے حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی نہ پیدا کرے گا۔ [1] (حیاۃ الحیوان دمیری ج۱ص۴۲)

صحابیِ رسول اور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت

ثم إنه أصبح فأسلم (1/280)(حصه دوم) (۵) شرح الزرقاني على المؤطا. ثم أصبح فأسلم. (4/393)

1 ......حیاۃ الحیوان الکبری، باب الھمزۃ، ج۱، ص۷۵

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قصیدۂ ہمزیہ میں جمال نبوت کی شان بے مثال کو اس شان کے ساتھ بیان فرمایا کہ ؎

وَاَحۡسَنَ مِنۡكَ لَمۡ تَرَقَطُّ عَيۡنِىۡ!

وَاَجۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَآءُ

یعنی یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ سے زیادہ حسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ کمال والا کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقۡتَ مُبَرَّءً مِّنۡ كُلِّ عَيۡبٍ!

كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَآءُ (1)

(یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ ہر عیب ونقصان سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا آپ ایسے ہی پیدا کئے گئے جیسے حسین وجمیل پیدا ہونا چاہتے تھے۔

حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے قصیدۂ بردہ میں فرمایا کہ ؎

مُنَزَّهٌ عَنۡ شَرِيۡكٍ فِىۡ مَحَاسِنِهٖ

فَجَوۡهَرُ الۡحُسۡنِ فِيۡهِ غَيۡرُ مُنۡقَسِمٖ (2)

یعنی حضرت محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں ایسے یکتا ہیں کہ اس معاملہ میں ان کا کوئی شریک ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں جو حسن کا جوہر ہے وہ قابل تقسیم ہی نہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قبلہ بریلوی قدس سرہ العزیز نے بھی اس مضمون کی عکاسی فرماتے ہوئے کتنے نفیس انداز میں فرمایا ہے کہ ؎

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خَلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم

1 ......شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری، ص٦٦

2 ......قصيدة البردة مع شرحها، ص١١١

بہر حال اس پر تمام امت کا ایمان ہے کہ تناسب ِاعضاء اور حسن و جمال میں حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل و بے مثال ہیں۔ چنانچہ حضرات محدثین و مصنفین سیرت نے روایات صحیحہ کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر ہر عضوشریفہ کے تناسب اور حسن و جمال کو بیان کیا ہے۔ہم بھی اپنی اس مختصر کتاب میں ''حلیہ مبارکہ'' کے ذکر جمیل سے حسن و جمال پیدا کرنے کے لئے اس عنوان پر حضرت مولانا محمد کامل صاحب چراغ ربانی نعمانی ولید پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منظوم حلیہ مبارکہ کے چند اشعار نقل کرتے ہیں تا کہ اس عالم کامل کی برکتوں سے بھی یہ کتاب سرفراز ہو جائے۔ حضرت مولانا موصوف نے اپنی کتاب ''پنجہ نور'' میں تحریر فرمایا کہ

حلیہ مقدسہ

روحِ حق کا میں سراپا کیا لکھوں — حلیہ نورِ خدا میں کیا لکھوں
پر جمالِ رحمۃٌ للعالمیں — جلوہ گر ہو گا مکانِ قبر میں
اس لئے ہے آ گیا مجھ کو خیال — مختصر لکھ دوں جمالِ بے مثال
تا کہ یاروں کو مرے پہچان ہو — اور اس کی یاد بھی آسان ہو
تھا میانہ قد و اوسط پاک تن — پر سپید و سرخ تھا رنگ بدن
چاند کے ٹکڑے تھے اعضاء آپ کے — تھے حسین و گول سانچے میں ڈھلے
تھیں جبیں روشن کشادہ آپ کی — چاند میں ہے داغ وہ بے داغ تھی
دونوں ابرو تھیں مثالِ دو ہلال — اور دونوں کو ہوا تھا اِتصال
اِتصال دو مہ ''عیدین'' تھا — یا کہ ادنیٰ قرب تھا ''قوسین'' کا
تھیں بڑی آنکھیں حسین و سرمگیں — دیکھ کر قربان تھیں سب حور عین
کان دونوں خوب صورت ارجمند — ساتھ خوبی کے دہن بینی بلند

صاف آئینہ تھا چہرہ آپ کا — صورت اپنی اس میں ہر اک دیکھتا
تا بہ سینہ ریش محبوبِ الٰہ — خوب تھی گنجان مو ، رنگ سیاہ
تھا سپید اکثر لباسِ پاک تن — ہو ازار و جبہ یا پیر ہن
سبز رہتا تھا عمامہ آپ کا — پر کبھی سود و سپید و صاف تھا
میں کہوں پہچان عمدہ آپ کی — دونوں عالم میں نہیں ایسا کوئی

جسم اطہر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا رنگ گورا سپید تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کا مقدس بدن چاندی سے ڈھال کر بنایا گیا ہے۔[1] (شمائل ترمذی ص۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم مبارک نہایت نرم و نازک تھا۔ میں نے دیبا و حریر (ریشمیں کپڑوں) کو بھی آپ کے بدن سے زیادہ نرم و نازک نہیں دیکھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی خوشبو سے زیادہ اچھی کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔[2] (بخاری ج۱ ص۵۰۳ باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرۂ انور اس طرح چمک اٹھتا تھا کہ گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے اور ہم لوگ اسی کیفیت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادمانی و مسرت کو پہچان لیتے تھے۔[3]

(بخاری ج۱ ص۵۰۲ باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

آپ کے رُخِ انور پر پسینہ کے قطرات موتیوں کی طرح ڈھلکتے تھے اور اس میں مشک و عنبر سے بڑھ کر خوشبو رہتی تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت بی بی اُمِ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک چمڑے کا بستر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے

1 ......الشمائل المحمدية، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۱، ص۲۴، ۲۵

2 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۵۶۱، ج۲، ص۴۸۹

3 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۵۵۶، ج۲، ص۴۸۸

بچھا دیتی تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر دوپہر کو قیلولہ فرمایا کرتے تھے تو آپ کے جسم اطہر کے پسینے کو وہ ایک شیشی میں جمع فرمالیتی تھیں پھر اس کو اپنی خوشبو میں ملا لیا کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد میرے بدن اور کفن میں وہی خوشبو لگائی جائے جس میں حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا پسینہ ملا ہوا ہے۔[1]

(بخاری ج ۲ ص ۹۲۹ باب من زار قوماً فقال عندہم و بخاری ج ۱ ص ۳۶۵ حدیث الافک)

جسم انور کا سایہ نہ تھا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قد مبارک کا سایہ نہ تھا۔ حکیم ترمذی (متوفی ۲۵۵ھ) نے اپنی کتاب "نوادر الاصول" میں حضرت ذکوان تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ امام ابن سبع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور آپ نور تھے اس لئے جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا اور بعض کا قول ہے کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں آپ کی اس دعا کا ذکر ہے کہ آپ نے یہ دعا مانگی کہ خداوندا! تو میرے تمام اعضاء کو نور بنا دے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اس دعا کو اس قول پر ختم فرمایا کہ "وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا" یعنی یا اللہ! تو مجھ کو سراپا نور بنا دے۔ ظاہر ہے کہ جب آپ سراپا نور تھے تو پھر آپ کا سایہ کہاں سے پڑتا؟

اسی طرح عبداللہ بن مبارک اور ابن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔[1] (زرقانی ج ۵ ص ۲۴۹)

مکھی، مچھر، جوؤں سے محفوظ

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما...الخ، الحدیث: ۶۲۸۱، ج ۴، ص ۱۸۲

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس روایت کو نقل فرمایا ہے اور علامہ حجازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے کہ بدن تو بدن، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑوں پر بھی کبھی مکھی نہیں بیٹھی، نہ کپڑوں میں کبھی جوئیں پڑیں، نہ کبھی کھٹمل یا مچھر نے آپ کو کاٹا، اس مضمون کو ابوالربیع سلیمان بن سبع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''شفاء الصدور فی اعلام نبوۃ الرسول'' میں بیان فرماتے ہوئے تحریر فرمایا کہ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور تھے۔ پھر مکھیوں کی آمد، جوؤں کا پیدا ہونا چونکہ گندگی بدبو وغیرہ کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اور آپ چونکہ ہر قسم کی گندگیوں سے پاک اور آپ کا جسم اطہر خوشبو دار تھا اس لئے آپ ان چیزوں سے محفوظ رہے۔ امام سبتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس مضمون کو ''اعظم الموارد'' میں مفصل لکھا ہے۔ (2)

(زرقانی ج۵ ص۲۴۹)

مہر نبوت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر مہر نبوت تھی۔ یہ بظاہر سرخی مائل اُبھرا ہوا گوشت تھا۔ چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت کو دیکھا جو کبوتر کے انڈے کی مقدار میں سرخ اُبھرا ہوا ایک غدود تھا۔ (3) (شمائل ترمذی ص۳ و ترمذی ج۲ ص۲۰۵)

لیکن ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مہر نبوت کبوتر کے انڈے کے برابر تھی اور اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ

اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ بِوَجْهٍ حَيْثُ كُنْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني،الفصل الاول فی كمال خلقته...الخ،ج٥،ص٥٢٤۔٥٢٥

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني،الفصل الرابع ما اختص به...الخ،ج٧،ص٢٠٠

3 ......الشمائل المحمدية،باب ما جاء فی خاتم النبوة،الحديث:١٦،ص٢٨

یعنی ایک اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں (اے رسول!) آپ جہاں بھی رہیں گے آپ کی مدد کی جائے گی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

" کَانَ نُوْرًا یَّتَلَاْ لَأُ " یعنی مہر نبوت ایک چمکتا ہوا نور تھا۔ راویوں نے اس کی ظاہری شکل وصورت اور مقدار کو کبوتر کے انڈے سے تشبیہ دی ہے۔(1)

(حاشیہ ترمذی ج۲ ص ۲۰۵ باب ماجاء فی خاتم النبوۃ)

قد مبارک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ بہت زیادہ لمبے تھے نہ پستہ قد بلکہ آپ درمیانی قد والے تھے اور آپ کا مقدس بدن انتہائی خوب صورت تھا جب چلتے تھے تو کچھ خمیدہ ہو کر چلتے تھے۔(2) (شمائل ترمذی ص ا)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ طویل القامت تھے نہ پستہ قد بلکہ آپ میانہ قد تھے۔ بوقتِ رفتار ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کسی بلندی سے اتر رہے ہیں۔ میں نے آپ کا مثل نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد۔(3) (شمائل ترمذی صفحہ ا)

اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہے کہ آپ میانہ قد تھے لیکن یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معجزانہ شان ہے کہ میانہ قد ہونے کے باوجود اگر آپ ہزاروں انسانوں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تھے تو آپ کا سر مبارک سب سے زیادہ اونچا نظر آتا تھا۔

قد بے سایہ کے سایۂ مرحمت ظلِ ممدود رافت پہ لاکھوں سلام

طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں اُس سہی سروِقامت پہ لاکھوں سلام

---

1 ......حاشیۃ جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی خاتم النبوۃ، حاشیۃ: ۲، ج۲، ص۲۰۶

2 ......الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲، ص۱۶

3 ......الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ۵، ص۱۹

سرِاقدس

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''ضخم الراس'' یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک ''بڑا'' تھا (جو شاندار اور وجیہ ہونے کا نشان ہے۔)[1] (شمائل ترمذی)

جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں ۔۔۔ اُس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

مقدس بال

حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک نہ گھونگھردار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ ان دونوں کیفیتوں کے درمیان تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس بال پہلے کانوں کی لو تک تھے پھر شانوں تک خوبصورت گیسو لٹکتے رہتے تھے مگر حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اپنے بالوں کو اتروا دیا۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قبلہ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے مقدس بالوں کی ان تینوں صورتوں کو اپنے دوشعروں میں بہت ہی نفیس ولطیف انداز میں بیان فرمایا ہے کہ

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تادوش ۔۔۔ کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو

آخرِ حج غمِ اُمت میں پریشاں ہو کر ۔۔۔ تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر بالوں میں تیل بھی ڈالتے تھے اور کبھی کبھی کنگھی بھی کرتے تھے اور اخیر زمانہ میں بیچ سر میں مانگ بھی نکالتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس بال آخر عمر تک سیاہ رہے، سر اور داڑھی شریف میں بیس بالوں سے زیادہ سفید نہیں ہوئے تھے۔[2] (شمائل ترمذی ص۴-۵)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جب اپنے مقدس بال

---

1 ......الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث:۵، ص۱۹

2 ......الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی شعر رسول اللّٰہ، الحدیث:۲۶، ص۳۵ و باب ماجاء فی ترجل رسول اللّٰہ، الحدیث:۳۲، ۳۵، ص۳۹، ۴۱ و باب ماجاء فی شیب رسول اللّٰہ، الحدیث:۳۹، ص۴۴ ملتقطاً

اتروائے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بطور تبرک تقسیم ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہایت ہی عقیدت کے ساتھ اس موئے مبارک کو اپنے پاس محفوظ رکھا اور اس کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان مقدس بالوں کو ایک شیشی میں رکھ لیا تھا جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کوئی مرض ہوتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس شیشی کو پانی میں ڈبو کر دیتی تھیں اور اس پانی سے شفاء حاصل ہوتی تھی۔ (1)

(بخاری ج۲ ص۸۷۵ باب مایذکر فی الشیب)

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا

لکۂ ابر رأفت پہ لاکھوں سلام

رُخِ انور

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ منور جمالِ الٰہی کا آئینہ اور انوارِ تجلی کا مظہر تھا۔ نہایت ہی وجیہ، پر گوشت اور کسی قدر گولائی لئے ہوئے تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ چاندنی رات میں دیکھا میں ایک مرتبہ چاند کی طرف دیکھتا اور ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتا تو مجھے آپ کا چہرہ چاند سے بھی زیادہ خوبصورت نظر آتا تھا۔ (2)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ (چمک دمک میں) تلوار کی مانند تھا؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ چاند کے مثل تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ کو بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب مایذکرفی الشیب، الحدیث:٥٨٩٦، ج٤، ص٧٦

2 ......الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث:٩، ص٢٤

مَنْ رَاٰہُ بَدِیْھَۃً ھَابَہٗ وَمَنْ خَالَطَہٗ مَعْرِفَۃً اَحَبَّہٗ [1] (شمائل ترمذی ص۲)

جو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اچانک دیکھتا وہ آپ کے رعب داب سے ڈر جاتا اور پہچاننے کے بعد آپ سے ملتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام انسانوں سے بڑھ کر خوبرو اور سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔ [2]

(بخاری ج۱ ص۵۰۲ باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کے چہرۂ انور کے بارے میں یہ کہا: فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔ [3] یعنی میں نے جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو بغور دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۶۸ باب فضل الصدقہ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کیا خوب کہا کہ ؎

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود ۔۔۔ نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے ۔۔۔ اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

عربی زبان میں بھی کسی مداحِ رسول نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے رخِ انور کے حسن و جمال کا کتنا حسین منظر اور کتنی بہترین تشریح پیش کی ہے ؎

نَبِیُّ جَمَالٍ كُلُّ مَا فِيْهِ مُعْجِزٌ مِنَ ۔۔۔ الْحُسْنِ لٰكِنْ وَجْهُهُ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى

يُنَادِیْ بَلَالُ الْخَالِ فِیْ صَحْنِ خَدِّهٖ ۔۔۔ يُطَالِعُ مِنْ لَاْلَاءِ غُرَّتِهِ الْفَجْرَا

یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حسن و جمال کے بھی نبی ہیں، یوں تو ان کی ہر ہر

---

1 ……الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۶، ص۱۹، ۲۰، ۲۴ ملتقطاً

2 ……صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۵۴۹، ج۲، ص۴۸۷

3 ……مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، الحدیث: ۱۹۰۷، ج۱، ص۳۶۲

چیز حسن کا معجزہ ہے لیکن خاص کر ان کا چہرہ تو آیت کبریٰ (بہت ہی بڑا معجزہ) ہے۔

ان کے رخسار کے صحن میں ان کے تل کا بلال ان کی روشن پیشانی کی چمک سے صبح صادق کو دیکھ کر اذان کہا کرتا تھا۔

محراب اَبرو

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بھوئیں دراز و باریک اور گھنے بال والی تھیں اور دونوں بھوئیں اس قدر متصل تھیں کہ دور سے دونوں ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اور ان دونوں بھوؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔[1] (شمائل ترمذی ص۲)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ابروئے مبارک کی مدح میں فرماتے ہیں کہ ؎

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی اُن بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

اور حضرت محسن کاکوروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے چہرۂ انور میں محراب ابرو کے حسن کی تصویر کشی کرتے ہوئے یہ لکھا کہ ؎

مہ کامل میں مہ نو کی یہ تصویریں ہیں یا کھنچی معرکۂ بدر میں شمشیریں ہیں

نورانی آنکھ

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی چشمان مبارک بڑی بڑی اور قدرتی طور پر سرمگیں تھیں۔ پلکیں گھنی اور دراز تھیں۔ پتلی کی سیاہی خوب سیاہ اور آنکھ کی سفیدی خوب سفید تھی جن میں باریک باریک سرخ ڈورے تھے۔[2] (شمائل ترمذی ص۲ و دلائل النبوۃ ص۵۴)

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں کا یہ اعجاز ہے کہ آپ بہ یک وقت آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے، دن رات، اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھا

---

1 ......الشمائل المحمدية،باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم،الحدیث:۷،ص۲۱ ملتقطاً

2 ......الشمائل المحمدية،باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم،الحدیث:٦،ص۱۹ ملتقطاً

کرتے تھے۔(1) (زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۲۴۶ وخصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)

چنانچہ بخاری ومسلم کی روایات میں آیا ہے کہ

اَقِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَا رَاكُمْ مِنْ بَعْدِیْ (2) (مشکوٰۃ ص ۸۲ باب الرکوع) یعنی اے لوگو! تم رکوع وسجود کو درست طریقے سے ادا کرو کیونکہ خدا کی قسم! میں تم لوگوں کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

صاحبِ مرقاۃ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ وَهِيَ مِنَ الْخَوَارِقِ الَّتِیْ اُعْطِيَهَا عَلَيْهِ السَّلَام (3) (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۸۲ باب الرکوع) یعنی یہ باب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ان معجزات میں سے ہے جو آپ کو عطا کئے گئے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آنکھوں کا دیکھنا محسوسات ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ غیر مرئی وغیر محسوس چیزوں کو بھی جو آنکھوں سے دیکھنے کے لائق ہی نہیں ہیں دیکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ وَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَیَّ رُكُوعُكُمْ وَلَا خُشُوعُكُمْ (4) (بخاری ج ۱ ص ۵۹)

یعنی خدا کی قسم! تمہارا رکوع وخشوع میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ سبحان اللہ! پیارے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نورانی آنکھوں کے اعجاز کا کیا کہنا؟ کہ پیٹھ کے پیچھے سے نمازیوں کے رکوع بلکہ ان کے خشوع کو بھی دیکھ رہے ہیں۔

''خشوع'' کیا چیز ہے؟ خشوع دل میں خوف اور عاجزی کی ایک کیفیت کا نام ہے جو آنکھ سے دیکھنے کی چیز ہی نہیں ہے مگر نگاہ نبوت کا یہ معجزہ دیکھو کہ ایسی چیز کو بھی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جو آنکھ سے دیکھنے کے قابل ہی نہیں

1 ......الخصائص الكبرى للسيوطى، باب المعجزة والخصائص...الخ، ج ۱، ص ۱۰۴ والمواهب اللدنية وشرح الزرقاني، الفصل الاول فى كمال خلقته...الخ، ج ۵، ص ۲۶۳، ۲۶۴

2 ......مشكاة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الركوع، الحديث: ۸۶۸، ج ۱، ص ۱۸۰

3 ......مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، تحت الحديث: ۸۶۸، ج ۲، ص ۵۹۱

4 ......صحيح البخارى، كتاب الاذان، باب الخشوع فى الصلوة، الحديث: ۷۴۱، ج ۱، ص ۲۶۲

ہے۔ سبحان اللہ! چشمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعجاز کی شان کا کیا کوئی بیان کر سکتا ہے؟ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قبلہ بریلوی قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم ''والنجم'' میں ہے آپ کی بینائی کی
فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھایئے امی تری دانائی کی

بینی مبارک

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متبرک ناک خوبصورت دراز اور بلند تھی جس پر ایک نور چمکتا تھا۔ جو شخص بغور نہیں دیکھتا تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ آپ کی مبارک ناک بہت اونچی ہے حالانکہ آپ کی ناک بہت زیادہ اونچی نہ تھی بلکہ بلندی اس نور کی وجہ سے محسوس ہوتی تھی جو آپ کی مقدس ناک کے اوپر جلوہ فگن تھا۔[1] (شمائل ترمذی ص۲ وغیرہ)

نیچی آنکھوں کی شرم وحیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

مقدس پیشانی

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا حلیہ بیان کرتے ہیں کہ ''واسع الجبین'' یعنی آپ کی مبارک پیشانی کشادہ اور چوڑی تھی۔[2] (شمائل ترمذی ص۲)

قدرتی طور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانی پر ایک نورانی چمک تھی۔ چنانچہ دربار رسالت کے شاعر مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حسین وجمیل نورانی منظر کو دیکھ کر یہ کہا ہے کہ ؎

1 ......الشمائل المحمدية ، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ ، الحدیث: ۷،ص ۲۱

2 ...... الشمائل المحمدية ، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ ، الحدیث: ۷،ص ۲۱

مَتَی یَبْدُ فِی الدَّاجِی الْبَهِیْمِ جَبِیْنُهٗ!
یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَی الْمُتَوَقِّدِ (1)

یعنی جب اندھیری رات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس پیشانی ظاہر ہوتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جس طرح رات کی تاریکی میں روشن چراغ چمکتے ہیں۔

گوش مبارک

آپ کی آنکھوں کی طرح آپ کے کان میں بھی معجزانہ شان تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان اقدس سے ارشاد فرمایا کہ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ (خصائص کبریٰ ج۱ ص۶۷) یعنی میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں دیکھتا اور میں ان آوازوں کو سنتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں سنتا۔ (2)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سمع و بصر کی قوت بے مثال اور معجزانہ شان رکھتی تھی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دور و نزدیک کی آوازوں کو یکساں طور پر سن لیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے حلیف بنی خزاعہ نے، جیسا کہ فتح مکہ کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں، تین دن کی مسافت سے آپ کو اپنی امداد و نصرت کے لئے پکارا تو آپ نے ان کی فریاد سن لی۔ علامہ زرقانی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ لَا بُعْدَ فِیْ سَمَآعِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ کَانَ یَسْمَعُ اَطِیْطَ السَّمَآءِ یعنی اگر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین دن کی مسافت سے ایک فریادی کی فریاد سن لی تو یہ آپ سے کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ آپ تو زمین پر بیٹھے ہوئے آسمانوں کی چرچراہٹ کو سن لیا کرتے تھے بلکہ عرش کے نیچے چاند کے سجدہ میں گرنے کی آواز کو بھی سن لیا کرتے تھے۔ (3) (خصائص کبریٰ ج۱ ص۵۳ وحاشیہ الدولۃ المکیہ ص۱۸۰)

---

1 …… شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری، ص۱۵۷

2 ……الخصائص الکبری للسیوطی، باب الاية فی سمعه الشریف، ج۱، ص۱۱۳

3 ……شرح الزرقانی علی المواهب، باب غزوة الفتح الاعظم، ج۳، ص۳۸۱
والخصائص الکبری للسیوطی، باب الاية فی سمعه الشریف، ج۱، ص۱۱۳

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

دہن شریف

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسار نرم و نازک اور ہموار تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منہ فراخ، دانت کشادہ اور روشن تھے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے دونوں اگلے دانتوں کے درمیان سے ایک نور نکلتا تھا اور جب کبھی اندھیرے میں آپ مسکرا دیتے تو دندانِ مبارک کی چمک سے روشنی ہو جاتی تھی۔[1] (شمائل ترمذی ص۲ و خصائص کبریٰ ج۱ ص۷۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی جمائی نہیں آئی اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے کہ ان کو کبھی جمائی نہیں آتی کیونکہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوا کرتی ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام شیطان کے تسلط سے محفوظ و معصوم ہیں۔[2] (زرقانی ج۵ ص۲۴۸)

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

زبان اقدس

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس وحی الٰہی کی ترجمان اور سرچشمہ آیات و مخزن معجزات ہے اس کی فصاحت و بلاغت اس قدر حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے کہ بڑے بڑے فصحاء و بلغاء آپ کے کلام کو سن کر دنگ رہ جاتے تھے۔ ؎

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زبان کی حکمرانی اور شان کا یہ اعجاز تھا کہ زبان سے جو فرما دیا وہ ایک آن میں معجزہ بن کر عالم وجود میں آ گیا۔ ؎

---

1 ......الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ، الحدیث:۷، ۱۴، ص۲۱، ۲۶ ملخصاً
والخصائص الکبری للسیوطی، باب الایات فی فمہ...الخ، ج۱، ص۱۰۶ ملخصاً

2 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، الفصل الرابع ماختص بہ...الخ، ج۷، ص۹۸

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں | اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اسکی پیاری فصاحت پہ بیحد درود | اسکی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

لعابِ دہن

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعابِ دہن (تھوک) زخمیوں اور بیماریوں کے لئے شفاء اور زہروں کے لئے تریاقِ اعظم تھا۔ چنانچہ آپ معجزات کے بیان میں پڑھیں گے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں غارِ ثور کے اندر سانپ نے کاٹا۔ اس کا زہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن سے اتر گیا اور زخم اچھا ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آشوبِ چشم کے لئے یہ لعاب دہن ''شفاء العین'' بن گیا۔ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں جنگ بدر کے دن تیر لگا اور پھوٹ گئی مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے ایسی شفا حاصل ہوئی کہ درد بھی جاتا رہا اور آنکھ کی روشنی بھی برقرار رہی۔ (زاد المعاد غزوۂ بدر)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر تیر لگا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا فوراً ہی خون بند ہو گیا اور پھر زندگی بھر ان کو کبھی تیر و تلوار کا زخم نہ لگا۔[1] (اصابہ تذکرۂ ابوقتادہ)

شفاء کے علاوہ اور بھی لعاب دہن سے بڑی بڑی معجزانہ برکات کا ظہور ہوا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا تو اس کا پانی اتنا شیریں ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر کوئی شیریں کنواں نہ تھا۔[2] (زرقانی ج ۵ ص ۲۴۶)

---

1 ......الاصابة فی تمییز الصحابة، ابوقتادة بن ربعی الانصاری، ج۷، ص ۲۷۲

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، الفصل الاول فی کمال خلقته...الخ، ج۵، ص ۲۸۹

امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عاشوراء کے دن دودھ پیتے بچوں کو بلاتے تھے اور ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے تھے۔ اور ان کی ماؤں کو حکم دیتے تھے کہ وہ رات تک اپنے بچوں کو دودھ نہ پلائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی لعاب دہن ان بچوں کو اس قدر شکم سیر اور سیراب کر دیتا تھا کہ ان بچوں کو دن بھر نہ بھوک لگتی تھی نہ پیاس۔[1] (زرقانی ج۵ص۲۴۶)

جس کے پانی سے شاداب جان وجناں — اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنے — اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

آواز مبارک

یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے خصائص میں سے ہے کہ وہ خوب صورت اور خوش آواز ہوتے ہیں لیکن حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ خوبرو اور سب سے بڑھ کر خوش گلو، خوش آواز اور خوش کلام تھے، خوش آوازی کے ساتھ ساتھ آپ اس قدر بلند آواز بھی تھے کہ خطبوں میں دور اور نزدیک والے سب یکساں اپنی اپنی جگہ پر آپ کا مقدس کلام سن لیا کرتے تھے۔[2]

(زرقانی ج۴ص۱۷۸)

جس میں نہریں ہیں شیر وشکر کی رواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

پرنور گردن

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني،الفصل الاول فى كمال خلقته...الخ،ج٥،ص٢٨٩

2 ......شرح الزرقاني على المواهب،الفصل الاول فى كمال خلقته...الخ،ج٥،ص٤٤٤-٤٤٥

وسلم کی گردن مبارک نہایت ہی معتدل، صراحی دار اور سڈول تھی۔ خوبصورتی اور صفائی میں نہایت ہی بے مثل خوب صورت اور چاندی کی طرح صاف وشفاف تھی۔ [1]

(شمائل ترمذی ص۲)

دستِ رحمت

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس ہتھیلیاں چوڑی، پُرگوشت، کلائیاں لمبی، بازو دراز اور گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ [2] (شمائل ترمذی ص۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم اور دیبا کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم و نازک نہیں پایا اور نہ کسی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بہتر اور بڑھ کر خوشبودار پایا۔ [3]

(بخاری ج ۱ ص ۵۰۲ باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ج ۲ ص ۲۵۷)

جس شخص سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصافحہ فرماتے وہ دن بھر اپنے ہاتھوں کو خوشبودار پاتا۔ جس بچے کے سر پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا دست اقدس پھرا دیتے تھے وہ خوشبو میں تمام بچوں سے ممتاز ہوتا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر ادا کی پھر آپ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی نکلا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر چھوٹے چھوٹے بچے آپ کی طرف دوڑ پڑے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر اپنا دستِ رحمت پھیرنے لگے میں سامنے آیا تو میرے رخسار پر بھی آپ نے اپنا

---

1 ......الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث:۷، ص ۲۱ ملتقطاً

2 ......الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث:۷، ص ۲۱ ملتقطاً

3 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث:۳۵۶۱، ج۲، ص۴۸۹

دستِ مبارک لگا دیا تو میں نے اپنے گالوں پر آپ کے دستِ مبارک کی ٹھنڈک محسوس کی اور ایسی خوشبو آئی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ کسی عطر فروش کی صندوقچی میں سے نکالا ہے۔[1] (مسلم ج۲ص۲۵۶ باب طیب ریحہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اس دست مبارک سے کیسے کیسے معجزات وتصرفات عالم ظہور میں آئے ان کا کچھ تذکرہ آپ معجزات کے بیان میں پڑھیں گے۔ ؎

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا　　موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بار دو عالم کی پروا نہیں　　ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کعبہ دین و ایماں کے دونوں ستون　　ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہر خط میں ہے موج نور کرم　　اُس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں　　انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

شکم وسینہ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شکم و سینہ اقدس دونوں ہموار اور برابر تھے۔ نہ سینہ شکم سے اونچا تھا نہ شکم سینہ سے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینہ چوڑا تھا اور سینہ کے اوپر کے حصہ سے ناف تک مقدس بالوں کی ایک پتلی سی لکیر چلی گئی تھی مقدس چھاتیاں اور پورا شکم بالوں سے خالی تھا۔ ہاں شانوں اور کلائیوں پر قدرے بال تھے۔[2]

(شمائل ترمذی ص۲)

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب رائحة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم... الخ، الحدیث: ۲۳۲۹، ص ۱۲۷۱

2 ......الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ۷، ص ۲۱ ملتقطاً

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شکم صبر و قناعت کی ایک دنیا اور آپ کا سینہ معرفت الٰہی کے انوار کا سفینہ اور وحی الٰہی کا گنجینہ تھا۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

پائے اقدس

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقدس پاؤں چوڑے پر گوشت، ایڑیاں کم گوشت والی، تلوا اونچا جو زمین میں نہ لگتا تھا دونوں پنڈلیاں قدرے پتلی اور صاف و شفاف، پاؤں کی نرمی اور نزاکت کا یہ عالم تھا کہ ان پر پانی ذرا بھی نہیں ٹھہرتا تھا۔[1]

(شمائل ترمذی ص ۲ و مدارج النبوۃ وغیرہ)

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چلنے میں بہت ہی وقار و تواضع کے ساتھ قدم شریف کو زمین پر رکھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ چلنے میں میں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بڑھ کر تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا گویا زمین آپ کے لئے لپیٹی جاتی تھی۔ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ دوڑا کرتے تھے اور تیز چلنے سے مشقت میں پڑ جاتے تھے مگر آپ نہایت ہی وقار و سکون کے ساتھ چلتے رہتے تھے مگر پھر بھی ہم سب لوگوں سے آپ آگے ہی رہتے تھے۔[2] (شمائل ترمذی ص ۲ وغیرہ)

ساقِ اصل قدم شاخ نخل کرم — شمع راہ اصابت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآن نے خاکِ گزر کی قسم — اُس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

---

1 ......الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، الحدیث: ۷، ص ۲۱ ملتقطاً

2 ......الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی مشیة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، الحدیث: ۱۱۶، ص ۸۶

لباس

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ تر سوتی لباس پہنتے تھے۔ اون اور کتان کا لباس بھی کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے۔ لباس کے بارے میں کسی خاص پوشاک یا امتیازی لباس کی پابندی نہیں فرماتے تھے۔ جبہ، قبا، پیرہن، تہبند، حلہ، چادر، عمامہ، ٹوپی، موزہ ان سب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیب تن فرمایا ہے۔ پائجامہ کو آپ نے پسند فرمایا اور منیٰ کے بازار میں ایک پائجامہ خریدا بھی تھا لیکن یہ ثابت نہیں کہ کبھی آپ نے پائجامہ پہنا ہو۔[1]

عمامہ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمامہ میں شملہ چھوڑتے تھے جو کبھی ایک شانہ پر اور کبھی دونوں شانوں کے درمیان پڑا رہتا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمامہ سفید، سبز، زعفرانی، سیاہ رنگ کا تھا۔ فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کالے رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔[2] (شمائل ترمذی ص ۹ وغیرہ)

عمامہ کے نیچے ٹوپی ضرور ہوتی تھی فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اور مشرکین کے عماموں میں یہی فرق وامتیاز ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔[3]

(ابوداؤد باب العمائم ص ۲۰۹ ج ۲ مجتبائی)

چادر

یمن کی تیار شدہ سوتی دھاری دار چادریں جو عرب میں ''حبرہ'' یا بردیمانی

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني ،الفصل الثالث فيما تدعو ضرورته...الخ،ج ٦، ص ٢٥٤_٣٤٥ ملخصاً وملتقطاً

2 ......الشمائل المحمدية،باب ماجاء فى عمامةرسول الله صلى الله عليه وسلم،الحديث:١٠٧، ١١٠،ص ٨٢،٨٣

3 ......سنن ابى داود،كتاب اللباس ، باب فى العمائم،االحديث: ٤٠٧٨،ج٤،ص ٧٦

کہلاتی تھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زیادہ پسند تھیں اور آپ ان چادروں کو بکثرت استعمال فرماتے تھے۔ کبھی کبھی سبز رنگ کی چادر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال فرمائی ہے۔ (1) (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۷ باب فی الخضرۃ مجتبائی)

کملی

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کملی بھی بکثرت استعمال فرماتے تھے یہاں تک کہ بوقتِ وفات بھی ایک کملی اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک موٹا کمبل اور ایک موٹے کپڑے کا تہبند نکالا اور فرمایا کہ انہی دونوں کپڑوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ (2)

(ترمذی ج ۱ ص ۲۰۶ باب ماجاء فی الثوب)

نعلین اقدس

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین اقدس کی شکل و صورت اور نقشہ بالکل ایسا ہی تھا جیسے ہندوستان میں چپل ہوتے ہیں۔ چمڑے کا ایک تلا ہوتا تھا جس میں تسمے لگے ہوتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس جوتیوں میں دو تسمے عام طور پر لگے ہوتے تھے جو کروم چمڑے کے ہوا کرتے تھے۔ (3) (شمائل ترمذی ص ۷ وغیرہ)

پسندیدہ رنگ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفید، سیاہ، سبز، زعفرانی رنگوں کے کپڑے

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس الحبرۃ، الحدیث: ۴۰۶۰، ج ۴، ص ۷۱ وباب فی الخضرۃ، الحدیث: ۴۰۶۵، ج ۴، ص ۷۳ ملتقطاً

2 ......سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الصوف، الحدیث: ۱۷۳۹، ج ۳، ص ۲۸۴

3 ......الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی نعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ۷۱، ۷۲، ص ۶۳

استعمال فرمائے ہیں۔ مگر سفید کپڑا آپ کو بہت زیادہ محبوب و مرغوب تھا، سرخ رنگ کے کپڑوں کو آپ بہت زیادہ ناپسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرخ رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناگواری ظاہر فرماتے ہوئے دریافت فرمایا کہ یہ کپڑا کیسا ہے؟۔ انہوں نے ان کپڑوں کو جلا دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ اس کو جلانے کی ضرورت نہیں تھی کسی عورت کو دے دینا چاہیے تھا کیونکہ عورتوں کے لئے سرخ لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو دو سرخ رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھا اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (1)

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۷، ۲۰۸ باب فی الحمرۃ)

انگوٹھی

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے کہا کہ سلاطین بغیر مہر والے خطوط کو قبول نہیں کرتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر اُوپر تلے تین سطروں میں "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کندہ کیا ہوا تھا۔ (2) (شمائل ترمذی ص ۷ وغیرہ)

خوشبو

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو بہت زیادہ پسند تھی آپ ہمیشہ عطر کا استعمال فرمایا کرتے تھے حالانکہ خود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو نکلتی تھی

1 ......سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرة، الحدیث: ٤٠٦٦، ٤٠٦٩، ج٤، ص٧٣، ٧٤ ملخصاً

2 ......الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی خاتم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ٨٥، ٨٦، ص٦٩

کہ جس گلی میں سے آپ گزر جاتے تھے وہ گلی معطر ہو جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے کہ خوشبو پھیلے اور رنگ نظر نہ آئے اور عورتوں کے لئے وہ خوشبو بہتر ہے کہ وہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگ نظر آئے۔ کوئی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس خوشبو بھیجتا تو آپ کبھی رد نہ فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ خوشبو کے تحفہ کو رد مت کرو کیونکہ یہ جنت سے نکلی ہوئی ہے۔[1] (شمائل ترمذی ص ۱۵)

سرمہ

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزانہ رات کو ''اِثمد'' کا سرمہ لگایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اس میں سے تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں لگایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اثمد کا سرمہ لگایا کرو یہ نگاہ کو روشن اور تیز کرتا ہے اور پلک کے بال اُگاتا ہے۔[2] (شمائل ترمذی ص ۵)

سواری

گھوڑے کی سواری آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بہت پسند تھی۔ گھوڑوں کے علاوہ اونٹ، خچر حمار (عربی گدھا جو گھوڑے سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے) پر بھی سواری فرمائی ہے۔[3] (صحیحین وغیرہ کتب احادیث وسیر)

نفاست پسندی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مزاجِ اقدس نہایت ہی لطیف اور نفاست

1 ......الشمائل المحمدية،باب ماجاء فی تعطر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم،الحديث:۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۱،ص ۱۳۰، ۱۳۲ملخصاً

2 ......الشمائل المحمدية،باب ماجاء فی کحل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم،الحديث:۴۸، ۴۹، ۵۰،ص ۵۰، ۵۱ملخصاً

3 ......صحيح البخاری، کتاب الجهادو السير،باب الرد ف علی الحمار،الحديث:۲۹۸۷،ج۲، ص۳۰۶و کتاب الاذان،باب ايجاب التکبير...الخ،الحديث:۷۳۲،ج۱،ص ۲۶۰

پسند تھا۔ ایک آدمی کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو ناگواری کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اس سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ یہ اپنے کپڑوں کو دھولیا کرے؟۔ اسی طرح ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال اُلجھے ہوئے ہیں تو فرمایا کہ کیا اس کو کوئی ایسی چیز (تیل کنگھی) نہیں ملتی کہ یہ اپنے بالوں کو سنوار لے۔(1)

(ابوداؤد ج۲ص ۲۰۷ باب فی الخلقان الخ مجتبائی)

اسی طرح ایک آدمی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بہت ہی خراب قسم کے کپڑے پہنے ہوئے آگیا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کیا کچھ مال بھی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ جی ہاں میرے پاس اونٹ بکریاں گھوڑے غلام سبھی قسم کے مال ہیں۔تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کو مال دیا ہے تو چاہیے کہ تمہارے اوپر اس کی نعمتوں کا کچھ نشان بھی نظر آئے۔(یعنی اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہنو)(2)(ابوداؤد ج۲ص ۲۰۷ مجتبائی)

مرغوب غذائیں

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی چونکہ بالکل ہی زاہدانہ اور صبر وقناعت کا مکمل نمونہ تھی اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی لذیذ اور پر تکلف کھانوں کی خواہش ہی نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ کبھی آپ نے چپاتی نہیں کھائی پھر بھی بعض کھانے آپ کو بہت پسند تھے جن کو بڑی رغبت کے ساتھ آپ تناول فرماتے تھے۔ مثلاً عرب میں ایک کھانا ہوتا ہے جو ''حیس'' کہلاتا ہے یہ گھی، پنیر اور کھجور ملا کر پکایا جاتا ہے اس کو آپ بڑی رغبت کے ساتھ کھاتے تھے۔

---

1 ……سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی غسل الثوب...الخ، الحدیث:٤٠٦٢، ج٤، ص٧٢

2 ……سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی غسل الثوب...الخ، الحدیث:٤٠٦٣، ج٤، ص٧٢

جو کی موٹی موٹی روٹیاں اکثر غذا میں استعمال فرماتے، سالنوں میں گوشت، سرکہ، شہد، روغن زیتون، کدو خصوصیت کے ساتھ مرغوب تھے۔ گوشت میں کدو پڑا ہوتا تو پیالہ میں سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھاتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بکری، دنبہ، بھیڑ، اونٹ، گورخر، خرگوش، مرغ، بٹیر، مچھلی کا گوشت کھایا ہے۔ اسی طرح کھجور اور ستو بھی بکثرت تناول فرماتے تھے۔ تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر، کھجور کے ساتھ ککڑی ملا کر، روٹی کے ساتھ کھجور بھی کبھی کبھی تناول فرمایا کرتے تھے۔ انگور، انار وغیرہ پھل فروٹ بھی کھایا کرتے تھے۔

ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا دودھ میں کبھی پانی ملا کر اور کبھی خالص دودھ نوش فرماتے کبھی کشمش اور کھجور پانی میں ملا کر اس کا رس پیتے تھے جو کچھ پیتے تین سانس میں نوش فرماتے۔

ٹیبل (میز) پر کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا، ہمیشہ کپڑے یا چمڑے کے دسترخوان پر کھانا کھاتے، مسند یا تکیہ پر ٹیک لگا کر یا لیٹ کر کبھی کچھ نہ کھاتے نہ اس کو پسند فرماتے۔ کھانا صرف انگلیوں سے تناول فرماتے چمچہ کانٹا وغیرہ سے کھانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ہاں ابلے ہوئے گوشت کو کبھی کبھی چھری سے کاٹ کاٹ کر بھی کھاتے تھے۔[1] (شمائل ترمذی)

روزمرہ کے معمولات

احادیثِ کریمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے دن رات کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک خدا عزوجل کی عبادت کے

---

1 ......الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی صفة اکل...الخ وباب ماجاء فی صفة خبز...الخ وباب ماجاء فی ادام رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۹۵ ـ ۱۱٤ ملتقطاً

لئے ، دوسرا عام مخلوق کے لئے ، تیسرا اپنی ذات کے لئے ۔

عام طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد آپ اپنے مصلیٰ پر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ آفتاب خوب بلند ہو جاتا۔ عام لوگوں سے ملاقات کا یہی خاص وقت تھا لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے اور اپنی حاجات وضروریات کو آپ کی بارگاہ میں پیش کرتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی ضروریات کو پوری فرماتے اور لوگوں کو مسائل واحکام اسلام کی تعلیم وتلقین فرماتے اپنے اور لوگوں کے خوابوں کی تعبیر بیان فرماتے۔ اس کے بعد مختلف قسم کی گفتگو فرماتے کبھی کبھی لوگ زمانہ جاہلیت کی باتوں اور رسموں کا تذکرہ کرتے اور ہنستے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مسکرا دیتے کبھی کبھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کو اشعار بھی سناتے۔ (1)

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۰۶ باب الضحک) (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۸ باب فی الرجل یجلس متربعاً)

اکثر اسی وقت میں مال غنیمت اور وظائف کی تقسیم بھی فرماتے۔ جب سورج خوب بلند ہو جاتا تو کبھی چار رکعت کبھی آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرماتے پھر ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور گھریلو ضروریات کے بندوبست میں مصروف ہو جاتے اور گھر کے کام کاج میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی مدد فرماتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۹۳ باب من کان فی حاجۃ اہلہ)

نماز عصر کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو شرفِ ملاقات سے سرفراز فرماتے اور سب کے حجروں میں تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر کچھ گفتگو فرماتے پھر جس کی باری ہوتی وہیں رات بسر فرماتے، تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ

---

1 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب الضحك، الحدیث:٤٧٤٧، ج٢، ص١٧٩ ملخصاً
وسنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الرجل... الخ، الحدیث:٤٨٥٠، ج٤، ص٣٤٥ ملخصاً

تعالٰی عنہن وہیں جمع ہو جاتیں، عشاء تک آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان سے بات چیت فرماتے رہتے پھر نماز عشاء کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے اور مسجد سے واپس آ کر آرام فرماتے اور عشاء کے بعد بات چیت کو ناپسند فرماتے۔ (1)

(مسلم ج ۱ ص ۴۷۲ باب القسم بین الزوجات)

سونا جاگنا

نماز عشاء پڑھ کر آرام کرنا عام طور پر یہی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معمول تھا، سونے سے پہلے قرآن مجید کی کچھ سورتیں ضرور تلاوت فرماتے اور کچھ دعاؤں کا بھی ورد فرماتے۔ پھر اکثر یہ دعا پڑھ کر داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے کہ اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی یااللہ! تیرا نام لے کر وفات پاتا ہوں اور زندہ رہتا ہوں۔ نیند سے بیدار ہوتے تو اکثر یہ دعا پڑھتے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ (2) اس خدا کیلئے حمد ہے جس نے موت کے بعد ہم کو زندہ کیا اور اسی کی طرف حشر ہوگا۔

آدھی رات یا پہر رات رہے بستر سے اٹھ جاتے مسواک فرماتے پھر وضو کرتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ تلاوت فرماتے، مختلف دعاؤں کا وظیفہ فرماتے، خصوصیت کے ساتھ نماز تہجد ادا فرماتے، تہجد کی نماز میں کبھی لمبی لمبی کبھی چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے، ضعف پیری میں کبھی کچھ رکعتیں بیٹھ کر بھی ادا فرماتے، نمازِ تہجد کے بعد وتر پڑھتے اور پھر صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد سنت فجر ادا فرما کر نمازِ فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے، کبھی کبھی کئی کئی بار رات میں سوتے اور جاگتے اور قرآن مجید کی آیات تلاوت فرماتے اور کبھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب القسم بین الزوجات...الخ، الحدیث: ۱۴۶۲، ص ۷۷۰ ملخصاً

2 ......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب وضع الید الیمنی...الخ، الحدیث: ۶۳۱۴، ج ۴، ص ۱۹۲

تعالیٰ عنہن سے گفتگو بھی فرماتے۔ (صحاح ستہ وغیرہ)

رفتار

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت ہی باوقار رفتار کے ساتھ چلتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ بوقت رفتار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذرا جھک کر چلتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کسی بلندی سے اتر رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر تیز چلتے تھے کہ گویا زمین آپ کے قدموں کے نیچے سے لپیٹی جارہی ہے۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ چلنے میں ہانپنے لگتے اور مشقت میں پڑ جاتے تھے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا تکلف بغیر کسی مشقت کے تیز رفتاری کے ساتھ چلتے رہتے تھے۔[1] (شمائل ترمذی ص ۹)

کلام

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت تیزی کے ساتھ جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ نہایت ہی متانت اور سنجیدگی سے ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے تھے بلکہ کلام اتنا صاف اور واضح ہوتا تھا کہ سننے والے اس کو سمجھ کر یاد کر لیتے تھے۔ اگر کوئی اہم بات ہوتی تو اس جملہ کو کبھی کبھی تین تین مرتبہ فرما دیتے تاکہ سامعین اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''جوامع الکلم'' کا معجزہ عطا کیا گیا تھا کہ مختصر سے جملہ میں لمبی چوڑی بات کو بیان فرما دیا کرتے تھے۔ حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا ضرورت گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ اکثر خاموش ہی رہتے تھے۔[2] (شمائل ترمذی ص ۱۵)

---

1 ......الشمائل المحمدیة ، باب ماجاء فی مشیة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ و سلم،الحدیث:۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ص ۸۶، ۸۷ملخصاً

2 ......الشمائل المحمدیة،باب کیف کان کلام رسول اللّٰہ،الحدیث:۲۱۳،۲۱۴،۲۱۵،ص۱۳۴،۱۳۵

دربارنبوت

حضور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربار سلاطین اور بادشاہوں جیسا دربار نہ تھا۔ یہ دربار تخت و تاج، نقیب و دربان، پہرہ دار اور باڈی گارڈ وغیرہ کے تکلفات سے قطعاً بے نیاز تھا۔ مسجد نبوی کے صحن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک چھوٹا سا مٹی کا چبوترہ بنا دیا تھا یہی تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ تخت شاہی تھا جس پر ایک چٹائی بچھا کر دونوں عالم کے تاجدار اور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے تھے مگر اس سادگی کے باوجود جلالِ نبوت سے ہر شخص اس دربار میں پیکر تصویر نظر آتا تھا۔ بخاری شریف وغیرہ کی روایات میں آیا ہے کہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں بیٹھتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں کوئی ذرا جنبش نہیں کرتا تھا۔[1] (بخاری ج۱ص ۳۹۸)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اس دربار میں سب سے پہلے اہل حاجت کی طرف توجہ فرماتے اور سب کی درخواستوں کو سن کر ان کی حاجت روائی فرماتے۔ قبائل کے نمائندوں سے ملاقاتیں فرماتے تمام حاضرین کمال ادب سے سر جھکائے رہتے اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے تو مجلس پر سناٹا چھا جاتا اور سب لوگ ہمہ تن گوش ہو کر شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان نبوت کو سنتے۔

(بخاری ج۱ص ۳۸۰ شروط فی الجہاد)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں آنے والوں کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں تھی امیر و فقیر شہری اور بدوی سب قسم کے لوگ حاضر دربار ہوتے اور اپنے اپنے

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الجھادو السیر، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللّٰہ، الحدیث: ۲۸۴۲، ج۲، ص۲۶۶ ملتقطاً

لہجوں میں سوال و جواب کرتے کوئی شخص اگر بولتا تو خواہ وہ کتنا ہی غریب و مسکین کیوں نہ ہو مگر دوسرا شخص اگر چہ وہ کتنا ہی بڑا امیر کبیر ہو اس کی بات کاٹ کر بول نہیں سکتا تھا۔ سبحان اللہ! ؎

وہ عادل جس کے میزان عدالت میں برابر ہیں
غبار مسکنت ہو یا وقارِ تاجِ سلطانی

جو لوگ سوال و جواب میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمال حلم سے برداشت فرماتے اور سب کو مسائل و احکام اسلام کی تعلیم و تلقین اور مواعظ و نصائح فرماتے رہتے اور اپنے مخصوص اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ بھی فرماتے رہتے اور صلح و جنگ اور امت کے نظام و انتظام کے بارے میں ضروری احکام بھی صادر فرمایا کرتے تھے۔ اسی دربار میں آپ مقدمات کا فیصلہ بھی فرماتے تھے۔

تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبات

نبی و رسول چونکہ دین کے داعی اور شریعت و ملت کے مبلغ ہوتے ہیں اور تعلیم شریعت اور تلقین دین کا بہترین ذریعہ خطبہ اور وعظ ہی ہے اس لئے ہر نبی و رسول کا خطیب اور واعظ ہونا ضروریات و لوازمِ نبوت میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رسالت سے سرفراز فرما کر فرعون کے پاس بھیجا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۝ وَیَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ۝ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ۝[1] (طٰہٰ)

اے میرے رب میرا سینہ کھول دے میرے لئے میرا کام آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں۔

---

1 ......الف پ ۱۶، طٰہٰ: ۲۵ـ۲۸

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ تمام رسولوں کے سردار اور سب نبیوں کے خاتم ہیں اس لئے خداوند قدوس نے آپ کو خطابت وتقریر میں ایسا بے مثال کمال عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افصح العرب (تمام عرب میں سب سے بڑھ کر فصیح) ہوئے اور آپ کو جوامع الکلم کا معجزہ بخشا گیا کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ میں معانی ومطالب کا سمندر موجیں مارتا ہوا نظر آتا تھا اور آپ کے جوش تکلم کی تاثیرات سے سامعین کے دلوں کی دنیا میں انقلابِ عظیم پیدا ہو جاتا تھا۔

چنانچہ جمعہ وعیدین کے خطبوں کے سوا سینکڑوں مواقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ایسے فصیح وبلیغ خطبات اور موثر مواعظ ارشاد فرمائے کہ فصحاء عرب حیران رہ گئے اور ان خطبوں کے اثرات وتاثیرات سے بڑے بڑے سنگدلوں کے دل موم کی طرح پگھل گئے اور دم زدن میں ان کے قلوب کی دنیا ہی بدل گئی۔

چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلف حیثیتوں کے جامع تھے اس لئے آپ کی یہ مختلف حیثیات آپ کے خطبات کے طرز بیان پر اثر انداز ہوا کرتی تھیں۔ آپ ایک دین کے داعی بھی تھے، فاتح بھی تھے، امیر لشکر بھی تھے، مصلح قوم بھی تھے، فرماں روا بھی تھے، اس لئے ان حیثیتوں کے لحاظ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبات میں قسم قسم کا زور بیان اور طرح طرح کا جوشِ کلام ہوا کرتا تھا۔ جوشِ بیان کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات خطبہ کے دوران میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ اور آواز بہت ہی بلند ہو جاتی تھی اور جلالِ نبوت کے جذبات سے آپ کے چہرۂ انور پر غضب کے آثار نمودار ہو جاتے تھے بار بار انگلیوں کو اٹھا اٹھا کر اشارہ فرماتے تھے گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی لشکر کو للکار رہے ہیں۔ [1] (مسلم جلد۱ ص۲۸۴ کتاب الجمعہ)

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة، الحدیث: ۸٦۷، ص ٤۳۰

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پر جوش خطبہ اور تقریر کے جوش و خروش کی بہترین تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ خداوند جبار آسمانوں اور زمین کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا، پھر فرمائے گا کہ میں جبار ہوں، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار لوگ؟ کدھر ہیں متکبرین؟ یہ فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی مٹھی بند کر لیتے کبھی مٹھی کھول دیتے اور آپ کا جسم اقدس (جوش میں) کبھی دائیں کبھی بائیں جھک جھک جاتا یہاں تک کہ میں نے یہ دیکھا کہ منبر کا نچلا حصہ بھی اس قدر ہل رہا تھا کہ میں (اپنے دل میں) یہ کہنے لگا کہ کہیں یہ منبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے کر گر تو نہیں پڑے گا۔ (1) (ابن ماجہ ص ۳۲۶ ذکر البعث)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر، زمین پر، اُونٹ کی پیٹھ پر کھڑے ہو کر جیسا موقع پیش آیا خطبہ دیا ہے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طویل خطبات بھی دیئے لیکن عام طور پر آپ کے خطبات بہت مختصر مگر جامع ہوتے تھے۔

میدانِ جنگ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے اور مسجدوں میں جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت دستِ مبارک میں ''عصا'' ہوتا تھا۔ (2)

(ابن ماجہ ص ۷۹ باب ماجاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبوں کے اثرات کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بعض مرتبہ سخت سے سخت اشتعال انگیز موقعوں پر آپ کے چند جملے محبت کا دریا بہا دیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا اثر

---

1 ......سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر البعث ، الحدیث: ٤٢٧٥ ، ج ٤ ، ص ٥٠٥

2 ......سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة، باب ماجاء فی الخطبة...الخ، الحدیث: ١١٠٧ ، ج ٢ ، ص ١٩

انگیز اور ولولہ خیز خطبہ پڑھا کہ میں نے کبھی ایسا خطبہ نہیں سنا تھا درمیان خطبہ میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ زبانِ مبارک سے اس جملہ کا نکلنا تھا کہ سامعین کا یہ حال ہو گیا کہ لوگ کپڑوں میں منہ چھپا چھپا کر زار و قطار رونے لگے۔ (1) (بخاری جلد۲ ص ۶۶۵ تفسیر سورۂ مائدہ)

سرورِ کائنات کی عبادات

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود بے شمار مشاغل کے اتنے بڑے عبادت گزار تھے کہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی مقدس زندگیوں میں اس کی مثال ملنی دشوار ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تمام انبیاء سابقین کے بارے میں صحیح طور سے یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ ان کا طریقہ عبادت کیا تھا؟ اور ان کے کون کون سے اوقات عبادتوں کے لئے مخصوص تھے؟ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں میں یہ فخر و شرف صرف حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادات کے تمام طریقوں، ان کے اوقات و کیفیات غرض اس کے ایک ایک جزئیہ کو محفوظ رکھا ہے۔ گھروں کے اندر اور راتوں کی تاریکیوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اور جس قدر عبادتیں فرماتے تھے ان کو ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے دیکھ کر یاد رکھا اور ساری امت کو بتا دیا اور گھر کے باہر کی عبادتوں کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر اپنے ذہنوں میں محفوظ کر لیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام و قعود، رکوع و سجود اور ان کی کمیات و کیفیات، اذکار اور دعاؤں کے بعینہٖ الفاظ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات اور خضوع و خشوع کی کیفیات کو بھی اپنی یادداشت کے خزانوں میں محفوظ کر

1 ……صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لا تسئلوا عن اشیاء ...الخ، الحدیث: ٤٦٢١، ج٣، ص٢١٧

لیا۔ پھر امت کے سامنے ان عبادتوں کا اس قدر چرچا کیا کہ نہ صرف کتابوں کے اوراق میں وہ محفوظ ہو کر رہ گئے بلکہ امت کے ایک ایک فرد یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین کو بھی ان کا علم حاصل ہو گیا اور آج مسلمانوں کا ایک ایک بچہ خواہ وہ کرۂ زمین کے کسی بھی گوشہ میں رہتا ہو اس کو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادتوں کے مکمل حالات معلوم ہیں اور وہ ان عبادتوں پر اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں جوش ایمان اور جذبہ عمل کے ساتھ کاربند ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادتوں کا ایک اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے۔

نماز

اعلانِ نبوت سے قبل بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غارِ حرا میں قیام و مراقبہ اور ذکر و فکر کے طور پر خدا عزوجل کی عبادت میں مصروف رہتے تھے، نزول وحی کے بعد ہی آپ کو نماز کا طریقہ بھی بتا دیا گیا، پھر شب معراج میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز اشراق، نماز چاشت، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، صلوٰۃ الاوابین وغیرہ سنن و نوافل بھی ادا فرماتے تھے۔ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ تمام عمر نماز تہجد کے پابند رہے، راتوں کے نوافل کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد کچھ دیر سوتے پھر کچھ دیر تک اٹھ کر نماز پڑھتے پھر سو جاتے پھر اٹھ کر نماز پڑھتے۔ غرض صبح تک یہی حالت قائم رہتی۔ کبھی دو تہائی رات گزر جانے کے بعد بیدار ہوتے اور صبح صادق تک نمازوں میں مشغول رہتے۔ کبھی نصف رات گزر جانے کے بعد بستر سے اٹھ جاتے اور پھر ساری رات بستر پر پیٹھ نہیں لگاتے تھے اور لمبی لمبی سورتیں نمازوں میں پڑھا کرتے کبھی رکوع و سجود طویل ہوتا کبھی قیام طویل ہوتا۔ کبھی چھ رکعت، کبھی آٹھ رکعت، کبھی اس

سے کم کبھی اس سے زیادہ۔ اخیر عمر شریف میں کچھ رکعتیں کھڑے ہو کر کچھ بیٹھ کر ادا فرماتے، نمازِ وتر نماز تہجد کے ساتھ ادا فرماتے، رمضان شریف خصوصاً آخری عشرہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ آپ ساری رات بیدار رہتے اور اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے بے تعلق ہو جاتے تھے اور گھر والوں کو نمازوں کے لئے جگایا کرتے تھے اور عموماً اعتکاف فرماتے تھے۔ نمازوں کے ساتھ ساتھ کبھی کھڑے ہو کر، کبھی بیٹھ کر، کبھی سر بسجود ہو کر نہایت آہ وزاری اور گریہ وبکا کے ساتھ گڑگڑا گڑگڑا کر راتوں میں دعائیں بھی مانگا کرتے، رمضان شریف میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن عظیم کا دور بھی فرماتے اور تلاوت قرآن مجید کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی مختلف دعاؤں کا ورد بھی فرماتے تھے اور کبھی کبھی ساری رات نمازوں اور دعاؤں میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ پائے اقدس میں ورم آ جایا کرتا تھا۔ (صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث)

روزہ

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ شعبان میں بھی قریب قریب مہینہ بھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ دار ہی رہتے تھے۔ سال کے باقی مہینوں میں بھی یہی کیفیت رہتی تھی کہ اگر روزہ رکھنا شروع فرما دیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں چھوڑیں گے پھر ترک فرما دیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔ خاص کر ہر مہینے میں تین دن ایام بیض کے روزے، دوشنبہ و جمعرات کے روزے، عاشوراء کے روزے، عشرہ ذوالحجہ کے روزے، شوال کے چھ روزے، معمولاً رکھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''صوم وصال'' بھی رکھتے تھے، یعنی کئی کئی دن رات کا ایک روزہ، مگر اپنی امت کو ایسا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے

عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ارشاد فرمایا کہ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اپنے رب کے دربار میں رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھ کو (روحانی غذا) کھلاتا اور پلاتا ہے۔[1] (بخاری ومسلم صوم وصال)

زکوٰۃ

چونکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر خداوند قدوس نے زکوٰۃ فرض ہی نہیں فرمائی ہے اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں تھی۔[2] (زرقانی ج ۸ ص ۹۰) لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقات وخیرات کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے پاس سونا چاندی یا تجارت کا کوئی سامان یا مویشیوں کا کوئی ریوڑ رکھتے ہی نہیں تھے بلکہ جو کچھ بھی آپ کے پاس آتا سب خدا عزوجل کی راہ میں مستحقین پر تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ گوارا ہی نہیں تھا کہ رات بھر کوئی مال ودولت کاشانہ نبوت میں رہ جائے۔ایک مرتبہ ایسا اتفاق پڑا کہ خراج کی رقم اس قدر زیادہ آگئی کہ وہ شام تک تقسیم کرنے کے باوجود ختم نہ ہو سکی تو آپ رات بھر مسجد ہی میں رہ گئے جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر یہ خبر دی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ساری رقم تقسیم ہو چکی تو آپ نے اپنے مکان میں قدم رکھا۔[3] (ابوداؤد باب قبول ہدایا المشرکین)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال...الخ، الحدیث: ۱۹۶۱، ج ۱، ص ۶۴۵ ووسائل الوصول الی شمائل الرسول، الباب السادس فی صفة عبادته صلی اللہ علیه وسلم، الفصل الثانی فی صفة صومه صلی اللہ علیه وسلم، ص ۲۶۵-۲۶۸ ملتقطاً

2 ......المواهب اللدنیة مع شرح الزرقانی، النوع الثالث فی ذکر سیرته فی الزکاة، ج ۱۱، ص ۲۰۲

3 ......سنن ابی داود، کتاب الخراج...الخ، باب فی الامام یقبل...الخ، الحدیث: ۳۰۵۵، ج ۳، ص ۲۳۱ ملخصاً

حج

اعلانِ نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو یا تین حج کیے۔[1]

(ترمذی باب کم حج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابن ماجہ)

لیکن ہجرت کے بعد مدینہ منورہ سے ۱۰ھ میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک حج فرمایا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے جس کا مفصل تذکرہ گزر چکا۔ حج کے علاوہ ہجرت کے بعد آپ نے چار عمرے بھی ادا فرمائے۔[2] (ترمذی و بخاری و مسلم کتاب الحج)

ذکرِ الٰہی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر وقت ہر گھڑی ہر لحظہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔[3] (ابوداؤد کتاب الطہارۃ وغیرہ)

اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار ہوتے، سواری سے اترتے، سفر میں جاتے، سفر سے واپس ہوتے، بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے، مسجد میں آتے جاتے، جنگ کے وقت، آندھی، بارش، بجلی کڑکتے وقت، ہر وقت ہر حال میں دعائیں وردِ زبان رہتی تھیں۔ خوشی اور غمی کے اوقات میں، صبح صادق طلوع ہونے کے وقت، غروبِ آفتاب کے وقت، مرغ کی آواز سن کر، گدھے کی آواز سن کر، غرض کون سا ایسا موقع تھا کہ آپ کوئی دعا نہ پڑھتے دن ہی میں نہیں بلکہ رات کے سناٹوں میں بھی برابر دعا خوانی اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے یہاں تک کہ بوقتِ وفات بھی جو فقرہ بار بار وردِ زبان رہا وہ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کی دعا تھی۔ (صحاح ستہ و حصن حصین وغیرہ کتب احادیث)

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب الحج، باب کم حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۸۱۵، ج۲، ص ۲۲۰

2 ......سنن الترمذی، کتاب الحج، باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۸۱۷، ج۲، ص ۲۲۱

3 ......صحیح البخاری، کتاب الاذان، تحت الباب ھل یتتبع المؤذن... الخ، ج۱، ص ۲۲۹

اٹھارہواں باب

اخلاقِ نبوت

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے بارے میں خلق خدا سے کیا پوچھنا؟ جب کہ خود خالق اخلاق نے یہ فرمادیا کہ

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ o (1) یعنی اے حبیب! بلا شبہ آپ اخلاق کے بڑے درجہ پر ہیں۔

آج تقریباً چودہ سو برس گزر جانے کے بعد دشمنان رسول کی کیا مجال کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بداخلاق کہہ سکیں اس وقت جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دشمنوں کے مجمعوں میں اپنے عملی کردار کا مظاہرہ فرما رہے تھے۔ خداوند قدوس نے قرآن میں اعلان فرمایا کہ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص (2) (آلِ عمران)

(اے حبیب) خدا کی رحمت سے آپ لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آتے ہیں اگر آپ کہیں بداخلاق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے ہٹ جاتے۔

دشمنانِ رسول نے قرآن کی زبان سے یہ خدائی اعلان سنا مگر کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ اس کے خلاف کوئی بیان دیتا یا اس آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت کو جھٹلاتا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بڑے سے بڑے دشمن نے بھی اس کا اعتراف کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت ہی بلند اخلاق، نرم خو اور رحیم و کریم ہیں۔

---

1 ......پ ۲۹، القلم: ٤

2 ...... پ ٤، ال عمرٰن: ۱۵۹

بہر حال حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محاسن اخلاق کے تمام گوشوں کے جامع تھے۔یعنی حلم وعفو،رحم وکرم،عدل وانصاف،جود وسخا،ایثار وقربانی،مہمان نوازی، عدم تشدد،شجاعت،ایفاء عہد،حسن معاملہ،صبر وقناعت،نرم گفتاری،خوش روئی،ملنساری، مساوات،غمخواری،سادگی وبے تکلفی،تواضع وانکساری،حیاداری کی اتنی بلند منزلوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فائز وسرفراز ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک جملے میں اس کی صحیح تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ " كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ "یعنی تعلیمات قرآن پر پورا پورا عمل یہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق تھے۔[1]

اخلاق نبوت کا ایک مفصل وعظ ہم نے اپنی کتاب ''حقانی تقریریں'' میں تحریر کر دیا ہے یہاں بھی ہم اخلاق نبوت کے ''شجرۃ الخلد'' کی چند شاخوں کے کچھ پھول پھل پیش کر دیتے ہیں تا کہ ہم اور آپ ان پر عمل کر کے اپنی اسلامی زندگی کو کامل واکمل بنا کر عالم اسلام میں مکمل مسلمان بن جائیں اور دارالعمل سے دارالجزاء تک خداوند عزوجل کے شامیانہ رحمت میں اس کے اعلیٰ وافضل انعاموں کے میٹھے میٹھے پھل کھاتے رہیں۔واللہ تعالی ھو الموفق و المعین.

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل

چونکہ تمام علمی وعملی اور اخلاقی کمالات کا دارومدار عقل ہی پر ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل کے بارے میں بھی کچھ تحریر کر دینا انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ہم یہاں صرف ایک حوالہ تحریر کرتے ہیں:

وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اکہتر (۷۱) کتابوں میں یہ

---

1 ......دلائل النبوۃ للبیھقی،باب ذکراخبارروىت فی شمائلہ...الخ،ج۱،ص۳۰۹

پڑھا ہے کہ جب سے دنیا عالم وجود میں آئی ہے اس وقت سے قیامت تک کے تمام انسانوں کی عقلوں کا اگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عقل شریف سے موازنہ کیا جائے تو تمام انسانوں کی عقلوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل شریف سے وہی نسبت ہوگی جو ایک ریت کے ذرے کو تمام دنیا کے ریگستانوں سے نسبت ہے۔ یعنی تمام انسانوں کی عقلیں ایک ریت کے ذرے کے برابر ہیں اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عقل شریف تمام دنیا کے ریگستانوں کے برابر ہے۔ اس حدیث کو ابو نعیم محدث نے حلیہ میں روایت کیا اور محدث ابن عسا کر نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔[1]

(زرقانی ج۴ص۲۵۰ وشفاء شریف ج۱ص۴۲)

حلم وعفو

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جو پہلے ایک یہودی عالم تھے انہوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کھجوریں خریدی تھیں۔ کھجوریں دینے کی مدت میں ابھی ایک دو دن باقی تھے کہ انہوں نے بھرے مجمع میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے انتہائی تلخ وترش لہجے میں سختی کے ساتھ تقاضا کیا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن اور چادر پکڑ کر نہایت تند وتیز نظروں سے آپ کی طرف دیکھا اور چلا چلا کر یہ کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) تم سب عبدالمطلب کی اولاد کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں دیر لگایا کرتے ہو اور ٹال مٹول کرنا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ آپے سے باہر ہو گئے اور نہایت غضب ناک اور زہریلی نظروں سے گھور گھور کر کہا کہ اے خدا کے دشمن! تو خدا کے رسول سے

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل واما وفور عقله، ج۱، ص ٦٧

ایسی گستاخی کررہا ہے؟ خدا کی قسم! اگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ادب مانع نہ ہوتا تو میں
ابھی ابھی اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اے عمر! رضی اللہ تعالٰی عنہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں تو یہ چاہیے تھا کہ مجھ کو ادائے حق کی
ترغیب دے کر اور اس کو نرمی کے ساتھ تقاضا کرنے کی ہدایت کر کے ہم دونوں کی مدد
کرتے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اے عمر! رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کو اس کے
حق کے برابر کھجوریں دے دو، اور کچھ زیادہ بھی دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے
جب حق سے زیادہ کھجوریں دیں تو حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ اے
عمر! میرے حق سے زیادہ کیوں دے رہے ہو؟ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ چونکہ
میں نے ٹیڑھی ترچھی نظروں سے دیکھ کر تم کو خوفزدہ کر دیا تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے تمہاری دلجوئی و دلداری کے لئے تمہارے حق سے کچھ زیادہ دینے کا مجھے حکم
دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ اے عمر! کیا تم مجھے
پہچانتے ہو میں زید بن سعنہ ہوں؟ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ تم وہی زید بن سعنہ
ہو جو یہودیوں کا بہت بڑا عالم ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ
تعالٰی عنہ نے دریافت فرمایا کہ پھر تم نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایسی گستاخی
کیوں کی؟ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جواب دیا کہ اے عمر! رضی اللہ تعالٰی عنہ
دراصل بات یہ ہے کہ میں نے توراۃ میں نبی آخر الزمان کی جتنی نشانیاں پڑھی تھیں ان
سب کو میں نے ان کی ذات میں دیکھ لیا مگر دو نشانیوں کے بارے میں مجھے ان کا
امتحان کرنا باقی رہ گیا تھا۔ ایک یہ کہ ان کا حلم جہل پر غالب رہے گا اور جس قدر زیادہ
ان کے ساتھ جہل کا برتاؤ کیا جائے گا اسی قدر ان کا حلم بڑھتا جائے گا۔ چنانچہ میں

نے اس ترکیب سے ان دونوں نشانیوں کو بھی ان میں دیکھ لیا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ یقیناً یہ نبی برحق ہیں اور اے عمر! رضی اللہ تعالٰی عنہ میں بہت ہی مالدار آدمی ہوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا آدھا مال حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امت پر صدقہ کردیا پھر یہ بارگاہ رسالت میں آئے اور کلمہ پڑھ کر دامن اسلام میں آگئے۔(1)

(دلائل النبوۃ ج۱ص۲۳ وزرقانی ج۴ص۲۵۳)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ جنگِ حنین سے واپسی پر دیہاتی لوگ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے چمٹ گئے اور آپ سے مال کا سوال کرنے لگے، یہاں تک آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو چمٹے کہ آپ پیچھے ہٹتے ہٹتے ایک ببول کے درخت کے پاس ٹھہر گئے۔ اتنے میں ایک بدوی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی چادر مبارک اچک کر لے بھاگا پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میری چادر تو مجھے دے دو اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کے برابر چوپائے ہوتے تو میں ان سب کو تمہارے درمیان تقسیم کردیتا، تم لوگ مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ بزدل۔(2) (بخاری ج۱ص۴۴۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ چل رہا تھا اور آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے اور کھردرے تھے۔ ایک دم ایک بدوی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور اتنے زبردست جھٹکے سے چادر مبارک کو اس نے کھینچا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نرم و

---

1 ......دلائل النبوۃ للبیہقی، باب استبراء زید بن سعنۃ...الخ، ج۱، ص۲۷۸

2 ......صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماکان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث: ۳۱۴۸، ج۲، ص ۳۵۹

نازک گردن پر چادر کی کنارسے خراش آ گئی پھراس بدوی نے یہ کہا کہ اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے آپ حکم دیجئے کہ اس میں سے مجھے کچھ مل جائے۔حضور رحمت ِعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب اس بدوی کی طرف توجہ فرمائی تو کمال حلم وعفو سے اس کی طرف دیکھ کر ہنس پڑے اور پھراس کو کچھ مال عطا فرمانے کا حکم صادر فرمایا۔(1)

(بخاری ج ا ص ۴۴٦ باب ما کان یعطی النبی المولفۃ)

جنگِ اُحد میں عتبہ بن ابی وقاص نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دندان مبارک کوشہید کر دیا اور عبداللہ بن قمیئہ نے چہرۂ انور کو زخمی اور خون آلود کر دیا مگر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے اس کے سوا کچھ بھی نہ فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی اے اللہ! عزوجل میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ مجھے جانتے نہیں۔(2)

خیبر میں زینب نامی یہودی عورت نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو زہر دیا مگر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے کوئی انتقام نہیں لیا،لبید بن اعصم نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جادو کیا اور بذریعہ وحی اس کا سارا حال معلوم ہوا مگر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے کچھ مواخذہ نہیں فرمایا،غورث بن الحارث نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ سے آپ کی تلوار لے کر نیام سے کھینچ لی، جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو غورث کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اب کون ہے جو آپ کو مجھ سے بچالے گا؟ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ''۔

---

1 ......صحیح البخاری ، کتاب فرض الخمس ، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم...الخ الحدیث:۳۱٤۹،ج۲ ، ص ۳٥۹

2 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل واما الحلم ...الخ ، ج ١ ، ص ١٠٥

نبوت کی ہیبت سے تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ بول! اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچانے والا ہے؟ غورث گڑگڑا کر کہنے لگا کہ آپ ہی میری جان بچا دیں، رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور معاف فرما دیا۔ چنانچہ غورث اپنی قوم میں آ کر کہنے لگا کہ اے لوگو! میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو تمام دنیا کے انسانوں میں سب سے بہتر ہے۔[1] (شفا قاضی عیاض جلد۱ ص۶۲)

کفارِ مکہ نے وہ کون سا ایسا ظالمانہ برتاؤ تھا جو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ نہ کیا ہو مگر فتح مکہ کے دن جب یہ سب جبارانِ قریش، انصار و مہاجرین کے لشکروں کے محاصرہ میں محصور و مجبور ہو کر حرم کعبہ میں خوف و دہشت سے کانپ رہے تھے اور انتقام کے ڈر سے ان کے جسم کا ایک ایک بال لرز رہا تھا۔ رسولِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان مجرموں اور پاپیوں کو یہ فرما کر چھوڑ دیا اور معاف فرما دیا کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فَاذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو۔

ایک کافر کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم پکڑ کر لائے کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تھا وہ شخص خوف و دہشت سے لرزہ براندام ہو گیا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کوئی خوف نہ رکھو بالکل مت ڈرو اگر تم نے میرے قتل کا ارادہ کر لیا تھا تو کیا ہوا؟ تم کبھی میرے اوپر غالب نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ خداوند تعالٰی نے میری حفاظت کا وعدہ فرما لیا ہے۔[2]

(شفاء قاضی عیاض جلد۱ ص۶۳ وغیرہ)

---

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل واما الحلم...الخ، ج۱، ص ۱۰۶، ۱۰۷

2 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل اما الحلم...الخ ، ج۱، ص۱۰۸

الغرض اس طرح کے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہزاروں واقعات ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ حلم وعفو یعنی ایذاؤں کا برداشت کرنا اور مجرموں کو قدرت کے باوجود بغیر انتقام کے چھوڑ دینا اور معاف کر دینا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ عادت کریمہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا وہ عظیم شاہکار ہے جو ساری دنیا میں عدیم المثال ہے۔حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِہٖ اِلَّا اَنْ تُنْتَھَکَ حُرْمَۃُ اللّٰہِ (1)

(شفاء شریف جلد ا ص ۶۱ و غیرہ و بخاری جلد ا ص ۵۰۳)

اپنی ذات کے لئے کبھی بھی رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سے انتقام نہیں لیا ہاں البتہ اللہ عزوجل کی حرام کی ہوئی چیزوں کا اگر کوئی مرتکب ہوتا تو ضرور اس سے مواخذہ فرماتے۔

تواضع

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ تواضع بھی سارے عالم سے نرالی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو شاہانہ زندگی بسر فرمائیں اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں تو ایک بندے کی زندگی گزاریں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بندہ بن کر زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔حضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تواضع دیکھ کر فرمایا کہ یارسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کی اس تواضع کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۵۶۰، ج۲، ص۴۸۹

تمام اولادآدم میں سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی قبرانور سے اٹھائے جائیں گے اور میدانِ حشر میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔[1]

(زرقانی جلد۴ص۲۶۲ وشفاء جلد۱ص۸۶)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ راوی ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے عصاء مبارک پر ٹیک لگاتے ہوئے کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے تو ہم سب صحابہ تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے یہ دیکھ کر تواضع کے طور پر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس طرح نہ کھڑے رہا کرو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے رہا کرتے ہیں میں تو ایک بندہ ہوں بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔[2] (شفاء شریف جلد۱ص۸۶)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا بیان ہے کہ حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے پیچھے سواری پر اپنے کسی خادم کو بھی بٹھالیا کرتے تھے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جنگ قریظہ کے دن آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سواری کے جانور کی لگام چھال کی رسی سے بنی ہوئی تھی۔[3] (زرقانی جلد۴ص۲۶۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غلاموں کی دعوت کو بھی قبول فرماتے تھے۔ جو کی روٹی اور پرانی چربی کھانے کی دعوت دی جاتی تھی تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس دعوت کو قبول فرماتے تھے۔ مسکینوں کی بیمار پرسی فرماتے،

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی صلی اللّٰہ علیه وسلم،فصل واماتواضعه،ج۱، ص۱۳۰

2 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل و اما تواضعه ، ج۱ ، ص ۱۳۰

3 ......المواهب اللدنیة مع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فیما اکرمه اللّٰه تعالٰی...الخ ،ج۶،ص۴۵

فقراء کے ساتھ ہم نشینی فرماتے اور اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان مل جل کر نشست فرماتے۔[1] (شفاء شریف جلد۱ص ۷۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھریلو کام خود اپنے دستِ مبارک سے کرلیا کرتے تھے۔ اپنے خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور گھر کے کاموں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خادموں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔[2] (شفاء شریف جلد۱ص ۷۷)

ایک شخص دربارِ رسالت میں حاضر ہوا تو جلالت نبوت کی ہیبت سے ایک دم خائف ہو کر لرزہ براندام ہوگیا اور کانپنے لگا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بالکل مت ڈرو۔ میں نہ کوئی بادشاہ ہوں، نہ کوئی جبار حاکم، میں تو قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کی بوٹیاں کھایا کرتی تھی۔[3]

(زرقانی ج۴ص ۲۷۶ وشفاء جلد۱ص ۷۸)

فتح مکہ کے دن جب فاتحانہ شان کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لشکروں کے ہجوم میں شہر مکہ کے اندر داخل ہونے لگے تو اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تواضع اور انکسار کی ایسی تجلی نمودار تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونٹنی کی پیٹھ پر اس طرح سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک کجاوہ کے اگلے حصہ سے لگا ہوا تھا۔[4] (شفاء جلد۱ص ۷۷)

---

1. ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل واما تو اضعه،ج۱ ، ص ۱۳۱ ملتقطاً
2. ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل واما تو اضعه،ج۱ ، ص ۱۳۲ ملتقطاً
3. ......المواهب اللدنيةمع شرح الزرقانی ،الفصل الثانی فیما اکرمه اللّٰه...الخ ، ج۶، ص ۷۱
4. ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل واما تو اضعه...الخ ،ج۱ ، ص۱۳۲

اسی طرح جب حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک لاکھ شمع نبوت کے پروانوں کے ساتھ اپنی مقدس زندگی کے آخری حج میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی پر ایک پرانا پالان تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم انور پر ایک چادر تھی جس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ تھی اسی اونٹنی کی پشت پر اور اسی لباس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خداوند ذوالجلال کے نائب اکرم اور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے اپنا شہنشاہی خطبہ پڑھا جس کو ایک لاکھ سے زائد فرزندان توحید ہمہ تن گوش بن کر سن رہے تھے۔[1] (زرقانی جلد۴ص ۲۶۸)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین اقدس کا تسمہ ٹوٹ گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے اس کو درست فرمانے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے دیجئے میں اس کو درست کر دوں، میری اس درخواست پر ارشاد فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ تم اس کو ٹھیک کر دو گے مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تم لوگوں پر اپنی برتری اور بڑائی ظاہر کروں، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی کام میں مشغول دیکھ کر بار بار درخواست عرض کرتے کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ خود یہ کام نہ کریں اس کام کو ہم لوگ انجام دیں گے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی فرماتے کہ یہ سچ ہے کہ تم لوگ میرا سب کام کر دو گے مگر مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کے درمیان کسی امتیازی شان کے ساتھ رہوں۔[2]

(زرقانی جلد۴ص ۲۶۵)

---

1 ......المواھب اللدنیۃمع شرح الزرقانی ،الفصل الثانی فیما اکرمہ اللّٰہ...الخ ، ج٦، ص ٥٤

2 ......المواھب اللدنیۃمع شرح الزرقانی ،الفصل الثانی فیما اکرمہ اللّٰہ...الخ ، ج٦، ص ٤٩

حسن معاشرت

حضورِاقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنھن اپنے احباب، اپنے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم، اپنے رشتے داروں، اپنے پڑوسیوں ہر ایک کے ساتھ اتنی خوش اخلاقی اور ملنساری کا برتاؤ فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کا گرویدہ اور مداح تھا، خادم خاص حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس برس تک سفر و وطن میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا مگر کبھی بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ مجھے ڈانٹا نہ جھڑکا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟[1] (زرقانی جلد۴ ص۲۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم یا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے جو کوئی بھی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پکارتا تو آپ لبیک کہہ کر جواب دیتے۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا کبھی بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے پاس آنے سے نہیں روکا اور جس وقت بھی مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے خوش طبعی بھی فرماتے اور سب کے ساتھ مل جل کر رہتے اور ہر ایک سے گفتگو فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بچوں سے بھی خوش طبعی فرماتے اور ان بچوں کو اپنی مقدس گود میں بٹھا لیتے اور آزاد نیز لونڈی غلام اور مسکین سب کی دعوتیں قبول فرماتے اور مدینہ کے انتہائی حصہ میں رہنے والے مریضوں کی بیمار پرسی کے لئے

[1] ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني ،الفصل الثاني فيما اكرمه الله...الخ ، ج٦، ص ٤٢، ٤٣

تشریف لے جاتے اور عذر پیش کرنے والوں کے عذر کو قبول فرماتے۔ (1)

(شفاء شریف جلد ا ص ۱۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کان میں کوئی سرگوشی کی بات کرتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک اپنا سر اس کے منہ سے الگ نہ فرماتے جب تک وہ کان میں کچھ کہتا رہتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آتا آپ سلام کرنے میں پہل کرتے اور ملاقاتیوں سے مصافحہ فرماتے اور اکثر اوقات اپنے پاس آنے والے ملاقاتیوں کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک بچھا دیتے اور اپنی مسند بھی پیش کر دیتے اور اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کی کنیتوں اور اچھے ناموں سے پکارتے کبھی کسی بات کرنے والے کی بات کو کاٹتے نہیں تھے۔ ہر شخص سے خوش روئی کے ساتھ مسکرا کر ملاقات فرماتے، مدینہ کے خدام اور نوکر چاکر برتنوں میں صبح کو پانی لے کر آتے تا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے برتنوں میں دست مبارک ڈبو دیں اور پانی متبرک ہو جائے تو سخت جاڑے کے موسم میں بھی صبح کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ایک کے برتن میں اپنا مقدس ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے اور جاڑے کی سردی کے باوجود کسی کو محروم نہیں فرماتے تھے۔ (2)

(شفاء شریف جلد ا ص ۷۲)

حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ

---

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل و اما حسن عشرته، ج ۱ ، ص ۱۲۱

2 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ،فصل و اماحسن عشرته، ج ۱ ،ص ۱۲۱، ۱۲۲ ملتقطاً

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی باپ یعنی حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا ایک حصہ ان کے لئے بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا باقی حصہ ان کے لئے بچھا دیا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی آئے تو آپ نے ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ہمیشہ کپڑا وغیرہ بھیجتے رہتے تھے یہ ابولہب کی لونڈی تھیں اور چند دنوں تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انہوں نے بھی دودھ پلایا تھا۔ (1)

(شفاء شریف ج ۱ ص ۷۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لئے کوئی مخصوص بستر نہیں رکھتے تھے بلکہ ہمیشہ ازواجِ مطہرات کے بستروں ہی پر آرام فرماتے تھے اور اپنے پیار و محبت سے ہمیشہ اپنی مقدس بیویوں رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خوش رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پیالے میں پانی پی کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب پیالہ دیتی تو آپ پیالے میں اسی جگہ اپنا لب مبارک لگا کر پانی نوش فرماتے جہاں میرے ہونٹ لگے ہوتے اور میں گوشت سے بھری کوئی ہڈی اپنے دانتوں سے نوچ کر وہ ہڈی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیتی تو آپ بھی اسی جگہ سے گوشت کو اپنے دانتوں سے نوچ کر تناول فرماتے جس جگہ میرا منہ لگا ہوتا۔ (2) (زُرقانی جلد ۴ ص ۲۶۹)

---

1 ……الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل واما خلقه ، ج ۱ ، ص ۱۲۸، ۱۲۹

2 ……المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فیما اکرمه اللّٰه...الخ، ج ۶،ص ۵۵،۵۶ ملتقطاً

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزانہ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے ملاقات فرماتے اور اپنی صاحبزادیوں کے گھروں پر بھی رونق افروز ہو کر ان کی خبر گیری فرماتے اور اپنے نواسوں اور نواسیوں کو بھی اپنے پیار و شفقت سے بار بار نوازتے اور سب کی دلجوئی و رواداری فرماتے اور بچوں سے بھی گفتگو فرما کر ان کی بات چیت سے اپنا دل خوش کرتے اور ان کا بھی دل بہلاتے اپنے پڑوسیوں کی بھی خبر گیری اور ان کے ساتھ انتہائی کریمانہ اور مشفقانہ برتاؤ فرماتے الغرض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے طرزِ عمل اور اپنی سیرت مقدسہ سے ایسے اسلامی معاشرہ کی تشکیل فرمائی کہ اگر آج دنیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے لگے تو تمام دنیا میں امن و سکون اور محبت و رحمت کا دریا بہنے لگے اور سارے عالم سے جدال و قتال اور نفاق و شقاق کا جہنم بجھ جائے اور عالم کائنات امن و راحت اور پیار و محبت کی بہشت بن جائے۔

حیاء

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ''حیاء'' کے بارے میں حضرت حق جل جلالہ کا قرآن میں یہ فرمان سب سے بڑا گواہ ہے کہ

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ز (1)

بے شک تمہاری یہ بات نبی کو ایذا پہنچاتی ہے لیکن وہ تم لوگوں سے حیا کرتے ہیں (اور تم کو کچھ کہہ نہیں سکتے)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان حیاء کی تصویر کھینچتے ہوئے ایک معزز صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنواری پردہ

---

(1) ......پ ۲۲، الاحزاب: ۵۳

نشین عورت سے بھی کہیں زیادہ حیادار تھے۔"[1]

(زرقانی جلد۴ص ۲۸۴ و بخاری جلد ۱ص ۵۰۳ باب صفۃ النبی)

اس لئے ہر قبیح قول وفعل اور قابل مذمت حرکات وسکنات سے عمر بھر ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن عصمت پاک وصاف ہی رہا اور پوری حیات مبارکہ میں وقار ومروت کے خلاف آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی عمل سرزد نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ فحش کلام تھے نہ بے ہودہ گو نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے تھے بلکہ معاف فرما دیا کرتے تھے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ کمال حیا کی وجہ سے میں نے کبھی بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو برہنہ نہیں دیکھا۔[2] (شفاء شریف جلد ۱ص ۶۹)

وعدہ کی پابندی

ایفاء عہد اور وعدہ کی پابندی بھی درخت اخلاق کی ایک بہت ہی اہم اور نہایت ہی ہری بھری شاخ ہے۔ اس خصوصیت میں بھی رسول عربی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خلق عظیم بے مثال ہی ہے۔ حضرت ابو الحمساء رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ اعلان نبوت سے پہلے میں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ سامان خریدا اسی سلسلے میں آپ کی کچھ رقم میرے ذمے باقی رہ گئی میں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہا کہ آپ یہیں ٹھہریئے میں ابھی ابھی گھر سے رقم لاکر اسی جگہ پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسی جگہ ٹھہرے رہنے کا وعدہ فرمالیا مگر میں گھر آکر اپنا وعدہ

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم، الحدیث:۳۵۶۲، ج۲، ص ۴۹۰

2 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل واما الحیاء ، ج۱، ص ۱۱۹ ملتقطاً

بھول گیا پھر تین دن کے بعد مجھے جب خیال آیا تو رقم لے کر اس جگہ پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسی جگہ ٹھہرے ہوئے میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر ذرا بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانی پر بل نہیں آیا اور اس کے سوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور کچھ نہیں فرمایا کہ اے نوجوان! تم نے تو مجھے مشقت میں ڈال دیا کیونکہ میں اپنے وعدے کے مطابق تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔[1]

(شفاء شریف ص ۷۴)

عدل

خداعزوجل کے مقدس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان میں سب سے زیادہ امین سب سے بڑھ کر عادل اور پاک دامن وراست باز تھے۔ یہ وہ روشن حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بڑے بڑے دشمنوں نے بھی اس کا اعتراف کیا۔ چنانچہ اعلان نبوت سے قبل تمام اہل مکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''صادق الوعد'' اور ''امین'' کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے۔ حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مکہ والوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے امین اور عادل ہیں اسی لئے اعلان نبوت سے پہلے اہل مکہ اپنے مقدمات اور جھگڑوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیصلہ کرایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام فیصلوں کو انتہائی احترام کے ساتھ بلا چون وچرا تسلیم کر لیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ امین کا فیصلہ ہے۔[2]

(شفاء شریف جلد ا ص ۷۸، ۷۹)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس قدر بلند مرتبہ عادل تھے اس بارے میں

---

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل واما خلقه...الخ، ج۱، ص ۱۲۶

2 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل واما عدله، ج۱ ، ص ۱۳۴ ملتقطاً

بخاری شریف کی ایک روایت سب سے بڑھ کر شاہد عدل ہے۔ قبیلہ قریش کے خاندان بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، اسلام میں چور کی یہ سزا ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ پہنچوں سے کاٹ ڈالا جائے۔ قبیلہ قریش کو اس واقعہ سے بڑی فکر دامن گیر ہوگئی کہ اگر ہمارے قبیلہ کی اس عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تو یہ ہماری خاندانی شرافت پر ایسا بدنما داغ ہوگا جو کبھی مٹ نہ سکے گا اور ہم لوگ تمام عرب کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہو جائیں گے اس لئے ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ بارگاہ رسالت میں کوئی زبردست سفارش پیش کردی جائے تا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عورت کا ہاتھ نہ کاٹیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو نگاہ نبوت میں انتہائی محبوب تھے دباؤ ڈال کر اس بات کے لئے آمادہ کرلیا کہ وہ دربار اقدس میں سفارش پیش کریں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اشراف قریش کے اصرار سے متأثر ہوکر بارگاہِ رسالت میں سفارش عرض کردی یہ سن کر پیشانی نبوت پر جلال کے آثار نمودار ہوگئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت ہی غضب ناک لہجہ میں فرمایا کہ اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ کہ اے اسامہ! تو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں سے ایک سزا کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر ایک خطبہ دیا اور اس خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ الضَّعِيْفُ فِيْهِمْ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا [1] (بخاری جلد۲ ص۱۰۰۳ باب کراہیۃ الشفاعت فی الحدود)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب کراهية الشفاعة...الخ، الحدیث:۶۷۸۸، ج۴، ص۳۳۲

اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر سزائیں قائم کرتے تھے خدا کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو یقیناً محمد اس کا ہاتھ کاٹ لے گا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

وقار

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مجلسوں میں جس قدر وقار کے ساتھ رونق افروز رہتے تھے بڑے سے بڑے بادشاہوں کے دربار میں بھی اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس حلم و حیاء اور خیر و امانت کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں کبھی کوئی بلند آواز سے گفتگو نہیں کرسکتا تھا اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے تھے تو تمام اہل مجلس اس طرح سر جھکائے ہوئے ہمہ تن گوش بن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام سنتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہایت ہی وقار کے ساتھ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جملوں کو گننا چاہتا تو وہ گن سکتا تھا۔ (1)

(شفاء شریف جلد ۱ ص ۸۰، ۸۱ و بخاری جلد ۱ ص ۵۰۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نشست و برخاست، رفتار و گفتار، ہر ادا میں ایک

---

(1)...... الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل واما وقاره، ج۱، ص۱۳۷۔۱۳۹ ملتقطاً و صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، الحدیث: ۳۵۶۷، ج۲، ص ۴۹۱

خالص پیغمبرانہ وقار پایا جاتا تھا جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت نبوت کا جاہ و جلال آفتاب عالم تاب کی طرح ہر خاص و عام کی نظروں میں نمودار رہتا تھا۔

زاہدانہ زندگی

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہنشاہ کونین اور تاجدار دو عالم ہوتے ہوئے ایسی زاہدانہ اور سادہ زندگی بسر فرماتے تھے کہ تاریخ نبوت میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، خوراک و پوشاک، مکان و سامان، رہن سہن غرض حیات مبارکہ کے ہر گوشہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا عالم اس درجہ نمایاں تھا کہ جس کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت میں ایک مچھر کے پر سے بھی زیادہ ذلیل وحقیر ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں کبھی تین دن لگاتار ایسے نہیں گزرے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شکم سیر ہو کر روٹی کھائی ہو ایک ایک مہینہ تک کاشانہ نبوت میں چولہا نہیں جلتا تھا اور کھجور و پانی کے سوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں کی کوئی دوسری خوراک نہیں ہوا کرتی تھی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں مکہ کی پہاڑیوں کو سونا بنادوں اور وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں اور آپ ان کو جس طرح چاہیں خرچ کرتے رہیں مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں کیا اور بارگاہِ خداوندی عزوجل میں عرض کیا کہ اے میرے رب! عزوجل مجھے یہی زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانا کھاؤں تاکہ بھوک کے دن خوب گڑگڑا کر تجھ سے دعائیں مانگوں اور آسودگی

کے دن تیری حمد کروں اور تیرا شکر بجالاؤں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا گدا تھا جس میں روئی کی جگہ درختوں کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میری باری کے دن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک موٹے ٹاٹ پر سویا کرتے تھے جس کو میں دو تہ کر کے بچھا دیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے اس ٹاٹ کو چار تہ کر کے بچھا دیا تو صبح کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے کی طرح اس ٹاٹ کو تم دہرا کر کے بچھا دیا کرو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس بستر کی نرمی سے کہیں مجھ پر گہری نیند کا حملہ ہو جائے تو میری نماز تہجد میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ روایت ہے کہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسی چارپائی پر بھی آرام فرمایا کرتے تھے جو کھردرے بان سے بنی ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر بچھونے کے اس چارپائی پر لیٹتے تھے تو جسم نازک پر بان کے نشان پڑ جایا کرتے تھے۔[1] (شفاء شریف جلد ا ص ۸۲، ۸۳ وغیرہ)

شجاعت

حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے مثال شجاعت کا یہ عالم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر صحابی کا یہ قول ہے کہ جب لڑائی خوب گرم ہو جاتی تھی اور جنگ کی شدت دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کی آنکھیں پتھرا کر سرخ پڑ جایا کرتی تھیں اس وقت میں ہم لوگ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر اپنا بچاؤ کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب لوگوں سے زیادہ

---

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل واما زهده، ج ۱ ، ص ۱۴۰ ـ ۱۴۲ ملتقطاً

آگے بڑھ کر اور دشمنوں کے بالکل قریب پہنچ کر جنگ فرماتے تھے۔ اور ہم لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر وہ شخص شمار کیا جاتا تھا جو جنگ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب رہ کر دشمنوں سے لڑتا تھا۔ (1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ بہادر اور طاقتور، سخی اور پسندیدہ میری آنکھوں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت براء بن عازب اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے بیان فرمایا ہے کہ جنگ حنین میں بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر کفار کے حملوں کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا تھا اور کفار کی طرف سے لگاتار تیروں کا مینہ برس رہا تھا اس وقت میں بھی رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ ایک سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکیلے دشمنوں کے دل بادل لشکروں کے ہجوم کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ اور رجز کے یہ کلمات زبان اقدس پر جاری تھے کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبُ　　اَنَا ابُنُ عَبُدِ الْمُطَّلِبُ (2)

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے　　میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

(بخاری جلد۲ ص ۶۱۷ باب قول اللہ و یوم حنین و زرقانی جلد۴ ص ۲۹۳)

1 ...... الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل و اما شجاعته، ج۱، ص۱۱۶ ملخصاً

2 ...... صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ویوم حنین... الخ، الحدیث: ۴۳۱۵، ۴۳۱۷، ج۳، ص۱۱۰

والمواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما اکرمه اللّٰہ... الخ، ج۶، ص۱۰۱ ملخصاً

طاقت

حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جسمانی طاقت بھی حداعجاز کو پہنچی ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اس معجزانہ طاقت وقوت سے ایسے ایسے محیر العقول کار ناموں اور کمالات کا مظاہرہ فرمایا کہ عقل انسانی اس کے تصور سے حیران رہ جاتی ہے۔

غزوۂ احزاب کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب خندق کھودرہے تھے ایک ایسی چٹان ظاہر ہوگئی جو کسی طرح کسی شخص سے بھی نہیں ٹوٹ سکی مگر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی طاقت نبوت سے اس پر پھاوڑا مارا تو وہ ریت کے بھر بھرے ٹیلے کی طرح بکھر کر پاش پاش ہوگئی جس کا مفصل تذکرہ جنگ خندق میں ہم تحریر کر چکے ہیں۔ (1)

رکانہ پہلوان سے کشتی

عرب کا مشہور پہلوان رکانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر آپ مجھ سے کشتی لڑ کر مجھے پچھاڑ دیں تو میں آپ کی دعوت اسلام کو قبول کر لوں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیار ہو گئے اور اس سے کشتی لڑ کر اس کو پچھاڑ دیا، پھر اس نے دوبارہ کشتی لڑنے کی دعوت دی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ بھی اپنی پیغمبرانہ طاقت سے اس کو اس زور کے ساتھ زمین پر پٹک دیا کہ وہ دیر تک اٹھ نہ سکا اور حیران ہو کر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خدا کی قسم! آپ کی عجیب شان ہے کہ آج تک عرب کا کوئی پہلوان میری پیٹھ زمین پر نہیں لگا سکا مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دم زدن میں مجھے دو مرتبہ زمین پر پچھاڑ دیا۔ بعض مؤرخین کا قول ہے

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق...الخ، الحدیث: ۴۱۰۱، ج۳، ص ۵۱

کہ رکانہ فوراً ہی مسلمان ہو گیا مگر بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ رکانہ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1] (زرقانی جلد۴ ص۲۹۱)

یزید بن رکانہ سے مقابلہ

اسی رکانہ کا بیٹا یزید بن رکانہ بھی مانا ہوا پہلوان تھا یہ تین سو بکریاں لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ مجھ سے کشتی لڑیئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں نے تمہیں پچھاڑ دیا تو تم کتنی بکریاں مجھے انعام میں دو گے اس نے کہا کہ ایک سو بکریاں میں آپ کو دے دوں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیار ہو گئے اور اس سے ہاتھ ملاتے ہی اس کو زمین پر پٹک دیا اور وہ حیرت سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منہ تکنے لگا اور وعدہ کے مطابق ایک سو بکریاں اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دیں۔ مگر پھر دوبارہ اس نے کشتی لڑنے کے لئے چیلنج دیا آپ نے دوسری مرتبہ بھی اس کی پیٹھ زمین پر لگا دی اس نے پھر ایک سو بکریاں آپ کو دے دیں۔ پھر تیسری بار اس نے کشتی کے لئے للکارا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا چیلنج قبول فرما لیا اور کشتی لڑ کر اِس زور کے ساتھ اس کو زمین پر دے مارا کہ وہ چت ہو گیا، اس نے باقی ایک سو بکریوں کو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، مگر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سارا عرب گواہ ہے کہ آج تک کوئی پہلوان مجھ پر غالب نہیں آ سکا، مگر آپ نے تین بار جس طرح مجھے کشتی میں پچھاڑا ہے اس سے میرا دل مان گیا کہ یقیناً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خداعزوجل کے نبی ہیں، یہ کہا اور کلمہ پڑھ کر دامن اسلام میں آ گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے مسلمان ہو

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب، الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ...الخ، ج۶، ص۱۰۱، ۱۰۲

جانے سے بے حد خوش ہوئے اور اس کی تین سو بکریاں واپس کر دیں۔ (1)

(زرقانی جلد۴ص۲۹۲)

ابوالاسود سے زور آزمائی

اسی طرح ابوالاسود جمحی اتنا بڑا طاقتور پہلوان تھا کہ وہ ایک چمڑے پر بیٹھ جاتا تھا اور دس پہلوان اس چمڑے کو کھینچتے تھے تاکہ وہ چمڑا اس کے نیچے سے نکل جائے مگر وہ چمڑا پھٹ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے باوجود اس کے نیچے سے نکل نہیں سکتا تھا۔ اس نے بھی بارگاہِ اقدس میں آ کر یہ چیلنج دیا کہ اگر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجھے کشتی میں پچھاڑ دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس سے کشتی لڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور اس کا ہاتھ پکڑتے ہی اس کو زمین پر پچھاڑ دیا۔ وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس طاقت نبوت سے حیران ہو کر فوراً ہی مسلمان ہو گیا۔ (2)

(زرقانی جلد۴ص۲۹۲)

سخاوت

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ سخاوت محتاج بیان نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ بڑھ کر سخی تھے۔ خصوصاً ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سخاوت اس قدر بڑھ جاتی تھی کہ برسنے والی بدلیوں کو اٹھانے والی ہواؤں سے بھی زیادہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سخی ہو جاتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب،الفصل الثانی فیما اکرمه اللّٰه ...الخ ، ج٦، ص١٠٣

2 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فیما اکرمه اللّٰه...الخ،ج٦،ص١٠٣،١٠٤

نے کسی سائل کے جواب میں خواہ وہ کتنی ہی بڑی چیز کا سوال کیوں نہ کرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لا (نہیں) کا لفظ نہیں فرمایا۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۶۵)

یہی وہ مضمون ہے جس کو فرزدق شاعر تابعی متوفی ۱۱۰ھ نے کیا خوب کہا ہے کہ[1] ؎

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِهٖ لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاؤُهٗ نَعَمْ

اسی کا ترجمہ کسی فارسی کے شاعر نے اس طرح کیا ہے کہ ؎

نہ گفت لا بزبان مبارکش ہرگز مگر در اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سائل کے جواب میں لا (نہیں) کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ نعم (ہاں) ہی کہا مگر کلمہ شہادت میں لا (نہیں) کا لفظ ضرور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر آتا تھا اور اگر کلمہ شہادت میں لا کہنے کی ضرورت نہ ہوتی تو اس میں بھی لا (نہیں) کی جگہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نَعَمْ (ہاں) ہی فرماتے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت کسی سائل کے سوال ہی پر محدود و منحصر نہیں تھی بلکہ بغیر مانگے ہوئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس قدر زیادہ مال عطا فرما دیا کہ عالم سخاوت میں اس کی مثال نادر و نایاب ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت بڑے دشمن امیہ بن خلف کافر کا بیٹا صفوان بن امیہ جب مقام ''جعرانہ'' میں حاضر دربار ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اتنی کثیر تعداد میں اونٹوں اور بکریوں کا ریوڑ عطا فرما دیا کہ دو پہاڑیوں کے درمیان کا میدان بھر گیا۔

---

1 ...... الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،فصل واما الجود والکرم...الخ،ج۱،ص ۱۱۱،۱۱۲
والمواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فیما اکرمه اللّٰه...الخ،ج۶،ص ۱۱۳

چنانچہ صفوان مکہ جا کر چلا چلا کر اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اے لوگو! دامن اسلام میں آ جاؤ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس قدر زیادہ مال عطا فرماتے ہیں کہ فقیری کا کوئی اندیشہ ہی باقی نہیں رہتا اس کے بعد پھر صفوان خود بھی مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (1)

(زرقانی ج ۴ ص ۲۹۵)

بہر حال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جود و نوال اور سخاوت کے احوال اس قدر عدیم المثال اور اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان کا تذکرہ تحریر کیا جائے تو بہت سی کتابوں کا انبار تیار ہو سکتا ہے مگر اس سے پہلے کے اوراق میں ہم جتنا اور جس قدر لکھ چکے ہیں وہ سخاوت نبوت کو سمجھنے کے لئے بہت کافی ہے۔ خداوند کریم عزوجل ہم سب مسلمانوں کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اسماء مبارکہ

عرب کا مشہور مقولہ ہے کہ "كَثْرَةُ الْاَسْمَآءِ تَدُلُّ عَلٰى شَرَفِ الْمُسَمّٰى" یعنی کسی چیز کے ناموں کا بہت زیادہ ہونا اس بات کی دلیل ہوا کرتی ہے کہ وہ چیز عزت و شرف والی ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونکہ خلاق عالم جل جلالہ نے اس قدر اعزاز و اکرام اور عزت و شرف سے سرفراز فرمایا ہے کہ آپ امام النبیّین، سید المرسلین، محبوب رب العالمین عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ اور القاب بہت زیادہ ہیں۔ (2)

---

1 ...... المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، الفصل الثاني فيما اكرمه الله...الخ، ج٦، ص١٠٩، ١١٠

2 ...... المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب فى ذكر اسمائه الشريفة...الخ، ج٤، ص١٦١

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں میں ﴿۱﴾ "محمد" و﴿۲﴾ "احمد" ہوں اور میں ﴿۳﴾ "ماحی" ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹاتا ہے اور میں ﴿۴﴾ "حاشر" ہوں کہ میرے قدموں پر سب لوگوں کا حشر ہوگا اور ﴿۵﴾ "عاقب" ہوں۔[1] (یعنی سب سے آخری نبی) (بخاری ج۱ ص۵۰۱ باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

قرآن مجید میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے القاب و اسماء بہت زیادہ تعداد میں مذکور ہیں۔ چنانچہ بعض علماء کرام نے فرمایا کہ خداوند قدوس کے ناموں کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی ننانوے نام اور علامہ ابن دحیہ نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان تمام ناموں کو شمار کیا جائے جو قرآن و حدیث اور اگلی کتابوں میں مذکور ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناموں کی گنتی تین سو تک پہنچتی ہے اور بعض صوفیاء کرام کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ایک ہزار نام ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناموں کی تعداد بھی ایک ہزار ہے۔[2]

(زرقانی جلد۳ ص۱۱۸)

بہر حال حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام اسماء مبارکہ میں سے دو نام سب سے زیادہ مشہور ہیں ایک "محمد" دوسرا "احمد" (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام "محمد" رکھا اور اسی نام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عقیقہ کیا جب لوگوں نے پوچھا کہ اے عبدالمطلب! آپ نے

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۵۳۲، ج۲، ص ۴۸۴

2 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، باب فی ذکر اسمائه الشریفة...الخ، ج۴، ص ۱۶۹

اپنے پوتے کا نام ''محمد'' کیوں رکھا آپ کے آباء واجداد میں کسی کا بھی یہ نام نہیں رہا ہے۔تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس نیت سے اوراس امید پراس بچے کا نام ''محمد'' رکھا ہے کہ تمام روئے زمین کے لوگ اس کی تعریف کریں گے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے یہ کہا کہ میں نے اس امید پر''محمد'' نام رکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اس کی تعریف فرمائے گا اور زمین میں خدا کی تمام مخلوق اس کی تعریف کرے گی ،اور حضرت عبدالمطلب کی اس نیت اورامید کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میری پیٹھ سے ایک چاندی کی زنجیر نکلی جس کا ایک کنارہ زمین میں ہے اور ایک سرا آسمان کو چھو رہا ہے اور تمام مشرق ومغرب کے انسان اس زنجیر سے چمٹے ہوئے ہیں حضرت عبدالمطلب نے جب قریش کے کاہنوں سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو انہوں نے اس خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ اے عبدالمطلب ! آپ کی نسل سے عنقریب ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا کہ تمام اہل مشرق ومغرب اس کی پیروی کریں گے اور تمام آسمان وزمین والے اس کی مدح وثنا کا خطبہ پڑھیں گے۔[1]

(زرقانی جلد۳ص۱۱۴ تا ۱۱۵)

اور بعض کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام ''محمد'' رکھا ہے کیونکہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے شکم مبارک میں رونق افروز تھے تو انہوں نے خواب میں ایک فرشتہ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ اے آمنہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارے جہان کے سردار تمہارے شکم میں تشریف فرما ہیں جب یہ پیدا ہوں تو تم ان کا نام ''محمد'' رکھنا۔[2] (زرقانی جلد۳ص۱۱۵)

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني،باب فی ذكراسمائه الشريفة...الخ،ج٤،ص١٦١، ١٦٢

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني،باب فی ذكراسمائه...الخ،ج٤،ص١٦١، ١٦٢ ملتقطاً

ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے اپنے اور حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے خوابوں کی وجہ سے دونوں نے باہمی مشورہ سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام ''محمد'' رکھا ہو۔

اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں کئی جگہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ''محمد'' کے نام سے ذکر فرمایا ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام ''احمد'' کے نام سے تمام زندگی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر جمیل کا ڈنکا بجاتے رہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ (1) یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام یہ خوشخبری سناتے ہوئے تشریف لائے تھے کہ میرے بعد ایک رسول تشریف لانے والے ہیں جن کا نامِ نامی واسمِ گرامی ''احمد'' ہے۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کنیت

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشہور کنیت ''ابو القاسم'' ہے۔ چنانچہ بہت سی احادیث میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ کنیت مذکور ہے، مگر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کنیت ''ابوابراہیم'' بھی ہے۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان لفظوں سے سلام کیا کہ "السلام علیك یا ابا ابراھیم" یعنی اے ابراہیم کے والد! آپ پر سلام۔ (2)

(زرقانی جلد۳ص۱۵۱)

---

1 ......پ۲۸، الصف:۶

2 ...... المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، باب فی ذکر اسمائه الشریفة...الخ، ج٤، ص۲۲۹

طبِ نبوی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ کے بندو! تم لوگ دوائیں استعمال کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیماری کے سوا تمام بیماریوں کے لئے دوا پیدا فرمائی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ کونسی بیماری ہے جس کی کوئی دوا نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ''بڑھاپا'' ہے۔[1] (ترمذی جلد۲ص ۲۵ ابواب الطب)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جن جن طریقوں سے علاج کرتے ہو ان میں سب سے بہتر چار طریقہ علاج ہیں:

سعوط: ناک کے ذریعہ دوا چڑھانا، **لَدُود**: منہ کے کسی ایک جانب سے دوا پلانا، **حجامۃ**: کسی عضو پر پچھنا لگوا کر خون نکلوا دینا، **مَشِیُ**: جلاب لینا۔[2]

(ترمذی جلد۲ص ۲۶ ابواب الطب)

بعض دوائیں خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال فرمائی ہیں اور بعض دواؤں کے اوصاف اور ان کے فوائد سے اپنی امت کو آگاہ فرمایا ہے۔ ہم یہاں ان میں سے تبرکاً چند دواؤں کا ذکر تحریر کرتے ہیں تا کہ ہماری اس مختصر کتاب کے صفحات ''طب نبوی'' کے اہم باب سے محروم نہ رہ جائیں۔

اِثْـمَد (سرمہ سیاہ اصفہانی) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بارے

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی الدواء...الخ، الحدیث: ۲۰٤٥، ج٤، ص٤

2 ......سنن الترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی السعوط، الحدیث: ۲۰٥٤، ج٤، ص٨

میں ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اثمد کو استعمال میں رکھو یہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور پلک کے بال اگاتا ہے۔[1] (ابن ماجہ ص ۲۵۸ باب الکحل بالاثمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں اثمد کا سرمہ رہتا تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سونے سے پہلے ہر رات تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں لگایا کرتے تھے۔[2]

(شمائل ترمذی ص ۵)

حِنا یعنی مہندی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی پھنسی نکلتی یا کانٹا چبھ جاتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر مہندی رکھ دیا کرتے تھے۔[3]

(ابن ماجہ ص ۲۵۸ ابواب الطب)

اَلْحَبَّةُ السَّوْدَآءُ (کلونجی جس کو شونیز بھی کہتے ہیں اور بعض جگہ اس کو منگریلا بھی کہا جاتا ہے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے استعمال کو لازم پکڑو کیونکہ اس میں موت کے سوا سب بیماریوں سے شفاء ہے۔[4]

(ابن ماجہ ص ۲۵۴ ابواب الطب و بخاری جلد ۲ ص ۸۴۸)

اَلتَّلْبِیْنَه (آٹا، پانی، شہد، تیل ملا کر حریرہ کی طرح بنایا جاتا ہے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں میں جب کوئی شخص جاڑا بخار میں مبتلا ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طعام کے تیار کرنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ کھانا غمگین آدمی

---

1 ......سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب الکحل بالاثمد، الحدیث: ۳۴۹۵، ج ٤، ص ١١٤

2 ......الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی کحل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ٤٩، ص ٥٠

3 ......سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب الحناء، الحدیث: ٣٥٠٢، ج ٤، ص ١١٧

4 ......سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب الحبة السوداء، الحدیث: ٣٤٤٨، ج ٤، ص ٩٣

کے دل کو تقویت دیتا ہے اور بیمار کے دل سے تکلیف کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح تم لوگ پانی سے اپنے چہروں کے میل کچیل کو دور کر دیتے ہو۔[1]

(ابن ماجہ ص۲۵۴ ابواب الطب و بخاری جلد۲ص ۸۴۹)

اَلْعَسَل (شہد) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے آ کر شکایت کی کہ اس کے بھائی کو دست آ رہے ہیں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو شہد پلاؤ۔ پھر وہ دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ دست بند نہیں ہوتے۔ ارشاد فرمایا کہ اس کو شہد پلاؤ۔ پھر وہ تیسری بار آ کر کہنے لگا کہ دست کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پھر شہد پلانے کا حکم دیا اس نے کہا کہ یہ علاج تو میں کر چکا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اسکو شہد پلاؤ اس نے جا کر شہد پلایا تو وہ شفایاب ہو گیا۔[2] (بخاری جلد۲ص ۸۴۸ باب الدواء بالعسل)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر مہینہ میں تین دن صبح کے وقت شہد چاٹ لیا کرے اس کو کوئی بڑی بلا نہ پہنچے گی۔[3]

(ابن ماجہ ص۲۵۵ ابواب الطب)

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ دو شفاؤں کو لازم پکڑو، ایک شہد، دوسری قرآن شریف۔[4] (ابن ماجہ ص۲۵۵ باب العسل)

خَلٌّ (سرکہ) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین سالن سرکہ ہے اے

---

1 ......سنن ابن ماجه ، كتاب الطب ، باب التلبينة ، الحديث: ٣٤٤٥، ج٤، ص ٩٢

2 ......صحيح البخارى، كتاب الطب،باب الدواء بالعسل،الحديث:٥٦٨٤، ج٤، ص ١٧

3 ......سنن ابن ماجه ، كتاب الطب ، باب العسل ، الحديث: ٣٤٥٠، ج٤، ص ٩٤

4 ......سنن ابن ماجه ، كتاب الطب ، باب العسل ،الحديث: ٣٤٥٢، ج٤،ص ٩٥

اللہ! عزوجل سرکہ میں برکت عطا فرما، کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کا سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ ہوگا وہ گھر کبھی محتاج نہیں ہوگا۔ [1] (ابن ماجہ ص ۲۴۶ باب الایتدام بالخل)

زَیت (روغن زیتون) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ روغن زیتون کو سالن کے طور پر استعمال کرو اور اس کو بدن پر بھی ملتے رہو کیونکہ یہ مبارک درخت سے نکلا ہوا ہے۔ اور دوسری حدیث میں یوں وارد ہوا کہ تم لوگ روغن زیتون کو کھاؤ اور اس کو بدن میں لگاؤ کیونکہ یہ برکت والی چیز ہے۔ [2] (ابن ماجہ ص ۲۴۶ باب الزیت)

مُسَمِّن (بدن کو فربہ کرنے والی دوا) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہتی ہیں کہ میری والدہ نے جب میری رخصتی کا ارادہ کیا تو میرا علاج کرنے لگیں کہ میں ذرا فربہ بدن ہو جاؤں مگر کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ مگر جب میں نے ککڑی کو تازہ کھجوروں کے ساتھ کھانا شروع کر دیا تو میں خوب فربہ بدن والی ہوگئی۔ [3] (ابن ماجہ ص ۲۴۶)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ککڑی تازہ کھجوروں کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے۔ [4]

(ابن ماجہ ص ۲۴۶ باب القثاء والرطب)

عَشَاء (رات کا کھانا) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات کا کھانا ترک نہ کرو، کچھ نہ ملے تو ایک مٹھی کھجور ہی کھا لیا کرو کیونکہ رات کو کھانا چھوڑ دینے سے جلد بڑھاپا آ جاتا ہے۔ [5] (ابن ماجہ ص ۲۴۸ باب ترک العشاء)

---

1 ......سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب الائتدام بالخل، الحديث: ۳۳۱۸، ج ٤، ص ٣٤

2 ......سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب الزيت، الحديث: ۳۳۱۹، ۳۳۲۰، ج ٤، ص ٣٤، ٣٥

3 ......سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب القثاء والرطب يجمعان، الحديث: ۳۳۲٤، ج ٤، ص ۳۷

4 ......سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب القثاء... الخ، الحديث: ۳۳۲٥، ج ٤، ص ۳۷

5 ......سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب ترك العشاء، الحديث: ۳۳٥٥، ج ٤، ص ٥٠

حِـمْـيَـه (مضر چیزوں سے پرہیز) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر حضرت ام المنذر صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے انہوں نے کچی پکی کھجوروں کا ایک خوشہ پیش کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں سے کھانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ہاتھ بڑھایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو اور نقاہت باقی ہے اس لئے تم اس کو مت کھاؤ۔ اس کے بعد حضرت ام المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو اور چقندر ملا کر کھانا پکایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم یہ کھاؤ یہ تمہارے لئے بہت زیادہ مفید غذا ہے۔[1] (ابن ماجہ ص۲۵۴ باب الحمیہ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ زبردستی کر کے اپنے مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور مت کیا کرو، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کھلا پلا دیا کرتا ہے۔[2]

(ابن ماجہ ص۲۵۴ باب لاتکرہوا المریض علی الطعام)

زَنْـجَبِيْل (سونٹھ) بادشاہ روم نے ایک گھڑا زنجبیل سے بھرا ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہدیۃً بھیجا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک ایک ٹکڑا اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کھانے کے لئے دیا اس روایت کو ابونعیم محدث نے اپنی کتاب ''طبِ نبوی'' میں بیان کیا ہے۔[3] (نشر الطیب)

عَجْوَه مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور کا نام ہے اس کے بارے

---

1 ......سنن ابن ماجه ، کتاب الطب ، باب الحمية ، الحديث: ٣٤٤٢، ج٤، ص ٩٠

2 ......سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب لاتكرهوا المريض...الخ، الحديث: ٣٤٤٤، ج٤، ص ٩١

3 ......الطب النبوی لابن قيم الجوزية، زنجبيل، ص٢٧

میں ارشاد نبوی ہے کہ ''عجوہ'' جنت سے ہے اور وہ جنون یا زہر سے شفاء ہے۔[1]

(ابن ماجہ ص ۲۵۵ باب الکماۃ والعجوۃ)

کَمْأۃ جس کو بعض لوگ ککرمتا اور بعض لوگ سانپ کی چھتری کہتے ہیں اس کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ کماۃ ''مَنّ'' کے مثل ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا (یعنی جیسے وہ مفت کی چیز اور بہت ہی مفید چیز تھی ایسی ہی یہ ہے) اور اس کا عرق آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔[2] (ابن ماجہ ص ۲۵۵ باب الکماۃ و بخاری وغیرہ)

سَنَا (سنا مکی ایک دوا ہے) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کس دوا سے جلاب لیتی ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ''شبرم'' سے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو بہت ہی گرم دوا ہے، پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کو سنا کا جلاب لینے کے لئے حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر موت سے شفا دینے والی کوئی چیز ہوتی تو وہ سنا ہے۔[3] (ابن ماجہ ص ۲۵۵ باب دواء المشی)

سَنُّوت اس کے معنی میں شارحین حدیث کا اختلاف ہے مگر اطباء نے ایک خاص تفسیر کو ترجیح دی ہے۔ یعنی وہ شہد جو گھی کے برتن میں رکھا گیا ہو اور اس میں گھی کے کچھ اثرات پہنچ گئے ہوں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ سنا اور سنوت کو استعمال کرتے رہو کہ ان دونوں میں موت کے سوا تمام امراض سے شفاء ہے۔[4] (ابن ماجہ ص ۲۵۵ باب السناء والسنوت)

---

1 ......سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب الكمأة و العجوة، الحديث: ٣٤٥٣، ج٤، ص ٩٥

2 ......سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب الكمأة و العجوة، الحديث: ٣٤٥٤، ج٤، ص ٩٦

3 ......سنن ابن ماجه ، كتاب الطب، باب دواء المشى ، الحديث: ٣٤٦١، ج٤، ص ١٠٠

4 ......سنن ابن ماجه ، كتاب الطب، باب السنا و السنوت، الحديث: ٣٤٥٧، ج٤، ص ٩٧

بعض اطباء نے وجہ ترجیح میں کہا ہے کہ شہد اور گھی سے سنا کی اصلاح اور سہال کی اعانت ہو جاتی ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

سَمٌّ (زہر) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبیث دوا یعنی زہر سے منع فرمایا ہے۔ (1)

(ابن ماجہ ص ۲۵۵ باب النہی عن الدواء الخبیث)

عُوْد ھِنْدِیْ (قسط شیریں) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس عود ہندی کو استعمال میں لایا کرو کیونکہ اس میں سات شفائیں ہیں حلق میں کوّوں کے لئے اس کا سعوط کرنا چاہیے اور نمونیا کے لئے اس کا جوشاندہ پلانا چاہیے۔ (2)

(ابن ماجہ ص ۲۵۶ باب دواء ذات الجنب)

دوا عِرْقُ النِّسَاء حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جنگل میں چرنے والی بکری کے سرین کو گلا کر تین ٹکڑے کر لئے جائیں اور تین دن نہار منہ ایک ٹکڑا کھائیں اس میں ''عرق النساء'' کی شفاء ہے۔ (3) (ابن ماجہ ص ۲۵۶ باب دواء عرق النساء)

حرام دوائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بیماری بھی اتاری ہے اور دوا بھی اور ہر بیماری کی دوا بنا دی ہے۔ لٰہذا تم لوگ دوا کرو مگر حرام چیز سے دوا علاج مت کرو۔ (4)

---

1 ......سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب النهى عن الدواء الخبيث، الحديث:٣٤٥٩، ج٤، ص٩٩

2 ......سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب دواء ذات الجنب، الحديث:٣٤٦٨، ج٤، ص١٠٤

3 ......سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب دواء عرق النساء، الحديث:٣٤٦٣، ج٤، ص١٠١

4 ......سنن ابى داود، كتاب الطب، باب فى الادوية المكروهة، الحديث:٣٨٧٤، ج٤، ص١٠

شراب: حضرت سوید بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شراب کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے استعمال سے منع فرمایا۔ پھر دوبارہ پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا، تیسری بار انہوں نے عرض کیا: یا نبی اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ تو دوا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''نہیں'' یہ بیماری ہے۔[1] (ابوداود جلد۲ص ۱۸۵مجتبائی)

زخموں کا علاج: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور لوہے کی ٹوپی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس پر توڑ ڈالی گئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چہرۂ انور سے خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال میں پانی رکھ کر زخم پر بہا رہے تھے لیکن جب خون بہنے کا سلسلہ بڑھتا ہی رہا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کھجور کی چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس کو جلا کر راکھ بنا ڈالا پھر اسی راکھ کو زخموں پر چپکا دیا تو خون بہنا بند ہو گیا۔[2] (ابن ماجہ ص ۲۵۶ ابواب الطب)

طاعون: (پلیگ) کے بارے میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک عذاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بھیجا تھا۔ جب تم سنو کہ کسی زمین میں طاعون پھیل گیا ہے تو تم لوگ اس زمین میں داخل نہ ہوا کرو اور جب تمہاری زمین میں طاعون آ جائے تو تم اس زمین سے نکل کر نہ بھاگو۔[3]

(مسلم جلد۲ص ۲۲۸ باب الطاعون)

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الادویة المکروھة، الحدیث:۳۸۷۳، ج٤، ص ١٠

2 ......سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب دواء الجراحة، الحدیث: ٣٤٦٤، ج٤، ص ١٠٢

3 ......صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرة...الخ، الحدیث:٢٢١٨، ص ١٢١٥

اناڑی طبیب: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم طب کو نہیں جانتا اور علاج کرتا ہے تو وہ (مریض کو اگر کوئی نقصان پہنچا) ضامن ہے یعنی اس سے نقصان کا تاوان لیا جائے گا۔[1] (ابن ماجہ ص ۲۵۶)

بخار: ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو بخار کو گالی دی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بخار کو گالی مت دو، بخار کی بیماری مریض کے گناہوں کو اس طرح دور کر دیتی ہے جس طرح لوہے کے میل کو آگ دور کر دیتی ہے۔[2] (ابن ماجہ ص ۲۵۶ باب الحمیٰ)

بخار کا علاج: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بخار جہنم کے جوش مارنے سے ہے۔ لہٰذا تم لوگ اس کو پانی سے (پلا کر اور غسل کرا کر) ٹھنڈا کرو۔[3]

(ابن ماجہ ص ۲۵۶ باب الحمیٰ)

نوٹ: بخار کا یہ علاج ایک خاص قسم کے بخار کا علاج ہے جو عرب میں ہوتا ہے جسکو اطباء صفراوی بخار یا حمی ناریہ (لو لگنے کا بخار کہتے ہیں) یہ ہر قسم کے بخار کا علاج نہیں ہے۔[4] (حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۵۶)

اس لئے ہر قسم کے بخاروں میں یہ علاج کامیاب نہیں ہوسکتا لہٰذا کسی طبیب حاذق سے اچھی طرح بخار کی تشخیص کرا لینے کے بعد ہی اس کا علاج کرانا چاہیے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

1 ......سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب من تطبب...الخ، الحديث: ٣٤٦٦، ج٤، ص١٠٣

2 ......سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب الحمى، الحديث: ٣٤٦٩، ج٤، ص١٠٤

3 ......سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب الحمى...الخ، الحديث: ٣٤٧١، ج٤، ص١٠٥

4 ......حاشية سنن ابن ماجه، ابواب الطب، باب الحمى...الخ، حاشية: ٦، ص٢٤٨ ملخصاً

پیغمبری دعائیں

خداوندِ قدوس کے دربار میں بندوں کی دعاؤں کا بہت ہی بڑا درجہ ہے اور دواؤں کی طرح دعاؤں میں بھی خلاقِ عالم جل جلالہٗ نے بڑی بڑی خاص خاص تاثیرات پیدا فرما دی ہیں۔ چنانچہ پروردگار عالم عزوجل نے قرآن مجید میں بار بار بندوں کو دعائیں مانگنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ

اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْؕ (1) یعنی اے بندو! تم لوگ مجھ سے دعائیں مانگو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔

اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی دعاؤں کی اہمیت اور ان کے فوائد کا ذکر فرماتے ہوئے اپنی امت کو دعائیں مانگنے کی ترغیب دلائی اور فرمایا کہ لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَآءِ یعنی اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا سے بڑھ کر عزت والی کوئی چیز نہیں ہے۔ (2) (ترمذی باب فضل الدعاء ص ۱۷۳ جلد ۲) اور دعاؤں کی فضیلت و اہمیت کا اظہار فرماتے ہوئے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (3) (ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۲) یعنی دعا عبادت کا مغز ہے اور یہ بھی فرمایا: مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ جو خدا سے دعا نہیں مانگتا خدا عزوجل اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ (4)

(ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۲ ابواب الدعوات)

اس لئے طب نبوی کی طرح حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان چند دعاؤں

---

1 ......پ ٢٤، المؤمن: ٦٠

2 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، الحدیث: ٣٣٨١، ج٥، ص٢٤٣

3 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، الحدیث: ٣٣٨٢، ج٥، ص٢٤٣

4 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، الحدیث: ٣٣٨٤، ج٥، ص٢٤٤

کا تذکرہ بھی ہم اس کتاب میں تحریر کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معمولات میں رہی ہیں اور جن کے فضائل وفوائد سے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت کو آگاہ فرما کر ان کے ورد کا حکم فرمایا ہے تا کہ سیرت نبویہ کے اس مقدس باب سے بھی یہ کتاب مشرف ہو جائے اور مسلمان ان دعاؤں کا ورد کر کے دنیا وآخرت کے بے شمار منافع وفوائد سے مالا مال ہوتے رہیں۔

ہر بلا سے نجات

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح وشام کو تین مرتبہ یہ دعا پڑھے تو اس کو دنیا کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔

(ترمذی جلد۲ص ۱۷۳ باب ماجاء فی الدعاء اذا صبح واذا مسی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اسۡمِهٖ شَیۡئٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ (1)

سوتے وقت کی دعائیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بچھونے پر یہ دعا تین مرتبہ پڑھ کر سوئے گا تو اللہ تعالٰی اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا اگر چہ اس کے گناہ درختوں کے پتوں اور ٹیلوں کی ریت کی تعداد میں ہوں۔ (ترمذی جلد۲ص ۱۷۴)

اَسۡتَغۡفِرُاللّٰهَ الۡعَظِیۡمَ الَّذِیۡ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡهِ (2)

1 ……سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اصبح...الخ، الحدیث:۳۳۹۹، ج۵، ص۲۵۰

2 ……سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اوی...الخ، الحدیث:۳۴۰۸، ج۵، ص۲۵۵

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیٰی نَفْسِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَھَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ (1) (ترمذی جلد۲ص ۱۷۷)

رات میں جاگے تو کیا پڑھے

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات میں نیند سے بیدار ہو تو یہ دعا پڑھے پھر اس کے بعد جو دعا مانگے گا وہ قبول ہو گی اور وضو کر کے جو نماز پڑھے گا وہ نماز بھی مقبول ہو جائے گی۔ (ترمذی جلد۲ص ۱۷۷)

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (2)

گھر سے نکلتے وقت کی دعاء

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے باہر نکلتے وقت یہ دعا پڑھ لے تو اس کی مشکلات دور ہو جائیں گی اور وہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے گا اور شیطان اس سے الگ ہٹ جائے گا۔ (ترمذی جلد۲ص ۱۸۰)

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (3)

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا انتبه...الخ، الحدیث: ۳۴۲۸، ج۵، ص ۲۶۳

2 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذاانتبه...الخ، الحدیث: ۳۴۲۵، ج۵، ص ۲۶۲

3 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذاخرج من بیته، الحدیث: ۳۴۳۷، ج۵، ص ۲۷۰

بازار میں داخل ہوتو یہ پڑھے

ارشادِ نبوی ہے کہ جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت ان کلمات کو پڑھ لے تو خداوند تعالیٰ دس لاکھ نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھنے کا حکم فرمائے گا اور اس کے دس لاکھ گناہوں کو مٹادے گا اور اس کے دس لاکھ درجے بلند فرمائے گا۔ (ترمذی جلد۲ص۱۸۰)

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ(1)

دعاءسفر

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سفر کے لئے روانہ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ (ترمذی جلد۲ص۱۸۱)

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْ اَهْلِنَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ(2)

سفر سے آنے کی دعاء

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب سفر سے لوٹ کر اپنے کاشانۂ نبوت پر مدینہ تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے۔ (ترمذی جلد۲ص۱۸۲)

اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ (3)

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات،باب مایقول اذا دخل السوق،الحدیث:۳۴۳۹،ج۵،ص۲۷۰

2 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات،باب مایقول اذا خرج مسافرا،الحدیث:۳۴۵۰،ج۵،ص۲۷۶

3 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات،باب مایقول اذا قدم من السفر،الحدیث:۳۴۵۱،ج۵،ص۲۷۶

منزل پر اس دعاء کا ورد کرے

رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سفر میں کسی جگہ پڑاؤ کرے اور یہ دعا پڑھ لے تو اس کو اس جگہ کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ (ترمذی جلد۲ص۱۸۱)

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ (1)

بے چینی کے وقت کی دعاء

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کوئی بے چینی اور پریشانی لاحق ہوا کرتی تھی تو اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دعا کا ورد فرماتے تھے۔ (ترمذی جلد۲ص۱۸۱) لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْحَکِیْمُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ (2)

کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ پڑھے

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی بلا میں مبتلا ہونے والے کو دیکھے (بیمار یا مصیبت زدہ کو) تو یہ دعا پڑھ لے تو تمام عمر وہ اس بلا (بیماری یا مصیبت) سے بچا رہے گا۔ (ترمذی جلد۲ص۱۸۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا (3)

کسی کو رخصت کرنے کی دعاء

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی انسان کو رخصت فرماتے تھے تو یہ کلمات

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا نزل منزلا، الحدیث: ۳۴۴۸، ج۵، ص۲۷۵

2 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء مایقول عند الکرب، الحدیث: ۳۴۴۶، ج۵، ص۲۷۴

3 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذارأی مبتلی، الحدیث: ۳۴۴۳، ج۵، ص۲۷۳

زبانِ مبارک سے ارشاد فرماتے تھے کہ اَسۡتَوۡدِعُ اللّٰہَ دِیۡنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیۡمَ عَمَلِكَ (1) (ترمذی جلد۲ص۱۸۲)

کھانا کھا کر کیا پڑھے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے سے جب دستر خوان اٹھایا جاتا تھا تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے۔(ترمذی جلد۲ص۱۸۳) اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ حَمۡدًا کَثِیۡرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیۡہِ غَیۡرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسۡتَغۡنًی عَنۡہُ رَبَّنَا (2)

آندھی کے وقت کی دعاء

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب آندھی چلتی تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ (ترمذی جلد۲ص۱۸۳) اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ مِنۡ خَیۡرِھَا وَخَیۡرِ مَا فِیۡھَا وَخَیۡرِ مَا اُرۡسِلَتۡ بِہٖ وَاَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیۡھَا وَشَرِّ مَا اُرۡسِلَتۡ بِہٖ (3)

بجلی گرجنے کی دعاء

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔(ترمذی جلد۲ص۱۸۳) اَللّٰھُمَّ لَا تَقۡتُلۡنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُھۡلِکۡنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبۡلَ ذٰلِكَ (4)

کسی قوم سے ڈرے تو کیا پڑھے

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی قوم یا کسی لشکر سے جان و

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذاودع انسانا، الحدیث: ٣٤٥٤، ج٥، ص٢٧٧

2 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام، الحدیث: ٣٤٦٧، ج٥، ص٢٨٣

3 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا ھاجت الریح، الحدیث: ٣٤٦٠، ج٥، ص٢٨٠

4 ......سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذاسمع الرعد، الحدیث: ٣٤٦١، ج٥، ص٢٨٠

مال وغیرہ کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھے۔ (ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۲۲ مجتبائی) اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُکَ فِیۡ نُحُوۡرِھِمۡ وَنَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ (1)

قرض ادا ہونے کی دعاء

مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں حضرت ابو امامہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو امامہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم اس وقت میں جب کہ نماز کا وقت نہیں ہے مسجد میں کیوں اور کیسے بیٹھے ہوئے ہو، حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں بہت سے افکار اور قرضوں کے بار سے زیر بار ہو رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو ایک ایسا کلام نہ تعلیم کروں کہ جب تم اس کو پڑھو تو اللہ تعالیٰ تمہاری فکر کو دفع فرمادے اور تمہارے قرض کو ادا کردے؟ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں! یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ضرور مجھے ارشاد فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم روزانہ صبح و شام کو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ (ابوداود جلد ۱ ص ۲۲۴) اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡھَمِّ وَالۡحُزۡنِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡعَجۡزِ وَالۡکَسۡلِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡجُبۡنِ وَالۡبُخۡلِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ غَلَبَۃِ الدَّیۡنِ وَقَھۡرِ الرِّجَالِ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس دعا کو پڑھا تو میری فکر جاتی رہی اور خداوند تعالیٰ نے میرے قرض کو بھی ادا فرمادیا۔ (2)

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب مایقول الرجل اذاخاف قوما، الحدیث: ۱۵۳۷، ج ۲، ص ۱۲۷

2 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذۃ، الحدیث: ۱۵۵۵، ج ۲، ص ۱۳۳

جمعہ کے دن بکثرت درود شریف پڑھو

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ لہٰذا اس دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تم لوگوں کا درود شریف میرے حضور پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب قبر شریف میں آپ کا جسم مبارک بکھر کر پرانی ہڈیوں کی صورت میں ہو جائے گا تو ہم لوگوں کا درود شریف کیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں پیش ہوا کرے گا؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر حرام فرما دیا ہے۔[1] (ابوداود جلد ا ص۲۲۱ مجتبائی)

ضروری تنبیہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقدس اجسام انکی مبارک قبروں میں سلامت رہتے ہیں اور زمین پر حضرت حق جل جلالہ نے حرام فرما دیا ہے کہ ان کے مقدس جسموں پر کسی قسم کا تغیر و تبدل پیدا کرے۔ جب تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ شان ہے تو پھر بھلا حضور سید الانبیاء و سید المرسلین اور امام الانبیاء و خاتم النبیّین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس جسم انور کو زمین کیونکر کھا سکتی ہے؟ اس لئے تمام علماء امت و اولیاء امت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں اور خدا عزوجل کے حکم سے بڑے بڑے تصرفات فرماتے رہتے ہیں اور اپنی خداداد پیغمبرانہ قوتوں اور معجزانہ طاقتوں سے اپنی امت کی مشکل کشائی اور ان کی فریاد رسی فرماتے رہتے ہیں۔

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، الحدیث: ۱۵۳۱، ج۲، ص ۱۲۵

خوب یاد رکھئے کہ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ یقیناً بارگاہِ اقدس کا گستاخ بدعقیدہ، گمراہ اور اہل سنت کے مذہب سے خارج ہے۔

مرغ کی آواز سن کر دعاء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تم لوگ مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل کا سوال کرو کیونکہ مرغ فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے۔ (یعنی یہ دعا پڑھو اَسْئَلُ اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہِ الْعَظِیْمِ)[1] (مسلم جلد۲ص۳۵۱)

گدھا بولے تو کیا پڑھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ گدھے کی آواز سن کر شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ)[2] (مسلم جلد۲ص۳۵۱)

جنت کا خزانہ

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تیری رہنمائی ایسے کلمہ پر نہ کروں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ کون سا کلمہ ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ وہ کلمہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔[3]

(مسلم جلد۲ص۳۴۶)

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر...الخ،باب استحباب الدعاء...الخ،الحدیث:۲۷۲۹،ص۱۴۶۱

2 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر...الخ،باب استحباب الدعاء...الخ،الحدیث:۲۷۲۹،ص۱۴۶۱

3 ......صحیح مسلم، کتاب الذکر...الخ،باب استحباب...الخ،الحدیث:۲۷۰۴،ص۱۴۵۰

بہشت کا ٹکٹ

حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس دعا کو پڑھتا رہے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ وہ دعا یہ ہے: رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُسُوْلًا (1) (ابوداود جلد۱ ص۲۲۱ مجتبائی)

سید الاستغفار

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان یقین قلب کے ساتھ دن میں اس دعا کو پڑھ لے گا اگر اس دن شام سے پہلے مرے گا تو جنتی ہوگا۔ اور اگر رات میں پڑھ لے گا اور صبح سے پہلے مرے گا تو جنتی ہوگا اس دعا کا نام سید الاستغفار ہے جو یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (2) (بخاری جلد۲ ص۹۳۳)

جماع کی دعاء

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنی بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے تو اس صحبت سے جو اولاد پیدا ہوگی اس کو کبھی ہرگز شیطان کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ دعا یہ ہے: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا (3) (بخاری جلد۲ ص۹۴۵)

شفاء امراض کے لئے

روایت ہے کہ عبدالعزیز بن صہیب اور ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، الحدیث: ۱۵۲۹، ج۲، ص ۱۲۵

2 ......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، الحدیث: ٦٣٠٦، ج٤، ص١٨٩

3 ......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا اتی اھلہ، الحدیث: ٦٣٨٨، ج٤، ص٢١٤

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اے ابوحمزہ! (انس) میں بیمار ہو گیا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں اس دعا سے تمہارے مرض کا جھاڑ پھونک نہ کردوں جس دعا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مریضوں پر شفا کے لئے دم فرمایا کرتے تھے؟ ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیوں نہیں۔ اس کے بعد حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا پڑھی کہ اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبَاْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا[1] (بخاری جلد۲ص ۸۵۵ باب رقیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

مصیبت پر نعم البدل ملنے کی دعاء

حضرت اُم المؤمنین بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو اس کی ضائع شدہ چیز سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے (دل میں) کہا کہ بھلا ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا؟ یہ پہلا گھر ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچا لیکن پھر میں نے اس دعا کو پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر شوہر عطا فرمایا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمالیا۔[2] (مسلم جلد۱ص۳۰۰ کتاب الجنائز)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۵۷۴۲، ج۴، ص ۳۲

2 ......صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقال عند المصیبۃ، الحدیث: ۹۱۸، ص ۴۵۷

انیسواں باب

متعلقین رسالت

ان کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود ان کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام
پارہائے صحف غنچہائے قدس اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام
اہل اسلام کی مادرانِ شفیق بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

اَزواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت مبارکہ کی وجہ سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا بھی بہت ہی بلند مرتبہ ہے ان کی شان میں قرآن کی بہت سی آیات بینات نازل ہوئیں جن میں ان کی عظمتوں کا تذکرہ اور ان کی رفعت شان کا بیان ہے۔ چنانچہ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ [1] (احزاب)
اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو۔

دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ط [2] (احزاب)
اور اس (نبی) کی بیویاں ان (مومنین) کی مائیں ہیں۔

یہ تمام امت کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس بیویاں دو باتوں میں حقیقی ماں کے مثل ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کسی کا

---

1 ......پ ۲۲،الاحزاب:۳۲

2 ......پ ۲۱،الاحزاب:٦

نکاح جائز نہیں۔ دوم یہ کہ ان کی تعظیم وتکریم ہر امتی پر اسی طرح لازم ہے جس طرح حقیقی ماں کی بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ لیکن نظر اور خلوت کے معاملہ میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کا حکم حقیقی ماں کی طرح نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں حضرت حق جل جلالہ کا ارشاد ہے کہ

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط [1] (احزاب)

جب نبی کی بیویوں سے تم لوگ کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

مسلمان اپنی حقیقی ماں کو تو دیکھ بھی سکتا ہے اور تنہائی میں بیٹھ کر اس سے بات چیت بھی کر سکتا ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس بیویوں سے ہر مسلمان کے لئے پردہ فرض ہے اور تنہائی میں انکے پاس اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔

اسی طرح حقیقی ماں کے ماں باپ، لڑکوں کے نانی نانا اور حقیقی ماں کے بھائی بہن، لڑکوں کے ماموں اور خالہ ہوا کرتے ہیں مگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کے ماں باپ امت کے نانی نانا اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کے بھائی بہن امت کے ماموں خالہ نہیں ہوا کرتے۔

یہ حکم حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کے لئے ہے جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح فرمایا، چاہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہو یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد انہوں نے وفات پائی ہو۔ یہ سب کی سب امت کی مائیں ہیں اور ہر امتی کے لئے اس کی حقیقی ماں سے بڑھ کر لائق تعظیم و واجب الاحترام ہیں۔ [2] (زرقانی جلد ۳ ص ۲۱۶)

---

1 ......پ ۲۲، الاحزاب:۵۳

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب في ذكر ازواجه...الخ، ج٤، ص٣٥٦-٣٥٧

ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تعداد اور ان کے نکاحوں کی ترتیب کے بارے میں مؤرخین کا قدرے اختلاف ہے مگر گیارہ اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ان میں سے حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہی انتقال ہوگیا تھا مگر نو بیویاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفاتِ اقدس کے وقت موجود تھیں۔

ان گیارہ اُمت کی ماؤں میں سے چھ خاندان قریش کے اونچے گھرانوں کی چشم و چراغ تھیں جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں:

﴿۱﴾ خدیجہ بنت خویلد ﴿۲﴾ عائشہ بنت ابوبکر صدیق ﴿۳﴾ حفصہ بنت عمر فاروق ﴿۴﴾ اُمِ حبیبہ بنت ابوسفیان ﴿۵﴾ اُمِ سلمہ بنت ابوامیہ ﴿۶﴾ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہن

اور چار ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن خاندان قریش سے نہیں تھیں بلکہ عرب کے دوسرے قبائل سے تعلق رکھتی تھیں وہ یہ ہیں:

﴿۱﴾ زینب بنت جحش ﴿۲﴾ میمونہ بنت حارث ﴿۳﴾ زینب بنت خزیمہ "ام المساکین" ﴿۴﴾ جویریہ بنت حارث اور ایک بیوی یعنی صفیہ بنت حیی یہ عربی النسل نہیں تھیں بلکہ خاندان بنی اسرائیل کی ایک شریف النسب رئیس زادی تھیں۔

اس بات میں بھی کسی مؤرخ کا اختلاف نہیں ہے کہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی دوسری عورت سے عقد نہیں فرمایا۔(1)

(زرقانی جلد۳ ص ۲۱۸ تا ۲۱۹)

---

1 ……المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی،باب فی ذکر ازواجه الطاھرات...الخ،ج٤،ص٣٥٩۔٣٦٢

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

یہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب سے پہلی رفیقۂ حیات ہیں۔ان کے والد کا نام خویلد بن اسد اوران کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے۔ یہ خاندان قریش کی بہت ہی معزز اور نہایت ہی دولت مند خاتون تھیں۔ ہم اِس کتاب کے تیسرے باب میں لکھ چکے ہیں کہ اہل مکہ ان کی پاک دامنی اور پارسائی کی بنا پر انکو ''طاہرہ'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق و عادات اور جمالِ صورت و کمالِ سیرت کو دیکھ کر خود ہی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نکاح کی رغبت ظاہر کی اور پھر باقاعدہ نکاح ہو گیا جس کا مفصل تذکرہ گزر چکا۔ علامہ ابن اثیر اور امام ذہبی کا بیان ہے کہ اس بات پر تمام اُمت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سب سے پہلے یہی ایمان لائیں اور ابتداء اسلام میں جب کہ ہر طرف سے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مخالفت کا طوفان اُٹھ رہا تھا ایسے کٹھن وقت میں صرف انہیں کی ایک ذات تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مونس حیات بن کر تسکین خاطر کا باعث تھی۔ انہوں نے اتنے خوفناک اور خطرناک اوقات میں جس استقلال اور استقامت کے ساتھ خطرات و مصائب کا مقابلہ کیا اور جس طرح تن من دھن سے بارگاہ نبوت میں اپنی قربانی پیش کی اس خصوصیت میں تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن پر ان کو ایک خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ چنانچہ ولی الدین عراقی کا بیان ہے کہ قول صحیح اور مذہب مختار یہی ہے کہ امہات المؤمنین میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سب سے زیادہ افضل ہیں۔

ان کے فضائل میں چند حدیثیں وارد بھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ تعالٰی عنہ راوی ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یہ خدیجہ ہیں جو آپ کے پاس ایک برتن لے کر آ رہی ہیں جس میں کھانا ہے۔ جب یہ آپ کے پاس آ جائیں تو آپ ان سے ان کے رب کا اور میرا سلام کہہ دیں اور ان کو یہ خوشخبری سنا دیں کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا ایک گھر بنا ہے جس میں نہ کوئی شور ہو گا نہ کوئی تکلیف ہو گی۔ (1) (بخاری جلد ۱ ص ۵۳۹ باب تزویج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

امام احمد و ابو داؤد و نسائی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں کہ اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ، حضرت مریم و حضرت آسیہ ہیں۔ (2) (رضی اللہ تعالٰی عنہن) (زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۳ تا ۲۲۴)

اسی طرح روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی بہت زیادہ تعریف سنی تو انہیں غیرت آ گئی اور انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اب تو اللہ تعالٰی نے آپ کو ان سے بہتر بیوی عطا فرما دی ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں خدا کی قسم! خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی جب سب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا اس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی شخص مجھے کوئی چیز دینے کے لئے

---

1 ...... صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ...الخ، الحدیث: ۳۸۲۰، ج۲، ص ۵۶۵

والمواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب خدیجۃ ام المؤمنین، ج٤، ص ۳۶۳۔۳۶۵، ۳۷۱

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰہ ابن عباس، الحدیث: ۲۹۰۳، ج۱، ص ۶۷۸

تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا مال دے دیا اور انہیں کے شکم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔[1] (زرقانی جلد۳ص۲۲۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ مجھے حضرت خدیجہ کے بارے میں غیرت آیا کرتی تھی حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ غیرت کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت زیادہ ان کا ذکرِ خیر فرماتے رہتے تھے اور اکثر ایسا ہوا کرتا تھا کہ آپ جب کوئی بکری ذبح فرماتے تھے تو کچھ گوشت حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے گھروں میں ضرور بھیج دیا کرتے تھے اس سے میں چڑ جایا کرتی تھی اور کبھی کبھی یہ کہہ دیا کرتی تھی کہ ''دنیا میں بس ایک خدیجہ ہی تو آپ کی بیوی تھیں۔'' میرا یہ جملہ سن کر آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہاں ہاں بے شک وہ تھیں وہ تھیں انہیں کے شکم سے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔[2]

(بخاری جلد۱ص۵۳۹ ذکر خدیجہ)

امام طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دنیا میں جنت کا انگور کھلایا۔ اس حدیث کو امام سہیلی نے بھی نقل فرمایا ہے۔[3] (زرقانی جلد۳ص۲۲۶)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پچیس سال تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت گزاری سے سرفراز رہیں، ہجرت سے تین برس قبل پینسٹھ برس کی عمر پا کر ماہ رمضان

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني ، باب خديجة ام المؤمنين ، ج٤، ص ٣٧٢

2 ......صحيح البخاري، كتاب مناقب الانصار، باب تزويج النبي صلى الله عليه وسلم خديجة...الخ، الحديث: ٣٨١٨، ج٢، ص٥٦٥

3 ...... شرح الزرقاني على المواهب ، باب خديجة ام المؤمنين ، ج٤، ص ٣٧٦

میں مکہ معظّمہ کے اندر انہوں نے وفات پائی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان حجون (جنت المعلی) میں خود بہ نفس نفیس ان کی قبر میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک فرمایا چونکہ اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔[1]

(زرقانی جلد۳ص ۲۲۷ واکمال فی اسماء الرجال ص ۵۹۳)

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کے والد کا نام ''زمعہ'' اور ان کی والدہ کا نام شموس بنت قیس بن عمرو ہے۔ یہ پہلے اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو سے بیاہی گئی تھیں۔ یہ میاں بیوی دونوں ابتدائے اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اور ان دونوں نے حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی، لیکن جب حبشہ سے واپس آ کر یہ دونوں میاں بیوی مکہ مکرمہ آئے تو ان کے شوہر سکران بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے اور یہ بیوہ ہو گئیں ان کے ایک لڑکا بھی تھا جن کا نام ''عبدالرحمٰن'' تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدل چلتے ہوئے ان کی طرف تشریف لائے اور ان کی گردن پر اپنا مقدس پاؤں رکھ دیا۔ جب حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس خواب کو اپنے شوہر سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو میں یقیناً عنقریب ہی مر جاؤں گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تجھ سے نکاح فرمائیں

---

[1]......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب خديجة ام المؤمنين، ج٤، ص ٣٧٦ والاكمال في اسماء الرجال، حرف الخاء، خديجة بنت خويلد، ص٥٩٣

گے۔اس کے بعد دوسری رات میں حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ خواب دیکھا کہ ایک چاند ٹوٹ کر ان کے سینے پر گرا ہے صبح کو انہوں نے اس خواب کا بھی اپنے شوہر سے ذکر کیا تو ان کے شوہر حضرت سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چونک کر کہا کہ اگر تیرا یہ خواب سچا ہے تو میں اب بہت جلد انتقال کر جاؤں گا اور تم میرے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کرو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسی دن حضرت سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے اور چند دنوں کے بعد وفات پا گئے۔(1) (زرقانی جلد۳ ص ۲۲۷)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات سے ہر وقت بہت زیادہ مغموم اور اداس رہا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیں تا کہ آپ کا خانہ معیشت آباد ہو جائے اور ایک وفادار اور خدمت گزار بیوی کی صحبت و رفاقت سے آپ کا غم مٹ جائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اس مخلصانہ مشورہ کو قبول فرمالیا۔ چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ سے بات چیت کر کے نسبت طے کرا دی اور نکاح ہو گیا اور یہ اُمہات المؤمنین کے زمرے میں داخل ہو گئیں اور اپنی زندگی بھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت کے شرف سے سرفراز رہیں اور انتہائی والہانہ عقیدت و محبت کے ساتھ آپ کی وفادار اور خدمت گزار رہیں۔ یہ بہت ہی فیاض اور سخی تھیں ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درہموں سے بھرا ہوا ایک تھیلا ان کی خدمت میں بھیجا

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب سودة ام المؤمنين، ج٤، ص ٣٧٧-٣٧٨

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لانے والے نے بتایا کہ درہم ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ بھلا درہم کھجوروں کے تھیلے میں بھیجے جاتے ہیں یہ کہا اور اٹھ کر اسی وقت ان تمام درہموں کو مدینہ کے فقرا و مساکین پر تقسیم کر دیا۔

حدیث کی مشہور کتابوں میں ان کی روایت کی ہوئی پانچ حدیثیں مذکور ہیں جن میں سے ایک حدیث بخاری شریف میں بھی ہے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے شاگردوں میں بہت ہی ممتاز ہیں۔

ان کی وفات کے سال میں مختلف اور متضاد اقوال ہیں، امام ذہبی اور امام بخاری نے اس روایت کو صحیح بتایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری دور خلافت ۲۳ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی لیکن واقدی نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ ان کی وفات کا سال ۵۴ھ ہے اور صاحب اکمال نے بھی ان کا سنہ وفات شوال ۵۴ھ ہی تحریر کیا ہے مگر حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب تقریب التہذیب میں یہ لکھا ہے کہ ان کی وفات شوال ۵۵ھ میں ہوئی۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

(زرقانی جلد۳ ص ۲۲۹ و اکمال ص ۵۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نورِ نظر اور دختر نیک اختر ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام ''اُمِ رُومان'' ہے یہ چھ برس کی تھیں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے دسویں سال ماہ شوال میں ہجرت سے تین سال قبل

---

[1]......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب سودة ام المؤمنين، ج٤، ص٣٧٩۔٣٨١ والاكمال فى اسماء الرجال، حرف السين، سودة، ص٥٩٩

نکاح فرمایا اور شوال ۲ھ میں مدینہ منورہ کے اندر یہ کاشانہ نبوت میں داخل ہوگئیں اور نو برس تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز رہیں۔ ازواجِ مطہرات میں یہی کنواری تھیں اور سب سے زیادہ بارگاہ نبوت میں محبوب ترین بیوی تھیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ کسی بیوی کے لحاف میں میرے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی مگر حضرت عائشہ جب میرے ساتھ بستر نبوت پر سوتی رہتی ہیں تو اس حالت میں بھی مجھ پر وحی الٰہی اترتی رہتی ہے۔ (1)

(بخاری جلد ا ص ۵۳۲ فضل عائشہ)

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تین راتیں میں خواب میں یہ دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ تم کو ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر میرے پاس لاتا رہا اور مجھ سے یہ کہتا رہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ جب میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا اہٹا کر دیکھا تو ناگہاں وہ تم ہی تھیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس خواب کو پورا کر دکھائے گا۔ (2) (مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۵۷۳)

فقہ وحدیث کے علوم میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے اندر ان کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ دو ہزار دو سو دس حدیثیں انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب عائشة ام المؤمنين، ج ٤، ص ٣٨١ ـ ٣٨٨ ملتقطاً وصحيح البخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب فضل عائشة رضي الله عنها، الحديث: ٣٧٧٥، ج ٢، ص ٥٥٢

2 ......مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب ازواج النبي صلى الله عليه وسلم ورضي الله عنهن، الحديث: ٦١٨٨، ج ٢، ص ٤٤٤

کی ہیں۔ان کی روایت کی ہوئی حدیثوں میں سے ایک سو چوہتر حدیثیں ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں ہیں اور چون حدیثیں ایسی ہیں جو صرف بخاری شریف میں ہیں اوراڑسٹھ حدیثیں وہ ہیں جن کو صرف امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے۔ان کے علاوہ باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔ (1)

ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے تمام ازواجِ مطہرات پر ایسی دس فضیلتیں حاصل ہیں جو دوسری ازواجِ مطہرات کو حاصل نہیں ہوئیں۔

﴿۱﴾ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے سوا کسی دوسری کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

﴿۲﴾ میرے سوا ازواجِ مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔

﴿۳﴾ اللہ تعالیٰ نے میری برأت اور پاک دامنی کا بیان آسمان سے قرآن میں نازل فرمایا۔

﴿۴﴾ نکاح سے قبل حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک ریشمی کپڑے میں میری صورت لا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دکھلا دی تھی اور آپ تین راتیں خواب میں مجھے دیکھتے رہے۔

﴿۵﴾ میں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں سے پانی لے لے کر غسل کیا کرتے تھے یہ شرف میرے سوا ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔

﴿۶﴾ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز تہجد پڑھتے تھے اور میں آپ کے آگے سوئی رہتی تھی اُمہات المؤمنین میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس کریمانہ محبت سے سرفراز نہیں ہوئی۔

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني ، باب عائشة ام المؤمنين ، ج٤، ص ٣٨٩

﴿۷﴾ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لحاف میں سوتی رہتی تھی اور آپ پر خدا کی وحی نازل ہوا کرتی تھی یہ وہ اعزاز خداوندی ہے جو میرے سوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ کو حاصل نہیں ہوا۔

﴿۸﴾ وفات اقدس کے وقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی گود میں لئے ہوئے بیٹھی تھی اور آپ کا سرانور میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اور اسی حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔

﴿۹﴾ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری باری کے دن وفات پائی۔

﴿۱۰﴾ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبرانور خاص میرے گھر میں بنی۔ (1)

(زرقانی جلد۳ص ۲۳۴)

عبادت میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے آپ کے بھتیجے حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزانہ بلاناغہ نماز تہجد پڑھنے کی پابند تھیں اور اکثر روزہ دار بھی رہا کرتی تھیں۔

سخاوت اور صدقات و خیرات کے معاملہ میں بھی تمام اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں خاص طور پر بہت ممتاز تھیں۔ اُمِ دُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی اس وقت ایک لاکھ درہم کہیں سے آپ کے پاس آیا آپ نے اسی وقت ان سب درہموں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا اور ایک درہم بھی گھر میں باقی نہیں چھوڑا۔ اس دن میں وہ روزہ دار تھیں میں نے عرض کیا کہ آپ نے سب درہموں کو بانٹ دیا اور ایک درہم بھی باقی نہیں رکھا تا کہ آپ گوشت خرید کر

(1)......الطبقات الکبری لابن سعد ، باب ذکر ازواج رسول اللّٰہ ، ج۸، ص ۵۰۔۵۱

روزہ افطار کرتیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ تم نے اگر مجھ سے پہلے کہا ہوتا تو میں ایک درہم کا گوشت منگا لیتی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے ان کا بیان ہے کہ فقہ و حدیث کے علاوہ میں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بڑھ کر کسی کو اشعار عرب کا جاننے والا نہیں پایا وہ دوران گفتگو میں ہر موقع پر کوئی نہ کوئی شعر پڑھ دیا کرتی تھیں جو بہت ہی برمحل ہوا کرتا تھا۔

علم طب اور مریضوں کے علاج معالجہ میں بھی انہیں کافی بہت مہارت تھی۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن حیران ہو کر حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ اے اماں جان! مجھے آپ کے علم حدیث وفقہ پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت اور صحبت کا شرف پایا ہے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب ترین زوجہ مقدسہ ہیں اسی طرح مجھے اس پر بھی کوئی تعجب اور حیرانی نہیں ہے کہ آپ کو اس قدر زیادہ عرب کے اشعار کیوں اور کس طرح یاد ہو گئے؟ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نور نظر ہیں اور وہ اشعار عرب کے بہت بڑے حافظ و ماہر تھے مگر میں اس بات پر بہت ہی حیران ہوں کہ آخر یہ طبی معلومات اور علاج و معالجہ کی مہارت آپ کو کہاں سے اور کیسے حاصل ہو گئی؟ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی آخری عمر شریف میں اکثر علیل ہو جایا کرتے تھے اور عرب و عجم کے اطباء آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دوائیں تجویز کرتے تھے اور میں ان دواؤں سے آپ کا علاج کیا کرتی تھی اس لئے

مجھے طبی معلومات بھی حاصل ہوگئیں۔

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے شاگردوں میں صحابہ اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے اور آپ کے فضائل و مناقب میں بہت سی حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں۔

۱۷ رمضان شب سہ شنبہ ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں مدینہ منورہ کے اندر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا وصال ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق رات میں لوگوں نے آپ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کی قبروں کے پہلو میں دفن کیا۔ [1]

(اکمال و حاشیہ اکمال ص ۶۱۲ و زرقانی جلد ۳ ص ۲۳۴ تا ۲۳۵)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے والد ماجد امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ تعالٰی عنہا ہیں جو ایک مشہور صحابیہ ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہوئی اور انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ کو ہجرت بھی کی تھی لیکن ان کے شوہر جنگ بدر یا جنگ احد میں زخمی ہو کر وفات پا گئے اور یہ بیوہ ہوگئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ۳ھ میں ان سے نکاح فرمایا اور یہ ام المؤمنین کی حیثیت سے کاشانۂ نبوی کی سکونت سے مشرف ہوگئیں۔

یہ بہت ہی شاندار، بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون ہیں۔ حق گوئی حاضر جوابی اور فہم و فراست میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا۔ اکثر روزہ دار رہا کرتی

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب عائشة ام المؤمنين، ج ٤، ص ٣٨٩ ـ ٣٩٢ والاكمال في اسماء الرجال، حرف العين، عائشة الصديقة، ص ٦١٢

تھیں اور تلاوت قرآن مجید اور دوسری قسم قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔
ان کے مزاج میں کچھ سختی تھی اسی لئے حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں ان کی کسی سخت کلامی سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دل آزاری نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ بار بار ان سے فرمایا کرتے تھے کہ اے حفصہ! تم کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کرلیا کرو، خبردار کبھی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کسی چیز کا تقاضا نہ کرنا نہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کبھی ہرگز ہرگز دل آزاری کرنا ورنہ یاد رکھو کہ اگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم سے ناراض ہو گئے تو تم خدا کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گی۔

یہ بہت بڑی عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے پانچ حدیثیں بخاری شریف میں مذکور ہیں باقی احادیث دوسری کتب حدیث میں درج ہیں۔

علم حدیث میں بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے شاگردوں کی فہرست میں نظر آتے ہیں جن میں خود ان کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت مشہور ہیں۔
شعبان ۴۵ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا۔ اسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک ان کے جنازہ کو بھی اٹھایا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قبر تک جنازہ کو کاندھا دیئے چلتے رہے۔ ان کے دو بھائی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور ان کے تین بھتیجے حضرت سالم بن عبداللہ و

حضرت عبداللہ بن عبداللہ و حضرت حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ان کو قبر میں اتارا اور یہ جنت البقیع میں دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ بوقت وفات ان کی عمر ساٹھ یا تریسٹھ برس کی تھی۔[1] (زرقانی جلد۳ ص ۲۳۶ تا ۲۳۸)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

ان کا نام ہند ہے اور کنیت ''اُمِ سلمہ'' ہے مگر یہ اپنی کنیت کے ساتھ ہی زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے باپ کا نام ''حذیفہ'' اور بعض مؤرخین کے نزدیک ''سہل'' ہے مگر اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ ان کی والدہ ''عاتکہ بنت عامر'' ہیں۔ ان کا نکاح پہلے حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہوا تھا جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ یہ دونوں میاں بیوی اعلانِ نبوت کے بعد جلد ہی دامن اسلام میں آ گئے تھے اور سب سے پہلے ان دونوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی پھر یہ دونوں حبشہ سے مکہ مکرمہ آ گئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اونٹ پر کجاوہ باندھا اور حضرت بی بی اُمِ سلمہ اور اپنے فرزند سلمہ کو کجاوہ میں سوار کر دیا مگر جب اونٹ کی نکیل پکڑ کر حضرت ابو سلمہ روانہ ہوئے تو حضرت اُمِ سلمہ کے میکے والے بنو مغیرہ دوڑ پڑے اور ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہم اپنے خاندان کی اس لڑکی کو ہرگز ہرگز مدینہ نہیں جانے دیں گے اور زبردستی ان کو اونٹ سے اتار لیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خاندانی لوگوں کو بھی طیش آ گیا اور ان لوگوں نے غضب ناک ہو کر کہا کہ تم لوگ اُمِ سلمہ کو محض اس بنا پر روکتے ہو کہ یہ تمہارے خاندان کی لڑکی ہے تو ہم اس کے بچہ ''سلمہ'' کو ہرگز ہرگز تمہارے پاس نہیں

[1]......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب حفصة ام المؤمنين، ج٤، ص ٣٩٣،٣٩٦

رہنے دیں گے اس لئے کہ یہ بچہ ہمارے خاندان کا ایک فرد ہے۔ یہ کہہ کران لوگوں نے بچہ کو اس کی ماں کی گود سے چھین لیا مگر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کا ارادہ ترک نہیں کیا بلکہ بیوی اور بچہ دونوں کو چھوڑ کر تنہا مدینہ منورہ چلے گئے۔ حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر اور بچے کی جدائی پر صبح سے شام تک مکہ کی پتھریلی زمین میں کسی چٹان پر بیٹھی ہوئی تقریباً سات دنوں تک زارو قطار روتی رہیں ان کا یہ حال دیکھ کران کے ایک چچازاد بھائی کو ان پر رحم آ گیا اور اس نے بنو مغیرہ کو سمجھا بجھا کر یہ کہا کہ آخر اس مسکینہ کو تم لوگوں نے اس کے شوہر اور بچے سے کیوں جدا کر رکھا ہے؟ تم لوگ کیوں نہیں اس کو اجازت دے دیتے کہ وہ اپنے بچہ کو ساتھ لے کر اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بالآخر بنو مغیرہ اس پر رضا مند ہو گئے کہ یہ مدینہ چلی جائے۔ پھر حضرت ابو سلمہ کے خاندان والے بنو عبد الاسد نے بھی بچے کو حضرت اُمِ سلمہ کے سپرد کر دیا اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچہ کو گود میں لے کر اونٹ پر سوار ہو گئیں اور اکیلی مدینہ کو چل پڑیں مگر جب مقام ''تنعیم'' میں پہنچیں تو عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہو گئی جو مکہ کا مانا ہوا ایک نہایت ہی شریف انسان تھا اس نے پوچھا کہ اے اُمِ سلمہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ اس نے کہا کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی دوسرا نہیں ہے؟ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے درد بھری آواز میں جواب دیا کہ نہیں میرے ساتھ اللہ اور میرے اس بچہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ یہ سن کر عثمان بن طلحہ کی رگِ شرافت پھڑک اُٹھی اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم! میرے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ تمہاری جیسی ایک شریف زادی اور ایک شریف انسان کی بیوی کو تنہا چھوڑ دوں۔ یہ کہہ کر اس نے اونٹ کی مہار اپنے ہاتھ میں لے لی اور

پیدل چلنے لگا حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف کسی عرب کو نہیں پایا۔ جب ہم کسی منزل پر اترتے تو وہ الگ کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتا اور میں اپنے اونٹ کے پاس سو رہتی۔ پھر روانگی کے وقت جب میں اپنے بچہ کو گود میں لے کر اونٹ پر سوار ہو جاتی تو وہ اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنے لگتا۔ اسی طرح اس نے مجھے قبا تک پہنچا دیا اور وہاں سے وہ یہ کہہ کر مکہ چلا گیا کہ اب تم چلی جاؤ تمہارا شوہر اسی گاؤں میں ہے۔ چنانچہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح بخیریت مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔[1] (زرقانی جلد۳ ص۲۳۹)

یہ دونوں میاں بیوی عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ میں رہنے لگے مگر ۴ ہجری میں جب ان کے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تو باوجودیکہ ان کے چند بچے تھے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرما لیا اور یہ اپنے بچوں کے ساتھ کاشانہ نبوت میں رہنے لگیں اور ام المؤمنین کے معزز لقب سے سرفراز ہو گئیں۔

حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسن و جمال کے ساتھ ساتھ عقل و فہم کے کمال کا بھی ایک بے مثال نمونہ تھیں۔ امام الحرمین کا بیان ہے کہ میں حضرت ام سلمہ کے سوا کسی عورت کو نہیں جانتا کہ اس کی رائے ہمیشہ درست ثابت ہوئی ہو۔ صلح حدیبیہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی قربانیاں کر کے سب لوگ احرام کھول دیں اور بغیر عمرہ ادا کئے سب لوگ مدینہ واپس چلے جائیں کیونکہ اسی شرط پر صلح حدیبیہ ہوئی ہے۔ تو لوگ اس قدر رنج و غم میں تھے کہ ایک شخص

---

1 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی ،باب فی ذکر ازواجه...الخ،ج٤،ص٣٦٠ وباب ام سلمة ام المؤمنین ، ج٤، ص ٣٩٦،٣٩٨

بھی قربانی کے لئے تیار نہیں تھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس طرزِ عمل سے روحانی کوفت ہوئی اور آپ نے معاملہ کا حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تذکرہ کیا تو انہوں نے یہ رائے دی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کسی سے کچھ بھی نہ فرمائیں اور خود اپنی قربانی ذبح کرکے اپنا احرام اتار دیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا یہ دیکھ کر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کھول دیا ہے سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مایوس ہوگئے کہ اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو ہرگز ہرگز نہ بدلیں گے اس لئے سب صحابہ نے بھی اپنی اپنی قربانیاں کرکے احرام اتار دیا اور سب لوگ مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔

حسن و جمال اور عقل و رائے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ان کی مہارت خصوصی طور پر ممتاز تھی۔ تین سو اٹھتر حدیثیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور بہت سے صحابہ و تابعین حدیث میں ان کے شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔ مدینہ منورہ میں چوراسی برس کی عمر پاکر وفات پائی اور ان کی وفات کا سال ۵۳ھ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ ان کے وصال کا سال ۵۹ھ ہے اور ابراہیم حربی نے فرمایا کہ ۶۲ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ ۶۳ھ کے بعد ان کی وفات ہوئی ہے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ (زرقانی جلد۳ ص ۲۳۸ تا ۲۴۲ و اکمال و حاشیۂ اکمال ص ۵۹۹)

---

1 ......المواھب اللدنية و شرح الزرقانی، باب ام سلمة ام المؤمنين، ج٤، ص٣٩٦۔٤٠٣ و باب امر الحديبية، ج٣، ص ٢٢٦
و مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ج٢، ص٤٧٦

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

ان کا اصلی نام ''رملہ'' ہے۔ یہ سردار مکہ ابوسفیان بن حرب کی صاحبزادی ہیں اوران کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابوالعاص ہے جوامیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی پھوپھی ہیں۔

یہ پہلے عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اورمیاں بیوی دونوں نے اسلام قبول کیا اور دونوں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔لیکن حبشہ پہنچ کران کے شوہر عبیداللہ بن جحش پرایسی بدنصیبی سوار ہوگئی کہ وہ اسلام سے مرتد ہوکرنصرانی ہوگیا اور شراب پیتے پیتے نصرانیت ہی پر وہ مرگیا۔

ابن سعد نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے حبشہ میں ایک رات میں خواب دیکھا کہ ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش کی صورت اچانک بہت ہی بدنما اور بدشکل ہوگئی وہ اس خواب سے بہت زیادہ گھبرا گئیں۔ جب صبح ہوئی توانہوں نے اچانک یہ دیکھا کہ ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش نے اسلام سے مرتد ہوکرنصرانی دین قبول کرلیا،حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اپنے شوہر کواپنا خواب سنا کرڈرایااوراسلام کی طرف بلایامگراس بدنصیب نے اس پرکان نہیں دھرااور مرتد ہونے ہی کی حالت میں مرگیامگرحضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اپنے اسلام پر استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کوان کی حالت معلوم ہوئی تو قلب نازک پر بے حد صدمہ گزرا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی کے لئے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالٰی عنہ کونجاشی بادشاہِ حبشہ کے پاس بھیجا اور خط لکھا کہ تم میرے وکیل بن کرحضرت ام حبیبہ کے ساتھ میرا نکاح کردو۔

نجاشی کو جب یہ فرمان نبوت پہنچا تو اس نے اپنی ایک خاص لونڈی کو جس کا نام ''ابرہہ'' تھا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیغام کی خبر دی۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خوشخبری کو سن کر اس قدر خوش ہوئیں کہ اپنے کچھ زیورات اس بشارت کے انعام میں ابرہہ لونڈی کو انعام کے طور پر دے دیئے اور حضرت خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جوان کے ماموں کے لڑکے تھے اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیج دیا۔ نجاشی نے اپنے شاہی محل میں نکاح کی مجلس منعقد کی اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو اس وقت حبشہ میں موجود تھے اس مجلس میں بلایا اور خود ہی خطبہ پڑھ کر سب کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کر دیا اور چار سو دینار اپنے پاس سے مہر ادا کیا جو اسی وقت حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا گیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس نکاح کی مجلس سے اٹھنے لگے تو نجاشی بادشاہ نے کہا کہ آپ لوگ بیٹھے رہیے انبیاء علیہم السلام کا یہ طریقہ ہے کہ نکاح کے وقت کھانا کھلایا جاتا ہے۔ یہ کہہ کر نجاشی نے کھانا منگایا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شکم سیر کھانا کھا کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے پھر نجاشی نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرم نبوی میں داخل ہو کر ام المؤمنین کا معزز لقب پا لیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت پاکیزہ ذات وحمیدہ صفات کی جامع اور نہایت ہی بلند ہمت اور سخی طبیعت کی مالک تھیں اور بہت ہی قوی الایمان تھیں۔ ان

کے والد ابوسفیان جب کفر کی حالت میں تھے اور صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینہ آئے تو بے تکلف ان کے مکان میں جا کر بستر نبوت پر بیٹھ گئے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے باپ کی ذرا بھی پروا نہیں کی اور یہ کہہ کر اپنے باپ کو بستر سے اٹھا دیا کہ یہ بستر نبوت ہے۔ میں کبھی یہ گوارا نہیں کرسکتی کہ ایک ناپاک مشرک اس پاک بستر پر بیٹھے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پینسٹھ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں جن میں سے دو حدیثیں بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں موجود ہیں اور ایک حدیث وہ ہے جس کو تنہا مسلم نے روایت کیا ہے۔ باقی حدیثیں حدیث کی دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کے شاگردوں میں ان کے بھائی حضرت امیر معاویہ اور ان کی صاحبزادی حضرت حبیبہ اور ان کے بھانجے ابوسفیان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت مشہور ہیں۔

۴۴ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حظیرہ میں مدفون ہوئیں۔ (1)

(زرقانی جلد۳ ص۲۴۲ تا ۲۴۵ و مدارج النبوۃ ج۲ ص۴۸۱ تا ۴۸۲)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ

1 ……المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب ام حبيبة ام المؤمنين، ج٤، ص٤٠٣، ٤٠٨
و مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ج ٢، ص ٤٨١، ٤٨٢

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نکاح کرا دیا تھا مگر چونکہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاندانِ قریش کی ایک بہت ہی شاندار خاتون تھیں اور حسن و جمال میں بھی یہ خاندانِ قریش کی بے مثال عورت تھیں اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد کر کے اپنا متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنا لیا تھا مگر پھر بھی چونکہ وہ پہلے غلام تھے اس لئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے خوش نہیں تھیں اور اکثر میاں بیوی میں ان بن رہا کرتی تھی یہاں تک کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔ اس واقعہ سے فطری طور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب نازک پر صدمہ گزرا۔ چنانچہ جب ان کی عدت گزر گئی تو محض حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلجوئی کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اپنے نکاح کا پیغام بھیجا۔ روایت ہے کہ یہ پیغام بشارت سن کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو رکعت نماز ادا کی اور سجدہ میں سر رکھ کر یہ دعا مانگی کہ خداوندا! تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے اگر میں تیرے نزدیک ان کی زوجیت میں داخل ہونے کے لائق عورت ہوں تو یا اللہ! عزوجل تو ان کے ساتھ میرا نکاح فرما دے ان کی یہ دعا فوراً ہی قبول ہو گئی اور یہ آیت نازل ہو گئی کہ

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (احزاب) (1)

جب زید نے اس سے حاجت پوری کر لی (زینب کو طلاق دے دی اور عدت گزر گئی) تو ہم نے اس (زینب) کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا

(1) ......پ ۲۲، الاحزاب: ۳۷

کہ کون ہے جو زینب کے پاس جائے اور اس کو یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح اس کے ساتھ فرما دیا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک خادمہ دوڑتی ہوئی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچیں اور یہ آیت سنا کر خوشخبری دی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بشارت سے اس قدر خوش ہوئیں کہ اپنا زیور اتار کر اس خادمہ کو انعام میں دے دیا اور خود سجدہ میں گر پڑیں اور اس نعمت کے شکریہ میں دو ماہ لگاتار روزہ دار رہیں۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بعد ناگہاں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بغیر خطبہ اور بغیر گواہ کے آپ نے میرے ساتھ نکاح فرما لیا؟ ارشاد فرمایا کہ تیرے ساتھ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے اس نکاح کے گواہ ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے نکاح پر جتنی بڑی دعوت ولیمہ فرمائی اتنی بڑی دعوت ولیمہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی کے نکاح کے موقع پر بھی نہیں فرمائی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کی دعوت ولیمہ میں تمام صحابہ کرام کو نان و گوشت کھلایا۔

ان کے فضائل و مناقب میں چند احادیث بھی مروی ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم ازواجِ مطہرات میں سے میری وہ بیوی سب سے پہلے وفات پا کر مجھ سے آن ملے گی جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے۔ یہ سن کر تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے ایک لکڑی سے اپنا ہاتھ ناپا تو حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا نکلا لیکن جب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی تو اس وقت لوگوں کو پتا چلا کہ ہاتھ لمبا ہونے سے مراد کثرت سے صدقہ دینا تھا۔ کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ہاتھ سے کچھ دستکاری کا کام کرتی تھیں اور اس کی آمدنی فقراء ومساکین پر صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔

ان کی وفات کی خبر جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچی تو انہوں نے کہا کہ ہائے ایک قابل تعریف عورت جو سب کے لئے نفع بخش تھی اور یتیموں اور بوڑھی عورتوں کا دل خوش کرنے والی تھی آج دنیا سے چلی گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے بھلائی اور سچائی میں اور رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی کے معاملہ میں حضرت زینب سے بڑھ کر کسی عورت کو نہیں دیکھا۔

منقول ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے اکثر یہ کہا کرتی تھیں کہ مجھ کو خداوند تعالیٰ نے ایک ایسی فضیلت عطا فرمائی ہے جو ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی کیونکہ تمام ازواجِ مطہرات کا نکاح تو ان کے باپ داداؤں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔

انہوں نے گیارہ حدیثیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہیں جن میں سے دو حدیثیں بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں مذکور ہیں۔ باقی نو حدیثیں دوسری کتب احادیث میں لکھی ہوئی ہیں۔

منقول ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کا حال امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے حکم دے دیا کہ مدینہ کے ہر

کوچہ و بازار میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ تمام اہل مدینہ اپنی مقدس ماں کی نمازِ جنازہ کے لئے حاضر ہو جائیں۔ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں ۵۳ برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔(1) (مدارج النبوۃ جلد۲ ص۴۷۶ تا ۴۷۸ وغیرہ)

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

زمانہ جاہلیت میں چونکہ یہ غرباء اور مساکین کو بکثرت کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لئے ان کا لقب ''ام المساکین'' (مسکینوں کی ماں) ہے پہلے ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا مگر جب وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو ۳ھ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرما لیا اور یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد صرف دو مہینے یا تین مہینے زندہ رہیں اور ربیع الآخر ۴ھ میں تیس برس کی عمر پا کر وفات پا گئیں اور جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ دفن ہوئیں یہ ماں کی جانب سے حضرت ام المؤمنین بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن ہیں۔(2) (زرقانی جلد۳ ص۲۴۹)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کے والد کا نام حارث بن حزن ہے اور ان کی والدہ ہند بنت عوف ہیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام پہلے ''برہ'' تھا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر ''میمونہ'' (برکت دہندہ) رکھ دیا۔

---

1 ...... مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ج ۲، ص۴۷۶، ۴۷۹

2 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني،باب زينب ام المساكين والمؤمنين،ج٤،ص٤١٦، ٤١٧

یہ پہلے ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں مگر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۷ھ میں عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو یہ بیوہ ہو چکی تھیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور آپ نے ان سے نکاح فرمالیا اور عمرۃ القضاء سے واپسی پر مقام ''سرف'' میں ان کو اپنی صحبت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سگی بہنیں چار ہیں جن کے نام یہ ہیں:

《۱》ام الفضل لبابۃ الکبریٰ: یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہی کے شکم سے پیدا ہوئے۔

《۲》لبابۃ الصغریٰ: یہ حضرت خالد بن الولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔

《۳》عصماء: یہ ابی بن خلف سے بیاہی گئی تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور صحابیات میں ان کا شمار ہے۔

《۴》عزّہ: یہ بھی صحابیہ ہیں جو زیاد بن مالک کے گھر میں تھیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ان سگی بہنوں کے علاوہ وہ بہنیں جو صرف ماں کی جانب سے ہیں وہ بھی چار ہیں جن کے نام یہ ہیں:

《۱》اسماء بنت عمیس: یہ پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھیں ان سے عبداللہ وعون ومحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم تین فرزند پیدا ہوئے پھر جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''جنگ موتہ'' میں شہید ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کر لیا اور ان سے محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے عقد

فرما لیا اور ان سے بھی ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام ''یحییٰ'' تھا۔

﴿۲﴾ سلمٰی بنت عمیس: یہ پہلے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ان سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جن کا نام ''امۃ اللہ'' تھا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان سے شداد بن الہاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کر لیا اور ان سے عبداللہ و عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما دو فرزند پیدا ہوئے۔

﴿۳﴾ سلامہ بنت عمیس: ان کا نکاح عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا۔

﴿۴﴾ ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ام المساکین کے لقب سے مشہور ہیں جن کا ذکر خیر اوپر گزر چکا ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ''ہند بنت عوف'' کے بارے میں عام طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ دامادوں کے اعتبار سے روئے زمین پر کوئی بڑھیا ان سے زیادہ خوش نصیب نہیں ہوئی کیونکہ ان کے دامادوں کی فہرست میں مندرجہ ذیل ہستیاں ہیں:
﴿۱﴾ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ﴿۲﴾ حضرت ابوبکر ﴿۳﴾ حضرت علی ﴿۴﴾ حضرت حمزہ ﴿۵﴾ حضرت عباس ﴿۶﴾ حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ سب کے سب بزرگوار ''ہند بنت عوف'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے داماد ہیں۔[1]

(زرقانی جلد۳ص ۲۵۱ و مدارج جلد۲ص ۴۸۴)

حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کل چھہتر حدیثیں مروی ہیں جن میں سے سات حدیثیں ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں مذکور ہیں اور ایک

---

[1]……المواهب اللدنية وشرح الزرقاني ، باب ميمونة ام المؤمنين ،ج٤،ص٤١٨، ٤١٩
ومدارج النبوت ، قسم پنجم ، باب دوم ،ج ٢،ص٤٨٣، ٤٨٤

حدیث صرف بخاری میں ہے اور ایک ایسی حدیث ہے جو صرف مسلم میں ہے اور باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آخری زوجہ مبارکہ ہیں ان کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا ان کے انتقال کے سال میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ مگر قول مشہور یہ ہے کہ انہوں نے ۵۱ھ میں بمقام ''سرف'' وفات پائی جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے زفاف فرمایا تھا۔ ابن سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ۶۱ھ میں وفات پائی اور ابن اسحاق کا قول ہے کہ ۶۳ھ ان کے انتقال کا سال ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ان کی وفات کے وقت ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما موجود تھے اور انہوں ہی نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قبر میں اتارا، محدث عطاء کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے جنازہ میں شریک تھے۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے بہ آواز بلند فرمایا کہ اے لوگو! یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔ تم لوگ ان کے جنازہ کو بہت آہستہ آہستہ لے کر چلو اور ان کی مقدس لاش کو نہ جھنجھوڑو۔ حضرت یزید بن اصم رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو مقام سرف میں اسی چھپر کی جگہ میں دفن کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو پہلی بار اپنی قربت سے سرفراز فرمایا تھا۔[1] (زرقانی جلد۳ ص۲۵۳)

---

1 ......المواھب اللدنية و شرح الزرقانی، باب ميمونة ام المؤمنين، ج٤، ص٤٢٣، ٤٢٤ و مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ج٢، ص ٤٨٥

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار اعظم حارث بن ابوضرار کی بیٹی ہیں ''غزوہ مریسیع''میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو کر قیدی بنائے گئے تھے ان ہی قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ جب قیدیوں کو لونڈی غلام بنا کر مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا تو حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے ان سے مکاتبت کر لی یعنی یہ لکھ کر دے دیا کہ تم اتنی اتنی رقم مجھے دے دو تو میں تم کو آزاد کر دوں گا، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں اپنے قبیلے کے سردار اعظم حارث بن ابوضرار کی بیٹی ہوں اور مسلمان ہو چکی ہوں۔ ثابت بن قیس نے مجھے مکاتبہ بنا دیا ہے مگر میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو جاؤں اس لئے آپ اس وقت میں میری مالی امداد فرمائیں کیونکہ میرا تمام خاندان اس جنگ میں گرفتار ہو چکا ہے اور ہمارے تمام مال و سامان مسلمانوں کے ہاتھوں میں مال غنیمت بن چکے ہیں اور میں اس وقت بالکل ہی مفلسی و بے کسی کے عالم میں ہوں۔ حضور رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی فریاد سن کر ان پر رحم آ گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کروں تو کیا تم اس کو منظور کر لوگی؟ انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ میرے ساتھ اس سے بہتر سلوک کیا فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے بدل کتابت کی تمام رقم میں خود تمہاری طرف سے ادا کر دوں اور پھر تم کو آزاد کر کے میں خود تم سے نکاح کر لوں تا کہ تمہارا خاندانی اعزاز و وقار

برقرار رہ جائے۔ یہ سن کر حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادمانی ومسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے اس اعزاز کو خوشی خوشی منظور کرلیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کتابت کی ساری رقم ادا فرما کر اوران کو آزاد کر کے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں شامل فرمالیا اور یہ ام المؤمنین کے اعزاز سے سرفراز ہوگئیں۔

جب اسلامی لشکر میں یہ خبر پھیلی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیا تو تمام مجاہدین ایک زبان ہو کر کہنے لگے کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح فرمالیا اس خاندان کا کوئی فرد لونڈی غلام نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اس خاندان کے جتنے لونڈی غلام مجاہدین اسلام کے قبضہ میں تھے فوراً ہی سب کے سب آزاد کر دیئے گئے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ فرمایا کرتی تھیں کہ دنیا میں کسی عورت کا نکاح حضرت جویریہ کے نکاح سے بڑھ کر مبارک نہیں ثابت ہوا کیونکہ اس نکاح کی وجہ سے تمام خاندان بنی مصطلق کو غلامی سے نجات حاصل ہوگئی۔(1)

(زرقانی جلد۳ص۲۵۴)

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میرے قبیلے میں تشریف لانے سے تین رات پہلے میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ مدینہ کی جانب سے ایک چاند چلتا ہوا آیا اور میری گود میں گر پڑا میں نے کسی سے اس خواب کا تذکرہ نہیں کیا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمالیا تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی اس خواب کی تعبیر ہے۔(2) (زرقانی جلد۳ص۲۵۴)

---

1 ......المواھب اللدنیة وشرح الزرقانی،باب جویریة ام المؤمنین،ج٤،ص٤٢٤۔٤٢٦

2 ......شرح الزرقانی علی المواھب ، باب جویریة ام المؤمنین ،ج٤، ص ٤٢٦

ان کا اصلی نام ''برہ'' (نیکوکار) تھا لیکن چونکہ اس نام سے بزرگی اور بڑائی کا اظہار ہوتا تھا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر ''جویریہ'' (چھوٹی لڑکی) رکھ دیا یہ بہت ہی عبادت گزار عورت تھیں نماز فجر سے نماز چاشت تک ہمیشہ اپنے وردو وظائف میں مشغول رہا کرتی تھیں۔[1] (مدارج جلد۲ص۴۷۹)

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو بھائی عمرو بن الحارث اور عبداللہ بن حارث اور ان کی ایک بہن عمرہ بنت حارث یہ تینوں بھی مسلمان ہوکر شرف صحابیت سے سر بلند ہوئے۔

ان کے بھائی عبداللہ بن حارث کے اسلام لانے کا واقعہ بہت ہی تعجب خیز بھی ہے اور دلچسپ بھی، یہ اپنی قوم کے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے دربار رسالت میں حاضر ہوئے ان کے ساتھ چند اونٹنیاں اور لونڈی تھی۔ انہوں نے ان سب کو ایک پہاڑ کی گھاٹی میں چھپا دیا اور تنہا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسیرانِ جنگ کی رہائی کے لئے درخواست پیش کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیدیوں کے فدیہ کے لئے کیا لائے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں؟ اور تمہاری وہ لونڈی کدھر گئی؟ جسے تم فلاں گھاٹی میں چھپا کر آئے ہو۔ زبان رسالت سے یہ علم غیب کی خبر سن کر عبداللہ بن حارث حیران رہ گئے کہ آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میری لونڈی اور اونٹنیوں کی خبر کس طرح ہوگئی ایک دم ان کے اندھیرے دل میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ

1 ......مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ج۲، ص ۴۷۹

علیہ وسلم کی صداقت اور آپ کی نبوت کا نور چمک اٹھا اور وہ فوراً ہی کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔[1] (کتاب الاستیعاب)

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے سات حدیثیں بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہیں جن میں سے دو حدیثیں بخاری شریف میں اور دو حدیثیں مسلم شریف میں ہیں باقی تین حدیثیں دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبید بن سباق اور ان کے بھتیجے حضرت طفیل رضی اللہ تعالٰی عنہم وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔[2] (مدارج النبوۃ جلد۲ ص۴۸۱ و زرقانی جلد۳ ص۲۵۵)

۵۰ھ میں پینسٹھ برس کی عمر پا کر انہوں نے مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور حاکم مدینہ مروان نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔[3] (زرقانی جلد۳ ص۲۵۵ و مدارج النبوۃ جلد۲ ص۴۸۱)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

ان کا اصلی نام زینب تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کا نام ''صفیہ'' رکھ دیا۔ یہ یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر کے سردار اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں اور ان کی ماں کا نام ضرہ بنت سموئل ہے۔ یہ خاندان بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی بنونضیر کا رئیس اعظم تھا جو جنگ خیبر میں قتل ہوگیا۔

---

1 ......الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، حرف العین، عبداللہ بن الحارث الخزاعی، ج۳، ص ۲۰

2 ......المواهب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب جویریة ام المؤمنین، ج ٤، ص ٤٢٨
ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ج ٢، ص ٤٨١

3 ......المواهب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب جویریة ام المؤمنین، ج ٤، ص ٤٢٨

محرم ۷ھ میں جب خیبر کو مسلمانوں نے فتح کر لیا اور تمام اسیران جنگ گرفتار کر کے اکٹھا جمع کئے گئے تو اس وقت حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ایک لونڈی طلب کی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی پسند سے ان قیدیوں میں سے کوئی لونڈی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے لیا مگر ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضرت صفیہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی شاہ زادی ہیں۔ ان کے خاندانی اعزاز کا تقاضا ہے کہ آپ ان کو اپنی ازواجِ مطہرات میں شامل فرمالیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے لیا اور ان کے بدلے میں انہیں ایک دوسری لونڈی عطا فرمادی پھر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمالیا اور جنگ خیبر سے واپسی میں تین دنوں تک منزل صہبا میں ان کو اپنے خیمہ کے اندر اپنی قربت سے سرفراز فرمایا اور دعوت ولیمہ میں کھجور، گھی، پنیر کا مالیدہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کھلایا جس کا مفصل تذکرہ جنگ خیبر میں گزر چکا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہت ہی خصوصی توجہ اور انتہائی کریمانہ عنایت فرماتے تھے اور اس قدر ان کا خیال رکھتے تھے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر غیرت سوار ہو جایا کرتی تھی۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ ''وہ تو پستہ قد ہے'' تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! تو نے ایسی بات کہہ دی کہ اگر تیرے اس کلام کو دریا میں ڈال دیا جائے تو دریا متغیر ہو جائے گا۔ (یعنی یہ غیبت ہے جو بہت ہی گندی بات ہے)

اسی طرح ایک مرتبہ ایک سفر میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ زخمی ہو گیا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک فاضل اونٹ تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے زینب! تم اپنا اونٹ صفیہ کو دے دو۔ حضرت زینب نے طیش میں آ کر کہہ دیا کہ میں اس یہودیہ کو اپنی کوئی چیز نہیں دوں گی۔ یہ سن کر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اس قدر خفا ہو گئے کہ دو تین ماہ تک ان کے بستر پر آپ نے قدم نہیں رکھا۔[1] (مدارج النبوۃ جلد۲ص ۴۸۳)

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو رہی ہیں آپ نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے یہ کہا ہے کہ ہم دونوں دربارِ رسالت میں تم سے بہت زیادہ عزت دار ہیں کیونکہ ہمارا خاندان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صفیہ! تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں مجھ سے بہتر کیونکر ہو سکتی ہو۔ حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے شوہر ہیں۔[2] (زرقانی جلد۳ص ۲۵۹)

انہوں نے دس حدیثیں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں جن

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقانی، باب صفية ام المؤمنين، ج٤، ص ٤٢٨ـ٤٣٢
ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ج ٢، ص ٤٨٢،٤٨٣

2 ......شرح الزرقانی على المواهب، باب صفية ام المؤمنين ج٤، ص ٤٣٥
وسنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحديث: ٣٩١٨،
ج٥، ص ٤٧٤

میں سے ایک حدیث بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں ہے اور باقی نو حدیثیں دوسری کتابوں میں درج ہیں۔

ان کی وفات کے سال میں اختلاف ہے واقدی کا قول ہے کہ ۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ ۵۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ بوقت رحلت ان کی عمر ساٹھ برس کی تھی یہ بھی مدینہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔ [1] (زرقانی جلد۳ص ۲۵۹ و مدارج جلد۲ص ۴۸۳)

یہ شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ گیارہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں جن پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے۔ ان میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تو ہجرت سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کا لقب ''ام المساکین'' ہے۔ ہم پہلے بھی تحریر کر چکے ہیں کہ نکاح کے دو تین ماہ بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہی یہ وفات پا گئی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے وقت آپ کی نو بیویاں موجود تھیں جن میں سے آٹھ کی آپ باریاں مقرر فرماتے رہے کیونکہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان نو مقدس ازواج میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی اور سب کے بعد آخر میں ۶۲ھ یا ۶۳ھ میں حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رحلت فرمائی ان کی وفات کے بعد دنیا امہات المؤمنین سے خالی ہوگئی۔

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب صفية ام المؤمنين، ج٤، ص ٤٣٦ ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ج ٢، ص ٤٨٣

مقدس باندیاں

مذکورہ بالا ازواجِ مطہرات کے علاوہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار باندیاں بھی تھیں جو آپ کے زیر تصرف تھیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کو مصر و سکندریہ کے بادشاہ مقوقس قبطی نے بارگاہِ اقدس میں چند ہدایا اور تحائف کے ساتھ بطور ہبہ کے نذر کیا تھا۔ ان کی ماں رومی تھیں اور باپ مصری اس لیے یہ بہت ہی حسین و خوبصورت تھیں۔ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ام ولد ہیں کیونکہ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہی کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے تھے۔

کنیز ہونے کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو پردہ میں رکھتے تھے اور ان کیلئے مدینہ طیبہ کے قریب مقام عالیہ میں آپ نے ایک الگ گھر بنوا دیا تھا جس میں یہ رہا کرتی تھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زندگی بھر ان کے نان و نفقہ کا انتظام کرتے رہے اور ان کے بعد حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۵ھ یا ۱۶ھ میں ان کی وفات ہوگئی اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کیلئے خاص طور پر لوگوں کو جمع فرمایا اور خود ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھا کر ان کو جنت البقیع میں مدفون کیا۔[1]

(زرقانی جلد۳ ص۲۷۱ تا ۲۷۲)

---

[1] ...... المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب ذكر سراريه، ج٤، ص ٤٥٩-٤٦١

حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ یہود کے خاندان بنو قریظہ سے تھیں، گرفتار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئیں مگر انہوں نے کچھ دنوں تک اسلام قبول نہیں کیا جس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے ناراض رہا کرتے تھے مگر ناگہاں ایک دن ایک صحابی نے آ کر یہ خوشخبری سنائی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ریحانہ نے اسلام قبول کرلیا۔ اس خبر سے آپ بے حد خوش ہوئے اور آپ نے ان سے فرمایا کہ اے ریحانہ! اگر تم چاہو تو میں تم کو آزاد کر کے تم سے نکاح کرلوں۔ مگر انہوں نے یہ گزارش کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ مجھے اپنی لونڈی ہی بنا کر رکھیں۔ یہی میرے اور آپ دونوں کے حق میں اچھا اور آسان رہے گا۔

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہی جب آپ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے ۱۰ھ میں وفات پا کر جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (1)

(زرقانی جلد۳ ص۲۷۳)

حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ پہلے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مملوکہ لونڈی تھیں۔ انہوں نے ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بطور ہبہ کے نذر کر دیا اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاشانہ نبوت میں باندی کی حیثیت سے رہنے لگیں۔ (2)

(زرقانی جلد۳ ص۲۷۴)

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني ،باب ذكر سراريه ، ج٤، ص ٤٦٢

2 ...... شرح الزرقاني على المواهب ، باب ذكر سراريه ، ج٤، ص ٤٦٣

چوتھی باندی صاحبہ

مذکورہ بالا باندیوں کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک چوتھی باندی صاحبہ بھی تھیں جن کے بارے میں عام طور پر مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کا نام معلوم نہیں۔ یہ بھی کسی جہاد میں گرفتار ہوکر بارگاہِ اقدس میں آئی تھیں اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باندی بن کر آپ کی صحبت سے سرفراز ہوتی رہیں۔[1] (زرقانی جلد۳ ص۲۷۴)

اولادِ کرام

اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد کرام کی تعداد چھ ہے۔ دو فرزند حضرت قاسم و حضرت ابراہیم اور چار صاحبزادیاں حضرت زینب و حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) لیکن بعض مؤرخین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے عبداللہ بھی ہیں جن کا لقب طیب و طاہر ہے۔ اس قول کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس اولاد کی تعداد سات ہے۔ تین صاحبزادگان اور چار صاحبزادیاں، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی قول کو زیادہ صحیح بتایا ہے۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس اولاد کے بارے میں دوسرے اقوال بھی ہیں جن کا تذکرہ طوالت سے خالی نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان ساتوں مقدس اولاد میں سے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شکم سے تولد ہوئے تھے باقی تمام اولاد کرام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔[2]

(زرقانی جلد۳ ص۱۹۳ و مدارج النبوۃ جلد۲ ص۴۵۱)

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب ، باب ذکر سراریہ ، ج ٤، ص ٤٦٣

2 ......المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی ، باب ذکر اولادہ الکرام، ج٤، ص٣١٣، ٣١٤

ومدارج النبوت ، قسم پنجم ، باب اول ، ج ٢ ، ص ٤٥٠، ٤٥١

اب ہم ان اولادِ کرام کے ذکرِ جمیل پر قدرے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں۔

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ سب سے پہلے فرزند ہیں جو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آغوش مبارک میں اعلانِ نبوت سے قبل پیدا ہوئے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ان ہی کے نام پر ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ یہ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی اور ابن سعد کا بیان ہے کہ ان کی عمر شریف دو برس کی ہوئی مگر علامہ غلابی کہتے ہیں کہ یہ فقط سترہ ماہ زندہ رہے۔[1] واللہ اعلم۔ (زرقانی جلد۳ص ۱۹۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان ہی کا لقب طیب و طاہر ہے۔ اعلانِ نبوت سے قبل مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں وفات پا گئے۔[2]

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد مبارکہ میں سب سے آخری فرزند ہیں۔ یہ ذوالحجہ ۸ ھ میں مدینہ منورہ کے قریب مقام ''عالیہ'' کے اندر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے۔ اس لیے مقام عالیہ کا دوسرا نام ''مشربۂ ابراہیم'' بھی ہے۔ ان کی ولادت کی خبر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام عالیہ سے مدینہ آکر بارگاہِ اقدس میں سنائی۔ یہ خوش خبری سن کر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انعام کے طور پر حضرت

---

1 ...... المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب في ذكر اولاده الكرام، ج٤، ص ٣١٦

2 ...... المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب في ذكر اولاده الكرام، ج٤، ص ٣١٤

ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک غلام عطا فرمایا۔ اس کے بعد فوراً ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "یا ابا ابراھیم" (اے ابراہیم کے باپ) کہہ کر پکارا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور ان کے عقیقہ میں دو مینڈھے آپ نے ذبح فرمائے اور ان کے سر کے بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات فرمائی اور ان کے بالوں کو دفن کرا دیا اور ''ابراہیم'' نام رکھا، پھر ان کو دودھ پلانے کے لیے حضرت ''ام سیف'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد فرمایا۔ ان کے شوہر حضرت ابوسیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوہاری کا پیشہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی اور کبھی کبھی آپ ان کو دیکھنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوسیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر گئے تو یہ وہ وقت تھا کہ حضرت ابراہیم جان کنی کے عالم میں تھے۔ یہ منظر دیکھ کر رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عوف کے بیٹے! یہ میرا رونا ایک شفقت کا رونا ہے۔ اس کے بعد پھر دوبارہ جب چشمان مبارک سے آنسو بہے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہو گئے کہ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَ الْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ

آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمزدہ ہے مگر ہم وہی بات زبان سے نکالتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہو جائے اور بلاشبہ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے بہت زیادہ غمگین ہیں۔

جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انتقال ہوا اتفاق سے اسی دن سورج میں گرہن لگا۔ عربوں کے دلوں میں زمانہ جاہلیت کا یہ عقیدہ جما ہوا تھا کہ کسی بڑے آدمی کی موت سے چاند اور سورج میں گرہن لگتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ غالباً یہ سورج گرہن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس موقع پر ایک خطبہ دیا جس میں جاہلیت کے اس عقیدہ کا رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ لَایَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْھَا فَادْعُوا اللّٰہَ وَصَلُّوْا حَتّٰی یَنْجَلِیَ

(بخاری جلد ۱ ص ۱۴۵ باب الدعاء فی الکسوف)

یقیناً چاند اور سورج اللہ تعالٰی کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے سے ان دونوں میں گرہن نہیں لگتا جب تم لوگ گرہن دیکھو تو دعائیں مانگو اور نماز کسوف پڑھو یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جائے۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میرے فرزند ابراہیم نے دودھ پینے کی مدت پوری نہیں کی اور دنیا سے چلا گیا۔ اس لیے اللہ تعالٰی نے اس کے لیے بہشت میں ایک دودھ پلانے والی کو مقرر فرما دیا ہے جو مدت رضاعت بھر اس کو دودھ پلاتی رہے گی۔ [1] (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۵۴)

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو

---

1 ...... صحیح البخاری، کتاب الکسوف، باب الدعاء فی الکسوف، الحدیث: ۱۰۶۰، ج ۱، ص ۳۶۳
ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب اول، ج ۲، ص ۴۵۲۔۴۵۴
وصحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انابک... الخ، الحدیث: ۱۳۰۳، ج ۱، ص ۴۴۱

جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس دفن فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔[1] (مدارج النبوۃ جلد۲ص۴۵۳)

بوقت وفات حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف ۱۷ یا ۱۸ ماہ کی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم[2]

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ اعلانِ نبوت سے دس سال قبل جب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف تیس سال کی تھی مکہ مکرمہ میں ان کی ولادت ہوئی۔ یہ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہوگئی تھیں اور جنگِ بدر کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ بلالیا تھا اور یہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔

اعلانِ نبوت سے قبل ہی ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے ہوگئی تھی۔ ابوالعاص حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سفارش سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ابوالعاص کے ساتھ نکاح فرمادیا تھا۔ حضرت زینب تو مسلمان ہوگئی تھیں مگر ابوالعاص شرک و کفر پر اڑا رہا۔ رمضان ۲ھ میں جب ابوالعاص جنگِ بدر سے گرفتار ہو کر مدینہ آئے۔ اس وقت تک حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمان ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ ہی میں مقیم تھیں۔ چنانچہ ابوالعاص کو قید

---

1 ......مدارج النبوت، قسم پنجم، باب اول، ج ۲، ص۴۵۳

2 ......المواھب اللدنیة وشرح الزرقانی، باب فی ذکر اولادہ الکرام، ج ٤، ص ٣٥٠

سے چھڑانے کے لیے انہوں نے مدینہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو ان کی ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ یہ ہار حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اشارہ پا کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس بھیج دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لے کر ان کو رہا کر دیا کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ ابوالعاص نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے بھائی کنانہ کی حفاظت میں ''بطن یاجج'' تک بھیج دیا۔ ادھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک انصاری کے ساتھ پہلے ہی مقام ''بطن یاجج'' میں بھیج دیا تھا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات ''بطن یاجج'' سے اپنی حفاظت میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ لائے۔

منقول ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئیں تو کفار قریش نے ان کا راستہ روکا یہاں تک کہ ایک بدنصیب ظالم ''ہبار بن الاسود'' نے ان کو نیزہ سے ڈرا کر اونٹ سے گرا دیا جس کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ مگر ان کے دیور کنانہ نے اپنے ترکش سے تیروں کو باہر نکال کر یہ دھمکی دی کہ جو شخص بھی حضرت زینب کے اونٹ کا پیچھا کرے گا۔ وہ میرے ان تیروں سے بچ کر نہ جائے گا۔ یہ سن کر کفار قریش سہم گئے۔ پھر سردار مکہ ابوسفیان نے درمیان میں پڑ کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے مدینہ منورہ کی روانگی کے لیے راستہ صاف کرا دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہجرت کرنے میں یہ دردناک مصیبت پیش آئی اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے فضائل میں یہ ارشاد فرمایا کہ ھِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِیْ اُصِیْبَتْ فِیَّ یعنی یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت ہی زیادہ فضیلت والی

ہیں کہ میری جانب ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔ اس کے بعد ابو العاص محرم ۷ھ میں مسلمان ہو کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے آئے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ساتھ رہنے لگے۔ (1) (زرقانی جلد ۳ ص ۱۹۵ تا ۱۹۶)

۸ھ میں حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وفات ہو گئی اور حضرت ام ایمن و حضرت سودہ بنت زمعہ و حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہن نے ان کو غسل دیا اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے کفن کے لیے اپنا تہبند شریف عطا فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کو قبر میں اتارا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اولاد میں ایک لڑکا جس کا نام ''علی'' اور ایک لڑکی حضرت ''امامہ'' تھیں۔ ''علی'' کے بارے میں ایک روایت ہے کہ اپنی والدہ ماجدہ کی حیات ہی میں بلوغ کے قریب پہنچ کر وفات پا گئے لیکن ابن عساکر کا بیان ہے کہ نسب ناموں کے بیان کرنے والے بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ جنگ یرموک میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (2) (زرقانی جلد ۳ ص ۱۹۷)

حضرت امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بڑی محبت تھی۔ آپ ان کو اپنے دوش مبارک پر بٹھا کر مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ کے ایک حلہ بھیجا جس کے ساتھ سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی

---

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب في ذكر اولاد الكرام، ج ٤، ص ٣١٨-٣١٩ ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب اول، ج ٢، ص ٤٥٥-٤٥٦

2 ...... المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب في ذكر اولاد ه الكرام، ج ٤، ص ٣١٨، ٣٢١ ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب اول، ج ٢، ص ٤٥٧

جس کا نگینہ حبشی تھا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ انگوٹھی حضرت امامہ کو عطا فرمائی۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک بہت ہی خوبصورت سونے کا ہار کسی نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نذر کیا جس کی خوبصورتی کو دیکھ کر تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن حیران رہ گئیں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی مقدس بیویوں سے فرمایا کہ میں یہ ہار اس کو دوں گا جو میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تمام ازواجِ مطہرات نے یہ خیال کرلیا کہ یقیناً یہ ہار حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو عطا فرمائیں گے مگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو قریب بلایا اور اپنی پیاری نواسی کے گلے میں اپنے دستِ مبارک سے یہ ہار ڈال دیا۔[1] (زرقانی جلد۳ ص ۱۹۷)

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

یہ اعلان نبوت سے سات برس پہلے جب کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عمر شریف کا تینتیسواں سال تھا پیدا ہوئیں اور ابتداء اسلام ہی میں مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ پہلے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے ''عتبہ'' سے ہوا تھا لیکن ابھی ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ''سورہ تبت یدا'' نازل ہوگئی۔ ابولہب قرآن میں اپنی اس دائمی رسوائی کا بیان سن کر غصہ میں آگ بگولا ہوگیا اور اپنے بیٹے عتبہ کو مجبور کردیا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو طلاق دے دے۔ چنانچہ عتبہ نے طلاق دے دی۔

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کردیا۔ نکاح کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو ساتھ لے کر مکہ سے حبشہ کی طرف

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب في ذكر اولاده الكرام، ج ٤، ص ٣٢١

ہجرت کی پھر حبشہ سے مکہ واپس آ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور یہ میاں بیوی دونوں ''صاحب الہجرتین'' (دو ہجرتوں والے) کے معزز لقب سے سرفراز ہو گئے۔ جنگِ بدر کے دنوں میں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت سخت بیمار تھیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگِ بدر میں شریک ہونے سے روک دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کریں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس دن جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے اسی دن حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیس سال کی عمر پا کر وفات پائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگِ بدر کے سبب سے ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ جنگِ بدر میں شریک نہ ہوئے لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جنگِ بدر کے مجاہدین میں شمار فرمایا اور جنگِ بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کو مجاہدین کے برابر حصہ بھی عطا فرمایا اور شرکاء جنگِ بدر کے برابر اجرِ عظیم کی بشارت بھی دی۔

حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند بھی پیدا ہوئے تھے جن کا نام ''عبداللہ'' تھا۔ یہ اپنی ماں کے بعد ۴ ھ میں چھ برس کی عمر پا کر انتقال کر گئے۔[1] (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (زرقانی جلد۳ ص ۱۹۸ تا ۱۹۹)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ پہلے ابولہب کے بیٹے ''عتیبہ'' کے نکاح میں تھیں لیکن ابولہب کے مجبور کر دینے سے بدنصیب عتیبہ نے ان کو رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دی اور اس ظالم نے

1 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب فی ذکر اولادہ الکرام، ج٤، ص ٣٢٢، ٣٢٤

بارگاہِ نبوت میں انتہائی گستاخی بھی کی۔ یہاں تک کہ بدزبانی کرتے ہوئے حضور رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھپٹ پڑا اور آپ کے مقدس پیراہن کو پھاڑ ڈالا۔ اس گستاخ کی بے ادبی سے آپ کے قلب نازک پر انتہائی رنج و صدمہ گزرا اور جوش غم میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ ''یا اللہ! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط فرما دے۔''

اس دعاء نبوی کا یہ اثر ہوا کہ ابولہب اور عتیبہ دونوں تجارت کے لیے ایک قافلہ کے ساتھ ملک شام گئے اور مقامِ ''زرقا'' میں ایک راہب کے پاس رات میں ٹھہرے راہب نے قافلہ والوں کو بتایا کہ یہاں درندے بہت ہیں۔ آپ لوگ ذرا ہوشیار ہو کر سوئیں۔ یہ سن کر ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا کہ اے لوگو! محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے میرے بیٹے عتیبہ کے لیے ہلاکت کی دعا کر دی ہے۔ لہٰذا تم لوگ تمام تجارتی سامانوں کو اکٹھا کر کے اس کے اوپر عتیبہ کا بستر لگا دو اور سب لوگ اس کے ارد گرد چاروں طرف سو رہو تا کہ میرا بیٹا درندوں کے حملہ سے محفوظ رہے۔ چنانچہ قافلہ والوں نے عتیبہ کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کیا لیکن رات میں بالکل ناگہاں ایک شیر آیا اور سب کو سونگھتے ہوئے کود کر عتیبہ کے بستر پر پہنچا اور اس کے سر کو چبا ڈالا۔ لوگوں نے ہر چند شیر کو تلاش کیا مگر کچھ بھی پتا نہیں چل سکا کہ یہ شیر کہاں سے آیا تھا؟ اور کدھر چلا گیا۔[1] (زرقانی جلد۳ ص ۱۹۷ تا ۱۹۸)

خدا کی شان دیکھئے کہ ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دونوں شہزادیوں کو اپنے باپ کے مجبور کرنے سے طلاق دے دی مگر عتبہ

1 ...... المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب في ذكر اولاده الكرام، ج ٤، ص ٣٢٥، ٣٢٦

نے چونکہ بارگاہِ نبوت میں کوئی گستاخی اور بے ادبی نہیں کی تھی۔ اس لیے وہ قہر الٰہی میں مبتلا نہیں ہوا بلکہ فتح مکہ کے دن اس نے اور اس کے ایک دوسرے بھائی ''معتب'' دونوں نے اسلام قبول کرلیا اور دستِ اقدس پر بیعت کر کے شرف صحابیت سے سرفراز ہوگئے۔ اور ''عتیبہ'' نے اپنی خباثت سے چونکہ بارگاہِ اقدس میں گستاخی و بے ادبی کی تھی اس لیے وہ قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار ہو کر کفر کی حالت میں ایک خونخوار شیر کے حملہ کا شکار بن گیا۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ)

حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد ربیع الاول ۳ھ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کر دیا مگر ان کے شکم مبارک سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ شعبان ۹ھ میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور یہ جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔[1]

(زرقانی جلد۳ص۲۰۰)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی مگر سب سے زیادہ پیاری اور لاڈلی شہزادی ہیں۔ ان کا نام ''فاطمہ'' اور لقب ''زہرا'' اور ''بتول'' ہے۔ ان کی پیدائش کے سال میں علماء مؤرخین کا اختلاف ہے۔ ابوعمر کا قول ہے کہ اعلان نبوت کے پہلے سال جب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی یہ پیدا ہوئیں اور بعض نے لکھا ہے کہ اعلان نبوت سے ایک سال قبل ان کی ولادت ہوئی اور

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب ،باب فی اولاده الکرام ، ج٤، ص ٣٢٧

علامہ ابن الجوزی نے یہ تحریر فرمایا کہ اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ان کی پیدائش ہوئی۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔ (زرقانی جلد۳ص۲۰۲ تا ۲۰۳)

اللہ اکبر! ان کے فضائل ومناقب کا کیا کہنا؟ ان کے مراتب ودرجات کے حالات سے کتب احادیث کے صفحات مالا مال ہیں۔ جن کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب ''حقانی تقریریں'' میں تحریر کر دیا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ سیدۃ نساء العالمین (تمام جہان کی عورتوں کی سردار) اور سیدۃ نساء اہل الجنۃ (اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار) ہیں۔ ان کے حق میں ارشاد نبوی ہے کہ فاطمہ میری بیٹی میرے بدن کی ایک بوٹی ہے جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔[2]

(مشکوٰۃ ص ۵٦۸ مناقب اہل بیت وزرقانی جلد۳ص۲۰۴)

۲ھ میں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان کا نکاح ہوا اور ان کے شکم مبارک سے تین صاحبزادگان حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن رضی اللہ تعالٰی عنہم اور تین صاحبزادیوں زینب وام کلثوم ورقیہ رضی اللہ تعالٰی عنہن کی ولادت ہوئی۔ حضرت محسن و رقیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما تو بچپن ہی میں وفات پاگئے۔ ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہا کا نکاح امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہوا۔ جن کے شکم مبارک سے آپ کے ایک فرزند حضرت زید اور ایک صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی پیدائش ہوئی اور

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب في ذكر اولاده الكرام، ج٤، ص ٣٣١

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني،باب في ذكر اولاده الكرام،ج٤،ص٣٣٥،٣٣٦ ومشكاة المصابيح، كتاب المناقب،باب مناقب اهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم،الحديث: ٦١٣٨،٦١٣٩،ج٢،ص٤٣٥،٤٣٦

حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کی شادی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہوئی۔

(1)(مدارج النبوۃ جلد۲ص۴۶۰)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال شریف کا حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے قلب مبارک پر بہت ہی جانکاہ صدمہ گزرا۔ چنانچہ وصال اقدس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کبھی ہنستی ہوئی نہیں دیکھی گئیں۔ یہاں تک کہ وصال نبوی کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان ۱۱ھ منگل کی رات میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت علی یا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور سب سے زیادہ صحیح اور مختار قول یہی ہے کہ جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔(2)(مدارج النبوۃ جلد۲ص۴۶۱)

چچاؤں کی تعداد

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچاؤں کی تعداد میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کی تعداد نو، بعض نے کہا کہ دس اور بعض کا قول ہے کہ گیارہ مگر صاحب مواہب لدنیہ نے ''ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی'' سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے علاوہ عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:

﴿۱﴾ حارث ﴿۲﴾ ابوطالب ﴿۳﴾ زبیر ﴿۴﴾ حمزہ ﴿۵﴾ عباس ﴿۶﴾ ابولہب ﴿۷﴾ غیداق ﴿۸﴾ مقوم ﴿۹﴾ ضرار ﴿۱۰﴾ قثم ﴿۱۱﴾ عبدالکعبہ ﴿۱۲﴾ جحل۔

ان میں سے صرف حضرت حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اسلام

---

1 ......مدارج النبوت ، قسم پنجم ،باب اول ، ج ۲ ، ص ٤٦٠

والمواهب اللدنية وشرح الزرقانی،باب فی ذکر اولاده الكرام ، ج٤،ص ٣٤٠، ٣٤١

2 ......مدارج النبوت ، قسم پنجم ، باب اول ، ج ۲ ، ص ٤٦١

قبول کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت ہی طاقتور اور بہادر تھے۔ ان کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسد اللہ و اسد الرسول (اللہ و رسول کا شیر) کے معزز و ممتاز لقب سے سرفراز فرمایا۔ یہ ۳ھ میں جنگِ اُحد کے اندر شہید ہو کر ''سید الشہداء'' کے لقب سے مشہور ہوئے اور مدینہ منورہ سے تین میل دور خاص جنگِ اُحد کے میدان میں آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مزارِ پر انوار زیارت گاہ عالم اسلام ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے اور ان کی اولاد کے بارے میں بہت سی بشارتیں دیں اور اچھی اچھی دعائیں بھی فرمائی ہیں۔

۳۲ھ یا ۳۳ھ میں ستاسی یا اٹھاسی برس کی عمر پا کر وفات پائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔[1] (زرقانی جلد۳ص ۲۷۰ تا ۲۸۵ و مدارج جلد۲ص ۲۸۸)

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پھوپھیاں

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی پھوپھیوں کی تعداد چھ ہے جن کے نام یہ ہیں:

﴿۱﴾ عاتکہ ﴿۲﴾ امیمہ ﴿۳﴾ ام حکیم ﴿۴﴾ برہ ﴿۵﴾ صفیہ {۶} اروی۔

ان میں سے تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اسلام قبول کیا۔ یہ زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ ہیں۔ یہ بہت ہی بہادر اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔ غزوہ خندق میں انہوں نے ایک مسلح اور حملہ آور یہودی کو تنہا ایک چوب سے مار کر قتل کر دیا تھا۔ جس کا تذکرہ غزوہ خندق میں گزر چکا اور یہ بھی

[1] ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، الفصل الرابع في اعمامه...الخ، ج٤، ص٤٦٤، ٤٦٥
وباب ذكر بعض مناقب العباس، ج٤، ص٤٨٥، ٤٨٦ ملتقطاً
ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب سوم، ج٢، ص٤٩٠، ٤٩٣ ملخصاً

روایت ہے کہ جنگِ اُحد میں بھی جب مسلمانوں کا لشکر بکھر چکا تھا یہ اکیلی کفار پر نیزہ چلاتی رہیں۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی غیر معمولی شجاعت پر انتہائی تعجب ہوا اور آپ نے ان کے فرزند حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ ذرا اس عورت کی بہادری اور جاں نثاری تو دیکھو۔ ۲۰ھ میں تہتر برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پا کر جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (1)

(زرقانی جلد۳ص ۲۸۷ تا ص ۲۸۸)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ اروی و عاتکہ و امیمہ کے اسلام میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعضوں نے ان تینوں کو مسلمان تحریر کیا ہے اور بعضوں کے نزدیک ان کا اسلام ثابت نہیں۔ (2) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (زرقانی جلد۳ص ۲۸۷)

خُدّامِ خاص

یوں تو تمام ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور شمع نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروانے تھے اور انتہائی جاں نثاری کے ساتھ آپ کی خدمت گزاری کے لیے سبھی تن من دھن سے حاضر رہتے تھے مگر پھر بھی چند ایسے خوش نصیب ہیں جن کا شمار حضور تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصوصی خدام میں ہے۔ ان خوش بختوں کی مقدس فہرست میں مندرجِ ذیل صحابہ کرام خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

﴿۱﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشہور و ممتاز خادم ہیں۔ انہوں نے دس برس مسلسل ہر سفر و حضر میں آپ کی

---

1 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب ذکر بعض مناقب العباس، ج٤، ص٤٨٨، ٤٩٠

2 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب فی ذکر بعض مناقب العباس، ج٤، ص٤٩٠ـ٤٩٢ ملتقطاً

وفادارانہ خدمت گزاری کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان کے لیے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خاص طور پر یہ دعا فرمائی تھی کہ ”اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ“ یعنی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل فرما۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان تین دعاؤں میں سے دو دعاؤں کی مقبولیت کا جلوہ تو میں نے دیکھ لیا کہ ہر شخص کا باغ سال میں ایک مرتبہ پھلتا ہے اور میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھلتا ہے۔ اور پھلوں میں مشک کی خوشبو آتی ہے۔ اور میری اولاد کی تعداد ایک سو چھ ہے جن میں ستر لڑکے اور باقی لڑکیاں ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ میں تیسری دعا کا جلوہ بھی ضرور دیکھوں گا۔ یعنی جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ انہوں نے دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور حدیث میں ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان کی عمر سو برس سے زائد ہوئی۔ بصرہ میں ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں وفات پائی۔[1] (زرقانی جلد۳ ص ۲۹۶ تا ص ۲۹۷)

﴿۲﴾ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے وضو کرانے کی خدمت انجام دیتے تھے۔ یعنی پانی اور مسواک وغیرہ کا انتظام کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی ۶۳ھ میں وفات پائی۔[2]

(زرقانی جلد۳ ص ۲۹۷)

﴿۳﴾ حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ تعالٰی عنہ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک چھوٹی مشک

---

1 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی، باب فی خدمه صلی اللہ علیه وسلم...الخ، ج٤، ص٥٠٦، ٥٠٧
ومدارج النبوت، قسم پنجم، باب چہارم، ج ٢، ص ٤٩٤، ٤٩٥ ملخصاً

2 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی، باب فی خدمه صلی اللہ علیه وسلم...الخ، ج٤، ص٥٠٧، ٥٠٨

جس سے آپ استنجا اور وضو فرمایا کرتے تھے ہمیشہ آپ ہی کی تحویل میں رہا کرتی تھی۔ یہ جنگ حنین کے دن شہادت سے سرفراز ہوئے۔[1] (زرقانی جلد۳ ص ۲۹۷)

﴿۴﴾ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ نعلین شریفین اور وضو کا برتن اور مسند و مسواک اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور سفر و حضر میں ہمیشہ یہ خدمت انجام دیا کرتے تھے۔ ساٹھ برس سے زیادہ عمر پاکر ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں بعض کا قول ہے کہ مدینہ میں اور بعض کے نزدیک کوفہ میں وصال فرمایا۔[2] (زرقانی جلد۳ ص ۲۹۷ تا ۲۹۸)

﴿۵﴾ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے خچر کی لگام تھامے رہتے تھے۔ قرآن مجید اور فرائض کے علوم میں بہت ہی ماہر تھے اور اعلیٰ درجہ کے فصیح خطیب اور شعلہ بیان شاعر تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حکومت کے دور میں ان کو مصر کا گورنر بنادیا تھا۔ ۵۸ھ میں مصر کے اندر ہی ان کا وصال ہوا۔[3] (زرقانی جلد۳ ص ۲۹۹)

﴿۶﴾ حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹ پر کجاوہ باندھنے کی خدمت انجام دیا کرتے تھے۔[4]

﴿۷﴾ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ بہت ہی قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ انتہائی تارک الدنیا اور عابد و زاہد تھے اور دربار نبوت کے بہت ہی خاص خادم تھے۔ ان کے فضائل میں چند حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ ۳۱ھ میں مدینہ منورہ سے کچھ دور ''ربذہ''

---

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب في خدمه صلى الله عليه وسلم...الخ، ج ٤، ص ٥٠٨

2 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب في خدمه صلى الله عليه وسلم...الخ، ج ٤، ص ٥٠٨، ٥٠٩

3 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب في خدمه صلى الله عليه وسلم...الخ، ج ٤، ص ٥١٠-٥١١

4 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب في خدمه صلى الله عليه وسلم...الخ، ج ٤، ص ٥١١

نامی گاؤں میں ان کا وصال ہوا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔[1] (زرقانی جلد۳ص۳۰۰)

﴿۸﴾ حضرت مہاجر مولٰی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما! یہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے۔ شرف صحابیت کے ساتھ ساتھ پانچ برس تک حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت کا بھی شرف حاصل کیا۔ بہت ہی بہادر مجاہد بھی تھے۔ مصر کو فتح کرنے والی فوج میں شامل تھے۔ کچھ دنوں تک مصر میں رہے۔ پھر ''طحا'' چلے گئے اور وہاں اپنی وفات تک مقیم رہے۔[2] (زرقانی جلد۳ص۳۰۱)

﴿۹﴾ حضرت حنین مولٰی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما! یہ پہلے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غلام تھے اور دن رات آپ کی خدمت کرتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کو عطا فرما دیا اور یہ حضرت عباس کے غلام ہوگئے۔ لیکن چند ہی دنوں کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان کو اس لیے آزاد کر دیا تا کہ یہ دن رات بارگاہِ نبوت میں حاضر رہیں اور خدمت کرتے رہیں۔[3] (زرقانی جلد۳ص۳۰۱)

﴿۱۰﴾ حضرت نعیم بن ربیعہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ! یہ بھی خادمانِ بارگاہِ رسالت کی فہرست خاص میں شمار کیے جاتے ہیں۔[4] (زرقانی جلد۳ص۳۰۱)

﴿۱۱﴾ حضرت ابوالحمراء رضی اللہ تعالٰی عنہ! ان کا نام ہلال بن الحارث تھا۔ یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور خادم خاص ہیں۔ وفات نبوی کے بعد یہ مدینہ سے

---

1 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی،باب فی خدمه صلی اللّٰه علیه وسلم...الخ،ج٤،ص٥١٣۔٥١٤

2 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی،باب فی خدمه صلی اللّٰه علیه وسلم...الخ،ج٤،ص٥١٤

3 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی،باب فی خدمه صلی اللّٰه علیه وسلم...الخ،ج٤،ص٥١٤،٥١٥

4 ......المواھب اللدنیة مع شرح الزرقانی،باب فی خدمه صلی اللّٰه علیه وسلم...الخ،ج٤،ص٥١٥

''حمص'' چلے گئے تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔[1] (زرقانی جلد۳ص۳۰۱)

﴾۱۲﴿ حضرت ابوالسمع رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام تھے پھر آپ نے ان کو آزاد فرما دیا مگر یہ دربار نبوت سے جدا نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ خدمت گزاری میں مصروف رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اکثر یہی غسل کرایا کرتے تھے۔ ان کا نام ''اِیاذ'' تھا۔[2] (زرقانی جلد۳ص۳۰۱)

خصوصی محافظین

کفار چونکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے اور ہر وقت اس تاک میں لگے رہتے تھے کہ اگر اک ذرا بھی موقع مل جائے تو آپ کو شہید کر ڈالیں۔ بلکہ بارہا قاتلانہ حملہ بھی کر چکے تھے۔ اس لیے کچھ جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم باری باری سے راتوں کو آپ کی مختلف خوابگاہوں اور قیام گاہوں کا شمشیر بکف ہو کر پہرہ دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب کہ یہ آیت نازل ہوگئی کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ[3] یعنی ''اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔'' اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب پہرہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرما لیا ہے کہ وہ مجھ کو میرے تمام دشمنوں سے بچائے گا۔ ان جاں نثار پہرہ داروں میں چند خوش نصیب صحابہ کرام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

﴾۱﴿ حضرت ابوبکر صدیق ﴾۲﴿ حضرت سعد بن معاذ انصاری ﴾۳﴿ حضرت محمد

1. ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب في خدمه صلى الله عليه وسلم...الخ، ج٤، ص٥١٥
2. ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب في خدمه صلى الله عليه وسلم...الخ، ج٤، ص٥١٥، ٥١٦
3. ......پ٦، المائدة: ٦٧

بن مسلمہ ﴿۴﴾ حضرت ذکوان بن عبد قیس ﴿۵﴾ حضرت زبیر بن العوام ﴿۶﴾ حضرت سعد بن ابی وقاص ﴿۷﴾ حضرت عباد بن بشر ﴿۸﴾ حضرت ابو ایوب انصاری ﴿۹﴾ حضرت بلال ﴿۱۰﴾ حضرت مغیرہ بن شعبہ۔[1] (رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین)

کاتبین وحی

جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم قرآن کی نازل ہونے والی آیتوں اور دوسری خاص خاص تحریروں کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کے مطابق لکھا کرتے تھے ان معتمد کاتبوں میں خاص طور پر مندرجہ ذیل حضرات قابل ذکر ہیں:

﴿۱﴾ حضرت ابو بکر صدیق ﴿۲﴾ حضرت عمر فاروق ﴿۳﴾ حضرت عثمان غنی ﴿۴﴾ حضرت علی مرتضی ﴿۵﴾ حضرت طلحہ بن عبید اللہ ﴿۶﴾ حضرت سعد بن ابی وقاص ﴿۷﴾ حضرت زبیر بن العوام ﴿۸﴾ حضرت عامر بن فہیرہ ﴿۹﴾ حضرت ثابت بن قیس ﴿۱۰﴾ حضرت حنظلہ بن ربیع ﴿۱۱﴾ حضرت زید بن ثابت ﴿۱۲﴾ حضرت ابی بن کعب ﴿۱۳﴾ حضرت امیر معاویہ ﴿۱۴﴾ حضرت ابو سفیان۔[2] (رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین)

(مدارج النبوۃ جلد۲ص ۵۲۹تا۵۴۰)

دربارِ نبوت کے شعراء

یوں تو بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح وثنا میں قصائد لکھنے کی سعادت سے سرفراز ہوئے مگر دربارِ نبوی کے مخصوص شعراء کرام تین ہیں جو نعت گوئی کے ساتھ ساتھ کفار کے شاعرانہ حملوں کا اپنے قصائد کے

1 ......المواهب اللدنية و شرح الزرقاني، باب في خدمه صلى الله عليه وسلم..الخ، ج٤، ص٥١٩-٥٢٢ ملتقطاً

2 ......مدارج النبوت، قسم پنجم، باب هفتم، ج٢، ص٥٢٩-٥٤٠ ملتقطاً

ذریعہ دندان شکن جواب بھی دیا کرتے تھے۔

﴿۱﴾ حضرت کعب بن مالک انصاری سلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ جو جنگ تبوک میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے معتوب ہوئے مگر پھر ان کی توبہ کی مقبولیت قرآن مجید میں نازل ہوئی۔ان کا بیان ہے کہ ہم لوگوں سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ مشرکین کی ہجو کرو کیونکہ مومن اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا رہتا ہے اور تمہارے اشعار گویا کفار کے حق میں تیروں کی مار کے برابر ہیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دور خلافت یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سلطنت کے دور میں ان کی وفات ہوئی۔(1)

﴿۲﴾ حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری خزرجی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کے فضائل ومناقب میں چند احادیث بھی ہیں۔حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو ''سید الشعراء'' کا لقب عطا فرمایا تھا۔یہ جنگ موتہ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔(2)

﴿۳﴾ حضرت حسان بن ثابت بن منذر بن عمرو انصاری خزرجی رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ دربار رسالت کے شعراء کرام میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ یعنی یااللہ! حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ ان کی مدد فرما۔اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب تک یہ میری طرف سے کفار مکہ کو اپنے اشعار کے ذریعہ جواب دیتے رہتے ہیں اس وقت تک حضرت جبریل علیہ السلام ان کے ساتھ رہا کرتے ہیں۔ایک سو بیس برس کی عمر پا کر ۵۴ھ میں وفات پائی۔ساٹھ برس کی عمر زمانہ جاہلیت میں گزاری اور ساٹھ برس کی عمر خدمت اسلام میں

---

1 ......المواھب اللدنیة وشرح الزرقانی،باب فی مؤذنیه وخطبائه...الخ ،ج۵، ص۷۵

2 ......المواھب اللدنیة وشرح الزرقانی،باب فی مؤذنیه وخطبائه...الخ ،ج۵، ص۷۵

صرف کی۔ یہ ایک تاریخی لطیفہ ہے کہ ان کی اور ان کے والد ''ثابت'' اور ان کے دادا ''منذر'' اور نگر دادا ''حرام'' سب کی عمریں ایک سو بیس برس کی ہوئیں۔(1)

(زرقانی جلد۳ ص۳۷۲ تا ۳۷۳)

خصوصی مؤذنین

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصوصی مؤذنوں کی تعداد چار ہے:

﴿۱﴾ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

﴿۲﴾ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم (نابینا) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ دونوں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے مؤذن ہیں۔

﴿۳﴾ حضرت سعد بن عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ''سعد قرظ'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ مسجد قبا کے مؤذن ہیں۔

﴿۴﴾ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں اذان پڑھا کرتے تھے۔(2) (زرقانی جلد۳ ص۳۶۹ تا ص۳۷۱)

1 ……المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني،باب فی مؤذنيه و خطبائه...الخ،ج٥،ص٧٦،٧٧

2 ……المواهب اللدنية و شرح الزرقاني،باب فی مؤذنيه و خطبائه...الخ،ج٥،ص٧٠۔٧٣

بیسواں باب

معجزاتِ نبوت

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر　　نائب دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
فرش تا عرش ہے جس کے زیرِ نگیں　　اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

معجزہ کیا ہے؟

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے ان کی نبوت کی صداقت ظاہر کرنے کے لیے کسی ایسی تعجب خیز چیز کا ظاہر ہونا جو عادۃً نہیں ہوا کرتی اسی خلاف عادت ظاہر ہونے والی چیز کا نام معجزہ ہے۔(1)

معجزہ چونکہ نبی کی صداقت ظاہر کرنے کے لیے ایک خداوندی نشان ہوا کرتا ہے۔ اس لیے معجزہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ خارق عادت ہو۔ یعنی ظاہری علل و اسباب اور عادات جاریہ کے بالکل ہی خلاف ہو ورنہ ظاہر ہے کہ کفار اس کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو فلاں سبب سے ہوا ہے اور ایسا تو ہمیشہ عادۃً ہوا ہی کرتا ہے۔ اس بنا پر معجزہ کے لیے یہ لازمی شرط ہے بلکہ یہ معجزہ کے مفہوم میں داخل ہے کہ وہ کسی نہ کسی اعتبار سے اسباب عادیہ اور عادات جاریہ کے خلاف ہو اور ظاہری اسباب و علل کے عمل دخل سے بالکل ہی بالاتر ہو، تاکہ اس کو دیکھ کر کفار یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ چونکہ اس چیز کا کوئی ظاہری سبب بھی نہیں ہے اور عادۃً کبھی ایسا ہوا بھی نہیں کرتا اس لیے بلاشبہ اس چیز کا کسی شخص سے ظاہر ہونا انسانی طاقتوں سے بالاتر کارنامہ ہے۔ لہٰذا یقیناً یہ شخص اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا اور اس کا نبی ہے۔

---

1 ......المواھب اللدنية مع شرح الزرقاني، المقصد الرابع فى معجزاته...الخ ، ج٦،ص٤٠٦ ملخصاً

معجزات کی چار قسمیں

جب معجزہ کے لیے یہ ضروری اور لازمی شرط ہے کہ وہ کسی نہ کسی لحاظ سے انسانی طاقتوں سے بالاتر اور عادات جاریہ کے خلاف ہو۔ اس بنا پر اگر بغور دیکھا جائے تو خارق عادت ہونے کے اعتبار سے معجزات کی چار قسمیں ملیں گی جو حسب ِذیل ہیں:

اول: بذات خود وہ چیز ہی ایسی ہو جو ظاہری اسباب و عادات کے بالکل ہی خلاف ہو جیسے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دینا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن کر جادوگروں کے سانپوں کو نگل جانا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

دوم: بذات خود وہ چیز تو خلاف عادت نہیں ہوتی مگر کسی خاص وقت پر بالکل ہی ناگہاں نبی سے اس کا ظہور ہو جانا اس اعتبار سے یہ چیز خارق عادت ہو جایا کرتی ہے لہٰذا یہ بھی معجزہ ہی کہلائے گا۔ مثلاً جنگِ خندق میں اچانک ایک خوفناک آندھی کا آ جانا جس سے کفار کے خیمے اکھڑ اکھڑ کر اڑ گئے اور بھاری بھاری دیگیں چولھوں پر سے الٹ پلٹ کر دور جا کر گر پڑیں یا جنگِ بدر میں تین سو تیرہ مسلمانوں کے مقابلہ میں کفار کے ایک ہزار لشکر جرار کا جو مکمل طور پر مسلح تھے شکست کھا کر مقتول و گرفتار ہو جانا۔ ظاہر ہے کہ آندھی کا آنا یا کسی لشکر کا شکست کھا جانا یہ بذات خود کوئی خلافِ عادت بات نہیں ہے بلکہ یہ تو ہمیشہ ہوا ہی کرتا ہے لیکن اس ایک خاص موقع پر جب کہ رسول کو تائید ربانی کی خاص ضرورت محسوس ہوئی بغیر کسی ظاہری سبب کے بالکل ہی اچانک آندھی کا آ جانا اور کفار کا باوجود کثرت تعداد کے قلیل مسلمانوں سے

شکست کھا جانا اس کو تائید خداوندی اور غیبی امداد و نصرت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ اس لحاظ سے یقیناً یہ عادات جاریہ کے خلاف اور ظاہری اسباب و علل سے بالاتر ہے۔ لہٰذا یہ بھی یقیناً معجزہ ہے۔

سوم: ایک صورت یہ بھی ہے کہ نہ تو بذات خود وہ واقعہ خلاف عادت ہوتا ہے نہ اس کے ظاہر ہونے کے وقت خاص میں خلافِ عادت کوئی بات ہوتی ہے۔ مگر اس واقعہ کے ظاہر ہونے کا طریقہ بالکل ہی نادر الوجود اور خلافِ عادت ہوا کرتا ہے۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں سے بالکل ہی ناگہاں پانی کا برسنا، بیماروں کا شفایاب ہوجانا، آفتوں کا ٹل جانا۔

ظاہر ہے کہ یہ باتیں نہ تو خلاف عادت ہیں نہ ان کے ظاہر ہونے کا کوئی خاص وقت ہے بلکہ یہ باتیں تو ہمیشہ ہوا ہی کرتی ہیں لیکن جن طریقوں اور جن اسباب سے یہ چیزیں وقوع پذیر ہوئیں کہ ایک دم ناگہاں نبی نے دعا مانگی اور بالکل ہی اچانک یہ چیزیں ظہور میں آگئیں۔ اس اعتبار سے یقیناً بلاشبہ یہ ساری چیزیں خارق عادات اور ظاہری اسباب سے الگ اور بالاتر ہیں۔ لہٰذا یہ چیزیں بھی معجزات ہی کہلائیں گے۔

چہارم: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نہ تو خود واقعہ عادات جاریہ کے خلاف ہوتا ہے نہ اس کا طریقہ ظہور خارق عادت ہوتا ہے لیکن بلا کسی ظاہری سبب کے نبی کو اس واقعہ کا قبل از وقت علم غیب حاصل ہو جانا اور واقعہ کے وقوع سے پہلے ہی نبی کا اس واقعہ کی خبر دے دینا یہ خلاف عادت ہوتا ہے۔ مثلاً حضرات انبیاء علیہم السلام نے واقعات کے ظہور سے بہت پہلے جو غیب کی خبریں دی ہیں یہ سب واقعات اس اعتبار

سے خارق عادات اور معجزات ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک روز بہت ہی زوردار آندھی چلی اس وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدینہ سے باہر تشریف فرما تھے آپ نے اسی جگہ فرمایا کہ یہ آندھی مدینہ کے ایک منافق کی موت کے لیے چلی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب لوگ مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ مدینہ کا ایک منافق اس آندھی سے ہلاک ہوگیا۔ [1] (مشکوٰۃ شریف جلد۲ ص ۵۳۷ باب المعجزات)

غور کیجئے کہ اس واقعہ میں نہ تو آندھی کا چلنا خلافِ عادت ہے نہ کسی آدمی کا آندھی سے ہلاک ہونا اسباب و عادات کے خلاف ہے کیونکہ آندھی ہمیشہ آتی ہی رہتی ہے اور آندھی میں ہمیشہ آدمی مرتے ہی رہتے ہیں لیکن اس واقعہ کا قبل از وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہو جانا اور آپ کا لوگوں کو اس غیب کی خبر پر قبل از وقت مطلع کر دینا یقیناً بلاشبہ یہ خرق عادات اور معجزات میں سے ہے۔

انبیاءِ سابقین اور خاتم النبیین کے معجزات

ہر نبی کا معجزہ چونکہ اس کی نبوت کے ثبوت کی دلیل ہوا کرتا ہے اس لیے خداوند عالم نے ہر نبی کو اس دور کے ماحول اور اس کی امت کے مزاج عقل و فہم کے مناسب معجزات سے نوازا۔ چنانچہ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں چونکہ جادو اور ساحرانہ کارنامے اپنی ترقی کی اعلیٰ ترین منزل پر پہنچے ہوئے تھے اس لیے اللہ تعالٰی نے آپ کو "ید بیضا" اور "عصا" کے معجزات عطا فرمائے جن سے آپ نے جادوگروں کے ساحرانہ کارناموں پر اس طرح غلبہ حاصل فرمایا کہ تمام جادوگر سجدہ میں گر پڑے اور آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔

---

1 ......مشکاۃ المصابیح ، کتاب احوال القیامۃ ...الخ ،باب المعجزات ، الحدیث: ۵۹۰۰، ج ۲ ، ص ۳۸۷

اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانے میں علم طب انتہائی معراج ترقی پر پہنچا ہوا تھا اوراس دور کے طبیبوں اور ڈاکٹروں نے بڑے بڑے امراض کا علاج کر کے اپنی فنی مہارت سے تمام انسانوں کو مسحور کر رکھا تھا اس لیے اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینے اور مردوں کو زندہ کر دینے کا معجزہ عطا فرمایا جس کو دیکھ کر دور مسیحی کے اطباء اور ڈاکٹروں کے ہوش اڑ گئے اور وہ حیران و ششدرر ہ گئے اور بالآخر انہوں نے ان معجزات کو انسانی کمالات سے بالاتر مان کر آپ کی نبوت کا اقرار کرلیا۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کے دور بعثت میں سنگ تراشی اور مجسمہ سازی کے کمالات کا بہت ہی چرچا تھا اس لیے خداوند قدوس نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرما کر بھیجا کہ آپ نے ایک پہاڑی کی طرف اشارہ فرمادیا تو اس کی ایک چٹان شق ہوگئی اور اس میں سے ایک بہت ہی خوبصورت اور تندرست اونٹنی اور اس کا بچہ نکل پڑا اور آپ نے فرمایا کہ

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً (1) یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے معجزہ بن کر آئی ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر ایمان لائی۔

الغرض اسی طرح ہر نبی کو اس دور کے ماحول کے مطابق اور اس کی قوم کے مزاج اور ان کی افتاد طبع کے مناسب کسی کو ایک، کسی کو دو، کسی کو اس سے زیادہ معجزات ملے مگر ہمارے حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چونکہ تمام نبیوں کے بھی نبی ہیں

(1)......پ ۸، الاعراف:۷۳

اور آپ کی سیرتِ مقدسہ تمام انبیاء علیہم السلام کی مقدس زندگیوں کا خلاصہ اور آپ کی تعلیم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا عطر ہے اور آپ دنیا میں ایک عالمگیر اور ابدی دین لے کر تشریف لائے تھے اور عالم کائنات میں اولین و آخرین کے تمام اقوام و ملل آپ کی مقدس دعوت کے مخاطب تھے، اس لیے اللہ تعالٰی نے آپ کی ذات مقدسہ کو انبیاء سابقین کے تمام معجزات کا مجموعہ بنا دیا اور آپ کو قسم قسم کے ایسے بے شمار معجزات سے سرفراز فرمایا جو ہر طبقہ، ہر گروہ، ہر قوم اور تمام اہل مذاہب کے مزاجِ عقل و فہم کے لیے ضروری تھے۔ اسی لیے آپ کی صورت و سیرت آپ کی سنت و شریعت آپ کے اخلاق و عادات آپ کے دن رات کے معمولات غرض آپ کی ذات و صفات کی ہر ہر ادا اور ایک ایک بات اپنے دامن میں معجزات کی ایک دنیا لیے ہوئے ہے۔ آپ پر جو کتاب نازل ہوئی وہ آپ کا سب سے بڑا اور قیامت تک باقی رہنے والا ایسا ابدی معجزہ ہے جس کی ہر ہر آیت آیاتِ بینات کی کتاب اور جس کی سطر سطر معجزات کا دفتر ہے۔ آپ کے معجزات عالم اعلٰی اور عالم اسفل کی کائنات میں اس طرح جلوہ فگن ہوئے کہ فرش سے عرش تک آپ کے معجزات کی عظمت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ روئے زمین پر جمادات، نباتات، حیوانات کے تمام عالموں میں آپ کے طرح طرح کے معجزات کی ایسی ہمہ گیر حکمرانی و سلطنت کا پرچم لہرایا کہ بڑے بڑے منکروں کو بھی آپ کی صداقت و نبوت کے آگے سرنگوں ہونا پڑا اور معاندین کے سوا ہر انسان خواہ وہ کسی قوم و مذہب سے تعلق رکھتا ہو اور اپنی افتادِ طبع اور مزاجِ عقل کے لحاظ سے کتنی ہی منزل بلند پر فائز کیوں نہ ہو مگر آپ کے معجزات کی کثرت اور ان کی نوعیت و عظمت کو دیکھ کر اس کو اس بات پر ایمان لانا ہی پڑا کہ بلاشبہ آپ نبی برحق اور خدا کے

سچے رسول ہیں۔ خود آپ کی جسمانی وروحانی خداداد طاقتوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو پتا چلتا ہے کہ آپ کی حیات مقدسہ کے مختلف دور کے محیر العقول کارنامے بجائے خود عظیم سے عظیم تر معجزات ہی معجزات ہیں۔ کبھی عرب کے ناقابل تسخیر پہلوانوں سے کشتی لڑکر ان کو پچھاڑ دینا، کبھی دم زدن میں فرش زمین سے سدرۃ المنتہیٰ پر گزرتے ہوئے عرشِ معلیٰ کی سیر، کبھی انگلیوں کے اشارہ سے چاند کے دوٹکڑے کر دینا، کبھی ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹا دینا، کبھی خندق کی چٹان پر پھاوڑا مارکر روم وفارس کی سلطنتوں میں اپنی امت کو پرچم اسلام لہراتا ہوا دکھا دینا، کبھی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دینا، کبھی مٹھی بھر کھجور سے ایک بھوکے لشکر کو اس طرح راشن دینا کہ ہر سپاہی نے شکم سیر ہوکر کھالیا وغیرہ وغیرہ معجزات کا ظاہر کر دینا یقیناً بلاشبہ یہ وہ معجزانہ واقعات ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی سلیم العقل انسان ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

معجزات کثیرہ میں سے چند

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد کا ہزار دو ہزار کی گنتیوں سے شمار کرنا انتہائی دشوار ہے۔ کیونکہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ آپ کی ذات مقدسہ تمام انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے معجزات کا مجموعہ ہے۔ اور ان کے علاوہ خداوند قدوس نے آپ کو دوسرے ایسے بے شمار معجزات بھی عطا فرمائے ہیں جو کسی نبی ورسول کو نہیں دیئے گئے۔ اس لیے یہ کہنا آفتاب سے زیادہ تابناک حقیقت ہے کہ آپ کی مقدس زندگی کے تمام لمحات درحقیقت معجزات کی ایک دنیا اور خوارق عادات کا ایک عالم اکبر ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب بڑی بڑی عظیم وضخیم کتابوں کے مصنفین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام معجزات کو اپنی اپنی کتابوں میں جمع نہیں فرما سکے تو ہماری اس مختصر کتاب

کا تنگ دامن بھلا ان معجزات کثیرہ کا کس طرح متحمل ہوسکتا ہے؟ لیکن مثل مشہور ہے کہ ''مَالَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ'' یعنی جس چیز کو پورا پورا نہ حاصل کیا جاسکے اس کو بالکل ہی چھوڑ دینا بھی نہیں چاہئے۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنی اس مختصر کتاب میں چند معجزات کا بھی ذکر کروں تا کہ اس کتاب کا دامن معجزات نبوت کے گلہائے رنگارنگ سے بالکل ہی خالی نہ رہ جائے۔ چونکہ ہم عرض کر چکے کہ ہمارے حضور نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات عالم اسفل ہی تک محدود نہیں بلکہ عالم اسفل و عالم اعلیٰ دونوں جہانوں میں معجزات نبویہ کی حکمرانی ہے اس لیے ہم چند اقسام کے معجزات کی چند مثالیں مختلف عنوانوں کے تحت درج کرتے ہیں۔

آسمانی معجزات

چاند دو ٹکڑے ہو گیا

حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں ''شق القمر'' کا معجزہ بہت ہی عظیم الشان اور فیصلہ کن معجزہ ہے۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ کفار مکہ نے آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ اپنی نبوت کی صداقت پر بطور دلیل کے کوئی معجزہ اور نشانی دکھایئے۔ اس وقت آپ نے ان لوگوں کو ''شق القمر'' کا معجزہ دکھایا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت انس بن مالک و حضرت جبیر بن مطعم و حضرت علی بن ابی طالب و حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حذیفہ بن یمان وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس واقعہ کی روایت کی ہے۔ (1)

(زرقانی علی المواہب جلد۵ ص۱۲۴)

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، المقصد الرابع في معجزاته...الخ، ج٦، ص ٤٧٢، ٤٧٣ ملخصاً

ان روایات میں سب سے زیادہ صحیح اور مستند حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جو بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ میں مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر موجود تھے اور انہوں نے اس معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے نیچے نظر آ رہا تھا۔ آپ نے کفار کو یہ منظر دکھا کر ان سے ارشاد فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ گواہ ہو جاؤ۔[1] (بخاری جلد۲ ص۷۲۱، ص۷۲۲ باب قولہ وانشق القمر)

ان احادیث مبارکہ کے علاوہ اس عظیم الشان معجزہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○[2] (قمر)

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا اور یہ کفار اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو تو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔

اس آیت کا صاف و صریح مطلب یہی ہے کہ قیامت قریب آ گئی اور دنیا کی عمر کا قلیل حصہ باقی رہ گیا کیونکہ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا جو علامات قیامت میں سے تھا وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا مگر یہ واضح ترین اور فیصلہ کن معجزہ دیکھ کر بھی کفار مکہ مسلمان نہیں ہوئے بلکہ ظالموں نے یہ کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے

1 ......صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب وانشق القمر...الخ، الحدیث: ٤٨٦٤، ٤٨٦٥، ج٣، ص ٣٣٩، ٣٤٠

2 ......پ ٢٧، القمر: ١، ٢

ہم لوگوں پر جادو کر دیا اور اس قسم کی جادو کی چیزیں تو ہمیشہ ہوتی ہی رہتی ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

آیت مذکورہ بالا کے بارے میں بعض ان ملحدین کا جو معجزہ شق القمر کے منکر ہیں یہ خیال ہے کہ اس شق القمر سے مراد خالص قیامت کے دن چاند کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا ہے جب کہ آسمان پھٹ جائے گا اور چاند ستارے جھڑ کر بکھر جائیں گے۔

مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ ان ملحدوں کی یہ بکواس سراسر لغو اور بالکل ہی بے سروپا خرافات والی بات ہے کیونکہ اولاً تو اس صورت میں بلا کسی قرینہ کے انشق (چاند پھٹ گیا) ماضی کے صیغہ کو ینشق (چاند پھٹ جائے گا) مستقبل کے معنی میں لینا پڑے گا جو بالکل ہی بلاضرورت ہے۔ دوسرے یہ کہ چاند شق ہونے کا ذکر کرنے کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ

وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَةً یُّعۡرِضُوۡا وَیَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ۝ (1) یعنی شق القمر کی عظیم الشان نشانی کو دیکھ کر کفار نے یہ کہا کہ یہ جادو ہے جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب کفار مکہ نے شق القمر کا معجزہ دیکھا تو اس کو جادو کہا ورنہ کھلی ہوئی بات ہے کہ قیامت کے دن جب آسمان پھٹ جائے گا اور چاند ستارے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر جھڑ جائیں گے اور تمام انسان مر جائیں گے تو اس وقت اس کو جادو کہنے والا بھلا کون ہوگا؟ اس لیے بلا شبہ یقیناً اس آیت کے یہی معنی متعین ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں چاند پھٹ گیا اور اس معجزہ کو دیکھ کر کفار نے اس کو جادو کا کرتب بتایا۔

---

1 ……پ ۲۷، القمر: ۲

ایک سوال و جواب

ہاں البتہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جو اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ شق القمر کا معجزہ جب مکہ میں ظاہر ہوا تو آخر یہ معجزہ دوسرے ممالک اور دوسرے شہروں میں کیوں نہیں نظر آیا؟

اس سوال کا یہ جواب ہے کہ اولاً تو مکہ مکرمہ کے علاوہ دوسرے شہروں کے لوگوں نے بھی جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اس معجزہ کو دیکھا۔ چنانچہ حضرت مسروق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ معجزہ دیکھ کر کفار مکہ نے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے تم لوگوں پر جادو کر دیا ہے۔ پھر ان لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ باہر سے آنے والے لوگوں سے پوچھنا چاہیے کہ دیکھیں وہ لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کیونکہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا جادو تمام انسانوں پر نہیں چل سکتا۔ چنانچہ باہر سے آنے والے مسافروں نے بھی یہ گواہی دی کہ ''ہم نے بھی شق القمر دیکھا ہے۔''(1)

(شفاء قاضی عیاض جلد ۱ ص ۱۸۳)

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دوسرے ممالک اور شہروں کے باشندوں نے اس معجزہ کو نہیں دیکھا تو کسی چیز کو نہ دیکھنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ چیز ہوئی ہی نہیں۔ آسمان میں روزانہ قسم قسم کے آثار نمودار ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً رنگ برنگ کے بادل، قوس قزح، ستاروں کا ٹوٹنا، مگر یہ سب آثار انہی لوگوں کو نظر آتے ہیں جو اتفاق سے اس وقت آسمان کی طرف دیکھ رہے ہوں دوسرے لوگوں کو نظر نہیں آتے۔

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواهب ،المقصد الرابع فی معجزاته...الخ ،ج٦، ص٤٧٥، ٤٧٦

اسی طرح دوسرے ممالک اور شہروں میں یہ معجزہ نظر نہ آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اختلاف مطالع کی وجہ سے بعض مقامات پر ایک وقت میں چاند کا طلوع ہوتا ہے اوراس وقت میں دوسرے شہروں کے اندر چاند کا طلوع ہی نہیں ہوتا اسی لیے جب چاند میں گرہن لگتا ہے تو تمام ممالک میں گرہن نظر نہیں آتا۔ اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرے ملکوں اور شہروں میں ابر یا پہاڑ وغیرہ کے حائل ہو جانے سے کسی کسی وقت چاند نظر نہیں آتا۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں وہ نقشہ بعینہ نقل کر دیں جو قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری نے اپنی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' میں تحریر کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت مکہ مکرمہ میں ''معجزہ شق القمر'' واقع ہوا اس وقت دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں کیا اوقات تھے؟ اس نقشہ کی ذمہ داری مصنفِ ''رحمۃ للعالمین'' کے اوپر ہے۔ ہم صرف نقل مطابق اصل ہونے کے ذمہ دار ہیں۔ ان کی عبارت اور نقشہ حسب ذیل ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اس سے بڑھ کر اب ہم دکھلانا چاہتے ہیں کہ اگر مکہ معظّمہ میں یہ واقعہ رات کو ۹ بجے وقوع پذیر ہوا تو اس وقت دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں کیا اوقات تھے۔

نام ملک	گھنٹہ	منٹ	دن یا رات
ہندوستان	۱۲	۵۰	رات
ماریشس	۱۱	۲۰	رات
رومانیا، بلگیریا، ٹرکی، یونان، جرمن	۸	۲۰	دن
لکسمبرگ، ڈنمارک، سویڈن	۸	۲۰	دن

آئس لینڈ، مڈیریا	۵	۲۰	دن
مشرقی برازیل	۳	۲۰	بعد نیم شب
متوسط برازیل و چلی	۲	۲۰	بعد نیم شب
برٹش کولمبیا	۱۰	۲۰	قبل دوپہر
لوکون	۹	۲۴	قبل دوپہر
برہما	۱	۵۰	بعد نیم شب
سمالی لینڈ مڈغاسکر	۱۰	۲۰	رات
ریاستہائے ملایا	۲	۲۰	بعد نیم شب
جزائر سنڈوک	۷	۵۰	دن
انگلستان، آئرلینڈ، فرانس، بلجیم، اسپین، پرتگال، جبل الطارق، الجیریا	۶	۲۰	دن
پیرو، پنامہ، جمیکا، بھاہن، امریکہ	۱	۲۰	بعد نیم شب
سموآ	۶	۲۰	دن
نیوزی لینڈ	۶	۵۰	صبح
تسمانیہ، وکٹوریا، نیوساؤتھ ویلز	۵	۲۲	صبح
جنوبی آسٹریلیا	۴	۵۰	صبح
جاپان، کوریا	۴	۲۰	بعد دوپہر
مغربی آسٹریلیا، شمالی بورنیو، جزائر فلپائن، ہانگ کانگ چین	۳	۲۰	بعد دوپہر

یہ نقشہ اوقات اسٹینڈرڈ ٹائم کے حساب سے ہے۔(رحمۃ للعالمین جلد سوم ص ۱۹۰)

سورج پلٹ آیا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آسمانی معجزات میں سورج پلٹ آنے کا معجزہ بھی بہت ہی عظیم الشان معجزہ اور صداقتِ نبوت کا ایک واضح ترین نشان ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا کا بیان ہے کہ ''خیبر'' کے قریب ''منزل صہبا'' میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز عصر پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گود میں اپنا سر اقدس رکھ کر سو گئے اور آپ پر وحی نازل ہونے لگی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سر اقدس کو اپنی آغوش میں لیے بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نماز عصر قضا ہو گئی تو آپ نے یہ دعا فرمائی کہ ''یا اللہ! یقیناً علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے لہٰذا تو سورج کو واپس لوٹا دے تا کہ علی نماز عصر ادا کر لیں۔''

حضرت بی بی اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور زمین کے اوپر ہر طرف دھوپ پھیل گئی۔[1] (زرقانی جلد۵ ص۱۱۳ و شفاء جلد۱ ص۱۸۵ و مدارج النبوۃ جلد۲ ص۲۵۲)

اس میں شک نہیں کہ بخاری کی روایتوں میں اس معجزہ کا ذکر نہیں ہے لیکن یاد رکھیے کہ کسی حدیث کا بخاری میں نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ حدیث بالکل ہی بے اصل ہے۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ انہی حدیثوں میں سے چن کر انہوں نے بخاری شریف میں اگر مکررات و متابعات کو شامل کر کے شمار کی جائیں تو صرف نو ہزار بیاسی حدیثیں لکھی ہیں اور اگر مکررات و متابعات کو چھوڑ کر گنتی

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني ، باب رد الشمس له ، ج٦، ص ٤٨٤، ٤٨٥

کی جائے تو کل حدیثوں کی تعداد دو ہزار سات سو اکسٹھ ۲۷۶۱ رہ جاتی ہیں۔ [1]

(مقدمہ فتح الباری)

باقی حدیثیں جو حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ کو زبانی یاد تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ بے اصل اور موضوع نہ ہوں گی بلکہ وہ بھی یقیناً صحیح یا حسن ہی ہوں گی تو آخر وہ سب کہاں ہیں؟ اور کیا ہوئیں؟ تو اس بارے میں یہ کہنا ہی پڑے گا کہ دوسرے محدثین نے انہی حدیثوں کو اور کچھ دوسری حدیثوں کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہوگا۔ چنانچہ منزل صہبا میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز عصر کے لیے سورج پلٹ آنے کی حدیث کو بہت سے محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضرت امام ابوجعفر طحاوی، احمد بن صالح، و امام طبرانی و قاضی عیاض نے اس حدیث کو اپنی اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے اور امام طحاوی نے تو یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ امام احمد بن صالح جو امام احمد بن حنبل کے ہم پلہ ہیں، فرمایا کرتے تھے کہ یہ روایت عظیم ترین معجزہ اور علامات نبوت میں سے ہے لہٰذا اس کو یاد کرنے میں اہل علم کو نہ پیچھے رہنا چاہیے نہ غفلت برتنی چاہیے۔ [2]

(مدارج النبوۃ جلد۲ ص ۲۵۴)

بہرحال جن جن محدثین نے اس حدیث کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے ان کی ایک مختصر فہرست یہ ہے:

---

1 ......مقدمة فتح الباری، الفصل الاول، ج۱، ص۱۰

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب ششم ، ج ۲ ، ص ۲۵٤ ملتقطاً

نام محدث	نام کتاب
﴿۱﴾ حضرت امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے	مشکل الآثار میں
﴿۲﴾ حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے	مستدرک میں
﴿۳﴾ حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے	معجم کبیر میں
﴿۴﴾ حضرت حافظ ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے	اپنی مرویات میں
﴿۵﴾ حضرت حافظ ابوالبشر رحمۃ اللہ علیہ نے	الذریۃ الطاہرہ میں
﴿۶﴾ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے	شفاء شریف میں
﴿۷﴾ حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے	تلخیص المتشابہ میں
﴿۸﴾ حضرت حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ نے	الزہر الباسم میں
﴿۹﴾ حضرت علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے	عمدۃ القاری میں
﴿۱۰﴾ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے	کشف اللبس میں
﴿۱۱﴾ حضرت علامہ ابن یوسف دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے	مزیل اللبس میں
﴿۱۲﴾ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے	ازالۃ الخفاء میں
﴿۱۳﴾ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے	مدارج النبوۃ میں
﴿۱۴﴾ حضرت علامہ محمد بن عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ نے	زرقانی علی المواہب میں
﴿۱۵﴾ حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے	مواہب لدنیہ میں

اس حدیث پر علامہ ابن جوزی نے اپنی عادت کے موافق جو جرحیں کی ہیں اور اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، حضرت علامہ عینی نے عمدۃ القاری جلد ۷ ص ۱۴۶ میں تحریر فرمایا ہے کہ علامہ ابن جوزی کی جرحیں قابل التفات نہیں ہیں، حضرت

امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس حدیث کو سندیں لکھ کر فرمایا کہ ھٰذَانِ الْحَدِیْثَانِ ثَابِتَانِ وَرُوَاتُھُمَا ثِقَاتٌ...... (1) یعنی یہ دونوں روایتیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔ (شفاء شریف جلد ا ص ۱۸۵)

اسی طرح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بھی علامہ ابن جوزی کی جرحوں کو رد کر دیا ہے اور اس حدیث کے صحیح اور حسن ہونے کی پرزور تائید فرمائی ہے۔ (2) (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۵۴)

اسی طرح ازالۃ الخفاء میں علامہ محمد بن یوسف دمشقی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کتاب "مزیل اللبس عن حدیث ردالشمس" کی یہ عبارت منقول ہے کہ

اعلم ان ھذا الحدیث رواہ الطحاوی فی کتابہ "شرح مشکل الاثار" عن اسماء بنت عمیس من طریقین وقال ھذان الحدیثان ثابتان ورواتھما ثقات ونقلہ قاضی عیاض فی "الشفاء" والحافظ ابن سید الناس فی "بشری اللبیب" والحافظ علاء الدین مغلطائی فی کتابہ "الزھر الباسم" وصححہ ابو الفتح الازدی وحسنہ ابو زرعۃ بن العراقی وشیخنا الحافظ جلال الدین السیوطی فی "الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ" وقال الحافظ احمد بن صالح و ناھیك بہ لا ینبغی لمن سبیلہ العلم التخلف عن حدیث اسماء لانہ من اجل علامات النبوۃ وقدانکرالحفاظ علی ابن الجوزی ایرادہ الحدیث فی "کتاب الموضوعات" (3) (التقریر المعقول فی فضل الصحابۃ واہل بیت الرسول ص ۸۸)

---

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل فی انشقاق القمر وحبس الشمس ، ج ١ ، ص ٢٨٤

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب ششم ، ج ٢ ، ص ٢٥٤

3 ......ازالۃ الخفاء،مقصد دوم،امامآثر امیر المؤمنین...الخ،ج ٤،ص ٤٨٨

تم جان لو کہ اس حدیث کو امام طحاوی نے اپنی کتاب ''شرح مشکل الآ ثار'' میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور ان دونوں کے روایت کرنے والے ثقہ ہیں اور اس حدیث کو قاضی عیاض نے ''شفاء'' میں اور حافظ ابن سید الناس نے ''بشری اللبیب'' میں اور حافظ علاء الدین مغلطائی نے اپنی کتاب ''الزہر الباسم'' میں نقل کیا ہے اور ابوالفتح ازدی نے اس حدیث کو ''صحیح'' بتایا اور ابوزرعہ عراقی اور ہمارے شیخ جلال الدین سیوطی نے ''الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ'' میں اس حدیث کو ''حسن'' بتایا اور حافظ احمد بن صالح نے فرمایا کہ تم کو یہی کافی ہے اور علماء کو اس حدیث سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے کیونکہ یہ نبوت کے بہت بڑے معجزات میں سے ہے اور حدیث کے حفاظ نے اس بات کو برا مانا ہے کہ ''ابن جوزی'' نے اس حدیث کو ''کتاب الموضوعات'' میں ذکر کر دیا ہے۔

سورج ٹھہر گیا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آسمانی معجزات میں سے سورج پلٹ آنے کے معجزہ کی طرح چلتے ہوئے سورج کا ٹھہر جانا بھی ایک بہت ہی عظیم معجزہ ہے جو معراج کی رات گزر کر دن میں وقوع پذیر ہوا۔ چنانچہ یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق سے روایت کی ہے کہ جب کفار قریش نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اپنے اس قافلہ کے حالات دریافت کیے جو ملک شام سے مکہ آ رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے تمہارے اس قافلہ کو بیت المقدس کے راستہ میں دیکھا ہے اور وہ بدھ کے دن مکہ آ جائے گا۔ چنانچہ قریش نے بدھ کے دن شہر سے باہر نکل کر اپنے قافلہ کی آمد کا

انتظار کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا اس وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی تو اللہ تعالٰی نے سورج کو ٹھہرا دیا اور ایک گھڑی دن کو بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ وہ قافلہ آن پہنچا۔ (1)

(زرقانی جلد۵ ص۱۱۶ و شفاء جلد ا ص ۱۸۵)

واضح رہے کہ ''حبس الشّمس''، یعنی سورج کو ٹھہرا دینے کا معجزہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے لیے مخصوص نہیں بلکہ انبیاء سابقین میں سے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لیے بھی یہ معجزہ ظاہر ہو چکا ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن وہ بیت المقدس میں قوم جبارین سے جہاد فرما رہے تھے ناگہاں سورج ڈوبنے لگا اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر سورج غروب ہو گیا تو سنیچر کا دن آ جائے گا اور سنیچر کے دن موسوی شریعت کے حکم کے مطابق جہاد نہ ہو سکے گا تو اس وقت اللہ تعالٰی نے ایک گھڑی تک سورج کو چلنے سے روک دیا یہاں تک کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام قوم جبارین پر فتح یاب ہو کر جہاد سے فارغ ہو گئے۔ (2) (تفسیر جلالین سورہ مائدہ ص ۹۸ و تفسیر جمل جلد ا ص ۴۸۰)

معراج شریف

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آسمانی معجزات میں سے معراج کا واقعہ بھی بہت زیادہ اہمیت کا حامل اور ہماری مادی دنیا سے بالکل ہی ماوراء اور عقل انسانی کے قیاس و گمان کی سرحدوں سے بہت زیادہ بالاتر ہے۔

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل فی انشقاق القمر و حبس الشمس ، ج۱ ، ص ۲۸۴،۲۸۵

2 ......حاشیۃ الجمل علی الجلالین و تفسیر الجلالین ، سورۃ المائدۃ ، تحت الآیۃ:۲۶ ، ج۲ ، ص ۲۰۸ ملخصاً

معراج کا دوسرا نام ''اسراء'' بھی ہے۔''اسراء'' کے معنی رات کو چلانا یا رات کو لے جانا چونکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واقعہ معراج کو خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا [1] کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے اس لیے معراج کا نام ''اسراء'' پڑ گیا اور چونکہ حدیثوں میں معراج کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''عُرِجَ بِیۡ'' (مجھ کو اوپر چڑھایا گیا) کا لفظ ارشاد فرمایا اس لیے اس واقعہ کا نام ''معراج'' پڑا۔

احادیث و سیرت کی کتابوں میں اس واقعہ کو بہت کثیر التعداد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانی نے ۴۵ صحابیوں کو نام بنام گنایا ہے جنہوں نے حدیث معراج کو روایت کیا ہے[2] جیسا کہ ہم اپنی کتاب ''نورانی تقریریں'' میں اس کا کسی قدر مفصل تذکرہ تحریر کر چکے ہیں۔

معراج کب ہوئی؟

معراج کی تاریخ، دن اور مہینہ میں بہت زیادہ اختلافات ہیں۔لیکن اتنی بات پر بلا اختلاف سب کا اتفاق ہے کہ معراج نزول وحی کے بعد اور ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے جو مکہ معظمہ میں پیش آیا اور ابن قتیبہ دینوری (المتوفی ۲۶۷ھ) اور ابن عبدالبر (المتوفی ۴۶۳ھ) اور امام رافعی و امام نووی نے تحریر فرمایا کہ واقعہ معراج رجب کے مہینے میں ہوا۔اور محدث عبدالغنی مقدسی نے رجب کی ستائیسویں بھی متعین کر دی

---

1 ......پ ۱۵، بنی اسراء یل:۱

2 ......المواھب اللدنیة وشرح الزرقانی،المقصد الخامس فی تخصیصه...الخ،ج۸، ص ۲۵۔۲۷

ہے اور علامہ زرقانی نے تحریر فرمایا ہے کہ لوگوں کا اسی پر عمل ہے اور بعض مؤرخین کی رائے ہے کہ یہی سب سے زیادہ قوی روایت ہے۔ (1)

(زرقانی جلد۱ ص ۳۵۵ تا ص ۳۵۸)

معراج کتنی بار اور کیسے ہوئی

جمہور علماء ملت کا صحیح مذہب یہی ہے کہ معراج بحالت بیداری جسم و روح کے ساتھ صرف ایک بار ہوئی جمہور صحابہ و تابعین اور فقہاء و محدثین نیز صوفیہ کرام کا یہی مذہب ہے۔ چنانچہ علامہ حضرت ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (استاد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ) نے تحریر فرمایا کہ

وَالْاَصَحُّ اَنَّہٗ کَانَ فِی الْیُقْظَۃِ بِجَسَدِہٖ مَعَ رُوْحِہٖ وَعَلَیْہِ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ فَمَنْ قَالَ اِنَّہٗ بِالرُّوْحِ فَقَطْ اَوْ فِی النَّوْمِ فَقَطْ فَمُبْتَدِعٌ ضَالٌّ مُضِلٌّ فَاسِقٌ (2) (تفسیرات احمدیہ بنی اسرائیل ص ۴۰۸)

اور سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ معراج بحالت بیداری جسم و روح کے ساتھ ہوئی یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ لہٰذا جو شخص یہ کہے کہ معراج فقط روحانی ہوئی یا معراج فقط خواب میں ہوئی وہ شخص بدعتی و گمراہ اور گمراہ کن و فاسق ہے۔

دیدارِ الٰہی

کیا معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خداوند تعالیٰ کو دیکھا؟ اس مسئلہ میں سلف صالحین کا اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض صحابہ نے فرمایا

---

1 ......المواھب اللدنیة و شرح الزرقانی ، باب وقت الاسراء ، ج ۲ ، ص ۷۰، ۷۱ ملتقطاً

2 ......التفسیرات الاحمدیة ، سورة بنی اسراء یل ، ص ۵۰۵

کہ معراج میں آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور ان حضرات نے **مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی o**[1] کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ آپ نے خدا کو نہیں دیکھا بلکہ معراج میں حضرت جبریل علیہ السلام کو انکی اصلی شکل وصورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے اور بعض سلف مثلاً حضرت سعید بن جبیر تابعی نے اس مسئلہ میں کہ دیکھا یا نہ دیکھا کچھ بھی کہنے سے توقف فرمایا مگر صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت نے یہ فرمایا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔[2] (شفاء جلد ا ص ۱۲۰ تا ۱۲۱)

چنانچہ عبداللہ بن الحارث نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مجلس میں جمع ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کوئی کچھ بھی کہتا رہے لیکن ہم بنی ہاشم کے لوگ یہی کہتے ہیں کہ بلا شبہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یقیناً اپنے رب کو معراج میں دو مرتبہ دیکھا۔ یہ سن کر حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس زور کے ساتھ نعرہ مارا کہ پہاڑیاں گونج اٹھیں اور فرمایا کہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے کلام کیا اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا۔

اسی طرح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی o**[3] کی تفسیر میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اسی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے

---

1 ...... پ ۲۷، النجم: ۱۱

2 ...... الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل واما رؤیتہ لربہ، ج ۱، ص ۱۹۶، ۱۹۷ ملخصاً

3 ...... پ ۲۷، النجم: ۱۱

کہ ''رَأَیْتُ رَبِّیْ''یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا۔

محدث عبدالرزاق ناقل ہیں کہ حضرت امام حسن بصری اس بات پر حلف اٹھاتے تھے کہ یقیناً حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور بعض متکلمین نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بھی یہی مذہب تھا اور ابن اسحٰق ناقل ہیں کہ حاکم مدینہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال کیا کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ''جی ہاں''

اسی طرح نقاش نے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے مذہب کا قائل ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا، دیکھا، دیکھا، اتنی دیر تک وہ دیکھا کہتے رہے کہ ان کی سانس ٹوٹ گئی۔[1] (شفاء جلد ا ص ۱۱۹ تا ص ۱۲۰)

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے شریک بن عبداللہ نے جو معراج کی روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے کہ

حَتّٰی جَآءَ سِدْرَۃَ الْمُنْتَھٰی وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّۃِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی کَانَ مِنْہُ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔[2] (بخاری جلد۲ ص ۱۱۲۰ باب قول اللہ: وکلم اللہ۔ الخ)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی پر تشریف لائے اور عزت والا جبار (اللہ تعالٰی) یہاں تک قریب ہوا اور نزدیک آیا کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل و امارؤیته لربه، ج۱، ص۱۹۶، ۱۹۷

2 ......صحیح البخاری ، کتاب التوحید، باب قوله تعالٰی: و کلم اللّٰه موسی...الخ، الحدیث: ۷۵۱۷، ج٤، ص ۵۸۰، ۵۸۱

بہر حال علماء اہل سنت کا یہی مسلک ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شبِ معراج میں اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالٰی کی ذات مقدسہ کا دیدار کیا۔

اس معاملہ میں رویت کے علاوہ ایک روایت بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب کو اللہ تعالٰی نے انتہائی شوکت وشان اور آن بان کے ساتھ اپنا مہمان بنا کر عرش اعظم پر بلایا اور خلوت گاہ راز میں ۔۔۔۔۔ کے ناز و نیاز کے کلاموں سے سرفراز بھی فرمایا۔ مگر ان بے پناہ عنایتوں کے باوجود اپنے حبیب کو اپنا دیدار نہیں دکھایا اور حجاب فرمایا یہ ایک ایسی بات ہے جو مزاج عشق ومحبت کے نزدیک مشکل ہی سے قابل قبول ہوسکتی ہے کیونکہ کوئی شاندار میزبان اپنے شاندار مہمان کو اپنی ملاقات سے محروم رکھے اور اس کو اپنا دیدار نہ دکھائے یہ عشق ومحبت کا ذوق رکھنے والوں کے نزدیک بہت ہی ناقابل فہم بات ہے۔ لہٰذا ہم عشق بازوں کا گروہ تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرح اپنی آخری سانس تک یہی کہتا رہے گا کہ

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالٰی)

مختصر تذکرۂ معراج

معراج کی رات آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گھر کی چھت کھلی اور ناگہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام چند فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے اور آپ کو حرم کعبہ میں لے جا کر آپ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور قلبِ انور کو نکال کر آبِ زمزم سے دھویا پھر ایمان وحکمت سے بھرے ہوئے ایک طشت کو آپ کے سینے میں انڈیل کر شکم کا

چاک برابر کردیا۔ پھر آپ براق پر سوار ہو کر بیت المقدس تشریف لائے۔ براق کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ اس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اس کی نگاہ کی آخری حد ہوتی تھی۔ بیت المقدس پہنچ کر براق کو آپ نے اس حلقہ میں باندھ دیا جس میں انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے پھر آپ نے تمام انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کو جو وہاں حاضر تھے دو رکعت نماز نفل جماعت سے پڑھائی۔ (1)

(تفسیر روح البیان جلد۵ ص۱۱۲)

جب یہاں سے نکلے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے شراب اور دودھ کے دو پیالے آپ کے سامنے پیش کیے آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ یہ دیکھ کر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کو پسند فرمایا اگر آپ شراب کا پیالہ اٹھا لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو ساتھ لے کر آسمان پر چڑھے پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے، دوسرے آسمان میں حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے جو دونوں خالہ زاد بھائی تھے ملاقاتیں ہوئیں اور کچھ گفتگو بھی ہوئی۔ تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے اور ساتویں آسمان پر پہنچے تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ بیت المعمور سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ بوقتِ ملاقات ہر پیغمبر نے ''خوش آمدید! اے پیغمبر صالح'' کہہ کر آپ کا استقبال کیا۔ پھر آپ کو جنت کی سیر کرائی گئی۔ اس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ اس درخت

1 ......تفسیر روح البیان، پ۱۵، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱، ج۵، ص۱۰۶۔۱۱۲ ملتقطاً

پر جب انوارِ الٰہی کا پرتو پڑا تو ایک دم اس کی صورت بدل گئی اور اس میں رنگ برنگ کے انوار کی ایسی تجلی نظر آئی جن کی کیفیتوں کو الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔ یہاں پہنچ کر حضرت جبریل علیہ السلام یہ کہہ کر ٹھہر گئے کہ اب اس سے آگے میں نہیں بڑھ سکتا۔ پھر حضرت حق جل جلالہ نے آپ کو عرش بلکہ عرش کے اوپر جہاں تک اس نے چاہا بلا کر آپ کو باریاب فرمایا اور خلوت گاہ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام ادا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت الفاظ کے بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰی ؕ[1] کے رمز و اشارہ میں خداوند قدوس نے اس حقیقت کو بیان فرما دیا ہے۔[2]

بارگاہ الٰہی میں بے شمار عطیات کے علاوہ تین خاص انعامات مرحمت ہوئے جن کی عظمتوں کو اللہ و رسول کے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

﴿۱﴾ سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں۔ ﴿۲﴾ یہ خوشخبری کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امت کا ہر وہ شخص جس نے شرک نہ کیا ہو بخش دیا جائے گا۔ ﴿۳﴾ امت پر پچاس وقت کی نماز۔

جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان خداوندی عطیات کو لے کر واپس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کی امت سے ان پچاس نمازوں کا بار نہ اٹھ سکے گا لہٰذا آپ واپس جائیے اور اللہ تعالٰی سے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے چند بار آپ بارگاہ الٰہی میں آتے جاتے اور عرض پرداز ہوتے رہے یہاں تک کہ صرف پانچ وقت کی نمازیں رہ گئیں اور اللہ تعالٰی

---

1 ......پ۲۷، النجم: ۱۰

2 ......مدارج النبوت، قسم اول، باب پنجم، ج۱، ص ۱۶۲۔۱۶۴ ملتقطاً
والمواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، المقصد الخامس فی تخصيصه...الخ، ج۸، ص۳۰۔۳۷

نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میرا قول بدل نہیں سکتا۔ اے محبوب ! آپ کی امت کے لیے یہ پانچ نمازیں بھی پچاس ہوں گی۔ نمازیں تو پانچ ہوں گی مگر میں آپ کی امت کو ان پانچ نمازوں پر پچاس نمازوں کا اجروثواب عطا کروں گا۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم ملکوت کی اچھی طرح سیر فرما کراور آیات الٰہیہ کا معاینہ ومشاہدہ فرما کر آسمان سے زمین پر تشریف لائے اور بیت المقدس میں داخل ہوئے اور براق پر سوار ہوکر مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ نے بیت المقدس سے مکہ تک کی تمام منزلوں اور قریش کے قافلہ کو بھی دیکھا۔ ان تمام مراحل کے طے ہونے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد حرام میں پہنچ کر چونکہ ابھی رات کا کافی حصہ باقی تھا سو گئے اور صبح کو بیدار ہوئے اور جب رات کے واقعات کا آپ نے قریش کے سامنے تذکرہ فرمایا تو رؤسائے قریش کو سخت تعجب ہوا یہاں تک کہ بعض کور باطنوں نے آپ کو جھوٹا کہا اور بعض نے مختلف سوالات کیے چونکہ اکثر رؤسائے قریش نے بار بار بیت المقدس کو دیکھا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی بھی بیت المقدس نہیں گئے ہیں اس لیے امتحان کے طور پر ان لوگوں نے آپ سے بیت المقدس کے درو دیوار اور اس کی محرابوں وغیرہ کے بارے میں سوالوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی آپ کی نگاہ نبوت کے سامنے بیت المقدس کی پوری عمارت کا نقشہ پیش فرما دیا۔ چنانچہ کفار قریش آپ سے سوال کرتے جاتے تھے اور آپ عمارت کو دیکھ دیکھ کر ان کے سوالوں کا ٹھیک ٹھیک جواب دیتے جاتے تھے۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ، کتاب الانبیاء، کتاب التوحید، باب المعراج وغیرہ مسلم باب المعراج وشفاء جلد ۱ص ۱۸۵ وتفسیر روح المعانی جلد ۱۵ص ۴ تا ص ۱۰ وغیرہ کا خلاصہ)

سفر معراج کی سواریاں

امام علائی نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانچ قسم کی سواریوں پر سفر فرمایا مکہ سے بیت المقدس تک براق پر، بیت المقدس سے آسمان اول تک نور کی سیڑھیوں پر، آسمان اول سے ساتویں آسمان تک فرشتوں کے بازوؤں پر، ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک حضرت جبریل علیہ السلام کے بازو پر، سدرۃ المنتہیٰ سے مقام قاب قوسین تک رفرف پر۔[1]

(تفسیر روح المعانی جلد ۱۵ص۱۰)

سفر معراج کی منزلیں

بیت المقدس سے مقام قاب قوسین تک پہنچنے میں آپ نے دس منزلوں پر قیام فرمایا اور ہر منزل پر کچھ گفتگو ہوئی اور بہت سی خداوندی نشانیوں کو ملاحظہ فرمایا۔

﴿۱﴾ آسمان اول ﴿۲﴾ دوسرا آسمان ﴿۳﴾ تیسرا آسمان ﴿۴﴾ چوتھا آسمان ﴿۵﴾ پانچواں آسمان ﴿۶﴾ چھٹا آسمان ﴿۷﴾ ساتواں آسمان ﴿۸﴾ سدرۃ المنتہیٰ ﴿۹﴾ مقام مستویٰ جہاں آپ نے قلم قدرت کے چلنے کی آوازیں سنیں ﴿۱۰﴾ عرش اعظم

[2](تفسیر روح المعانی جلد ۱۵ص۱۰)

بادل کٹ گیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ عرب میں نہایت ہی سخت قسم کا قحط پڑا ہوا تھا اس وقت جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ کے لیے منبر پر

---

1 ……تفسیر روح المعانی، پ ۱۵، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱، ج ۱۵، ص ۱۴

2 ……تفسیر روح المعانی، پ ۱۵، الاسراء، تحت الآیۃ: ۱، ج ۱۵، ص ۱۵ ملخصاً

چڑھے تو ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر فریاد کی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) بارش نہ ہونے سے جانور ہلاک اور بال بچے بھوک سے تباہ ہو رہے ہیں لہٰذا آپ دعا فرمایئے۔ اس وقت آسمان میں کہیں بدلی کا نام ونشان نہیں تھا مگر جوں ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اٹھایا ہر طرف سے پہاڑوں کی طرح بادل آ کر چھا گئے اور ابھی آپ منبر پر سے اترے بھی نہ تھے کہ بارش کے قطرات آپ کی نورانی داڑھی پر ٹپکنے لگے اور آٹھ دن تک مسلسل موسلا دھار بارش ہوتی رہی یہاں تک کہ جب دوسرے جمعہ کو آپ خطبہ کے لیے منبر پر رونق افروز ہوئے تو وہی اعرابی یا کوئی دوسرا کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے فریاد کرنے لگا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) مکانات منہدم ہو گئے اور مال مویشی غرق ہو گئے لہٰذا دعا فرمایئے کہ بارش بند ہو جائے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پھر اپنا مقدس ہاتھ اٹھا دیا اور یہ دعا فرمائی کہ "اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا" اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو اور ہم پر نہ بارش ہو۔ پھر آپ نے بدلی کی طرف اپنے دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا تو مدینہ کے اردگرد سے بادل کٹ کر چھٹ گیا اور مدینہ اور اس کے اطراف میں بارش بند ہو گئی۔[1] (بخاری جلد ۱ ص ۱۲۷ باب الاستسقاء فی الجمعہ)

ایک ضروری تبصرہ

یہ چند آسمانی معجزات جو مذکور ہوئے اس بات کی دلیل ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خدا کی عطا کی ہوئی طاقت سے آسمانی کائنات میں بھی تصرفات فرماتے ہیں اور آپ کی خداداد سلطنت کی حکمرانی زمین ہی تک محدود نہیں بلکہ آسمانی

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الاستسقاء، باب من تمطر فی المطر ...الخ، الحدیث: ۱۰۳۳، ج۱، ص ۳۵۳

مخلوقات میں بھی آپ کی حکومت کا سکہ چلتا ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے لیے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوا کرتے ہیں اور میرے دونوں آسمانی وزیر ''جبریل و میکائیل'' ہیں اور میرے زمین کے دونوں وزیر ''ابوبکر و عمر'' ہیں۔ (1)

(مشکوٰۃ جلد۲ص۵۶۰ باب مناقب ابوبکر و عمر)

ظاہر ہے کہ کسی بادشاہ کے وزیر اس کی سلطنت کی حدود ہی میں رہا کرتے ہیں۔ اگر آسمانوں میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سلطنت خداداد نہ ہوتی تو حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام آپ کے دو وزیروں کی حیثیت سے بھلا آسمانوں میں کس طرح مقیم رہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بادشاہی بہ عطاء الٰہی زمین و آسمان کی تمام مخلوقات پر ہے۔ ؎

صاحب رجعت شمس و شق القمر نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

قرآن مجید

رسول اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزات نبوت میں سے قرآن مجید بھی ایک بہت ہی جلیل القدر معجزہ اور آپ کی صداقت کا ایک فیصلہ کن نشان ہے۔ بلکہ اگر اس کو ''اعظم المعجزات'' کہہ دیا جائے تو یہ ایک ایسی حقیقت کا انکشاف ہوگا جس کی پردہ پوشی ناممکن ہے کیونکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دوسرے معجزات تو اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوئے اور آپ کے زمانے ہی کے لوگوں نے اس کو دیکھا مگر قرآن مجید

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابو بکر و عمر رضی اللّٰہ عنہما، الحدیث: ۳۷۰۰، ج۵، ص ۳۸۲

آپ کا وہ عظیم الشان معجزہ ہے کہ قیامت تک باقی رہے گا۔

کون نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے فصحاء عرب کو قرآن کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک بار اس طرح چیلنج دیا کہ

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۝ [1] (بنی اسرائیل)	(اے محبوب) فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان و جن اس کام کے لیے جمع ہو جائیں کہ قرآن کا مثل لائیں تو نہ لاسکیں گے اگرچہ ان کے بعض بعض کی مدد کریں۔

مگر کوئی بھی اس خداوندی چیلنج کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوا۔ پھر قرآن نے ایک بار اس طرح چیلنج دیا کہ

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ [2] (ہود)	یعنی اگر تم لوگ پورے قرآن کا مثل نہیں لا سکتے تو قرآن جیسی دس ہی سورتیں بنا کر لاؤ۔

مگر انتہائی جدوجہد کے باوجود یہ بھی نہ ہوسکا۔ پھر قرآن نے اس طرح للکارا کہ

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝ [3] (بقرۃ)	(اے حبیب) آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگوں کو اس میں کچھ شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل فرمایا ہے تو تم اس جیسی ایک ہی سورۃ لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو

---

1 ...... پ ۱۵، بنی اسراءیل: ۸۸

2 ...... پ ۱۲، ہود: ۱۳

3 ...... پ ۱، البقرۃ: ۲۳

اللہ اکبر! قرآن عظیم کی عظیم الشان و معجزانہ فصاحت و بلاغت کا بول بالا تو دیکھو کہ عرب کے تمام وہ فصحاء و بلغاء جن کی فصیحانہ شعر گوئی اور خطیبانہ بلاغت کا چار دانگ عالم میں ڈنکا بج رہا تھا مگر وہ اپنی پوری پوری کوششوں کے باوجود قرآن کی ایک سورۃ کے مثل بھی کوئی کلام نہ لا سکے۔ حد ہوگئی کہ قرآن مجید نے فصحاء عرب سے یہاں تک کہہ دیا کہ

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ؕ[1] (سورہ طور) یعنی اگر کفار عرب سچے ہیں تو قرآن جیسی کوئی ایک ہی بات لائیں۔

الغرض چار چار مرتبہ قرآن کریم نے فصحاء عرب کو للکارا، چیلنج دیا، جھنجھوڑا کہ وہ قرآن کا مثل بنا کر لائیں۔ مگر تاریخ عالم گواہ ہے کہ چودہ سو برس کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود آج تک کوئی شخص بھی اس خداوندی چیلنج کو قبول نہ کر سکا اور قرآن کے مثل ایک سورۃ بھی بنا کر نہ لا سکا۔ یہ آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ قرآن مجید حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک لاثانی معجزہ ہے جس کا مقابلہ نہ کوئی کر سکا ہے نہ قیامت تک کر سکتا ہے۔

علم غیب

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے آپ کا ''علم غیب'' بھی ہے۔ اس بات پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ علم غیب ذاتی تو خدا کے سوا کسی اور کو نہیں مگر اللہ اپنے برگزیدہ بندوں یعنی اپنے نبیوں اور رسولوں وغیرہ کو علم غیب عطا فرماتا ہے۔ یہ علم غیب عطائی کہلاتا ہے قرآن مجید میں ہے کہ

---

1 ......پ ۲۷، الطور: ۳۴

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (1)(جن)

(اللہ) عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اسی طرح قرآن مجید میں دوسری جگہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ص (2)(آل عمران)

اللہ کی شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے شمار غیوب کا علم عطا فرمایا۔ اور آپ نے ہزاروں غیب کی خبریں اپنی امت کو دیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ تو قرآن مجید میں ہے باقی ہزاروں غیب کی خبروں کا ذکر احادیث کی کتابوں اور سیر و تواریخ کے دفتروں میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ج (3)(ھود)

یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

ہم یہاں ان بے شمار غیب کی خبروں میں سے مثال کے طور پر چند کا ذکر تحریر کرتے ہیں۔ پہلے ان چند غیب کی خبروں کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

---

1 ......پ ۲۹، الجن: ۲۶۔۲۷

2 ......پ ٤، اٰل عمرٰن: ۱۷۹

3 ......پ ۱۲، ھود: ٤۹

غالب مغلوب ہوگا

۶۱۴ء میں روم اور فارس کے دونوں بادشاہوں میں ایک جنگِ عظیم شروع ہوئی چھبیس ہزار یہودیوں نے بادشاہ فارس کے لشکر میں شامل ہوکر ساٹھ ہزار عیسائیوں کا قتل عام کیا یہاں تک کہ ۶۱۶ء میں بادشاہ فارس کی فتح ہوگئی اور بادشاہ روم کا لشکر بالکل ہی مغلوب ہوگیا اور رومی سلطنت کے پرزے پرزے اڑ گئے۔ بادشاہ روم اہل کتاب اور مذہباً عیسائی تھا اور بادشاہ فارس مجوسی مذہب کا پابند اور آتش پرست تھا۔ اس لیے بادشاہ روم کی شکست سے مسلمانوں کو رنج وغم ہوا اور کفار کو انتہائی شادمانی و مسرت ہوئی۔ چنانچہ کفار نے مسلمانوں کو طعنہ دیا اور کہنے لگے کہ تم اور نصاریٰ اہل کتاب ہو اور ہم اور اہل فارس بے کتاب ہیں جس طرح ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر فتح یاب ہوکر غالب آ گئے اسی طرح ہم بھی ایک دن تم لوگوں پر غالب آ جائیں گے۔ کفار کے ان طعنوں سے مسلمانوں کو اور زیادہ رنج وصدمہ ہوا۔

اس وقت رومیوں کی یہ افسوسناک حالت تھی کہ وہ اپنے مشرقی مقبوضات کا ایک ایک چپہ کھو چکے تھے۔ خزانہ خالی تھا۔ فوج منتشر تھی ملک میں بغاوتوں کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ شہنشاہ روم بالکل نالائق تھا۔ ان حالات میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بادشاہ روم بادشاہ فارس پر غالب ہوسکتا تھا مگر ایسے وقت میں نبی صادق نے قرآن کی زبان سے کفار مکہ کو یہ پیش گوئی سنائی کہ

الٓمّٓ o غُلِبَتِ الرُّوْمُ o فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ o فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ط	رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور وہ اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برسوں میں۔

(روم)(1)

---

1 ......پ ۲۱، الروم: ۱ ـ ٤

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صرف نوسال کے بعد خاص "صلح حدیبیہ" کے دن بادشاہ روم کا لشکر اہل فارس پر غالب آ گیا اور مخبر صادق کی یہ خبر غیب عالم وجود میں آ گئی۔

ہجرت کے بعد قریش کی تباہی

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس بے سروسامانی کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی اور صحابہ کرام جس کسمپرسی اور بے کسی کے عالم میں کچھ حبشہ، کچھ مدینہ چلے گئے تھے۔ان حالات کے پیش نظر بھلا کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ آ سکتا تھا کہ یہ بے سروسامان اور غریب الدیار مسلمانوں کا قافلہ ایک دن مدینہ سے اتنا طاقتور ہو کر نکلے گا کہ وہ کفار قریش کی نا قابل تسخیر عسکری طاقت کو تہس نہس کر ڈالے گا جس سے کافروں کی عظمت وشوکت کا چراغ گل ہو جائے گا اور مسلمانوں کی جان کے دشمن مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔لیکن خداوند علام الغیوب کا محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہجرت سے ایک سال پہلے ہی قرآن پڑھ پڑھ کر اس خبر غیب کا اعلان کر رہا تھا کہ

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل) [1]

اگر وہ تم کو سرزمین مکہ سے گھبرا چکے تاکہ تم کو اس سے نکال دیں تو وہ اہل مکہ تمہارے بعد بہت ہی کم مدت تک باقی رہیں گے۔

چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور ایک ہی سال کے بعد غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین نے کفار قریش کے سرداروں کا خاتمہ کر دیا اور کفار مکہ کی لشکری طاقت کی جڑ کٹ گئی اور ان کی شان وشوکت کا جنازہ نکل گیا۔

1 ......پ ۱۵،بنی اسراء یل:۷٦

مسلمان ایک دن شہنشاہ ہوں گے

ہجرت کے بعد کفارِ قریش جوشِ انتقام میں آپے سے باہر ہو گئے اور بدر کی شکست کے بعد تو جذبہ انتقام نے ان کو پاگل بنا ڈالا تھا۔ تمام قبائل عرب کو ان لوگوں نے جوش دلا دلا کر مسلمانوں پر یلغار کر دینے کے لئے تیار کر دیا تھا۔ چنانچہ مسلسل آٹھ برس تک خونریز لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں مسلمانوں کو تنگ دستی، فاقہ مستی، قتل و خونریزی، قسم قسم کی حوصلہ شکن مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ مسلمانوں کو ایک لمحہ کے لیے سکون میسر نہیں تھا۔ مسلمان خوف و ہراس کے عالم میں راتوں کو جاگ جاگ کر وقت گزارتے تھے اور رات رات بھر رحمت عالم کے کاشانہ نبوت کا پہرہ دیا کرتے تھے لیکن عین اس پریشانی اور بے سروسامانی کے ماحول میں دونوں جہان کے سلطان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کا یہ اعلان نشر فرمایا کہ مسلمانوں کو ''خلافت ارض'' یعنی دین و دنیا کی شہنشاہی کا تاج پہنایا جائے گا۔ چنانچہ غیب داں رسول نے اپنے دلکش اور شیریں لہجہ میں قرآن کی ان روح پرور اور ایمان افروز آیتوں کو علی الاعلان تلاوت فرمانا شروع کر دیا کہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِیۡنَهُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَهُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ (1)
(سورہ نور)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان کے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور جو دین ان کے لیے پسند کیا ہے اس کو مستحکم کر دے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

1 ……پ۱۸، النور:۵۵

مسلمان جن نامساعد حالات اور پریشان کن ماحول کی کشمکش میں مبتلا تھے ان حالات میں خلافتِ ارض اور دین و دنیا کی شہنشاہی کی یہ عظیم بشارت انتہائی حیرت ناک خبر تھی بھلا کون تھا جو یہ سوچ سکتا تھا کہ مسلمانوں کا ایک مظلوم و بے کس گروہ جس کو کفار مکہ نے طرح طرح کی اذیتیں دے کر کچل ڈالا تھا اور اس نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آکر چند نیک بندوں کے زیر سایہ پناہ لی تھی اور اس کو یہاں آکر بھی سکون و اطمینان کی نیند نصیب نہیں ہوئی تھی بھلا ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اس گروہ کو ایسی شہنشاہی مل جائے گی کہ خدا کے آسمان کے نیچے اور خدا کی زمین پر خدا کے سوا ان کو کسی اور کا ڈر نہ ہوگا۔ بلکہ ساری دنیا ان کے جاہ و جلال سے ڈر کر لرزہ براندام رہے گی مگر ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ بشارت پوری ہوئی اور ان مسلمانوں نے شہنشاہ بن کر دنیا پر اس طرح کامیاب حکومت کی کہ اس کے سامنے دنیا کی تمام متمدن حکومتوں کا شیرازہ بکھر گیا اور تمام سلاطین عالم کی سلطانی کے پرچم عظمت اسلام کی شہنشاہی کے آگے سرنگوں ہو گئے۔ کیا اب بھی کسی کو اس پیشین گوئی کی صداقت میں بال کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی شک و شبہ ہو سکتا ہے۔

فتح مکہ کی پیشگوئی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے اس طرح ہجرت فرمائی تھی کہ رات کی تاریکی میں اپنے یارِ غار کے ساتھ نکل کر غار ثور میں رونق افروز رہے۔ آپ کی جان کے دشمنوں نے آپ کی تلاش میں سرزمین مکہ کے چپے چپے کو چھان مارا اور آپ ان دشمنوں کی نگاہوں سے چھپتے اور بچتے ہوئے غیر معروف راستوں سے مدینہ منورہ پہنچے۔ ان حالات میں بھلا کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ آ سکتا تھا کہ رات

کی تاریکی میں چھپ کر روتے ہوئے اپنے پیارے وطن مکہ کو خیر باد کہنے والا رسولِ برحق ایک دن فاتح مکہ بن کر فاتحانہ جاہ وجلال کے ساتھ شہر مکہ میں اپنی فتح مبین کا پرچم لہرائے گا اوراس کے دشمنوں کی قاہر فوج اس کے سامنے قیدی بن کر دست بستہ سر جھکائے لرزہ براندم کھڑی ہوگی۔مگر نبی غیب داں نے قرآن کی زبان سے اس پیشین گوئی کا اعلان فرمایا کہ

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ o وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًاo فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًاo (سورہ نصر)[1]	جب اللہ کی مدد اور فتح (مکہ) آ جائے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اُس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی کہ ۸ھ میں مکہ فتح ہو گیا اور آپ فاتح مکہ ہونے کی حیثیت سے افواجِ الٰہی کے جاہ وجلال کے ساتھ مکہ مکرمہ کے اندر داخل ہوئے اور کعبہ معظّمہ میں داخل ہو کر آپ نے دوگانہ ادا فرمایا اور اہل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔حالانکہ اس سے قبل اِکا دُکا لوگ اسلام قبول کرتے تھے۔

جنگِ بدر میں فتح کا اعلان

جنگ بدر میں جب کہ کل تین سو تیرہ مسلمان تھے جو بالکل ہی نہتے، کمزور اور

---

[1] ......پ ۳۰، النصر: ۱۔۳

بے سروسامان تھے بھلا کسی کے خیال میں بھی آ سکتا تھا کہ ان کے مقابلہ میں ایک ہزار کا لشکر جرار جس کے پاس ہتھیار اور عسکری طاقت کے تمام سامان واوزار موجود تھے شکست کھا کر بھاگ جائے گا اور ستر مقتول اور ستر گرفتار ہو جائیں گے مگر جنگ بدر سے برسوں پہلے مکہ مکرمہ میں آیتیں نازل ہوئیں اور رسول برحق نے اقوام عالم کوئی برس پہلے جنگ بدر میں اس طرح اسلامی فتح مبین کی بشارت سنائی کہ

اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ o سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ o (1)

کیا وہ کفار کہتے ہیں کہ ہم سب متحد اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ یہ لشکر عنقریب شکست کھا جائیگا اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا o (2) (فتح)

اور اگر کفار تم (مسلمانوں) سے لڑیں گے تو یقیناً وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر وہ کوئی حامی ومددگار نہ پائیں گے۔

یہودی مغلوب ہوں گے

مدینہ منورہ اور اس کے اطراف کے یہودی قبائل بہت ہی مالدار، انتہائی جنگجو اور بہت بڑے جنگ باز تھے اور ان کو اپنی لشکری طاقت پر بڑا گھمنڈ اور ناز تھا۔ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین کا حال سن کر ان یہودیوں نے مسلمانوں کو یہ طعنہ دیا کہ قبائل قریش فنون جنگ سے ناواقف اور بے ڈھنگے تھے اس لیے وہ جنگ ہار گئے

1 ......پ۲۷، القمر: ٤٤۔ ٤٥

2 ......پ۲٦، الفتح: ۲۲

اگر مسلمانوں کو ہم جنگ بازوں اور بہادروں سے پالا پڑا تو مسلمانوں کو ان کی چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔ اور واقعی صورتحال ایسی ہی تھی کہ سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا کہ مٹھی بھر کمزور اور بے سروسامان مسلمانوں سے قبائل یہود کا یہ مسلح و منظّم لشکر کبھی شکست کھا جائے گا۔ مگر اس حال و ماحول میں غیب داں رسول نے قرآن کی زبان سے اس غیب کی خبر کا اعلان فرمایا کہ

وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَ اِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ۝ [1]

(آل عمران)

اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے یہ بہتر ہوتا ان میں کچھ ایماندار اور اکثر فاسق ہیں اور وہ تم (مسلمانوں) کو بجز تھوڑی تکلیف دینے کے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو یقیناً پشت پھیر دیں گے پھر ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہود کے قبائل میں سے بنو قریظہ قتل کر دیئے گئے اور بنو نضیر جلا وطن کر دیئے گئے اور خیبر کو مسلمانوں نے فتح کر لیا اور باقی یہود ذلت کے ساتھ جزیہ ادا کرنے پر مجبور ہو گئے۔

عہد نبوی کے بعد کی لڑائیاں

قرآن مجید کی پیشگوئیاں اور غیب کی خبریں صرف انہیں جنگوں کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں تھیں جو عہد نبوی میں ہوئیں بلکہ اس کے بعد خلفاء کے دور خلافت

---

1 ……پ۳، اٰل عمرٰن: ۱۱۰، ۱۱۱

میں عرب وعجم میں جو عظیم وخوں ریز لڑائیاں ہوئیں ان کے متعلق بھی قرآن مجید نے پہلے سے پیشگوئی کر دی تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ مسلمانوں کو رُوم و ایران کی زبردست حکومتوں سے جو لڑائیاں لڑنی پڑیں وہ تاریخ اسلام کے بہت ہی زریں اوراق اور نمایاں واقعات ہیں مگر قرآن مجید نے برسوں پہلے ان جنگوں کے نتائج کا اعلان ان لفظوں میں کر دیا تھا:

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ج (فتح)[1]

جہاد میں پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دو کہ عنقریب تم کو ایک سخت جنگجو قوم سے جنگ کرنے کے لیے بلایا جائے گا تم لوگ ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

اس پیش گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ روم و ایران کی جنگجو اقوام سے مسلمانوں کو جنگ کرنی پڑی جس میں بعض جگہ خونریز معرکے ہوئے اور بعض جگہ کے کفار نے اسلام قبول کرلیا۔ الغرض اس قسم کی بہت سی غیب کی خبریں قرآن مجید میں مذکور ہیں جن کو غیب داں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واقعات کے واقع ہونے سے بہت پہلے اقوامِ عالم کے سامنے بیان فرما دیا اور یہ تمام غیب کی خبریں آفتاب کی طرح ظاہر ہو کر اہل عالم کے سامنے زبان حال سے اعلان کر رہی ہیں اور قیامت تک اعلان کرتی رہیں گی کہ

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شانِ رفعنا لك ذِکرك دیکھے

---

1 ……پ ۲۶، الفتح: ۱۶

احادیث میں غیب کی خبریں

اسلامی فتوحات کی پیشگوئیاں

ابتداء اسلام میں مسلمان جن آلام ومصائب میں گرفتار اور جس بے سروسامانی کے عالم میں تھے اس وقت کوئی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چند نہتے، فاقہ کش اور بے سروسامان مسلمان قیصر و کسریٰ کی جابر حکومتوں کا تختہ الٹ دیں گے۔ لیکن غیب جاننے والے پیغمبر صادق نے اس حالت میں پورے عزم ویقین کے ساتھ اپنی امت کو یہ بشارتیں دیں کہ اے مسلمانو! تم عنقریب قسطنطنیہ کو فتح کرو گے اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں تمہارے دست تصرف میں ہوں گی۔ مصر پر تمہاری حکومت کا پرچم لہرائے گا۔ تم سے ترکوں کی جنگ ہوگی جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور چہرے چوڑے چوڑے ہوں گے اور ان جنگوں میں تم کو فتح مبین حاصل ہوگی۔ (1)

(بخاری جلد ۱ ص ۵۰۴ تا ص ۵۱۳ باب علامات النبوۃ)

تاریخ گواہ ہے کہ غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دی ہوئی یہ سب غیب کی خبریں عالم ظہور میں آئیں۔

قیصر و کسریٰ کی بربادی

عین اس وقت جب کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے پرچم انتہائی جاہ وجلال کے ساتھ دنیا پر لہرا رہے تھے اور بظاہر ان کی بربادی کا کوئی سامان نظر نہیں آ رہا تھا مگر غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ غیب کی خبر سنائی کہ

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث: ۳۵۸۷، ۳۵۹۰، ج ۲، ص ۴۹۷-۴۹۸

اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔[1]

(بخاری جلد ۱ ص ۵۱۱ باب علامات النبوۃ)

جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (مسلمانوں کے ہاتھ سے) خرچ کیے جائیں گے۔

دنیا کا ہر مؤرخ اس حقیقت کا گواہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں کسریٰ اور قیصر کی تباہی کے بعد نہ پھر کسی نے سلطنت فارس کا تاج خسروی دیکھا نہ رومی سلطنت کا روئے زمین پر کہیں وجود نظر آیا۔ کیوں نہ ہو کہ یہ غیب داں نبی صادق کی وہ غیب کی خبریں ہیں جو خداوند علاّمُ الغیوب کی وحی سے آپ نے دی ہیں۔ بھلا کیونکر ممکن ہے کہ غیب داں نبی کی دی ہوئی غیب کی خبریں بال کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی خلاف واقع ہوسکیں۔

یمن، شام، عراق فتح ہوں گے

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن و شام و عراق کے فتح ہونے سے برسوں پہلے یہ غیب کی خبر دی تھی کہ یمن فتح کیا جائے گا تو لوگ اپنی سواریوں کو ہنکاتے ہوئے اور اپنے اہل و عیال اور متبعین کو لے کر (مدینہ سے) یمن چلے آئیں گے حالانکہ

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث:۳۶۱۸، ج۲، ص۵۰۶

مدینہ ہی کا قیام ان کے لیے بہتر تھا۔ کاش وہ لوگ اس بات کو جان لیتے۔

پھر شام فتح کیا جائے گا تو ایک قوم اپنے گھر والوں اور اپنے پیروی کرنے والوں کو لے کر سواریوں کو ہنکاتے ہوئے (مدینہ سے) شام چلی آئے گی حالانکہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر تھا کاش! وہ لوگ اس کو جان لیتے۔

پھر عراق فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنے گھر والوں اور جوان کا کہنا مانیں گے ان سب کو لے کر سواریوں کو ہنکاتے ہوئے (مدینہ سے) عراق آ جائیں گے حالانکہ مدینہ ہی کی سکونت ان کے لیے بہتر تھی کاش! وہ اس کو جان لیتے۔ (1)

(مسلم جلد ۱ ص ۴۴۵ باب ترغیب الناس فی سکنی المدینہ)

یمن ۸ ھ میں فتح ہوا اور شام و عراق اس کے بعد فتح ہوئے لیکن غیب جاننے والے مخبر صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے برسوں پہلے یہ غیب کی خبریں دے دی تھیں جو حرف بحرف پوری ہوئیں۔

فتح مصر کی بشارت

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ عنقریب مصر کو فتح کرو گے اور وہ ایسی زمین ہے جہاں کا سکہ ''قیراط'' کہلاتا ہے۔ جب تم لوگ اس کو فتح کرو تو اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیونکہ تمہارے اور ان کے درمیان ایک تعلق اور رشتہ ہے۔ (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مصر کی تھیں جن کی اولاد میں سارا عرب ہے۔) اور جب تم دیکھنا کہ

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی المدینۃ...الخ، الحدیث:۱۳۸۸، ص۷۱۹

وہاں ایک اینٹ بھر جگہ کے لیے دو آدمی جھگڑا کرتے ہوں تو تم مصر سے نکل جانا۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خود اپنی آنکھ سے مصر میں یہ دیکھا کہ عبدالرحمٰن بن شرحبیل اور ان کے بھائی ربیعہ ایک اینٹ بھر جگہ کے لیے لڑ رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق مصر چھوڑ کر چلے آئے۔[1] (مسلم جلد۲ص۳۱۱باب وصیۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

بیت المقدس کی فتح

بیت المقدس کی فتح ہونے سے برسوں پہلے حضورِ اقدس مخبر صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے اپنی امت سے ارشاد فرمایا کہ

قیامت سے پہلے چھ چیزیں گن رکھو ﴿۱﴾ میری وفات ﴿۲﴾ بیت المقدس کی فتح ﴿۳﴾ پھر طاعون کی وبا جو بکریوں کی گلٹیوں کی طرح تمہارے اندر شروع ہو جائے گی۔ ﴿۴﴾ اس قدر مال کی کثرت ہو جائے گی کہ کسی آدمی کو سو دینار دینے پر بھی وہ خوش نہیں ہوگا۔ ﴿۵﴾ ایک ایسا فتنہ اٹھے گا کہ عرب کا کوئی گھر باقی نہیں رہے گا جس میں فتنہ داخل نہ ہوا ہو۔ ﴿۶﴾ تمہارے اور رومیوں کے درمیان ایک صلح ہوگی اور رومی عہد شکنی کریں گے وہ اَسی جھنڈے لے کر تمہارے اوپر حملہ آور ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی۔[2] (بخاری جلد۱ص۴۵۰باب مایحذر من الغدر)

خوفناک راستے پرامن ہو جائیں گے

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ میں بارگاہ رسالت میں

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب وصیۃ النبی با ھل مصر، الحدیث:۲۵۴۳،ص۱۳۷۶

2 ......صحیح البخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب مایحذر من الغدر، الحدیث:۳۱۷۶،ج۲،ص ۳۶۹

حاضر تھا تو ایک شخص نے آکر فاقہ کی شکایت کی پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے راستوں میں ڈاکہ زنی کا شکوہ کیا۔ یہ سن کر شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عدی! اگر تمہاری عمر لمبی ہوگی تو تم یقیناً دیکھو گے کہ ایک پردہ نشین عورت اکیلی ''حیرہ'' سے چلے گی اور مکہ آکر کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو خدا کے سوا کسی کا کوئی ڈر نہیں ہوگا۔

حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ بھلا قبیلہ ''طی'' کے وہ ڈاکو جنہوں نے شہروں میں آگ لگا رکھی ہے کہاں چلے جائیں گے؟

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نے لمبی عمر پائی تو یقیناً تم دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانوں کو مسلمان اپنے ہاتھوں سے کھولیں گے اور اے عدی! اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم ضرور ضرور دیکھو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر تلاش کرتا پھرے گا کہ کوئی اس کے صدقہ کو قبول کرے مگر کوئی شخص ایسا نہیں آئے گا جو اس کے صدقہ کو قبول کرے (کیونکہ ہر شخص کے پاس بکثرت مال ہوگا اور کوئی فقیر نہ ہوگا۔) حضرت عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ اے لوگو! یہ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ واقعی ''حیرہ'' سے ایک پردہ نشین عورت اکیلی طوافِ کعبہ کے لیے چلی آئی ہے اور وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی اور میں خود ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو کھول کر نکالا۔ یہ دو چیزیں تو میں نے دیکھ لیں اے لوگو! اگر تم لوگوں کی عمریں دراز ہوئیں تو یقیناً تم لوگ تیسری چیز کو بھی دیکھ لو گے کہ کوئی فقیر نہیں ملے گا جو صدقہ قبول کرے۔[1] (بخاری جلد ۱ ص ۵۰۷ تا ص ۵۰۸ باب علامات النبوۃ)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث: ۳۵۹۵، ج ۲، ص ۴۹۹

فاتح خیبر کون ہوگا

جنگ خیبر کے دوران ایک دن غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کل میں اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور اسی کے ہاتھ سے خیبر فتح ہوگا۔ اس خوشخبری کو سن کر لشکر کے تمام مجاہدین نے اس انتظار میں نہایت ہی بے قراری کے ساتھ رات گزاری کہ دیکھیں کون وہ خوش نصیب ہے جس کے سر اس بشارت کا سہرا بندھتا ہے۔ صبح کو ہر مجاہد اس امید پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا کہ شاید وہی اس خوش نصیبی کا تاجدار بن جائے۔ ہر شخص گوش برآواز تھا کہ ناگہاں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ قاصد بھیج کر انہیں بلاؤ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر دعا فرما دی جس سے فی الفور وہ اس طرح شفایاب ہوگئے کہ گویا انہیں کبھی آشوب چشم ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر آپ نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر کا میدان اسی دن ان کے ہاتھوں سے سر ہوگیا۔ (1)

(بخاری جلد۲ص۶۰۵ باب غزوہ خیبر)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن قبل ہی یہ بتا دیا کہ کل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کو فتح کریں گے۔ **مَاذَا تَکْسِبُ غَدًا**ط (2) یعنی ''کل کون کیا کرے گا'' کا علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا۔

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج۳، ص ۸۵

2 ......پ ۲۱، لقمٰن: ۳۴

تیس برس خلافت پھر بادشاہی

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس برس تک خلافت رہے گی اس کے بعد بادشاہی ہو جائے گی۔ اس حدیث کو سنا کر حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ گن لو! حضرت ابوبکر کی خلافت دو برس اور حضرت عمر کی خلافت دس برس اور حضرت عثمان کی خلافت بارہ برس اور حضرت علی کی خلافت چھ برس یہ کل تیس برس ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم [1]

(مشکوٰۃ جلد۲ ص۴۶۲ کتاب الفتن)

۶۰ھ اور لڑکوں کی حکومت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ۶۰ھ کے شروع اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگو۔ [2]

(مشکوٰۃ جلد۲ ص۳۲۳)

اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں پر ہوگی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو سنا کر فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم چاہو تو میں ان لڑکوں کے نام بتا سکتا ہوں وہ فلاں کے بیٹے اور فلاں کے بیٹے ہیں۔ [3] (بخاری جلد۱ ص۵۰۹ باب علامات النبوۃ)

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ ۶۰ھ میں بنوامیہ کے کم عمر حاکموں نے جو فتنے برپا

---

1 ......مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، الفصل الثانی، الحديث:٥٣٩٥، ج٢، ص٢٨١

2 ......مشكاة المصابيح، كتاب الامارة و القضاء، الفصل الثالث، الحديث:٣٧١٦، ج٢، ص١١

3 ......صحيح البخاری، كتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، الحديث:٣٦٠٥، ج٢، ص٥٠١

کیے واقعی یہ ایسے فتنے تھے کہ جن سے ہر مسلمان کو خدا کی پناہ مانگنی چاہئے۔ ان واقعات کی برسوں پہلے نبی برحق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی جو یقیناً غیب کی خبر ہے۔

ترکوں سے جنگ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم لوگ ایسی قوم سے نہ لڑو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے اور جب تک تم لوگ قوم ترک سے نہ لڑو گے جو چھوٹی آنکھوں والے، سرخ چہروں والے، چپٹی ناکوں والے ہوں گے۔ ان کے چہرے گویا ہتھوڑوں سے پیٹی ہوئی ڈھالوں کی مانند (چوڑے چپٹے) ہوں گے اور ان کے جوتے بال کے ہوں گے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ تم لوگ ''خوز و کرمان'' کے عجمیوں سے جنگ کرو گے جن کے چہرے سرخ، ناکیں چپٹی، آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔

اور تیسری روایت میں یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تم لوگ ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے وہ اہل ''بارز'' ہیں۔ (یعنی صحراؤں اور میدانوں میں رہنے والے ہیں۔)[1] (بخاری جلد۱ ص ۵۰۷ باب علامات النبوۃ)

غیب داں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ خبریں اس وقت دی تھیں جب اسلام ابھی پورے طور پر زمین حجاز میں بھی نہیں پھیلا تھا۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ تمام پیشگوئیاں پہلی ہی صدی کے آخر تک پوری ہو گئیں کہ مجاہدین

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث: ۳۵۸۷، ۳۵۹۱، ج ۲، ص ۴۹۷، ۴۹۸ ملتقطاً

اسلام کے لشکروں نے ترکوں اور صحراؤں میں رہنے والے بربریوں سے جہاد کیا اور اسلام کی فتح مبین ہوئی اور ترک و بربری اقوام دامن اسلام میں آ گئیں۔

ہندوستان میں مجاہدین

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہندوستان میں اسلام کے داخل اور غالب ہونے کی خوشخبری سناتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ

میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے ان دونوں کو جہنم سے آزاد فرما دیا ہے۔ ایک وہ گروہ جو ہندوستان میں جہاد کرے گا اور ایک وہ گروہ جو حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں سے ہندوستان میں جہاد کرنے کا وعدہ فرمایا تھا تو اگر میں نے وہ زمانہ پالیا جب تو میں اس کی راہ میں اپنی جان و مال قربان کر دوں گا اور اگر میں اس جہاد میں شہید ہو گیا تو میں بہترین شہید ٹھہروں گا اور اگر میں زندہ لوٹا تو میں دوزخ سے آزاد ہونے والا ابو ہریرہ ہوں گا۔[1] (نسائی جلد۲ص ۶۳ باب غزوۃ الہند)

امام نسائی نے ۳۰۲ھ میں وفات پائی اور انہوں نے اپنی کتاب سلطان محمود غزنوی کے حملہ ہندوستان ۳۹۲ھ سے تقریباً سو برس پہلے تحریر فرمائی۔

تمام دنیا کے مؤرخین گواہ ہیں کہ غیب داں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی زبان قدسی بیان سے ہندوستان کے بارے میں سینکڑوں برس پہلے جس غیب کی خبر کا اعلان فرمایا تھا وہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی کہ محمد بن قاسم نے سرزمین سندھ و مکران پر جہاد

[1]......سنن النسائی، کتاب الجهاد، باب غزوة الهند، الحدیث: ۳۱۷۱، ۳۱۷۲، ص ۵۱۷

فرمایا اور محمود غزنوی و شہاب الدین غوری نے ہندوستان کے سومنات و اجمیر وغیرہ پر جہاد کر کے اس ملک میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ یہاں تک کہ سرزمین ہند میں ناگالینڈ کی پہاڑیوں سے کوہ ہندوکش تک اور راس کماری سے ہمالیہ کی چوٹیوں تک اسلام کا پرچم لہرا چکا۔ حالانکہ مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی اس وقت دی تھی جب اسلام سرزمین حجاز سے بھی آگے نہیں پہنچ پایا تھا۔ ان غیب کی خبروں کو لفظ بلفظ پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر کون ہے جو غیب داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں اس طرح نذرانہ عقیدت نہ پیش کرے گا کہ

سرِ عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

(اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ)

کون کہاں مرے گا

جنگِ بدر میں لڑائی سے پہلے ہی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر میدان جنگ میں تشریف لے گئے اور اپنی چھڑی سے لکیر کھینچ کھینچ کر بتایا کہ یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہے۔ یہ ابوجہل کا مقتل ہے۔ اس جگہ قریش کا فلاں سردار مارا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ ہر سردار قریش کے قتل ہونے کے لیے آپ نے جو جو جگہیں مقرر فرما دی تھیں اسی جگہ اس کافر کی لاش خاک و خون میں لتھڑی ہوئی پائی گئی۔[1] (مسلم جلد۲ ص۱۰۲ باب غزوہ بدر)

---

[1]......صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة بدر، الحدیث:۱۷۷۹، ص ۹۸۱

حضرت فاطمہ کی وفات کب ہوگی

حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پاس بلا کر ان کے کان میں کوئی بات فرمائی تو وہ رونے لگیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کے کان میں ایک اور بات کہی تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا، تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راز ظاہر نہیں کر سکتی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوبارہ دریافت کرنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ میرے کان میں یہ فرمایا تھا کہ میں اپنی اسی بیماری میں وفات پا جاؤں گا۔ یہ سن کر میں فرطِ غم سے رو پڑی پھر فرمایا کہ اے فاطمہ! میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم وفات پا کر مجھ سے ملو گی۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میری جدائی کا زمانہ بہت ہی کم ہوگا۔[1] (بخاری جلد ۱ ص ۵۱۲)

اہل علم جانتے ہیں کہ یہ دونوں غیب کی خبریں حرف بحرف پوری ہوئیں کہ آپ نے اپنی اسی بیماری میں وفات پائی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی صرف چھ مہینے کے بعد وفات پا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جاملیں۔

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث:٣٦٢٦، ج٢، ص٥٠٧، ٥٠٨ و کتاب الاستئذان، باب من ناجی بین یدی الناس...الخ، الحدیث: ٦٢٨٥، ج٤، ص١٨٤

خود اپنی وفات کی اطلاع

جس سال حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت فرمائی، پہلے ہی سے آپ نے اپنی وفات کا اعلان فرمانا شروع کر دیا۔ چنانچہ حجۃ الوداع سے پہلے ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر روانہ فرمایا تو ان کے رخصت کرتے وقت آپ نے ان سے فرمایا کہ اے معاذ! اب اس کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکو گے جب تم واپس آؤ گے تو میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو گے۔ [1] (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۳۵)

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر جب کہ عرفات میں ایک لاکھ پچیس ہزار سے زائد مسلمانوں کا اجتماعِ عظیم تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں دورانِ خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ شاید آئندہ سال تم لوگ مجھ کو نہ پاؤ گے۔ [2]

اسی طرح مرضِ وفات سے کچھ دنوں پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ چاہے تو دنیا کی زندگی کو اختیار کر لے اور چاہے تو آخرت کی زندگی قبول کر لے تو اس بندے نے آخرت کو قبول کر لیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ آپ تو ایک بندے کے بارے میں یہ خبر دے رہے ہیں تو اس پر حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے رونے کا کیا موقع ہے؟ مگر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے چند ہی دنوں کے بعد وفات

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، الحدیث: ۲۲۱۱۵، ج۸، ص ۲۴۳

2 ......تاریخ الطبری، حجۃ الوداع، الحدیث: ۳۰۱، ج۲، ص ۳۴۴

پائی تو ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ اختیار دیا ہوا بندہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم لوگوں میں سے سب سے زیادہ علم والے تھے۔ (کیونکہ انہوں نے ہم سب لوگوں سے پہلے یہ جان لیا تھا کہ وہ اختیار دیا ہوا بندہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔)(1)

(بخاری جلد ۱ ص ۵۱۹ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدوا الابواب الخ)

حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ اس وقت پہاڑ ہلنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اے احد! ٹھہر جا اور یقین رکھ کہ تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور دو (عمر و عثمان) شہید ہیں۔(2)

(بخاری جلد ۱ ص ۵۱۹ باب فضل ابی بکر)

نبی اور صدیق کو تو سب جانتے تھے لیکن حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے بعد سب کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ دو شہید کون تھے۔

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت ملے گی

حضرت ابو سعید خدری و حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق کھود رہے تھے اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمار

---

1 ......صحیح البخاری ، کتاب فضائل ا صحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم ، باب قول النبی سدوا الابواب ...الخ، الحدیث:٣٦٥٤، ج٢، ص٥١٧

2 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی،باب قول النبی لو کنت متخذا...الخ، الحدیث: ٣٦٧٥، ج٢، ص٥٢٤

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیر کر ارشاد فرمایا کہ افسوس! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔[1] (مسلم جلد۲ ص ۳۹۵ کتاب الفتن)

یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گروہ یقیناً خطا کا مرتکب تھا۔لیکن چونکہ ان لوگوں کی خطا اجتہادی تھی لہٰذا یہ لوگ گنہگار نہ ہوں گے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی مجتہد اگر اپنے اجتہاد میں صحیح اور درست مسئلہ تک پہنچ گیا تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا اور اگر مجتہد نے اپنے اجتہاد میں خطا کی جب بھی اس کو ایک ثواب ملے گا۔[2] (حاشیہ بخاری بحوالہ کرمانی جلد۱ ص ۵۰۹ باب علامات النبوۃ)

اس لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لعن طعن ہرگز ہرگز جائز نہیں کیونکہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جنگ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔

پھر یہ بات بھی یہاں ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ مصری باغیوں کا گروہ جنھوں نے حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کر کے ان کو شہید کر دیا تھا یہ لوگ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل ہو کر حضرت امیر

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الفتن...الخ،باب لاتقوم الساعة...الخ،الحدیث:۲۹۱۵،۲۹۱۶، ص۱۵۵۸

2 ......حاشیة صحیح البخاری، کتاب المناقب،باب علامات النبوة...الخ،حاشیة:۱۱،ج۱،ص۵۰۹

معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے لڑ رہے تھے تو ممکن ہے کہ گھمسان کی جنگ میں انہی باغیوں کے ہاتھ سے حضرت عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید ہو گئے ہوں ۔اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہوگا کہ ''افسوس اے عمار! تجھ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا'' اور اس قتل کی ذمہ داری سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا دامن پاک رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بہر حال حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان میں لعن طعن کرنا رافضیوں کا مذہب ہے حضرات اہل سنت کو اس سے پرہیز کرنا لازم وضروری ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کا امتحان

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدینہ کے ایک باغ میں ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ دروازہ کھلوا کر اندر آئے تو آپ نے ان کو جنت کی بشارت دی۔پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ آئے تو آپ نے ان کو بھی جنت کی خوشخبری سنائی۔اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ آئے تو آپ نے ان کو جنت کی بشارت کے ساتھ ساتھ ایک امتحان اور آزمائش میں مبتلا ہونے کی بھی اطلاع دی۔یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے صبر کی دعا مانگی اور یہ کہا کہ خدا مددگار ہے۔(1) (مسلم جلد۲ ص ۲۷۷ باب فضائل عثمان)

حضرت علی کی شہادت

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

1 ......صحيح مسلم ،كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عثمان بن عفان،الحديث: ٦١٥٩،ص١٣٠٨

علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں بتادوں کہ سب سے بڑھ کر دو بد بخت انسان کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بتائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک قوم ثمود کا سرخ رنگ والا وہ بدبخت جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا اور دوسرا وہ بدبخت انسان جو اے علی! تمہارے یہاں پر (گردن کی طرف اشارہ کیا) تلوار مارے گا۔[1]

(مستدرک حاکم جلد۳ص۱۴۰ تا ص۱۴۱ مطبوعہ حیدرآباد)

یہ غیب کی خبر اس طرح ظہور پذیر ہوئی کہ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلوار سے قاتلانہ حملہ کیا جس سے زخمی ہو کر دو دن بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔[2] (تاریخ الخلفاء)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خوشخبری

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجۃ الوداع میں مکہ معظّمہ جا کر اس قدر شدید بیمار ہو گئے کہ ان کو اپنی زندگی کی امید نہ رہی۔ ان کو اس بات کی بہت زیادہ بے چینی تھی کہ اگر میں مر گیا تو میری ہجرت نامکمل رہ جائے گی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کی بے قراری دیکھ کر تسلی دی اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی اور یہ بشارت دی کہ امید ہے کہ تم ابھی نہیں مرو گے بلکہ تمہاری زندگی لمبی ہوگی اور بہت سے لوگوں کو تم سے نفع اور بہت سے لوگوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔[3] (بخاری جلد۱ ص۳۸۳ کتاب الوصایا)

---

1 ......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب وجه تلقيب على بابى تراب، الحديث: ٤٧٣٤، ج٤، ص١١٦

2 ......تاريخ الخلفاء، فصل فى مبايعة على رضى الله عنه...الخ، ص١٣٩

3 ......صحيح البخارى، كتاب الوصايا، باب ان يترك ورثته...الخ، الحديث: ٢٧٤٢، ج٢، ص٢٣٢

یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فتوحات عجم کی بشارت تھی۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کا سپہ سالار بن کر ایران پر فوج کشی کی اور چند سال میں بڑے بڑے معرکوں کے بعد بادشاہ ایران کسریٰ کے تخت و تاج کو چھین لیا۔ اس طرح مسلمانوں کو ان کی ذات سے بڑا فائدہ اور کفار مجوس کو ان کی ذات سے نقصان عظیم پہنچا۔ ایران حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہوا اور اس لڑائی کا نقشہ جنگ خود امیر المؤمنین نے ماہرین جنگ کے مشوروں سے تیار فرمایا تھا۔

حجاز کی آگ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک حجاز کی زمین سے ایک ایسی آگ نہ نکلے جس کی روشنی میں بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں گی۔ (1)

(مسلم جلد۲ ص ۳۹۳ کتاب الفتن)

اس غیب کی خبر کا ظہور ۶۵۴ھ میں ہوا۔ چنانچہ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا کہ یہ آگ ہمارے زمانے میں ۶۵۴ھ میں مدینہ کے اندر ظاہر ہوئی۔ یہ آگ اس قدر بڑی تھی کہ مدینہ کے مشرقی جانب سے لے کر ''حرہ'' کی پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی تھی اس آگ کا حال ملک شام اور تمام شہروں میں تواتر کے طریقے پر معلوم ہوا ہے اور ہم سے اس شخص نے بیان کیا جو اس وقت مدینہ میں موجود تھا۔ (2) (شرح مسلم نووی جلد۲ ص ۳۹۳ کتاب الفتن)

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعۃ...الخ، الحدیث: ۲۹۰۲، ص ۱۵۵۲

2 ......شرح مسلم للنووی، کتاب الفتن، ج۲، ص ۳۹۳

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ ۳ جمادی الآخرۃ ۶۵۴ھ کو مدینہ منورہ میں ناگہاں ایک گھر گھراہٹ کی آواز سنائی دینے لگی پھر نہایت ہی زوردار زلزلہ آیا جس کے جھٹکے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد دو دن تک محسوس کیے جاتے رہے۔ پھر بالکل اچانک قبیلہ قریظہ کے قریب پہاڑوں میں ایک ایسی خوفناک آگ نمودار ہوئی جس کے بلند شعلے مدینہ سے ایسے نظر آ رہے تھے کہ گویا یہ آگ مدینہ منورہ کے گھروں میں لگی ہوئی ہے۔ پھر یہ آگ بہتے ہوئے نالوں کی طرح سیلاب کے مانند پھیلنے لگی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ پہاڑیاں آگ بن کر بہتی چلی جا رہی ہیں اور پھر اس کے شعلے اس قدر بلند ہو گئے کہ آگ کا ایک پہاڑ نظر آنے لگا اور آگ کے شرارے ہر چہار طرف فضاؤں میں اڑنے لگے۔ یہاں تک کہ اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ سے نظر آنے لگی اور بہت سے لوگوں نے شہر بصریٰ میں رات کو اسی آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنوں کو دیکھ لیا۔ اہل مدینہ آگ کے اس ہولناک منظر سے لرزہ براندام ہو کر دہشت اور گھبراہٹ کے عالم میں توبہ اور استغفار کرتے ہوئے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے پاس پناہ لینے کے لیے مجتمع ہو گئے۔ ایک ماہ سے زائد عرصہ تک یہ آگ جلتی رہی اور پھر خود بخود رفتہ رفتہ اس طرح بجھ گئی کہ اس کا کوئی نشان بھی باقی نہیں رہا۔[1] (تاریخ الخلفاء ص ۳۲۴)

فتنوں کے علمبردار

حضرت حذیفہ بن یمان صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھی بھول گئے ہیں یا جانتے ہوئے انجان بن رہے ہیں۔

---

1 ...... تاریخ الخلفاء، المستعصم باللّٰہ عبداللّٰہ بن المستنصر باللّٰہ، ص ٤٦٥

واللہ! دنیا کے خاتمہ تک جتنے فتنوں کے ایسے قائدین ہیں جن کے متبعین کی تعداد تین سو یا اس سے زائد ہوں ان سب فتنوں کے علمبرداروں کا نام، ان کے باپوں کا نام، ان کے قبیلوں کا نام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو بتا دیا ہے۔ (1)

(ابوداود جلد۲ص۲۳۱ کتاب الفتن)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے گمراہوں اور فتنوں کے ہزاروں لاکھوں سرداروں اور علمبرداروں کے نام مع ولدیت وسکونت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بتا دیئے۔ ظاہر ہے کہ یہ علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔

قیامت تک کے واقعات

مسلم شریف کی حدیث ہے، حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں کو نماز فجر پڑھا کر منبر پر تشریف لے گئے اور ہم لوگوں کو خطبہ سناتے رہے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ پھر آپ نے منبر سے اتر کر نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ اس وقت آپ نے منبر سے اتر کر نماز عصر پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے لگے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو اس دن بھر کے خطبہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے تھے تو جس شخص نے جس قدر زیادہ اس خطبہ کو یاد رکھا وہ ہم صحابہ میں سب سے زیادہ علم والا ہے۔ (2) (مشکوٰۃ جلد۲ص۵۴۳)

---

1 ......سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلھا، الحدیث: ۴۲۴۳، ج۴، ص۱۲۹

2 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ...الخ، باب فی المعجزات، الحدیث: ۵۹۳۶، ج۲، ص۳۹۷

ضروری انتباہ

مذکورہ بالا واقعات ان ہزاروں واقعات میں سے صرف چند ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں۔ بلاشبہ ہزاروں واقعات جو صحاح ستہ اور احادیث کی دوسری کتابوں میں ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں، امت کو جھنجھوڑ کر متنبہ کر رہے ہیں کہ اول سے ابد تک کے تمام علوم غیبیہ کے خزانوں کو علام الغیوب جل جلالہٗ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینہ نبوت میں ودیعت فرما دیا ہے۔ لہٰذا ہر امتی کو یہ عقیدہ رکھنا لازمی اور ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن مجید کی مقدس تعلیم کا وہ عطر ہے جس سے اہل سنت کی دنیائے ایمان معطر ہے جیسا کہ خود خداوند عالم جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ٥ (1) (۱۳:۴)	اللہ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم عطا فرما دیا جس کو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔

اس موضوع پر سیر حاصل بحث ہماری کتاب (قرآنی تقریریں) میں پڑھئے۔

1......پ ۵، النساء: ۱۱۳

عالم جمادات کے معجزات

ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ حضور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزات کی حکمرانی کا پرچم عالم کائنات کی تمام مخلوقات پر لہرا چکا ہے۔ چنانچہ چند آسمانی معجزات کا تذکرہ تو ہم تحریر کر چکے ہیں اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین پر ظاہر ہونے والے بے شمار معجزات کی چند مثالیں بھی تحریر کر دی جائیں تاکہ ناظرین کے ذہنوں میں اس حقیقت کی تجلی آفتاب کی طرح روشن ہو جائے کہ خدا کی مخلوقات میں کوئی ایسا عالم نہیں جہاں رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزات و تصرفات کی سلطنت کا سکہ نہ چلتا ہو۔

چٹان کا بکھر جانا

غزوۂ خندق کے بیان میں ہم تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم مدینہ کے چاروں طرف کفار کے حملوں سے بچنے کے لیے خندق کھود رہے تھے اتفاق سے ایک بہت ہی سخت چٹان نکل آئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اپنی اجتماعی طاقت سے ہر چند اس کو توڑنا چاہا مگر وہ کسی طرح نہ ٹوٹ سکی، پھاوڑے اس پر پڑ پڑ کر اُچٹ جاتے تھے۔ جب لوگوں نے مجبور ہو کر خدمت اقدس میں یہ ماجرا عرض کیا تو آپ خود اٹھ کر تشریف لائے اور پھاوڑا ہاتھ میں لے کر ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ریت کے بھر بھرے ٹیلوں کی طرح چور ہو کر بکھر گئی۔[1] (بخاری جلد۲ ص ۵۸۸ خندق)

اشارہ سے بتوں کا گر جانا

ہر شخص جانتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، الحدیث: ۴۱۰۱، ج۳، ص ۵۱

ہوتی تھی۔ فتح مکہ کے دن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ میں تشریف لے گئے، اس وقت دست مبارک میں ایک چھڑی تھی اور آپ زبان اقدس سے یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝[1] — حق آ گیا اور باطل مٹ گیا یقیناً باطل مٹنے ہی کے قابل تھا۔

آپ اپنی چھڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے تھے وہ بغیر چھوئے ہوئے فقط اشارہ کرتے ہی دھم سے زمین پر گر پڑتا تھا۔[2]

(مدارج النبوۃ جلد۲ص ۲۹۰ بخاری جلد۲ص ۶۱۴)

پہاڑوں کا سلام کرنا

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ایک طرف کو نکلا تو میں نے دیکھا کہ جو درخت اور پہاڑ بھی سامنے آتا ہے اس سے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" کی آواز آتی ہے اور میں خود اس آواز کو اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔[3]

(ترمذی جلد۲ص ۲۰۳ باب ماجاء فی آیات نبوۃ النبی)

اسی طرح حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

---

1 ......پ ۱۵،بنی اسرءیل:۸۱

2 ......مدارج النبوت ، قسم سوم ، باب هفتم ، ج ۲ ، ص ۲۹۰

3 ......سنن الترمذی ، كتاب المناقب ، باب ماجاء فی آيات اثبات نبوة...الخ، الحديث: ۳٦٤٦،ج٥،ص ۳۵۹

علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ میں ایک پتھر ہے جو مجھ کو سلام کیا کرتا تھا میں اب بھی اس کو پہچانتا ہوں۔[1] (ترمذی جلد۲ص۲۰۳)

پہاڑ کا ہلنا

بخاری شریف کی یہ روایت چند اوراق پہلے ہم تحریر کر چکے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ساتھ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر احد پہاڑ پر چڑھے پہاڑ (جوشِ مسرت میں) جھوم کر ہلنے لگا اس وقت آپ نے پہاڑ کو ٹھوکر مار کر یہ فرمایا کہ ''ٹھہر جا'' اس وقت تیری پشت پر ایک پیغمبر ہے اور ایک صدیق ہے اور دو (حضرت عمر و حضرت عثمان) شہید ہیں۔[2]

(بخاری جلد۱ص۵۱۹ باب فضل ابی بکر)

مٹھی بھر خاک کا شاہکار

مسلم شریف کی حدیث میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ حنین میں جب کفار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ اپنی سواری سے اتر پڑے اور زمین سے ایک مٹھی مٹی لے کر کفار کے چہروں پر پھینکی اور ''شَاهَتِ الْوُجُوْهُ'' فرمایا تو کافروں کے لشکر میں کوئی ایک انسان بھی باقی نہیں رہا جس کی دونوں آنکھیں اِسی مٹی سے نہ بھر گئی ہوں چنانچہ وہ سب اپنی اپنی آنکھیں ملتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے اور شکست کھا گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی آیات اثبات نبوة...الخ، الحدیث:٣٦٤٤، ج٥، ص٣٥٨

2 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، باب قول النبی: لو کنت متخذا خلیلا، ج٢، ص٥٢٤

کے اموالِ غنیمت کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرما دیا۔[1]

(مشکوٰۃ جلد۲ ص۵۳۴ باب المعجزات)

اسی طرح ہجرت کی رات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والے کافروں پر جب ایک مٹھی خاک پھینکی تو یہ مٹھی بھر مٹی تمام کافروں کے سروں پر پڑ گئی۔[2] (مدارج جلد۲ ص۵۷)

تبصرہ

مذکورہ بالا پانچوں مستند واقعات گواہی دے رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات و تصرفات کی حکمرانی عالم جمادات پر بھی ہے اور عالم جمادات کی ہر ہر چیز جانتی پہچانتی اور مانتی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کو عالم جمادات کا ہر ہر فرد اپنے لیے لازم الایمان اور واجب العمل جانتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کا اشارہ پا کر کنکریوں نے کلمہ پڑھا، آپ کے دست مبارک میں سنگریزوں نے خدا کی تسبیح پڑھی، آپ کی دعا پر دیواروں نے ''آمین'' کہا۔[3]

(دلائل النبوت و شفاء جلد ۱ ص ۲۰۱ تا ۲۰۲)

عالم نباتات کے معجزات

خوشہ درخت سے اُتر پڑا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ

1 ......صحیح مسلم ، کتاب الجهاد والسیر، باب فی غزوة حنین،الحدیث:۱۷۷۷،ص ۹۸۱

2 ......مدارج النبوت ، قسم اول ، باب دوم،ج ۲، ص۵۷

3 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، الباب الرابع،فصل ومثل هذا...الخ،ج۱،ص۳۰۶،۳۰۷

رسالت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے یہ کیونکر یقین ہو کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس کھجور کے درخت پر جو خوشہ لٹک رہا ہے اگر میں اس کو اپنے پاس بلاؤں اور وہ میرے پاس آ جائے تو کیا تم میری نبوت پر ایمان لاؤ گے؟ اس نے کہا کہ ہاں بے شک میں آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر ضرور آپ کو خدا کا رسول مان لوں گا۔ آپ نے کھجور کے اس خوشہ کو بلایا تو وہ فوراً ہی چل کر درخت سے اترا اور آپ کے پاس آ گیا پھر آپ نے حکم دیا تو وہ واپس جا کر درخت میں اپنی جگہ پر پیوست ہو گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر وہ اعرابی فوراً ہی دامن اسلام میں آ گیا۔ (1)

(ترمذی جلد۲ ص۲۰۳ باب ماجاء فی آیات نبوۃ النبی الخ)

درخت چل کر آیا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک اعرابی آپ کے پاس آیا، آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس اعرابی نے سوال کیا کہ کیا آپ کی نبوت پر کوئی گواہ بھی ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں یہ درخت جو میدان کے کنارے پر ہے میری نبوت کی گواہی دے گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس درخت کو بلایا اور وہ فوراً ہی زمین چیرتا ہوا اپنی جگہ سے چل کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو گیا اور اس نے بہ آواز بلند تین مرتبہ آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اشارہ فرمایا تو وہ درخت زمین میں چلتا ہوا اپنی جگہ پر چلا گیا۔

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی آیات اثبات نبوۃ...الخ، الحدیث:۳۶۴۸، ج۵، ص ۳۶۰

محدث بزار و امام بیہقی و امام بغوی نے اس حدیث میں یہ روایت بھی تحریر فرمائی ہے کہ اس درخت نے بارگاہِ اقدس میں آ کر "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه" کہا، اعرابی یہ معجزہ دیکھتے ہی مسلمان ہوگیا اور جوشِ عقیدت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ یہ فرما کر آپ نے اس کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ پھر اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے دست مبارک اور مقدس پاؤں کو بوسہ دوں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کو اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اس نے آپ کے مقدس ہاتھ اور مبارک پاؤں کو والہانہ عقیدت کے ساتھ چوم لیا۔ (1)

(زرقانی جلد۵ ص ۱۲۸ تا ص ۱۳۱)

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ سفر میں ایک منزل پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استنجاء فرمانے کے لیے میدان میں تشریف لے گئے مگر کہیں کوئی آڑ کی جگہ نظر نہیں آئی ہاں البتہ اس میدان میں دو درخت نظر آئے جو ایک دوسرے سے کافی دوری پر تھے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک درخت کی شاخ پکڑ کر چلنے کا حکم دیا تو وہ درخت اس طرح آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا جس طرح مہار والا اونٹ مہار پکڑنے والے کے ساتھ چلنے لگتا ہے پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دوسرے درخت کی ٹہنی تھام کر اس کو بھی چلنے کا اشارہ فرمایا تو وہ بھی چل پڑا اور دونوں درخت

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب كلام الشجرله وسلامهاعليه...الخ، ج٦، ص٥١٧-٥١٩

ایک دوسرے سے مل گئے اور آپ نے اس کی آڑ میں اپنی حاجت رفع فرمائی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا تو وہ دونوں درخت زمین چیرتے ہوئے چل پڑے اور اپنی اپنی جگہ پر پہنچ کر جا کھڑے ہوئے۔[1] (زرقانی جلد۵ ص۱۳۱ تا ص۱۳۲)

انتباہ

یہی وہ معجزہ ہے جس کو حضرت علامہ بوصیری علیہ الرحمۃ نے اپنے قصیدہ بردہ میں تحریر فرمایا کہ ؎

جَاءَ تْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً

تَمْشِىْ اِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

یعنی آپ کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے اور بلا قدم کے اپنی پنڈلی سے چلتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ نیز پہلی حدیث سے ثابت ہوا کہ دیندار بزرگوں مثلاً علماء و مشائخ کی تعظیم کے لیے ان کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا جائز ہے۔ چنانچہ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی کتاب ''اذکار'' میں اور ہم نے اپنی کتاب ''نوادر الحدیث'' میں اس مسئلہ کو مفصل تحریر کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

چھڑی روشن ہوگئی

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ دو صحابی حضرت اُسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ تعالٰی عنہما اندھیری رات میں بہت دیر تک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بات کرتے رہے جب یہ دونوں بارگاہ رسالت سے اپنے گھروں کے لیے روانہ ہوئے تو ایک کی چھڑی ناگہاں خود بخود روشن ہوگئی اور وہ دونوں اسی چھڑی کی روشنی میں چلتے

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب كلام الشجر له وسلامها عليه...الخ، ج٦، ص ٥٢٠، ٥٢١

رہے جب کچھ دور چل کر دونوں کے گھروں کا راستہ الگ الگ ہو گیا تو دوسرے کی چھڑی بھی روشن ہو گئی اور دونوں اپنی اپنی چھڑیوں کی روشنی کے سہارے سخت اندھیری رات میں اپنے اپنے گھروں تک پہنچ گئے ۔[1] (مشکوٰۃ جلد۲ص۵۴۴ و بخاری جلد۱ص ۵۳۷)

اسی طرح امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی رات سخت اندھیری تھی اور آسمان پر گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ بوقت روانگی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انہیں درخت کی ایک شاخ عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم بلا خوف وخطر اپنے گھر جاؤ یہ شاخ تمہارے ہاتھ میں ایسی روشن ہو جائے گی کہ دس آدمی تمہارے آگے اور دس آدمی تمہارے پیچھے اس کی روشنی میں چل سکیں اور جب تم گھر پہنچو گے تو ایک کالی چیز کو دیکھو گے اس کو مار کر گھر سے نکال دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جوں ہی حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشانۂ نبوت سے نکلے وہ شاخ روشن ہو گئی اور وہ اسی کی روشنی میں چل کر اپنے گھر پہنچ گئے اور دیکھا کہ وہاں ایک کالی چیز موجود ہے آپ نے فرمان نبوت کے مطابق اس کو مار کر گھر سے باہر نکال دیا۔[2] (الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین ص ۱۱۶)

لکڑی کی تلوار

جنگِ بدر کے دن حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک درخت کی ٹہنی دے کر فرمایا کہ ''تم اس

1 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب الفضائل و الشمائل، باب الکرامات، الحدیث: ٥٩٤٤، ج٢، ص٣٩٩

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسندابی سعید الخدری، الحدیث: ١١٦٢٤، ج٤، ص ١٣١

سے جنگ کرو'' وہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں آتے ہی ایک نہایت نفیس اور بہترین تلوار بن گئی جس سے وہ عمر بھر تمام لڑائیوں میں جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگِ اُحد کے دن ٹوٹ گئی تھی تو ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کھجور کی شاخ دے کر ارشاد فرمایا کہ ''تم اس سے لڑو'' وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں آتے ہی ایک بَرّاق تلوار بن گئی۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تلوار کا نام ''عرجون'' تھا یہ خلفاء بنو العباس کے دور حکومت تک باقی رہی یہاں تک کہ خلیفہ معتصم باللہ کے ایک امیر نے اس تلوار کو بائیس دینار میں خریدا اور حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کا نام ''عون'' تھا، یہ دونوں تلواریں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کے تصرفات کی یادگار تھیں۔[1] (مدارج النبوۃ جلد۲ص ۱۲۳)

رونے والا ستون

مسجد نبوی میں پہلے منبر نہیں تھا، کھجور کے تنا کا ایک ستون تھا اسی سے ٹیک لگا کر آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب ایک انصاری عورت نے ایک منبر بنوا کر مسجد نبوی میں رکھا تو آپ نے اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کر دیا ناگہاں اس ستون سے بچوں کی طرح رونے کی آواز آنے لگی اور بعض روایات میں آیا ہے کہ اونٹنیوں کی طرح بلبلانے کی آواز آئی۔ یہ راویانِ حدیث کے مختلف ذوق کی بنا پر رونے کی مختلف تشبیہیں ہیں راویوں کا مقصود یہ ہے کہ درد فراق سے بلبلا کر اور بے قرار ہو کر ستون

[1]......مدارج النبوت، قسم سوم، باب چهارم، ج ۲، ص۱۲۳ ملخصاً

زار زار رونے لگا اور بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ستون اس قدر زور زور سے رونے لگا کہ قریب تھا کہ جوشِ گریہ سے پھٹ جائے اور اس رونے کی آواز کو مسجد نبوی کے تمام مصلیوں نے اپنے کانوں سے سنا۔ ستون کی گریہ وزاری کو سن کر حضور رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے اتر کر آئے اور ستون پر تسکین دینے کے لئے اپنا مقدس ہاتھ رکھ دیا اور اس کو اپنے سینہ سے لگا لیا تو وہ ستون اس طرح ہچکیاں لے لے کے رونے لگا جس طرح رونے والے بچے کو جب چپ کرایا جاتا ہے تو وہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگتا ہے۔ بالآخر جب آپ نے ستون کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا تو وہ سکون پا کر خاموش ہو گیا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ ستون کا یہ رونا اس بنا پر تھا کہ یہ پہلے خدا کا ذکر سنتا تھا اب جو نہ سنا تو رونے لگا۔ [1] (بخاری جلد ۱ ص ۲۸۱ باب النجار و ص ۵۰۶ باب علامات النبوۃ)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ستون کو اپنے سینہ سے لگا کر یہ فرمایا کہ اے ستون! اگر تو چاہے تو میں تجھ کو پھر اسی باغ میں تیری پہلی جگہ پر پہنچا دوں تا کہ تو پہلے کی طرح ہرا بھرا درخت ہو جائے اور ہمیشہ پھلتا پھولتا رہے اور اگر تیری خواہش ہو تو میں تجھ کو باغ بہشت کا ایک درخت بنا دینے کے لئے خدا سے دعا کر دوں تا کہ جنت میں خدا کے اولیاء تیرا پھل کھاتے رہیں۔ یہ سن کر ستون نے اتنی بلند آواز سے جواب دیا کہ آس پاس کے لوگوں نے بھی سن لیا، ستون کا جواب یہ تھا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میری یہی تمنا ہے کہ میں جنت کا ایک درخت بنا دیا جاؤں تا کہ خدا کے اولیاء میرا پھل کھاتے رہیں اور مجھے حیات جاودانی مل جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث: ۳۵۸۴، ج ۲، ص ۴۹۶

اے ستون! میں نے تیری اس آرزو کو منظور کر لیا۔ پھر آپ نے سامعین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے لوگو! دیکھو اس ستون نے دارالفناء کی زندگی کو ٹھکرا کر دارالبقاء کی حیات کو اختیار کر لیا۔[1] (شفاء شریف جلد۱ ص۲۰۰)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستون کو اپنے سینہ سے لگا کر ارشاد فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر میں اس ستون کو اپنے سینہ سے نہ چمٹا تا تو یہ قیامت تک روتا ہی رہتا۔

واضح رہے کہ گریۂ ستون کا یہ معجزہ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں گیارہ صحابیوں سے منقول ہے جن کے نام یہ ہیں: ﴿۱﴾ جابر بن عبد اللہ ﴿۲﴾ اُبی بن کعب ﴿۳﴾ انس بن مالک ﴿۴﴾ عبد اللہ بن عمر ﴿۵﴾ عبد اللہ بن عباس ﴿۶﴾ سہل بن سعد ﴿۷﴾ ابو سعید خدری ﴿۸﴾ بریدہ ﴿۹﴾ ام سلمہ ﴿۱۰﴾ مطلب بن ابی وداعہ ﴿۱۱﴾ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، پھر دور صحابہ کے بعد بھی ہر زمانے میں راویوں کی ایک جماعت کثیرہ اس حدیث کو روایت کرتی رہی یہاں تک کہ علامہ قاضی عیاض اور علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے فرمایا کہ گریۂ ستون کی حدیث ''خبر متواتر'' ہے۔[2]

(شفاء شریف جلد۱ ص۱۹۹ والکلام المبین ص۱۱۶)

اس ستون کے بارے میں ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اپنے منبر کے نیچے دفن فرما دیا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے اس کو مسجد نبوی کی چھت میں لگا دیا۔ ان دونوں روایتوں میں شارحین حدیث نے اس طرح

---

1 ......الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ،فصل فى قصة حنين الجذع ، ج١، ص ٣٠٤،٣٠٥

2 ......الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ، فصل فى قصة حنين الجذع، ج١، ص ٣٠٣،٣٠٤
و المواهب اللدنية مع شرح الزرقانى ، باب حنين الجذع شوقااليه ، ج٦، ص ٥٢٤

تطبیق دی ہے کہ پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دفن فرما دیا پھر اس خیال سے کہ یہ لوگوں کے قدموں سے پامال ہوگا اس کو زمین سے نکال کر چھت میں لگا دیا اس طرح زمین میں دفن کرنے اور چھت میں لگانے کی دونوں روایتیں دو وقتوں میں ہونے کے لحاظ سے درست ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پھر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جب تعمیر جدید کے لئے مسجد نبوی منہدم کی گئی اور یہ ستون چھت سے نکالا گیا تو اس کو مشہور صحابی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مقدس تبرک سمجھ کر اٹھا لیا اور اس کو اپنے پاس رکھ لیا یہاں تک کہ یہ بالکل ہی کہنہ اور پرانا ہو کر چور چور ہو گیا۔

اس ستون کو دفن کرنے کے بارے میں علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ نکتہ تحریر فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ خشک لکڑی کا ایک ستون تھا مگر یہ درجات و مراتب میں ایک مردِ مومن کے مثل قرار دیا گیا کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق و محبت میں رویا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کا برتاؤ یہ ایمان والوں ہی کا خاصہ ہے۔[1] (واللہ تعالیٰ اعلم) (شفاء شریف جلد ۱ ص ۲۰۰ و زرقانی جلد ۵ ص ۱۳۸)

عالم حیوانات کے معجزات

جانوروں کا سجدہ کرنا

احادیث کی اکثر کتابوں میں چند الفاظ کے تغیر کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے کہ ایک انصاری کا اونٹ بگڑ گیا تھا اور وہ کسی کے قابو میں نہیں آتا تھا بلکہ لوگوں کو کاٹنے کے لئے حملہ کیا کرتا تھا۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کیا۔ آپ نے

1 ......الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ، فصل فى قصة حنين الجذع ، ج ١ ، ص ٣٠٤
و شرح الزرقانى على المواهب ،باب حنين الجذع شوقااليه ، ج ٦ ، ص ٥٣٤

خود اس اونٹ کے پاس جانے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے آپ کو روکا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ اونٹ لوگوں کو دوڑ کر کتے کی طرح کاٹ کھاتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مجھے اس کا کوئی خوف نہیں ہے'' یہ کہہ کر آپ آگے بڑھے تو اونٹ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آ کر اپنی گردن ڈال دی اور آپ کو سجدہ کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے سر اور گردن پر اپنا دست شفقت پھیر دیا تو وہ بالکل ہی نرم پڑ گیا اور فرمانبردار ہو گیا اور آپ نے اس کو پکڑ کر اس کے مالک کے حوالہ کر دیا۔ پھر یہ ارشاد فرمایا کہ خدا کی ہر مخلوق جانتی اور مانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں لیکن جنوں اور انسانوں میں سے جو کفار ہیں وہ میری نبوت کا اقرار نہیں کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اونٹ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم انسانوں کو تو سب سے پہلے آپ کو سجدہ کرنا چاہیے یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔[1] (زرقانی جلد۵ ص۱۴۰ تا ص۱۴۱ و مشکوٰۃ جلد۲ ص۵۴۰ باب المعجزات)

بارگاہ رسالت میں اونٹ کی فریاد

ایک بار حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ کھڑا ہوا زور زور سے چلا رہا تھا۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو ایک دم بلبلانے لگا اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریب جا کر اس کے سر اور کنپٹی پر اپنا دست شفقت پھیرا تو وہ تسلی پا کر بالکل

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب سجود الجمل وشكواه اليه، ج٦، ص٥٣٨-٥٤٤ ملخصاً

خاموش ہوگیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً ان کو بلوایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے قبضہ میں دے کر ان کو تمہارا محکوم بنا دیا ہے لہٰذا تم لوگوں پر لازم ہے کہ تم ان جانوروں پر رحم کیا کرو تمہارے اس اونٹ نے مجھ سے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لے کر اس کو تکلیف دیتے ہو۔[1] (ابوداود جلد ۱ ص ۳۵۲ مجتبائی)

بے دودھ کی بکری نے دودھ دیا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک نوعمر لڑکا تھا اور مکہ میں کافروں کے سردار عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا اتفاق سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میرے پاس سے گزر ہوا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے لڑکے! اگر تمہاری بکریوں کے تھنوں میں دودھ ہو تو ہمیں بھی دودھ پلاؤ، میں نے عرض کیا کہ میں ان بکریوں کا مالک نہیں ہوں بلکہ ان کا چرواہا ہونے کی حیثیت سے امین ہوں، میں بھلا بغیر مالک کی اجازت کے کس طرح ان بکریوں کا دودھ کسی کو پلا سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہاری بکریوں میں کوئی بچہ بھی ہے میں نے کہا کہ ''جی ہاں'' آپ نے فرمایا اس بچے کو میرے پاس لاؤ۔ میں لے آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بچے کی ٹانگوں کو پکڑ لیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے تھن کو اپنا مقدس ہاتھ لگا دیا تو اس کا تھن دودھ سے بھر گیا پھر ایک گہرے پتھر میں آپ نے اس کا دودھ دوہا، پہلے خود پیا

1 ......المواھب اللدنية وشرح الزرقاني ، باب سجود الجمل وشكواه اليه ،ج٦،ص٥٤٣

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پلایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھ کو بھی پلایا پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس بکری کے تھن میں ہاتھ مار کر فرمایا کہ اے تھن! تو سمٹ جا چنانچہ فوراً ہی اس کا تھن سمٹ کر خشک ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ میں اس معجزہ کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپ پر آسمان سے جو کلام نازل ہوا ہے مجھے بھی سکھایئے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ضرور سیکھو تمہارے اندر سیکھنے کی صلاحیت ہے۔ چنانچہ میں نے آپ کی زبان مبارک سے سن کر قرآن مجید کی ستر سورتیں یاد کر لیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا کرتے تھے کہ میرے اسلام قبول کرنے میں اس معجزہ کو بہت بڑا دخل ہے۔[1] (طبقات ابن سعد ج۱ ص۱۲۲)

تبلیغ اسلام کرنے والا بھیڑیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیئے نے ایک بکری کو پکڑ لیا لیکن بکریوں کے چرواہے نے بھیڑیئے پر حملہ کر کے اس سے بکری کو چھین لیا۔ بھیڑیا بھاگ کر ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اے چرواہے! اللہ تعالٰی نے مجھ کو رزق دیا تھا مگر تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم! میں نے آج سے زیادہ کبھی کوئی حیرت انگیز اور تعجب خیز منظر نہیں دیکھا کہ ایک بھیڑیا عربی زبان میں مجھ سے کلام کرتا ہے۔ بھیڑیا کہنے لگا کہ اے چرواہے! اس سے کہیں زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ تو یہاں بکریاں چرا رہا ہے اور تو اس نبی کو چھوڑے اور ان سے منہ موڑے ہوئے بیٹھا ہے جن سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ کوئی نبی نہیں آیا۔

---

1 ......الطبقات الکبری لابن سعد ، باب ومن خلفاء ...الخ،عبداللّٰہ بن مسعود، ج۳،ص ۱۱۱

اس وقت جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں اور تمام اہل جنت اس نبی کے ساتھیوں کی شانِ جہاد کا منظر دیکھ رہے ہیں اور تیرے اور اس نبی کے درمیان بس ایک گھاٹی کا فاصلہ ہے۔ کاش! تو بھی اس نبی کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ کے لشکروں کا ایک سپاہی بن جاتا۔ چرواہے نے اس گفتگو سے متاثر ہو کر کہا کہ اگر میں یہاں سے چلا گیا تو میری بکریوں کی حفاظت کون کرے گا؟ بھیڑیئے نے جواب دیا کہ تیرے لوٹنے تک میں خود تیری بکریوں کی نگہبانی کروں گا۔ چنانچہ چرواہے نے اپنی بکریوں کو بھیڑیئے کے سپرد کر دیا اور خود بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور واقعی بھیڑیئے کے کہنے کے مطابق اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کو جہاد میں مصروف پایا۔ پھر چرواہے نے بھیڑیئے کے کلام کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاؤ تم اپنی سب بکریوں کو زندہ وسلامت پاؤ گے۔ چنانچہ چرواہا جب لوٹا تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بھیڑیا اس کی بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے اور اس کی کوئی بکری بھی ضائع نہیں ہوئی ہے چرواہے نے خوش ہو کر بھیڑیئے کے لئے ایک بکری ذبح کر کے پیش کر دی اور بھیڑیا اس کو کھا کر چل دیا۔[1] (زرقانی جلد۵ ص۱۳۵ تا ص۱۳۶)

اعلان ایمان کرنے والی گوہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی سلیم کا ایک اعرابی ناگہاں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانی محفل کے پاس سے گزرا آپ اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ یہ اعرابی جنگل سے ایک گوہ پکڑ کر لا رہا تھا

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، باب كلام الذئب وشهادته...الخ، ج٦، ص٥٤٩

اعرابی نے آپ کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا کہ وہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ اعرابی یہ سن کر آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے لات وعزیٰ کی قسم ہے کہ میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک میری یہ گوہ آپ کی نبوت پر ایمان نہ لائے، یہ کہہ کر اس نے گوہ کو آپ کے سامنے ڈال دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوہ کو پکارا تو اس نے ''لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ'' اتنی بلند آواز سے کہا کہ تمام حاضرین نے سن لیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیرا معبود کون ہے؟ گوہ نے جواب دیا کہ میرا معبود وہ ہے کہ اس کا عرش آسمان میں ہے اور اس کی بادشاہی زمین میں ہے اور اس کی رحمت جنت میں ہے اور اس کا عذاب جہنم میں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے گوہ! یہ بتا کہ میں کون ہوں؟ گوہ نے بلند آواز سے کہا کہ آپ رب العالمین کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں جس نے آپ کو سچا مانا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے آپ کو جھٹلایا وہ نامراد ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر اعرابی اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں جس وقت آپ کے پاس آیا تھا تو میری نظر میں روئے زمین پر آپ سے زیادہ ناپسند کوئی آدمی نہیں تھا لیکن اس وقت میرا یہ حال ہے کہ آپ میرے نزدیک میری اولاد بلکہ میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے لئے حمد ہے جس نے تجھ کو ایسے دین کی ہدایت دی جو ہمیشہ غالب رہے گا اور کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کی تعلیم دی۔ اعرابی قرآن کی ان دو سورتوں کو سن کر کہنے لگا کہ میں نے بڑے بڑے فصیح و بلیغ، طویل و مختصر ہر قسم کے کلاموں کو سنا ہے مگر خدا کی قسم! میں

نے آج تک اس سے بڑھ کر اور اس سے بہتر کلام کبھی نہیں سنا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ یہ قبیلہ بنی سلیم کا ایک مفلس انسان ہے تم لوگ اس کی مالی امداد کر دو۔ یہ سن کر بہت سے لوگوں نے اس کو بہت کچھ دیا یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دس گابھن اونٹنیاں دیں۔ یہ اعرابی تمام مال و سامان کو ساتھ لے کر جب اپنے گھر کی طرف چلا تو راستے میں دیکھا کہ اس کی قوم بنی سلیم کے ایک ہزار سوار نیزہ اور تلوار لئے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے لئے اور کس ارادہ سے چلے ہو؟ سواروں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اس شخص سے لڑنے کے لئے جا رہے ہیں جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور ہمارے دیوتاؤں کو برا بھلا کہتا ہے۔ یہ سن کر اعرابی نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا اور اپنا سارا واقعہ ان سواروں سے بیان کیا۔ ان سواروں نے جب اعرابی کی زبان سے اس کا ایمان افروز بیان سنا تو سب نے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا۔ پھر سب کے سب بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر تیزی کے ساتھ ان لوگوں کے استقبال کے لئے کھڑے ہوئے کہ آپ کی چادر آپ کے جسم اطہر سے گر پڑی اور یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہوئے اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ ہمیں جو حکم دیں گے ہم آپ کے ہر حکم کی فرمانبرداری کریں گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جھنڈے کے نیچے جہاد کرتے رہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بنی سلیم کے سوا کوئی قبیلہ بھی ایسا نہیں تھا جس کے ایک ہزار آدمی بہ یک

وقت مسلمان ہوئے ہوں۔ اس حدیث کو طبرانی و بیہقی و حاکم و ابن عدی جیسے بڑے بڑے محدثین نے روایت کیا ہے۔[1] (زرقانی ج ۵ ص ۱۴۸ تا ص ۱۴۹)

انتباہ

اس قسم کے سینکڑوں معجزات میں سے یہ چند واقعات اس بات کی سورج سے زیادہ روشن دلیلیں ہیں کہ روئے زمین کے تمام حیوانات حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جانتے پہچانتے اور مانتے ہیں کہ آپ نبی آخر الزماں، خاتم پیغمبراں ہیں اور یہ سب کے سب آپ کی مدح و ثنا کے خطیب اور آپ کی مقدس دعوت اسلام کے نقیب ہیں اور یہ سب آپ کے امر و نہی کی حکمرانی اور آپ کے اقتدار و تصرفات کی سلطانی کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کے ہر فرمان کو اپنے لئے واجب الایمان اور لازم العمل سمجھتے ہیں اور آپ کے اعزاز و اکرام اور آپ کی تعظیم و احترام کو اپنے لئے سرمایۂ حیات تصور کرتے ہیں۔ کاش! اس زمانے کے مسلم نما کلمہ پڑھنے پڑھانے والے انسان ان بے زبان جانوروں سے تعظیم و احترام رسول کا سبق سیکھتے اور دل و جان سے اس روشن حقیقت پر دھیان دیتے کہ ؎

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم، جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں
ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد، ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پہ شترانِ ناشاد، گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

(اعلیٰ حضرت قدس سرہ)

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب حديث الحمار، ج٦، ص ٥٥٤ـ٥٥٧

عالم انسانیت کے معجزات

تھوڑی چیز زیادہ ہوگئی

تمام دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں کا ابتدائی زمانہ بہت ہی فقر و فاقہ میں گزرا ہے۔ کئی کئی دن گزر جاتے تھے کہ ان لوگوں کو کوئی چیز کھانے کے لئے نہیں ملتی تھی۔ ایسی حالت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ان فاقہ زدہ مسلمانوں کی نصرت و دستگیری نہ کرتا تو بھلا ان مفلس اور فاقہ مست مسلمانوں کا کیا حال ہوتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان سے اترنے والے دسترخوان کی سات روٹیوں اور سات مچھلیوں سے کئی سو آدمیوں کو شکم سیر کر دیا۔ یقیناً یہ ان کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے جس کا ذکر انجیل و قرآن دونوں مقدس آسمانی کتابوں میں مذکور ہے۔ لیکن حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک سے سینکڑوں مرتبہ اس قسم کی معجزانہ برکتوں کا ظہور رہا کہ تھوڑا سا کھانا پانی سینکڑوں بلکہ ہزاروں انسانوں کو شکم سیر اور سیراب کرنے کے لئے کافی ہوگیا۔ اس قسم کے سینکڑوں معجزات میں سے مندرج ذیل چند معجزات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزانہ تصرفات کی آیات بینات بن کر احادیث کی کتابوں میں اس طرح چمک رہے ہیں جس طرح آسمان پر اندھیری راتوں میں ستارے چمکتے اور جگمگاتے رہتے ہیں۔

اُمِ سُلَیم کی روٹیاں

ایک دن حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں آئے اور اپنی بیوی حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمزور آواز سے یہ محسوس کیا کہ آپ بھوکے ہیں۔ اُمِ سلیم

رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جو کی چند روٹیاں دوپٹے میں لپیٹ کر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ آپ کی خدمت میں بھیج دیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ جب بارگاہِ نبوت میں پہنچے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ابوطلحہ نے تمہارے ہاتھ کھانا بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ''جی ہاں'' یہ سن کر آپ اپنے اصحاب کے ساتھ اٹھے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مکان پر تشریف لائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دوڑ کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس بات کی خبر دی، انہوں نے بی بی اُمِ سلیم سے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک جماعت کے ساتھ ہمارے گھر پر تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مکان سے نکل کر نہایت ہی گرم جوشی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا آپ نے تشریف لا کر حضرت بی بی اُمِ سلیم رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہو لاؤ۔ انہوں نے وہی چند روٹیاں پیش کر دیں جن کو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ بارگاہ رسالت میں بھیجا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم سے ان روٹیوں کا چورہ بنایا گیا اور حضرت بی بی اُمِ سلیم رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اس چورہ پر بطور سالن کے گھی ڈال دیا، ان چند روٹیوں میں آپ کے معجزانہ تصرفات سے اس قدر برکت ہوئی کہ آپ دس دس آدمیوں کو مکان کے اندر بلا بلا کر کھلاتے رہے اور وہ لوگ خوب شکم سیر ہو کر کھاتے اور جاتے رہے یہاں تک کہ ستر یا اسی آدمیوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھا لیا۔ (1) (بخاری جلد ۱ ص ۵۰۵ علامات النبوۃ و بخاری جلد ۲ ص ۹۸۹)

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، الحدیث: ۳۵۷۸، ج ۲، ص ۴۹۴

حضرت جابر کی کھجوریں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد یہودیوں کے قرضدار تھے اور جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے والد نے اپنے اوپر قرض چھوڑ کر وفات پائی ہے اور کھجوروں کے سوا میرے پاس قرض ادا کرنے کا کوئی سامان نہیں ہے، صرف کھجوروں کی پیداوار سے کئی برس تک یہ قرض ادا نہیں ہوسکتا آپ میرے باغ میں تشریف لے چلیں تا کہ آپ کے ادب سے یہودی اپنا قرض وصول کرنے میں مجھ پر سختی نہ کریں۔ چنانچہ آپ باغ میں تشریف لائے اور کھجوروں کا جو ڈھیر لگا ہوا تھا اس کے گرد چکر لگا کر دعا فرمائی اور خود کھجوروں کے ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ آپ کے معجزانہ تصرف اور دعا کی تاثیر سے ان کھجوروں میں اس قدر برکت ہوئی کہ تمام قرض ادا ہو گیا اور جس قدر کھجوریں قرضداروں کو دی گئیں اتنی ہی بچ رہیں۔ [1] (بخاری ج۲ص۵۰۵علامات النبوۃ)

حضرت ابوہریرہ کی تھیلی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں کچھ کھجوریں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کھجوروں میں برکت کی دعا فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو اکٹھا کر کے دعاءِ برکت فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ تم ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور تم جب چاہو ہاتھ ڈال کر اس میں سے نکالتے رہو لیکن کبھی توشہ دان جھاڑ کر بالکل خالی نہ کر دینا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیس برس تک ان کھجوروں کو

---

1 ......صحیح البخاری ، کتاب المناقب،باب علامات النبوۃ فی الاسلام ، الحدیث: ۳۵۸۰، ج۲، ص ۴۹۵

کھاتے اور کھلاتے رہے بلکہ کئی من اس میں سے خیرات بھی کر چکے مگر وہ ختم نہ ہوئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہمیشہ اس تھیلی کو اپنی کمر سے باندھے رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے دن وہ تھیلی ان کی کمر سے کٹ کر کہیں گر گئی۔(1) (مشکوٰۃ جلد۲ص ۵۴۲ معجزات و ترمذی جلد۲ص ۲۲۴ مناقب ابوہریرہ)

اس تھیلی کے ضائع ہونے کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو عمر بھر صدمہ اور افسوس رہا۔ چنانچہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے دن نہایت رقت انگیز اور درد بھرے لہجہ میں یہ شعر پڑھتے ہوئے چلتے پھرتے تھے کہ ؎

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِيْ هَمَّانِ بَيْنَهُمُ

هَمُّ الْجِرَابِ وَهَمُّ الشَّيْخِ عُثْمَانَا (2)

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

لوگوں کے لئے ایک غم ہے اور میرے لئے دو غم ہیں ایک تھیلی کا غم دوسرے شیخ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کا غم۔

اُمِ مالک کا کُپّہ

حضرت اُمِ مالک رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس ایک کپہ تھا جس میں وہ حضور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہدیہ میں گھی بھیجا کرتی تھیں اس کپے میں اتنی عظیم برکتوں کا ظہور ہوا کہ جب بھی اُمِ مالک رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بیٹے سالن مانگتے تھے اور گھر میں کوئی سالن نہیں ہوتا تھا تو وہ اس کپے میں سے گھی نکال کر اپنے بیٹوں کو دے دیا کرتی تھیں۔

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث: ۳۸۶۵، ج۵، ص۴۵۴

2 ......مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الفضائل، تحت الحدیث: ۵۹۳۳، ج۱۰، ص۲۷۰

ایک مدت دراز تک وہ ہمیشہ اس کپے میں سے گھی نکال نکال کر اپنے گھر کا سالن بنایا کرتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے اس کپے کو نچوڑ کر بالکل ہی خالی کر دیا جب بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے اس کپے کو نچوڑ ڈالا؟ انہوں نے کہا کہ ''جی ہاں'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اس کپے کو نہ نچوڑتیں اور یوں ہی چھوڑ دیتیں تو ہمیشہ اس میں سے گھی نکلتا ہی رہتا۔ (1) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ جلد۲ص ۵۳۷ باب المعجزات)

بابرکت پیالہ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ بھر کر کھانا تھا، ہم لوگ دس دس آدمی باری باری صبح سے شام تک اس پیالہ میں سے لگاتار کھاتے رہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ ایک ہی پیالہ تو کھانا تھا تو وہ کہاں سے بڑھتا رہتا تھا؟ (کہ لوگ اس قدر زیادہ تعداد میں دن بھر اس کو کھاتے رہے) تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ''وہاں سے''(2)

(ترمذی جلد۲ص ۲۰۳ باب ماجاء فی آیات نبوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تھوڑا توشہ عظیم برکت

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ سو اشخاص کی جماعت کے ساتھ ایک سفر میں تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھوک سے بے تاب ہو کر سواری کی اونٹنیوں کو

---

1 ......مشكاة المصابيح، كتاب احوال القيامةوبدء الخلق،باب فی المعجزات،الحديث:٥٩٠٧، ج٢، ص٣٨٩

2 ......سنن الترمذی، كتاب المناقب،باب ماجاء فی آيات اثبات نبوة...الخ،الحديث:٣٦٤٥، ج٥،ص٣٥٨

ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ تمام لشکر والے اپنا اپنا توشہ ایک دستر خوان پر جمع کریں۔ چنانچہ جس کے پاس جو کچھ تھا لاکر رکھ دیا تو تمام سامان اتنی جگہ میں آ گیا جس پر ایک بکری بیٹھ سکتی تھی لیکن چودہ سو آدمیوں نے اس میں سے شکم سیر ہو کر کھا بھی لیا اور اپنے اپنے توشہ دانوں کو بھی بھر لیا کھانے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی مانگا، ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو پیالہ میں انڈیل دیا اور اپنا دستِ مبارک اس میں ڈال دیا تو چودہ سو آدمیوں نے اس سے وضو کیا۔(1)

(مسلم جلد۲ص۸۱ باب استحباب خلط الازواد)

برکت والی کلیجی

ایک سفر میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سو تیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے پاس کھانے کا سامان ہے؟ یہ سن کر ایک شخص ایک صاع آٹا لایا اور وہ گوندھا گیا پھر ایک بہت تندرست لمبا چوڑا کافر بکریاں ہانکتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے ایک بکری خریدی اور ذبح کرنے کے بعد اس کی کلیجی کو بھوننے کا حکم دیا پھر ایک سو تیس آدمیوں میں سے ہر ایک کا اس کلیجی میں سے ایک ایک بوٹی کاٹ کر حصہ لگایا، اگر وہ حاضر تھا تو اس کو عطا فرما دیا اور اگر وہ غائب تھا تو اس کا حصہ چھپا کر رکھ دیا، جب گوشت تیار ہوا تو اس میں سے دو پیالہ بھر کر الگ رکھ دیا پھر باقی گوشت اور ایک صاع آٹے کی روٹی سے ایک سو تیس آدمیوں کی جماعت شکم سیر کھا کر آسودہ

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب اللقطة، باب استحباب خلط الازواد...الخ، الحدیث:۱۷۲۹، ص۹۵۲

ہوگئی اور دو پیالہ بھر کر گوشت فاضل بچ گیا جس کو اونٹ پر لا دلیا گیا۔ (1)

(بخاری جلد۲ ص۸۱۱ باب من اکل حتی شبع)

حضرت ابو ہریرہ اور ایک پیالہ دودھ

ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھوک سے نڈھال ہو کر راستے میں بیٹھ گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے گزرے تو ان سے انہوں نے قرآن کی ایک آیت کو دریافت کیا مقصد یہ تھا کہ شاید وہ مجھے اپنے گھر لے جا کر کچھ کھلائیں گے مگر انہوں نے راستہ چلتے ہوئے آیت بتا دی اور چلے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس راستہ سے نکلے ان سے بھی انہوں نے ایک آیت کا مطلب پوچھا غرض وہی تھی کہ وہ کچھ کھلا دیں گے مگر وہ بھی آیت کا مطلب بتا کر چل دیئے۔ اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ کو دیکھ کر اپنی خداداد بصیرت سے جان لیا کہ ''یہ بھوکے ہیں'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں پکارا، انہوں نے جواب دیا اور ساتھ ہولئے جب آپ کا شانۂ نبوت میں پہنچے تو گھر میں دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ دیکھا گھر والوں نے آپ کو اس شخص کا نام بتلایا جس نے دودھ کا یہ ہدیہ بھیجا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور تمام اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دل میں سوچنے لگے کہ ایک ہی پیالہ تو دودھ ہے اس دودھ کا سب سے زیادہ حق دار تو میں تھا اگر مجھے مل جاتا تو مجھ کو بھوک کی تکلیف سے کچھ راحت مل جاتی اب دیکھئے اصحاب صفہ کے آجانے کے بعد بھلا اس میں سے کچھ مجھے ملتا ہے یا نہیں؟ ان

1 ......صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب من اکل حتی شبع، الحدیث: ۵۳۸۲، ج۳، ص ۵۲۳

کے دل میں یہی خیالات چکر لگا رہے تھے مگر اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اطاعت سے کوئی چارہ نہ تھا؛ لہٰذا وہ اصحاب صفہ کو بلا کر لے گئے یہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ ایک قطار میں بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم دیا کہ ''تم خود ہی ان سب لوگوں کو یہ دودھ پلاؤ۔'' چنانچہ انہوں نے سب کو پلانا شروع کر دیا جب سب کے سب شکم سیر پی کر سیراب ہو گئے تو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے دست رحمت میں یہ پیالہ لے لیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ اب صرف ہم اور تم باقی رہ گئے ہیں آؤ بیٹھو اور تم پینا شروع کر دو۔ انہوں نے پیٹ بھر دودھ پی کر پیالہ رکھنا چاہا تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اور پیو'' چنانچہ انہوں نے پھر پیا لیکن آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے کہ ''اور پیو اور پیو'' یہاں تک کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب میرے پیٹ میں بالکل ہی گنجائش نہیں رہی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جتنا دودھ بچ گیا تھا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسم اللہ پڑھ کے پی گئے۔[1] (بخاری جلد۲ ص۹۵۵ تا ص۹۵۶ باب کیف کان عیش النبی)

یہی وہ معجزہ ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلٰی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ؎

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ... الخ، الحدیث: ٦٤٥٢، ج٤، ص٢٣٤

شفاءِ امراض

آشوب چشم سے شفاء

ہم غزوہ خیبر کے بیان میں مفصل طور پر یہ معجزہ تحریر کر چکے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فتح کا جھنڈا عطا فرمانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے اور مسند احمد بن حنبل کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ یہ آشوب چشم اتنا سخت تھا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرما دی تو وہ فوراً ہی شفاء یاب ہو گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں اور وہ اسی وقت جھنڈا لے کر روانہ ہو گئے اور جوش جہاد میں بھرے ہوئے انتہائی جانبازی کے ساتھ جنگ کی اور خیبر کا قلعہ ان کے دستِ حق پرست سے اسی دن فتح ہو گیا۔[1] (بخاری جلد ۱ ص ۵۲۵ مناقب علی بن ابی طالب)

سانپ کا زہر اُتر گیا

واقعہ ہجرت میں ہم تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں کہ جب غارِ ثور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاؤں میں سانپ نے کاٹ لیا اور درد و کرب کی شدت سے بے تاب ہو کر رو پڑے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے فوراً ہی درد جاتا رہا اور سانپ کا زہر اتر گیا۔[2] (زرقانی علی المواهب جلد ۱ ص ۳۳۹)

---

1 ......صحیح البخاری ، کتاب فضائل اصحاب النبی ، باب مناقب علی بن ابی طالب...الخ ، الحدیث: ۳۷۰۱، ج۲، ص ۵۳۴

والمسند للامام احمد بن حنبل، مسند المدنیین، حدیث ابن الاکوع، الحدیث: ۱۶۵۳۸، ج۵، ص ۵۵۶۔۵۵۷

2 ......المواهب اللدنیة مع شرح الزرقانی ، باب هجرة المصطفی ...الخ ، ج۲، ص ۱۲۱

ٹوٹی ہوئی ٹانگ درست ہوگئی

بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالٰی عنہ جب ابورافع یہودی کو قتل کرکے واپس آنے لگے تو اس کے کوٹھے کے زینے سے گر پڑے جس سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور ان کے ساتھی ان کو اٹھا کر بارگاہ نبوت میں لائے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی زبان سے ابورافع کے قتل کا سارا واقعہ سنا پھر ان کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر اپنا دستِ مبارک پھیر دیا تو وہ فوراً ہی اچھی ہوگئی اور یہ معلوم ہونے لگا کہ ان کی ٹانگ میں کبھی کوئی چوٹ لگی ہی نہ تھی۔(1)

(بخاری جلد۲ص ۵۷۷ باب قتل ابی رافع)

تلوار کا زخم اچھا ہوگیا

غزوۂ خیبر میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ٹانگ میں تلوار کا زخم لگ گیا، وہ فوراً ہی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوگئے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے زخم پر تین مرتبہ دم کر دیا پھر انہیں درد کی کوئی شکایت محسوس نہیں ہوئی صرف زخم کا نشان رہ گیا تھا۔(2)(بخاری جلد۲ص ۶۰۵ غزوۂ خیبر)

اندھا بینا ہوگیا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک اندھا حاضر ہوا اور اپنی تکالیف بیان کرنے لگا، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری خواہش ہو تو

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع عبداللّٰہ بن ابی الحقیق، الحدیث: ٤٠٣٩، ج٣، ص ٣١

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ٤٢٠٦، ج٣، ص ٨٣

میں دعا کر دوں اور اگر چاہو تو صبر کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔اس نے درخواست کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میری بینائی کے لئے دعا فرما دیجئے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا مانگو کہ ''خداوندا! اپنے رحمت والے پیغمبر کے وسیلہ سے میری حاجت پوری کر دے''ترمذی اور حاکم کی روایت میں اتنا ہی مضمون ہے مگر ابن حنبل اور حاکم کی دوسری روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اس نابینا نے ایسا کیا تو فوراً ہی اچھا ہو گیا اور اس کی آنکھوں پر بھرپور روشنی آ گئی۔[1] (مسند ابن حنبل جلد۴ ص ۱۳۸ و مستدرک جلد۱ ص ۵۲۶)

گونگا بولنے لگا

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ ''خثعم'' کی ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آئی اور کہنے لگی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ میرا اکلوتا بیٹا بولتا نہیں ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا اور اس میں ہاتھ دھو کر کلی فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ یہ پانی اس بچے کو پلا دو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دو۔دوسرے سال وہ عورت آئی تو اس نے لوگوں سے بیان کیا کہ اس کا لڑکا اچھا ہو گیا اور بولنے لگا۔[2] (ابن ماجہ ص ۲۶ باب النشرہ)

حضرت قتادہ کی آنکھ

جنگِ اُحد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں ایک تیر لگا جس سے ان کی آنکھ ان کے رخسار پر بہ کر آ گئی، یہ دوڑ کر حضور رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل ، حديث عثمان بن حنيف ،الحديث: ١٧٢٤٠،١٧٢٤١، ج٦، ص ١٠٦،١٠٧

2 ......سنن ابن ماجه ، كتاب الطب ، باب النشرة ،الحديث: ٣٥٣٢، ج٤، ص ١٢٩

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فوراً ہی اپنے دست مبارک سے ان کی بہی ہوئی آنکھ کو آنکھ کے حلقہ میں رکھ کر اپنا مقدس ہاتھ اس پر پھیر دیا تو اسی وقت ان کی آنکھ اچھی ہوگئی اور یہ آنکھ ان کی دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور روشن رہی۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تمہاری آنکھ کو تمہارے حلقہ چشم میں رکھ دوں اور وہ اچھی ہو جائے اور اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہیں اس کے بدلے پر جنت ملے گی۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جنت بلاشبہ بہت ہی بڑی نعمت ہے مگر مجھے کانا ہونا بہت برا معلوم ہوتا ہے اس لئے آپ میری آنکھ اچھی کر دیجئے اور میرے لئے جنت کی دعا بھی فرما دیجئے۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے اس جاں نثار پر پیار آ گیا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی آنکھ کو حلقہ چشم میں رکھ کر ہاتھ پھیر دیا تو ان کی آنکھ بھی اچھی ہوگئی اور ان کے لئے جنتی ہونے کی دعا بھی فرمادی اور یہ دونوں نعمتوں سے سرفراز ہوگئے۔ [1] (الکلام المبین ص ۸۷ بحوالہ بیہقی)

فائدہ

یہ معجزہ بہت ہی مشہور ہے اور حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اولاد میں ہمیشہ اس بات کا تفاخر رہا کہ ان کے جداعلیٰ کی آنکھ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے اچھی ہوگئی۔ چنانچہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پوتے حضرت عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ جب خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی

1 ......شرح الزرقانی علی المواہب، باب غزوۃ احد، ج۲، ص ۴۳۲

رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دربارِ خلافت میں پہنچے تو انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اپنا یہ قطعہ پڑھا کہ ؎

اَنَا ابْنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَی الْخَدِّ عَیْنُہٗ فَرُدَّتْ بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی اَحْسَنَ الرَّدِّ

فَعَادَتْ کَمَا کَانَتْ لِاَوَّلِ اَمْرِھَا فَیَا حُسْنَ مَا عَیْنٍ وَّ یَا حُسْنَ مَا رَدِّ

یعنی میں اس شخص کا بیٹا ہوں کہ جس کی آنکھ اس کے رخسار پر بہ آئی تھی تو حضرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہتھیلی سے وہ اپنی جگہ پر کیا ہی اچھی طرح سے رکھ دی گئی تو پھر وہ جیسی پہلے تھی ویسی ہی ہوگئی تو کیا ہی اچھی وہ آنکھ تھی اور کیا ہی اچھا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس آنکھ کو اس کی جگہ رکھنا تھا۔[1] (الکلام المبین ص ۸۹)

قے میں کالا پلّا گرا

ایک عورت اپنے بیٹے کو لے کر حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے اس بچے پر صبح و شام جنون کا دورہ پڑتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس بچے کے سینے پر اپنا دستِ رحمت پھیر دیا اور دعا دی تو اس بچے کو ایک زوردار قے ہوئی اور ایک کالے رنگ کا (کتے کا) پلّا قے میں گرا جو دوڑتا پھر رہا تھا اور بچہ شفایاب ہوگیا۔[2] (مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۵۴۱ معجزات)

جنون اچھا ہوگیا

حضرت یعلٰی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک سفر میں رسول

---

1 ......شرح الزرقانی علی المواھب ، باب غزوۃ احد ، ج۲، ص ۴۳۳
و الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ،حرف القاف، قتادۃ بن النعمان ، ج۳، ص ۳۳۹

2 ......مشکاۃ المصابیح ، کتاب احوال القیامۃ و بدء الخلق،باب فی المعجزات،الحدیث:۵۹۲۳، ج۲، ص۳۹۴

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تین معجزات دیکھے۔ پہلا معجزہ یہ کہ ایک اونٹ کو دیکھا کہ اس نے بلبلا کر اپنی گردن آپ کے سامنے ڈال دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اونٹ کے مالک کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ اس اونٹ نے کام کی زیادتی اور خوراک کی کمی کا مجھ سے شکوہ کیا ہے لہٰذا تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو۔

دوسرا معجزہ یہ کہ ایک منزل میں آپ سو رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ ایک درخت چل کر آیا اور آپ کو ڈھانپ لیا پھر لوٹ کر اپنی جگہ پر چلا گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے اور میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس درخت نے اپنے رب سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ مجھے سلام کرے تو خدا نے اس کو اجازت دے دی اور وہ میرے سلام کے لئے آیا تھا۔

تیسرا معجزہ یہ کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آئی جو جنون کا مریض تھا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بچے کے نتھنے کو پکڑ کر فرمایا کہ ''نکل جا کیونکہ میں محمد رسول اللہ ہوں'' پھر ہم وہاں سے چل پڑے اور جب واپسی میں ہم اس جگہ پہنچے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت سے اس کے بچے کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد سے اس بچے کو کوئی تکلیف ہوتے ہوئے ہم نے نہیں دیکھا۔ (1)

(مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۵۴۰ معجزات)

جلا ہوا بچہ اچھا ہو گیا

محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں یہ بچپن میں اپنی ماں کی گود سے

1 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق، باب فی المعجزات، الحدیث: ۵۹۲۲، ج ۲، ص ۳۹۳

آگ میں گر پڑے اور کچھ جل گئے، ان کی ماں ان کو لے کر خدمت اقدس میں آئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان پر مل کر دعا فرما دی۔ محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں کہتی تھیں کہ میں بچے کو لے کر وہاں سے اٹھنے بھی نہیں پائی تھی کہ بچے کا زخم بالکل ہی اچھا ہو گیا۔ [1] (مسند ابن حنبل جلد۴ ص ۲۵۹ و خصائص کبریٰ جلد۲ ص ۶۹)

مرض نسیان دور ہو گیا

تغیر الفاظ اور چند جملوں کی کمی بیشی کے ساتھ بخاری شریف کی متعدد روایتوں میں اس معجزہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنی چادر پھیلاؤ۔ انہوں نے پھیلایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس چادر پر ڈالا پھر فرمایا کہ اب اس کو سمیٹ لو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد سے پھر میں کوئی بات نہیں بھولا۔ [2] (بخاری شریف جلد۱ ص ۲۲ باب حفظ العلم)

مقبولیتِ دُعاء

یہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں سے بالکل ناگہاں عادت جاریہ کے خلاف کسی غیر متوقع بات کا ظاہر ہو جانا اس کا بھی معجزات ہی میں شمار ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں سے بڑی بڑی مشکلات کو حل فرما دیتا ہے اور قسم قسم کی بلائیں ٹل جاتی ہیں اور بہت سی غیر متوقع چیزیں

---

1 ......الخصائص الکبری للسیوطی، باب ایاتہ فی ابراء المرضی...الخ، ج۲، ص ۱۱۵ و المسند للامام احمد بن حنبل، مسند المکیین، حدیث محمد بن حاطب ...الخ، الحدیث: ۱۵۴۵۳، ج۵، ص ۲۶۵

2 ......صحیح البخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم، الحدیث: ۱۱۹، ج۱، ص ۶۲

ظہور میں آ جاتی ہیں۔ چنانچہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزات میں سے آپ کی دعاؤں کی مقبولیت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب بھی مشکلات یا طلب حاجات کے وقت خدا کی امداد غیبی کا سہارا ڈھونڈ ھتے ہوئے دعائیں مانگیں تو ہر موقع پر حق تعالٰی نے آپ کی دعاؤں کے لیے مقبولیت کا دروازہ کھول دیا اور آپ کی دعاؤں سے ایسی ایسی خلاف امید اور غیر متوقع چیزیں عالم وجود میں آ گئیں کہ جن کو معجزات کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا، ان میں سے چند معجزات کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

قریش پر قحط کا عذاب

جب کفار قریش حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم پر بے پناہ مظالم ڈھانے لگے جو ضبط و برداشت سے باہر تھے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان شریروں کی سرکشی کا علاج کرنے کے لیے ان لوگوں کے حق میں قحط کی دعاء فرما دی۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے ان لوگوں پر قحط کا ایسا عذاب شدید بھیجا کہ اہل مکہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ بھوک سے بے تاب ہو کر مردار جانوروں کی ہڈیاں اور سوکھے چمڑے اُبال اُبال کر کھانے لگے۔ بالآخر اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ رحمت کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور ان کے حضور میں اپنی فریاد پیش کریں۔ چنانچہ ابوسفیان بحالت کفر چند رؤسائے قریش کو ساتھ لے کر آپ کے آستانہ رحمت پر حاضر ہوئے اور گڑ گڑا کر کہنے لگے کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) تمہاری قوم برباد ہو گئی، خدا سے دعا کرو کہ یہ قحط کا عذاب ٹل جائے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان لوگوں کی بے قراری اور گریہ وزاری پر رحم آ گیا۔ چنانچہ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے فوراً ہی آپ کی دعا مقبول ہوئی اور اس قدر زوردار

بارش ہوئی کہ سارا عرب سیراب ہو گیا اور اہل مکہ کو قحط کے عذاب سے نجات ملی۔ (1)

(بخاری جلد۱ ص ۱۳۷ ابواب الاستسقاء و بخاری جلد۲ ص ۷۱۴ تفسیر سورۂ دخان)

سردارانِ قریش کی ہلاکت

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحن حرم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کفار قریش کے چند سرکش شریروں نے بحالت نماز آپ کی مقدس گردن پر ایک اونٹ کی اوجھڑی لا کر ڈال دی اور خوب زور زور سے ہنسنے لگے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے آ کر اس اوجھڑی کو آپ کی پشت اطہر سے اٹھایا۔ جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سجدہ سے سر اٹھایا تو ان شریروں کا نام لے لے کر نام بنام یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! تو ان سبھوں کو اپنی گرفت میں پکڑ لے۔ چنانچہ یہ سب کے سب جنگِ بدر میں انتہائی ذلت کے ساتھ قتل ہو کر ہلاک ہو گئے۔ (2) (بخاری جلد۲ ص ۵۶۵ غزوہ بدر)

مدینہ کی آب و ہوا اچھی ہو گئی

پہلے مدینہ کی آب و ہوا اچھی نہ تھی، وہاں قسم قسم کی وباؤں کا اثر تھا۔ چنانچہ ہجرت کے بعد اکثر مہاجرین بیمار پڑ گئے اور بیماری کی حالت میں اپنے وطن مکہ کو یاد کر کے پر درد لہجے میں اشعار پڑھا کرتے تھے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان لوگوں کا یہ حال دیکھ کر یہ دعا فرمائی کہ ''الٰہی! مدینہ کو بھی ہمارے لئے ویسا ہی محبوب کر دے جیسا کہ مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ الٰہی! ہمارے ''صاع'' اور

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الاستسقاء، باب دعاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم...الخ الحدیث: ۱۰۰۷، ج۱، ص۳۴۵ و کتاب التفسیر، باب ثم تولوا عنہ...الخ، الحدیث: ۴۸۲۴، ج۳، ص۳۲۳

2 ......صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب اذا القی علی ظھر المصلی...الخ، الحدیث: ۲۴۰، ج۱، ص۱۰۲

''مد'' میں برکت دے اور مدینہ کو ہمارے لئے صحت بخش بنادے اور یہاں کے بخار کو ''جحفہ'' میں منتقل کردے۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا حرف بحرف مقبول ہوئی اور مہاجرین کو شہر مدینہ سے ایسی الفت اور والہانہ محبت ہوگئی کہ وہی حضرت ابوبکر و حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو چند روز پہلے مدینہ کی بیماریوں سے گھبرا اٹھے تھے اور اپنے وطن مکہ کی یاد میں خون رلانے والے اشعار گایا کرتے تھے، اب مدینہ کے ایسے عاشق بن گئے کہ پھر کبھی بھول کر بھی مکہ کی سکونت کا نام نہیں لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں یہ دکھلا دیا کہ مدینہ کی وبائیں مدینہ سے دفع ہوگئیں اور مدینہ کی آب و ہوا صحت بخش ہوگئی۔ (1)

(بخاری جلد۱ ص ۵۵۸ باب مقدم النبی و بخاری جلد۲ ص ۱۰۴۲ باب المرأۃ السوداء)

اُمِ حرام کے لئے دعاء شہادت

ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت بی بی اُمِ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں کھانے کے بعد قیلولہ فرما رہے تھے کہ ناگہاں ہنستے ہوئے نیند سے بیدار ہوئے، حضرت بی بی اُمِ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہنسی کی وجہ دریافت کی تو ارشاد فرمایا کہ میری امت میں مجاہدین کا ایک گروہ میرے سامنے پیش کیا گیا جو جہاد کی غرض سے دریا میں کشتیوں پر اس طرح بیٹھا ہوا سفر کرے گا جس طرح تخت پر بادشاہ بیٹھے رہا کرتے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے درخواست کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دعا فرما دیجئے کہ میں بھی ان مجاہدین کے گروہ میں شامل رہوں۔ آپ نے دعا فرما دی۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب بحری جنگ کا سلسلہ شروع

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی...الخ، الحدیث:۳۹۲۶، ج۲، ص ۶۰۱

ہوا تو حضرت بی بی اُمِ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی مجاہدین کی اس جماعت کے ساتھ کشتی پر سوار ہوکر روانہ ہوئیں اور دریا سے نکل کر جب خشکی پر آئیں تو سواری سے گر کر شہادت کا شرف حاصل کیا۔[1] (بخاری جلد۲ص ۱۰۳۶ باب الرویا بالنہار)

ستر برس کا جوان

حضرت ابوقتادہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمادی کہ اَفْلَحَ وَجْهُكَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهٗ فِيْ شَعْرِهٖ وَبَشَرِهٖ. یعنی فلاح والا ہو جائے تیرا چہرہ، یا اللہ! اس کے بال اور اس کی کھال میں برکت دے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ستر برس کی عمر پا کر وفات پائی مگر ان کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا نہ بدن میں جھریاں پڑی تھیں، چہرے پر جوانی کی ایسی رونق تھی کہ گویا ابھی پندرہ برس کے جوان ہیں۔[2] (الکلام المبین ص ۶۸ بحوالہ دلائل النبوۃ بیہقی)

برکت اولاد کی دعا

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی ہوشمند اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہایت ہی جاں نثار تھیں ان کا بچہ بیمار ہوگیا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے باہر ہی تھے کہ بچے کا انتقال ہوگیا۔ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بچے کو الگ مکان میں لٹا دیا اور جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکان میں داخل ہوئے اور بیوی سے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ بیوی نے جواب دیا کہ اس کا سانس ٹھہر گیا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ آرام پا گیا ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

1 ……صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الدعاء بالجهاد والشهادة...الخ، الحدیث: ۲۷۸۸، ۲۷۸۹، ج۲، ص ۲۵۰

2 ……الشفا بتعریف حقوق المصطفی، الجزء الاول، ص ۳۲۷

نے یہ سمجھا کہ وہ اچھا ہے۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی ایک ہی بستر پر سوئے لیکن صبح کو جب ابوطلحہ غسل کر کے مسجد نبوی میں نمازِ فجر کے لئے جانے لگے تو بیوی نے بچے کی موت کا حال سنا دیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات کا سارا ماجرا بارگاہِ نبوت میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ خداوند تعالیٰ تمہاری آج کی رات میں برکت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اس رات کی برکت مقررہ مہینوں کے بعد ظاہر ہوئی کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں بٹھا کر اور عجوہ کھجور کو چبا کر ان کے منہ میں ڈالا اور ان کے چہرے پر اپنا دست رحمت پھرا دیا اور عبداللہ نام رکھا۔

ایک انصاری حضرت عبایہ بن رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ دعاءِ نبوی کی برکت کا یہ اثر ہوا کہ میں نے ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نو اولادوں کو دیکھا جو سب کے سب قرآن مجید کے قاری تھے۔ (1)

(مسلم جلد۲ ص۲۹۲ باب فضائل اُمِ سلیم و بخاری جلد۱ ص۱۷۴ باب من لم یظہر حزنہ عندالمصیبۃ)

حضرت جریر کے حق میں دعا

حضرت جریر بن عبداللہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ نہیں سکتے تھے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ''ذوالخلصہ'' کے بت خانہ کو توڑنے

---

(1)......صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من لم یظھر حزنہ عندالمصیبۃ، الحدیث: ۱۳۰۱، ج۱، ص۴۴۰
وصحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی طلحۃ الانصاری، الحدیث: ۲۱۴۴، ص۱۳۳۳

کے لئے بھیجنا چاہا تو انہوں نے یہی عذر پیش کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور یہ دعا فرمائی کہ ''یا اللہ! اس کو گھوڑے پر جم کر بیٹھنے کی قوت عطا فرما اور اس کو ہادی و مہدی بنا'' اس دعا کے بعد حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس سواروں کا لشکر لے کر گئے اور اس بت خانہ کو توڑ پھوڑ کر جلا ڈالا اور مزاحمت کرنے والے کفار کو بھی قتل کر ڈالا جب واپس آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے اور قبیلہ احمس کے حق میں دعا فرمائی۔ (1)

(مسلم جلد۲ص ۲۹۷ فضائل جریر)

قبیلۂ دوس کا اسلام

حضرت طفیل دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قبیلۂ دوس نے اسلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا، لہٰذا آپ اس قبیلہ کی ہلاکت کے لئے دعا فرما دیجئے۔ لوگوں نے آپس میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب آپ کی دعاءِ ہلاکت سے یہ قبیلہ ہلاک ہو جائے گا۔ لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبیلۂ دوس کے لئے یہ رحمت بھری دعا فرمائی کہ ''الٰہی! تو قبیلۂ دوس کو ہدایت دے اور ان کو میرے پاس لا۔'' رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی۔ چنانچہ پورا قبیلہ مسلمان ہو کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ (2) (مسلم جلد۲ص ۳۰۷ باب فضائل غفار و دوس وغیرہ)

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل جریر بن عبد اللّٰہ، الحدیث: ۲٤۷٦، ص ۱۳٤۵

2 ......صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب دعاء النبی بغفار واسلم، الحدیث: ۲۵۲٤، ص ۱۳٦۷

ایک متکبر کا انجام

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانے لگا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ'' اس نے غرور سے کہا کہ ''میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔'' چونکہ اس مغرور نے گھمنڈ سے ایسا کہا تھا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''خدا کرے ایسا ہی ہو'' چنانچہ اس کے بعد ایسا ہی ہوا کہ وہ اپنے دائیں ہاتھ کو اٹھا کر واقعی اپنے منہ تک نہیں لے جا سکتا تھا۔(1)

(مسلم جلد۲ص۱۷۲باب آداب الطعام)

مردے زندہ ہو گئے

خداعزوجل کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دینا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک بہت ہی مشہور معجزہ ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا جامع بنایا ہے اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس معجزہ کے ساتھ سرفراز فرمایا ہے۔ چنانچہ اس قسم کے چند معجزات احادیث اور سیرت نبویہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

لڑکی قبر سے نکل آئی

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لا سکتا جب تک کہ میری مردہ بچی زندہ نہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ اس نے اپنی لڑکی کی قبر دکھا دی حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لڑکی کا نام لے کر پکارا تو اس

---

1 ......صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب اداب الطعام والشراب...الخ، الحدیث:۲۰۲۱، ص۱۱۱۸

لڑکی نے قبر سے نکل کر جواب دیا کہ اے حضور! میں آپ کے دربار میں حاضر ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس لڑکی سے فرمایا کہ ''کیا تم پھر دنیا میں لوٹ کر آنا پسند کرتی ہو؟'' لڑکی نے جواب دیا کہ ''نہیں یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نے اللہ تعالٰی کو اپنے ماں باپ سے زیادہ مہربان اور آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔''(1)

(زرقانی علی المواہب جلد۵ ص۱۸۲ و شفاء جلد۱ ص۲۱۱)

پکی ہوئی بکری زندہ ہوگئی

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت پکایا اور روٹیوں کا چورہ کر کے ثرید بنایا اور اس کو بارگاہ نبوت میں لے کر حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس کو تناول فرمایا جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تمام ہڈیوں کو ایک برتن میں جمع فرمایا اور ان ہڈیوں پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر کچھ کلمات ارشاد فرما دیئے تو یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ وہ بکری زندہ ہو کر کھڑی ہوگئی اور دم ہلانے لگی پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر! تم اپنی بکری اپنے گھر لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ جب اس بکری کو لے کر مکان میں داخل ہوئے تو ان کی بیوی نے حیران ہو کر پوچھا کہ یہ بکری کہاں سے آ گئی؟ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ ہم نے اپنی اس بکری کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے ذبح کیا تھا، انہوں نے اللہ تعالٰی سے دعا مانگی تو اللہ تعالٰی نے اس بکری کو زندہ فرما دیا۔ یہ سن کر ان کی بیوی نے بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا۔ اس حدیث کو جلیل القدر محدث ابونعیم نے روایت کیا ہے اور مشہور حافظ

1 ......المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني ،باب ابراء ذوى العاهات...الخ ،ج۷،ص ٦١،٦٢

الحدیث محمد بن المنذر نے بھی ''کتاب العجائب والغرائب'' میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔(1) (زرقانی علی المواہب جلد۵ ص۱۸۴ وخصائص کبریٰ جلد۳ ص ٦٧)

عالم جنات کے معجزات

جن نے اسلام کی ترغیب دلائی

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ ایک جن میرا تابع ہو گیا تھا۔ وہ آئندہ کی خبریں مجھے دیا کرتا تھا اور میں لوگوں کو وہ خبریں بتا کر نذرانے وصول کیا کرتا تھا۔ ایک بار اس جن نے مجھے آکر جگایا اور کہا کہ اٹھ اور ہوش میں آ، اگر تجھ میں کچھ شعور ہے تو چل اور بنی ہاشم کے سردار کے دربار میں حاضر ہو کر ان کا دیدار کر جو لوی بن غالب کی اولاد میں پیغمبر ہو کر تشریف لائے ہیں۔ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ مسلسل تین راتیں ایسی گزریں کہ میرا یہ جن مجھے نیند سے جگا جگا کر برابر یہی کہتا رہا یہاں تک کہ میرے دل میں اسلام کی اُلفت و محبت پیدا ہو گئی اور میں اپنے گھر سے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر ''خوش آمدید'' کہا اور فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ کس سبب سے تم یہاں آئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میں نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے پہلے آپ اس کو سن لیجئے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑھو۔ چنانچہ میں نے اپنا قصیدۂ بائیہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں نظم کیا تھا پڑھ کر رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سنایا اس قصیدہ کا آخری شعر یہ ہے کہ

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب ابراء ذوی العاهات ...الخ، ج٧، ص ٦٦

وَكُنْ لِّيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْشَفَاعَةٍ سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ

یعنی آپ اس دن میرے شفیع بن جایئے جس دن آپ کے سوا سواد بن قارب کی نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہوگا نہ کوئی نفع پہنچانے والا ہوگا۔اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت فرمایا ہے۔[1] (الکلام المبین ص ۸۷ بحوالہ بیہقی)

جنوں کا سلام و پیغام

ابن سعد نے جعد بن قیس مرادی سے روایت کی ہے کہ ہم چار آدمی حج کا ارادہ کرکے اپنے وطن سے روانہ ہوئے یمن کے ایک جنگل میں ہم لوگ چل رہے تھے کہ ناگہاں اشعار پڑھنے کی آواز آئی ہم نے ان اشعار کو غور سے سنا تو ان کا مضمون یہ تھا کہ اے سوارو! جب تم لوگ زمزم اور حطیم پر پہنچو تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ہمارا سلام عرض کر دینا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور ہمارا یہ پیغام بھی پہنچا دینا کہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کے فرماں بردار ہیں کیونکہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام نے ہم لوگوں کو اس بات کی وصیت فرمائی تھی۔

(یقیناً یہ یمن کے جنگل میں رہنے والے جنوں کی آواز تھی۔) (الکلام المبین ص ۹۳ بحوالہ ابن سعد)

جن سانپ کی شکل میں آیا

خطیب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔آپ ایک کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بہت بڑے کالے سانپ نے آپ کی طرف رُخ کیا،لوگوں نے اس کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا لیکن آپ نے فرمایا کہ اس کو

---

[1] ...... دلائل النبوۃ للبیهقی،جماع ابواب المبعث،حدیث سواد بن قارب...الخ،ج۲،ص۲۵۰

میرے پاس آنے دو۔ جب یہ آپ کے پاس پہنچا تو اپنا سر آپ کے کانوں کے پاس کر دیا۔ پھر آپ نے اس سانپ کے منہ کے قریب اپنا منہ کر کے چپکے چپکے کچھ ارشاد فرمایا اس کے بعد اسی جگہ یکبارگی وہ سانپ اس طرح غائب ہو گیا کہ گویا زمین اس کو نگل گئی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) آپ نے سانپ کو اپنے کانوں تک پہنچنے دیا یہ منظر دیکھ کر ہم لوگ ڈر گئے کہ کہیں یہ سانپ آپ کو کاٹ نہ لے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سانپ نہیں تھا بلکہ جنوں کی جماعت کا بھیجا ہوا ایک جن تھا۔ فلاں سورہ میں سے کچھ آیتیں یہ بھول گیا۔ ان آیتوں کو دریافت کرنے کے لئے جنوں نے اس کو میرے پاس بھیجا تھا۔ میں نے اس کو وہ آیتیں بتا دیں اور وہ ان کو یاد کرتا ہوا چلا گیا۔

(الکلام المبین ص ۹۴)

عناصر اربعہ کے عالم میں معجزات

انگشت مبارک کی نہریں

احادیث کی تلاش و جستجو سے پتا چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے تقریباً تیرہ مواقع پر پانی کی نہریں جاری ہوئیں۔ ان میں سے صرف ایک موقع کا ذکر یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔

۶ھ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرہ کا ارادہ کر کے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے میدان میں اتر پڑے۔ آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے حدیبیہ کا کنواں خشک ہو گیا اور حاضرین پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے محتاج ہو گئے۔ اس وقت رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دریائے رحمت میں جوش

آ گیا اور آپ نے ایک بڑے پیالے میں اپنا دستِ مبارک رکھ دیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے اس طرح پانی کی نہریں جاری ہو گئیں کہ پندرہ سو کا لشکر سیراب ہو گیا۔ لوگوں نے وضو و غسل بھی کیا جانوروں کو بھی پلایا تمام مشکوں اور برتنوں کو بھی بھر لیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیالہ میں سے دست مبارک کو اٹھا لیا اور پانی ختم ہو گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اس وقت تم لوگ کتنے آدمی تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ پندرہ سو کی تعداد میں تھے مگر پانی اس قدر زیادہ تھا کہ لَوْ کُنَّا مِائَۃَ اَلْفٍ لَکَفَانَا ۔[1] (مشکوٰۃ جلد۲ ص۵۳۲ باب المعجزات)

اگر ہم لوگ ایک لاکھ بھی ہوتے تو سب کو یہ پانی کافی ہو جاتا۔ یہ حدیث بخاری شریف میں بھی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ حضرت انس و حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایتوں سے بھی انگلیوں سے پانی کی نہریں جاری ہونے کی حدیثیں مروی ہیں ملاحظہ فرمائیے۔ (بخاری جلد ۱ ص۵۰۴ و ص۵۰۵ علامات النبوۃ)

سبحان اللہ! اسی حسین منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ؎

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنج آبِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

زمین نے لاش کو ٹھکرا دیا

ایک نصرانی مسلمان ہو کر دربار نبوت میں رہنے لگا سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ چکا تھا۔ خوشخط کاتب تھا اس لئے اس کو وحی لکھنے کی خدمت سپرد کر دی گئی۔

1 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق، باب المعجزات، الحدیث: ۵۸۸۲، ج ۲، ص ۳۸۳

مگر یہ بدنصیب پھر کافر و مرتد ہو کر کفار سے جا ملا اور کہنے لگا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا میں ان کو لکھ کر دے دیا کرتا تھا۔ قہر الٰہی نے اس گستاخ کو اپنی گرفت میں پکڑ لیا اور یہ مر گیا۔ نصرانیوں نے اس کو دفن کیا مگر زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا، نصرانیوں نے گہری قبر کھود کر تین مرتبہ اس کو دفن کیا مگر ہر مرتبہ زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا۔ چنانچہ نصرانیوں نے بھی اس بات کا یقین کر لیا کہ اسکی لاش کو زمین کے باہر نکال پھینکنا یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے اس لئے ان لوگوں نے اس کی لاش کو زمین پر ڈال دیا۔ (1) (بخاری جلد ۱ ص ۵۱۱ علامات النبوۃ)

جنگِ خندق کی آندھی

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادُ بِالدَّبُوْرِ (بخاری جلد ۲ ص ۵۸۹ غزوۂ خندق) یعنی پُروا ہوا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد پچھوا ہوا سے ہلاک کی گئی۔ (2)

اس کا واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں قبائل قریش و غطفان اور قریظہ و بنی النضیر کے یہود اور دوسرے مشرکین نے متحدہ افواج کے دل بادل لشکروں کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کر دی اور مسلمانوں نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر ان افواج کے حملوں سے پناہ لی تو ان شیطانی لشکروں نے مدینہ کا ایسا سخت محاصرہ کر لیا کہ مدینہ کے اندر مدینہ کے باہر سے ایک گیہوں کا دانہ اور ایک قطرہ پانی کا جانا محال ہو گیا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان مصائب و شدائد سے گو پریشان حال تھے مگر ان کے جوش ایمانی کے استقلال میں بال برابر فرق نہیں آیا تھا۔ ٹھیک اسی حالت میں نبی اکرم صلی

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ...الخ، الحدیث: ۳۶۱۷، ج۲، ص۵۰۶

2 ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق...الخ، الحدیث: ۴۱۰۵، ج۳، ص۵۳

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ پورب کی طرف سے ایک ایسی زوردار آندھی آئی جس میں کڑاکے کا جاڑا بھی تھا اوراس میں اس شدت کے جھونکے اور جھٹکے تھے کہ گردوغبار کا بادل چھا گیا۔ کفار کی آنکھیں دھول اور کنکریوں سے بھر گئیں ان کے چولہوں کی آگ بجھ گئی اور بڑی بڑی دیگیں چولہوں سے الٹ پلٹ کر دور تک لڑھکتی ہوئی چلی گئیں، خیموں کی میخیں اکھڑ گئیں اور خیمے اڑ اڑ کر پھٹ گئے، گھوڑے ایک دوسرے سے ٹکرا کرلڑنے لگے، غرض یہ آندھی کفار کے لئے ایک ایسا عذاب شدید بن کران پر مسلط ہوگئی کہ کفار کے قدم اکھڑ گئے ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور وہ فرار پر مجبور ہوگئے اور بدحواسی کے عالم میں سر پر پیر رکھ کر بھاگ نکلے۔ یہی وہ آندھی ہے جس کا ذکر خداوند قدوس نے اپنی کتاب مقدس قرآن مجید میں ان لفظوں کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْجَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَاعَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًاo[1] (احزاب)	اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔

آگ جلا نہ سکی

حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ آگ ان چیزوں کو نہ جلا سکی جن کو آپ کی ذات سے کوئی تعلق رہا ہو۔

---

1 ......پ ۲۱، الاحزاب: ۹

چنانچہ قطب الدین قسطلانی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''جمل الایجاز فی الاعجاز'' میں لکھا ہے کہ وہ آگ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبرِ غیب کے مطابق ۶۵۴ھ میں مدینہ منورہ کے پاس قبیلہ قریظہ کی پہاڑیوں سے نمودار ہوئی وہ پتھروں کو جلا دیتی تھی اور کچھ پتھروں کو گلا دیتی تھی۔ یہ آگ جب بڑھتے بڑھتے حرم مدینہ کے قریب ایک پتھر کے پاس پہنچی جس کا آدھا حصہ حرم مدینہ میں داخل تھا اور آدھا حصہ حرم مدینہ سے خارج تھا تو پتھر کا جو حصہ خارجِ حرم تھا اس کو اس آگ نے جلا دیا لیکن جب اس نصف حصہ تک پہنچی جو حرم مدینہ میں داخل تھا تو فوراً ہی وہ آگ بجھ گئی۔

اسی طرح امام قرطبی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ آگ مدینہ طیبہ کے قریب سے ظاہر ہوئی اور دریا کی طرح موج مارتی ہوئی یمن کے ایک گاؤں تک پہنچ گئی اور اس کو جلا کر راکھ کر دیا مگر مدینہ طیبہ کی جانب اس آگ میں سے ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم صبح جیسی ہوائیں آتی تھیں۔ اس آگ کا واقعہ چند اوراق پہلے ہم مفصل طور پر لکھ چکے ہیں۔ (الکلام المبین ص ۱۰۷)

اسی طرح ''نسیم الریاض'' میں لکھا ہے کہ ''عدیم بن طاہر علوی'' کے پاس چودہ موئے مبارک تھے انہوں نے ان کو امیر حلب کے دربار میں پیش کیا۔ امیر حلب نے خوش ہو کر اس مقدس تحفہ کو قبول کیا اور علوی صاحب کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے ان کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا لیکن اس کے بعد جب دوبارہ علوی صاحب امیر حلب کے دربار میں گئے تو امیر نے تیوری چڑھا کر بہت ہی ترش روئی کے ساتھ بات کی اور ان کی طرف سے نہایت ہی بے التفاتی کے ساتھ منہ پھیر لیا۔ علوی صاحب نے اس بے توجہی اور ترش روئی کا سبب پوچھا تو امیر حلب نے کہا کہ میں نے لوگوں

کی زبانی یہ سنا ہے کہ تم جو موئے مبارک میرے پاس لائے تھے ان کی کچھ اصل اور کوئی سند نہیں ہے۔ علوی صاحب نے کہا کہ آپ ان مقدس بالوں کو میرے سامنے لایئے۔ جب وہ آ گئے تو انہوں نے آگ منگوائی اور موئے مبارک کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا پوری آگ جل جل کر راکھ ہوگئی مگر موئے مبارک پر کوئی آنچ نہیں آئی بلکہ آگ کے شعلوں میں موئے مبارک کی چمک دمک اور زیادہ نکھر گئی۔ یہ منظر دیکھ کر امیر حلب نے علوی صاحب کے قدموں کا بوسہ لیا اور پھر اس قدر انعام و اکرام سے علوی صاحب کو نوازا کہ اہل درباران کے اعزاز و وقار کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

(الکلام المبین ص ۱۰۸)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دستر خوان کی روایت مشہور ہے کہ چونکہ اس دستر خوان سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک اور روئے اقدس کو صاف کر لیا تھا اس لئے یہ دستر خوان آگ کے جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا جاتا تھا مگر آگ اس کو جلاتی نہیں تھی بلکہ اس کو صاف و ستھرا کر دیتی تھی۔(1)

(مثنوی شریف مولانا رومی)

ایک ضروری انتباہ

یہ سلطان کونین و شہنشاہ دارین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ان ہزاروں معجزات میں سے صرف چند ہیں جن کے تذکروں سے احادیث و سیرت نبویہ کی کتابیں مالا مال ہیں ہم نے ان چند معجزات کو بلا کسی تصنع کے سادہ الفاظ میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ تحریر کر دیا ہے تا کہ ان نورانی معجزات کو پڑھ کر ناظرین کے سینوں میں عظمت

1 ......مثنوی مولانا روم (مترجم)، دفتر سوم، ص ۵۸

مصطفیٰ اور محبت رسول کے ہزاروں ایمانی چراغ روشن ہو جائیں اور ہر مسلمان اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور ان کے اکرام و احترام کی رفعت کو پہچان لے اور اس کے گلشن ایمان میں ہر لحظہ اور ہر آن محبت و عظمت رسول کے ہزاروں پھول کھلتے رہیں اور وہ جوشِ عرفان و جذبہ ایمان کے ساتھ دونوں جہاں میں یہ اعلان کرتا رہے کہ ؎

ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ　　اللہ کی سر تا بقدم شا ن ہیں یہ
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ　　قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں

اور شاید ان لوگوں کو بھی اس سے کچھ عبرت حاصل ہو جنہوں نے سیرت نبویہ کے موضوع پر قلم گھس کر اور کاغذ سیاہ کر کے سرور انبیاء، محبوب کبریا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدس پیغمبرانہ زندگی کو ایک عام انسان کے روپ میں پیش کیا ہے اور بار بار اپنے اس مکروہ نظریہ اور گندے نصب العین کا اعلان کرتے رہتے ہیں کہ پیغمبر خدا کی سیرت میں ایسے کمالات کا ذکر نہیں کرنا چاہیے جس سے لوگ پیغمبر اسلام کو عام انسانوں کی سطح سے اونچا سمجھنے لگیں۔(والعیاذ باللہ)

بہر حال اس پر تمام اہل حق کا اجماع و اتفاق ہے کہ اللہ تعالٰی نے تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو جن جن معجزات سے سرفراز فرمایا ہے ان تمام معجزات کو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات والا صفات میں جمع فرما دیا ہے اور ان کے علاوہ بے شمار ایسے معجزات سے بھی حضرت حق جل جلالہ نے اپنے آخری پیغمبر، شفیع محشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ممتاز فرمایا جو آپ کے خصائص کہلاتے ہیں۔ یعنی یہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وہ کمالات و معجزات ہیں جو کسی نبی و رسول کو نہیں عطا کئے گئے مثلاً۔

چند خصائص کُبریٰ

《۱》آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پیدائش کے اعتبار سے ''اول الانبیاء'' ہونا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کَانَ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس وقت شرف نبوت سے سرفراز ہو چکے تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام جسم وروح کی منزلوں سے گزر رہے تھے۔[1] (زرقانی علی المواہب جلد۵ ص۲۴۲)

《۲》آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا۔

《۳》تمام مخلوق آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے پیدا ہوئی۔

《۴》آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مقدس نام عرش اور جنت کی پیشانیوں پر تحریر کیا گیا۔

《۵》تمام آسمانی کتابوں میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بشارت دی گئی۔

《۶》آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت کے وقت تمام بت اوندھے ہو کر گر پڑے۔

《۷》آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شق صدر ہوا۔

《۸》آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معراج کا شرف عطا کیا گیا اور آپ کی سواری کے لئے براق پیدا کیا گیا۔

《۹》آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب تبدیل وتحریف سے محفوظ کر دی گئی اور قیامت تک اس کی بقاء وحفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالٰی نے اپنے ذمہ کرم پر لے لی۔

《۱۰》آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو آیۃ الکرسی عطا کی گئی۔

《۱۱》آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام خزائن الارض کی کنجیاں عطا کر دی گئیں۔

---

1 ......المواهب اللدنية وشرح الزرقاني،الفصل الرابع مااختص به...الخ،ج۷،ص ۱۸۶

《۱۲》آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جوامع الکلم کے معجزہ سے سرفراز کیا گیا۔

《۱۳》آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسالت عامہ کے شرف سے ممتاز کیا گیا۔

《۱۴》آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کے لئے معجزہ شق القمر ظہور میں آیا۔

《۱۵》آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اموال غنیمت کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا۔

《۱۶》تمام روئے زمین کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مسجد اور پاکی حاصل کرنے (تیمّم) کا سامان بنا دیا۔

《۱۷》آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض معجزات (قرآن مجید) قیامت تک باقی رہیں گے۔

《۱۸》اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو ان کا نام لے کر پکارا مگر آپ کو اچھے اچھے القاب سے پکارا۔

《۱۹》اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''حبیب اللہ'' کے معزز لقب سے سربلند فرمایا۔

《۲۰》اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت، آپ کی حیات، آپ کے شہر، آپ کے زمانے کی قسم یاد فرمائی۔

《۲۱》آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔

《۲۲》آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دربار میں ''اکرم الخلق'' ہیں۔

《۲۳》قبر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں منکر ونکیر سوال کریں گے۔

《۲۴》آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ٹھہرایا گیا۔

﴿۲۵﴾ ہر نمازی پر واجب کر دیا گیا کہ بحالت نماز اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہہ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کرے۔

﴿۲۶﴾ اگر کسی نمازی کو بحالت نماز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پکاریں تو وہ نماز چھوڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پکار پر دوڑ پڑے یہ اس پر واجب ہے اور ایسا کرنے سے اس کی نماز فاسد بھی نہیں ہوگی۔

﴿۲۷﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مختار بنا دیا ہے، آپ جس کے لئے جو چاہیں حلال فرمادیں اور جس کے لئے جو چاہیں حرام فرمادیں۔

﴿۲۸﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر اور قبر انور کے درمیان کی زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

﴿۲۹﴾ صور پھونکنے پر سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔

﴿۳۰﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا کیا گیا۔

﴿۳۱﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ کے اعزاز سے نوازا گیا۔

﴿۳۲﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ''لواء الحمد'' عطا کیا گیا۔

﴿۳۳﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

﴿۳۴﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حوض کوثر عطا کیا گیا۔

﴿۳۵﴾ قیامت کے دن ہر شخص کا نسب و تعلق منقطع ہو جائے گا مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب و تعلق منقطع نہیں ہوگا۔

﴿۳۶﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کے پاس حضرت اسرافیل علیہ السلام نہیں اترے۔

﴿۳۷﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں بلند آواز سے بولنے والے کے اعمال صالحہ برباد کر دیئے جاتے ہیں۔

﴿۳۸﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے پکارنا حرام کر دیا گیا۔

﴿۳۹﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ادنیٰ سی گستاخی کرنے والے کی سزا قتل ہے۔

﴿۴۰﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ معجزات عطا کئے گئے۔[1]

(فہرست زرقانی علی المواہب جلد ۵)

روزی کا ایک سبب

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری کے دور اقدس میں دو بھائی تھے جن میں ایک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں (علم دین سیکھنے کے لئے) حاضر ہوتا، (ایک روز) کاریگر بھائی نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی (یعنی اس نے سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا ہے، اس کو میرے کام کاج میں ہاتھ بٹانا چاہیے) تو مدینے کے سلطان، رحمت عالمیان، سرور ذیشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **لَعَلَّکَ تُرْزَقُ بِہٖ** یعنی شاید! تجھے اس کی برکت سے روزی مل رہی ہے۔

(سنن الترمذی حدیث ۲۳۴۵، ص ۱۸۸۷، واشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۲۶۲)

1 ……المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الرابع مااختص بہ…الخ، ج ۷، ص ۱۸۵۔۳۸۸

اکیسواں باب

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

اُمّت پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقوق

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی ہدایت و اصلاح اور ان کی صلاح و فلاح کے لئے جیسی جیسی تکلیفیں برداشت فرمائیں اور اس راہ میں آپ کو جو جو مشکلات درپیش ہوئیں ان کا کچھ حال آپ اس کتاب میں پڑھ چکے ہیں۔ پھر آپ کو اپنی امت سے جو بے پناہ محبت اور اسکی نجات و مغفرت کی فکر اور ایک ایک امتی پر آپ کی شفقت و رحمت کی جو کیفیت ہے اس پر قرآن میں خداوند قدوس کا فرمان گواہ ہے کہ

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ [1] (سورہ توبہ)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر بہت ہی نہایت ہی رحم فرمانے والے ہیں۔

پوری پوری راتیں جاگ کر عبادت میں مصروف رہتے اور امت کی مغفرت کے لئے دربار باری میں انتہائی بے قراری کے ساتھ گریہ و زاری فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ کھڑے کھڑے اکثر آپ کے پائے مبارک پر ورم آ جاتا تھا۔

ظاہر ہے کہ حضور سرور انبیاء، محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے

1 ……پ ۱۱، التوبۃ: ۱۲۸

لئے جو جو مشقتیں اٹھائیں ان کا تقاضا ہے کہ امت پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ حقوق ہیں جن کو ادا کرنا ہر امتی پر فرض و واجب ہے۔

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے مقدس حقوق کو اپنی کتاب ''شفاء شریف'' میں بہت ہی مفصل طور پر بیان فرمایا۔ ہم یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ اس کا خلاصہ تحریر کرتے ہوئے مندرجِ ذیل آٹھ حقوق کا ذکر کرتے ہیں۔

﴿۱﴾ ایمان بالرسول ﴿۲﴾ اتباعِ سنت رسول

﴿۳﴾ اطاعتِ رسول ﴿۴﴾ محبتِ رسول

﴿۵﴾ تعظیمِ رسول ﴿۶﴾ مدح رسول

﴿۷﴾ درود شریف ﴿۸﴾ قبرِ انور کی زیارت[1]

﴿۱﴾ ایمان بِالرَّسُول

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، صدقِ دل سے اس کو سچا ماننا ہر ہر امتی پر فرضِ عین ہے اور ہر مومن کا اس پر ایمان ہے کہ بغیر رسول پر ایمان لائے ہوئے ہرگز ہرگز کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا قرآن میں خداوند عالم جل جلالہ کا فرمان ہے کہ

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝[2] (فتح)

جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان نہ لایا تو یقیناً ہم نے کافروں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اس آیت نے نہایت وضاحت اور صفائی کے ساتھ یہ فیصلہ کر دیا کہ جو لوگ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہیں لائیں گے وہ اگرچہ خدا کی توحید کا عمر

1 ……الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،القسم الثانی فیمایجب علی الانام...الخ،الجزء الثانی،ص۲

2 ……پ۲۶،الفتح:۱۳

بھرڈنکا بجاتے رہیں مگر وہ کافر اور جہنمی ہی رہیں گے۔اس لئے اسلام کا بنیادی کلمہ یعنی کلمۂ طیبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے،یعنی مسلمان ہونے کے لئے خدا کی توحید اور رسول کی رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔(1)

﴿۲﴾ اِتباعِ سنّتِ رسول

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ اور آپ کی سنت مقدسہ کی اتباع اور پیروی ہر مسلمان پر واجب ولازم ہے۔رب العزت جل جلالہ کا فرمان ہے کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○(2) (آل عمران)

(اے رسول) فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم کو اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اسی لئے آسمان امت کے چمکتے ہوئے ستارے، ہدایت کے چاند تارے، اللہ و رسول کے پیارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم آپ کی ہر سنت کریمہ کی اتباع اور پیروی کو اپنی زندگی کے ہر دم قدم پر اپنے لئے لازم الایمان اور واجب العمل سمجھتے تھے اور بال برابر بھی کبھی کسی معاملہ میں بھی اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدس سنتوں سے انحراف یا ترک گوارا نہیں کر سکتے تھے۔(3)

---

1 ......الشفاء بتعريف حقوق المصطفى،القسم الثانى فيمايجب على الانام...الخ،الباب الاول فى فرض الايمان به...الخ، الجزء الثانى،ص۲-۳ ملخصاً

2 ......پ۳،اٰل عمرٰن:۳۱

3 ......الشفاء بتعريف حقوق المصطفى،القسم الثانى فيمايجب على الانام...الخ،الباب الاول فى فرض الايمان به...الخ، فصل واماوجوب...الخ،الجزء الثانى،ص۸-۹ ملخصاً

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری تمنا

امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کفن مبارک میں کتنے کپڑے تھے اور آپ کی وفات کس دن ہوئی ؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی یہ انتہائی تمنا تھی کہ زندگی کے ہر ہر لمحات میں تو میں نے اپنے تمام معاملات میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کی مکمل طور پر اتباع کی ہے۔ مرنے کے بعد کفن اور وفات کے دن میں بھی مجھے آپ کی اتباعِ سنت نصیب ہو جائے۔ (1) (بخاری جلد۱ص۱۸۶ باب موت یوم الاثنین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بھنی ہوئی بکری

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جس کے سامنے کھانے کے لئے بھنی ہوئی مسلّم بکری رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے آپ کو کھانے کے لئے بلایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی میں بھلا ان لذیذ اور پر تکلف کھانوں کو کھانا کیونکر گوارا کر سکتا ہوں۔ (2)

(مشکوٰۃ جلد۱ص۴۴۶ باب فضل الفقراء)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پرنالہ

منقول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مسجد نبوی سے ملا ہوا تھا اور اس مکان کا پرنالہ بارش میں آنے جانے والے نمازیوں کے اوپر گرا کرتا تھا۔ امیر المؤمنین

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین، الحدیث:۱۳۸۷، ج۱، ص۴۶۸

2 ......مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء...الخ، الحدیث:۵۲۳۸، ج۲، ص۲۵۴

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پرنالہ کو اکھاڑ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ خدا کی قسم! اس پرنالہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری گردن پر سوار ہو کر اپنے مقدس ہاتھوں سے لگایا تھا۔ یہ سن کر امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اے عباس! مجھے اسکا علم نہ تھا اب میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ میری گردن پر سوار ہو کر اس پرنالہ کو پھر اسی جگہ لگا دیجئے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔[1]

(وفاء الوفا جلد اص ۳۴۸)

﴿۳﴾ اطاعتِ رسول

یہ بھی ہر امتی پر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ ہر امتی ہر حال میں آپ کے ہر حکم کی اطاعت کرے اور آپ جس بات کا حکم دے دیں بال کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی اس کی خلاف ورزی کا تصور بھی نہ کرے کیونکہ آپ کی اطاعت اور آپ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہر امتی پر فرض عین ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ

﴿۱﴾ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ [2](نساء) — حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔

﴿۲﴾ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [3](نساء) — جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

---

1 ......وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی، الباب الثالث، الفصل الثانی عشر فی زیادة عمر...الخ، ج ۱، ص ۴۸۶ ملتقطاً

2 ...... پ ۵، النساء: ۵۹

3 ......پ ۵، النساء: ۸۰

﴿۳﴾ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا ؕ (نساء)[1]

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

قرآن مجید کی یہ مقدس آیات اعلان کر رہی ہیں کہ اطاعتِ رسول کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور اطاعت رسول کرنے والوں ہی کے لئے ایسے ایسے بلند درجات ہیں کہ وہ حضرات انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ رہیں گے۔

ہر امتی کے لئے اطاعت رسول کی کیا شان ہونی چاہیے اس کا جلوہ دیکھنا ہو تو اس روایت کو بغور پڑھیے:

سونے کی انگوٹھی پھینک دی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہے۔ آپ نے اس کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ آگ کے انگارہ کو اپنے ہاتھ میں ڈالے؟ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تو اپنی انگوٹھی کو اٹھا لے اور (اس کو بیچ کر) اس سے نفع اٹھا۔ تو اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا تو اب میں اس انگوٹھی کو کبھی بھی نہیں اٹھا سکتا۔ (اور وہ اس کو چھوڑ کر چلا گیا)[2] (مشکوٰۃ جلد۲ ص۳۷۸ باب الخاتم)

---

1 ......پ ۵، النساء: ۶۹

2 ......مشکاۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الخاتم، الحدیث: ۴۳۸۵، ج ۲، ص ۱۲۳

﴿۴﴾ محبت رسول

اسی طرح ہر امتی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حق ہے کہ وہ سارے جہان سے بڑھ کر آپ سے محبت رکھے اور ساری دنیا کی محبوب چیزوں کو آپ کی محبت کے قدموں پر قربان کر دے۔ خداوند قدوس جل جلالہ کا فرمان ہے کہ

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ	(اے رسول) آپ فرمادیجئے اگر تمہارے باپ
وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ	اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری
وَاَمْوَالُ نِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ	عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ
تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ	سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے
تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ	پسندیدہ مکان یہ چیزیں اللہ اور اسکے رسول اور اس
وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا	کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ
حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا	دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں
يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۠ [1] (توبہ)	کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی محبت فرض عین ہے کیونکہ اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تم ایمان لائے ہو اور اللہ و رسول کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو اب اس کے بعد اگر تم لوگ کسی غیر کی محبت کو اللہ و رسول کی محبت پر ترجیح دو گے تو خوب سمجھ لو کہ تمہارا ایمان اور اللہ و رسول کی محبت کا دعویٰ بالکل غلط ہو جائے گا اور تم عذاب الٰہی اور قہر خداوندی سے نہ بچ سکو گے۔

---

1 ......پ ۱۰، التوبة: ۲۴

نیز آیت کے آخری ٹکڑے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ ورسول کی محبت نہیں یقیناً بلا شبہ اس کے ایمان میں خلل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔[1]

(بخاری جلد ۱ ص ۷ باب حب الرسول)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتنی والہانہ محبت تھی اگر آپ کو اس کی تجلیوں کا نظارہ کرنا ہے تو مندرجہ ذیل واقعات کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھئے اور عبرت حاصل کیجئے۔

ایک بڑھیا کا جذبہ محبت

آپ جنگِ اُحد کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ شیطان نے بے پر کی یہ خبر اڑادی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہوگئے۔ یہ ہولناک خبر جب مدینہ منورہ میں پہنچی تو وہاں کی زمین دہل گئی یہاں تک کہ وہاں کی پردہ نشین عورتوں کے دل و دماغ میں صدمات غم کا بھونچال آ گیا اور قبیلہ بنی دینار کی ایک عورت اپنے جذبات سے مغلوب ہوکر اپنے گھر سے نکل پڑی اور میدان جنگ کی طرف چل پڑی راستے میں اس کو اپنے باپ اور بھائی اور شوہر کی شہادت کی خبر ملی مگر اس نے اس کی کوئی پروانہیں کی اور لوگوں سے یہی پوچھتی رہی کہ مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ جب اسے بتایا گیا کہ الحمد للہ! آپ ہر طرح بخیریت ہیں تو اس سے اس بڑھیا کی تسلی نہیں ہوئی

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان، الحدیث: ۱۵، ج ۱، ص ۱۷

اور کہنے لگی کہ تم لوگ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیدار کرادو۔ جب لوگوں نے اس کو رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب لے جا کر کھڑا کر دیا اور اس نے جمال نبوت کو دیکھا تو بے اختیار اس کی زبان سے یہ جملہ نکل پڑا کہ کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔[1] (سیرۃ ابن ہشام جلد۳ ص۹۹ مطبوعہ مصر)

بڑھ کر اُس نے رُخِ انور کو جو دیکھا تو کہا!
تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج و الم
میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہہ دیں! ترے ہوتے کیا چیز ہیں ہم

حضرت ثمامہ کا اعلانِ محبت

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ تعالٰی عنہ ایمان لا کر کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) خدا کی قسم! پہلے میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرہ سے زیادہ مبغوض نہیں تھا لیکن آج آپ کا وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ خدا کی قسم! میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ مگر اب آپ کا وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ خدا کی قسم! میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ لیکن اب آپ کا وہی شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔[2] (بخاری جلد۲ ص۶۲۷ باب وفد بنی حنیفہ)

بستر موت پر عشق رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی بیوی نے غم سے نڈھال

1......السيرة النبوية لابن هشام، غزوة احد، شان عاصم بن ثابت، ص ۳۴۰ ملخصاً

2......صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب وفد بني حنيفة...الخ، الحديث: ۴۳۷۲، ج۳، ص ۱۳۱

ہو کر کہا کہ ’’وا حزناہ‘‘ (ہائے رے غم) یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بستر موت پر ترڑپ کر کہا کہ وَا طَرَبَاہُ غَدًا اَلْقَی الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَہٗ [1] (زرقانی علی المواہب)

واہ رے خوشی میں کل تمام دوستوں سے یعنی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ملوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور محبتِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے مال، ہماری اولاد، ہمارے باپ، ہماری ماں اور سخت پیاس کے وقت پانی سے بھی بڑھ کر ہمارے نزدیک محبوب ہیں۔ [2] (شفاء شریف جلد۲ ص ۱۸)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا عشق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا پاؤں سن ہو گیا۔ لوگوں نے ان کو اس مرض کے علاج کے طور پر یہ عمل بتایا کہ تمام دنیا میں آپ کو سب سے زائد جس سے محبت ہو اس کو یاد کر کے پکاریئے یہ مرض جاتا رہے گا۔ یہ سن کر آپ نے ’’یا محمداہ‘‘ کا نعرہ مارا اور آپ کا پاؤں اچھا ہو گیا۔ [3] (شفاء شریف جلد۲ ص ۱۸)

---

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی فیمایجب علی الانام...الخ، الباب الثانی، فصل فیماروی عن السلف والائمۃ، الجزء الثانی، ص ۲۳

2 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الاول، فصل فیماروی عن السلف والائمۃ، الجزء الثانی، ص ۲۲

3 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الاول، فصل فیماروی عن السلف والائمۃ، الجزء الثانی، ص ۲۳

کدو سے محبت

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ ایک درزی نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دعوت کی میں بھی ساتھ میں تھا۔ جو کی روٹی اور شوربا آپ کے سامنے لایا گیا جس میں خشک گوشت کی بوٹیاں اور کدو کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیالے کے اطراف سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے تناول فرماتے تھے۔ اسی لئے میں اس دن سے کدو کو ہمیشہ محبوب رکھتا ہوں۔ [1]

(بخاری جلد۲ ص ۸۱۷ باب المرق)

منقول ہے کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (شاگرد امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ) کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کدو بہت زیادہ پسند تھا۔ اس مجلس میں ایک شخص نے کہہ دیا کہ "اَنَامَا اُحِبُّہٗ" (میں تو اس کو پسند نہیں کرتا) یہ سن کر حضرت امام ابو یوسف نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا کہ جَدِّدِ الْاِسْلَامَ وَاِلَّا قَتَلْتُكَ [2] اپنے ایمان کی تجدید کرو ورنہ میں تجھ کو قتل کر ڈالوں گا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۲ ص ۷۷)

سوتے وقت رسول کی یاد

عبدہ بنت خالد بن معدان کا بیان ہے کہ ہر رات حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالٰی عنہ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو انتہائی شوق و اشتیاق کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار، مہاجرین و انصار کو نام لے لے کر یاد کرتے اور یہ دعا مانگتے کہ یا اللہ! میرا دل ان حضرات کی محبت میں بے قرار ہے اور میرا اشتیاق اب حد

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب المرق، الحدیث: ٥٤٣٦، ج٣، ص٥٣٧

2 ......شرح الشفاء للقاضی عیاض، القسم الثانی، الباب الثانی، فصل فی علامة محبته صلی الله علیه وسلم ج٢، ص٥١

سے بڑھ چکا ہے لہٰذا تو مجھے جلد وفات دے کر ان لوگوں کے پاس پہنچا دے۔ یہی کہتے کہتے ان کو نیند آ جاتی تھی۔ اللہ اکبر۔[1] (شفاء شریف جلد۲ ص ۱۷)

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے کھلے آنکھ صل علیٰ کہتے کہتے

محبتِ رسول کی نشانیاں

واضح رہے کہ محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعویٰ کرنے والے تو بہت لوگ ہیں۔ مگر یاد رکھئے کہ اس کی چند نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر اس بات کی پہچان ہوتی ہے کہ واقعی اس کے دل میں محبت رسول کا چراغ روشن ہے۔ ان علامتوں میں سے چند یہ ہیں:

﴿۱﴾ آپ کے اقوال و افعال کی پیروی، آپ کی سنتوں پر عمل، آپ کے اوامر و نواہی کی فرمانبرداری، غرض شریعت مطہرہ پر پورے طور سے عامل ہو جانا۔

﴿۲﴾ آپ کا ذکر شریف بکثرت کرنا، بہت زیادہ درود شریف پڑھنا، آپ کے ذکر کی مجالس مقدسہ مثلاً میلاد شریف اور دینی جلسوں کا شوق اور ان مجالس مبارکہ میں حاضری۔

﴿۳﴾ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام ان لوگوں اور ان چیزوں سے محبت اور ان کا ادب و احترام جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت و تعلق حاصل ہے۔ مثلاً صحابہ کرام، ازواجِ مطہرات، اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، شہر مدینہ، قبر انور، مسجد نبوی، آپ کے آثار شریفہ و مشاہد مقدسہ، قرآن مجید و احادیث مبارکہ، سب کی تعظیم و توقیر اور ان کا ادب و احترام کرنا۔

﴿۴﴾ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں یعنی بد دینوں، بد مذہبوں سے دشمنی رکھنا۔

---

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل فیما روی عن السلف والائمة...الخ ،ج۲، ص ۲۱

﴿۵﴾ دنیا سے بے رغبتی اور فقیری کو مالداری سے بہتر سمجھنا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ سے محبت کرنے والے کی طرف فقر و فاقہ اس سے بھی زیادہ جلدی پہنچتا ہے جیسے کہ پانی کا سیلاب اپنے منتہٰی کی طرف۔(1)

(ترمذی جلد۲ ص۵۸ ابواب الزہد)

﴿۵﴾ تعظیمِ رسول

اُمت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق میں ایک نہایت ہی اَہم اور بہت ہی بڑا حق یہ بھی ہے کہ ہر امتی پر فرض عین ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ سے نسبت و تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کی تعظیم و توقیر اور ان کا ادب واحترام کرے اور ہرگز ہرگز کبھی ان کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کرے۔ احکم الحاکمین جل جلالہ کا فرمان والا شان ہے کہ

اِنَّـآ اَرۡسَلۡنٰـکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۝ لِّتُـؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُـعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ۝(2) (فتح)

بے شک ہم نے تمہیں (اے رسول) بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

حضور کی توہین کرنے والا کافر ہے

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ اس بات پر تمام علماء امت کا اجماع ہے کہ

1 ......سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی فضل الفقر، الحدیث:۲۳۵۷، ج۴، ص ۱۵۶

2 ......پ ۲۶، الفتح:۸، ۹

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالی دینے والا یا ان کی ذات، ان کے خاندان، اُن کے دین، ان کی کسی خصلت میں نقص بتانے والا یا اس کی طرف اشارہ کنایہ کرنے والا یا حضور کو بدگوئی کے طریقے پر کسی چیز سے تشبیہ دینے والا یا آپ کو عیب لگانے والا یا آپ کی شان کو چھوٹی بتانے والا یا آپ کی تحقیر کرنے والا بادشاہ اسلام کے حکم سے قتل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر لعنت کرنے والا یا آپ کے لئے بددعا کرنے والا یا آپ کی طرف کسی ایسی بات کی نسبت کرنے والا جو آپ کے منصب کے لائق نہ ہو یا آپ کے لئے کسی مضرت کی تمنا کرنے والا یا آپ کی مقدس جناب میں کوئی ایسا کلام بولنے والا جس سے آپ کی شان میں استخفاف ہوتا ہو یا کسی آزمائش یا امتحان کی باتوں سے آپ کو عار دلانے والا بھی سلطان اسلام کے حکم سے قتل کر دیا جائے گا۔ اور وہ مرتد قرار دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس مسئلہ میں علماء امصار اور سلف صالحین کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایسا شخص کافر قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا۔ محمد بن سحنون علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں بدزَبانی کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور توہین رسالت کرنے والے کی دنیا میں یہ سزا ہے کہ وہ قتل کر دیا جائے گا۔[1] (شفاء شریف جلد۲ ص ۱۸۹ و ص ۱۹۰)

اسی طرح حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلقین یعنی آپ کے اصحاب، آپ کے اہل بیت، آپ کی ازواج مطہرات وغیرہ کو گالی دینے والے کے بارے میں فرمایا کہ

---

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، الباب الاول فی بیان ماهو فی حقه...الخ، ج۲، ص ۲۱٤، ۲۱٦

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت و آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کے اصحاب کو گالی دینا یا انکی شان میں تنقیص کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا ملعون ہے۔[1]

(شفاء شریف جلد ۲ ص ۲۶۶)

یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس قدر ادب و احترام کرتے تھے اور آپ کی مقدس بارگاہ میں اتنی تعظیم و تکریم کا مظاہرہ کرتے تھے کہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کفار مکہ کے نمائندہ بن کر میدان حدیبیہ میں گئے تھے تو وہاں سے واپس آ کر انہوں نے کفار کے مجمع میں علی الاعلان یہ کہا تھا کہ

اے میری قوم! میں نے بادشاہ رُوم قیصر اور بادشاہ فارس کسریٰ اور بادشاہ حبشہ نجاشی سب کا دربار دیکھا ہے مگر خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔[2] (بخاری جلد ۱ ص ۳۸۰ باب الشروط فی الجہاد وغیرہ)

چنانچہ مندرجہ ذیل مثالوں سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کبار اپنے آقائے نامدار کے دربار میں کس قدر تعظیم و تکریم کے جذبات سے سرشار رہتے تھے۔

سر پر چڑیاں

حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرین مجلس کے ساتھ حضور

---

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل و من سب آل بیتہ...الخ، ج ۲، ص ۳۰۷

2 ......صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد...الخ، الحدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، ج ۲، ص ۲۲۵

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مقدسہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ کلام فرماتے تھے تو آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے صحابہ کرام اس طرح سر جھکا کر خاموش اور سکون کے ساتھ بیٹھے رہا کرتے تھے کہ گویا انکے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس وقت آپ خاموش ہو جاتے تو صحابہ کرام گفتگو کرتے اور کبھی آپ کے سامنے کلام میں تنازعہ نہیں کرتے اور جو آپ کے سامنے کلام کرتا آپ توجہ کے ساتھ اس کے کلام کو سنتے رہتے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو جاتا۔ (1)

(شمائل ترمذی ص ۲۵ باب ماجاء فی خلق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

حضرت عمرو بن العاص کے تین دور

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے بستر موت پر اپنے صاحبزادے سے اپنی زندگی کے تین دور کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میری پہلی حالت یہ تھی کہ میں کفر کی حالت میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا۔ اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو یقیناً میں دوزخی ہوتا۔ دوسری حالت مسلمان ہونے کے بعد تھی کہ کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ عظمت و جلالت والا کوئی بھی نہ تھا۔ اور میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مجھ سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حلیہ دریافت کیا جائے تو میں اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا اگر میں اس حال پر مرگیا تو مجھے امید ہے کہ میں اہل جنت میں سے ہوتا۔ تیسری حالت میری گورنری اور حکومت کی تھی جس میں مجھے اپنا حال معلوم نہیں۔ (2) (مسلم جلد ا ص ۷۶ باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ)

---

1 ......الشمائل المحمدية ،باب ماجاء فی خلق رسول اللّٰہ ، الحديث:٣٣٤،ص ١٩٨

2 ......صحيح مسلم ،كتاب الايمان ، باب كون الاسلام ...الخ، الحديث:١٢١،ص ٧٤

کون بڑا؟

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قباث بن اُشیم سے پوچھا کہ تم بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ انہوں نے کہا کہ بڑے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں مگر میری پیدائش حضور سے پہلے ہوئی ہے۔ (1)

(ترمذی جلد۲ص۲۰۲باب ماجاء فی میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ دریافت کرنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر کمالِ ادب اور آپ کی ہیبت سے برسوں دریافت نہیں کرسکتا تھا۔ (2) (شفاء شریف جلد۲ص۳۲)

آثار شریفہ کی تعظیم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ادب و احترام کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے ایمان کی جان سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ چیزیں کہ جن کو آپ کی ذات والا سے کچھ تعلق و انتساب ہو ان کی تعظیم و توقیر کو بھی اپنے لئے لازم الایمان جانتے تھے۔ اسی طرح تابعین اور دوسرے سلف صالحین بھی آپ کے تبرکات کا بے حد احترام اور ان کا اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ اس کی چند مثالیں ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں جو اہل ایمان کے لئے نہایت ہی عبرت خیز و نصیحت آموز ہیں۔

﴿۱﴾ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی میلادالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۶۳۹، ج۵، ص۳۵۶

2 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل فی عادۃالصحابۃ فی تعظیمہ...الخ، ج۲، ص ۴۰

مقدس بال سلے ہوئے تھے۔ کسی جنگ میں ان کی ٹوپی سر سے گر پڑی تو آپ نے اتنا زبردست حملہ کر دیا کہ بہت سے مجاہدین شہید ہو گئے۔ آپ کے لشکر والوں نے ایک ٹوپی کے لئے اتنے شدید حملہ کو پسند نہیں کیا۔ لوگوں کا طعنہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں نے ٹوپی کے لئے یہ حملہ نہیں کیا تھا بلکہ میرے اس حملہ کی یہ وجہ تھی کہ میری اس ٹوپی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں مجھے یہ اندیشہ ہو گیا کہ میں ان کی برکتوں سے کہیں محروم نہ ہو جاؤں اور یہ کفار کے ہاتھوں میں نہ پہنچ جائیں اس لئے میں نے اپنی جان پر کھیل کر اس ٹوپی کو اٹھا کر ہی دم لیا۔[1] (شفاء شریف جلد۲ ص۴۴)

﴿۲﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر شریف پر جس جگہ آپ بیٹھتے تھے خاص اس جگہ پر اپنا ہاتھ پھرا کر اپنے چہرے پر مسح کیا کرتے تھے۔[2]

(شفاء شریف جلد۲ ص۴۴)

﴿۳﴾ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحابی اور مسجد حرام کے مؤذن ہیں ان کے سر کے اگلے حصہ میں بالوں کا ایک جوڑا تھا۔ جب وہ زمین پر بیٹھتے اور اس جوڑے کو کھول دیتے تو بال زمین سے لگ جاتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ ان بالوں کو منڈواتے کیوں نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں ان بالوں کو منڈوا نہیں سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ان بالوں کو اپنے دست مبارک سے مسح فرمادیا ہے۔[3]

(شفاء شریف جلد۲ ص۴۴)

﴿۴﴾ حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک

---

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ، فصل ومن اعظامه واکباره...الخ ، ج۲، ص ۵۶،۵۷

2 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ،فصل ومن اعظامه واکباره...الخ ،ج۲، ص ۵۷

3 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ،فصل ومن اعظامه واکباره...الخ ،ج۲، ص ۵۶

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمائش کی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس بال ہے میں جب مر جاؤں تو تم اس کو میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ چنانچہ میں نے ان کی وصیت کے مطابق ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور وہ اسی حالت میں دفن ہوئے۔ (1)

(اصابہ ترجمہ انس بن مالک)

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی خلیفہ عادل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک اور ناخن دکھا کر لوگوں سے وصیت فرمائی کہ ان تبرکات کو آپ لوگ میرے کفن میں رکھ دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (2) (طبقات ابن سعد جلد۵ ص۳۰۰)

﴿۵﴾ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو چند گھوڑے عنایت فرمائے تو میں نے عرض کیا کہ ایک گھوڑا آپ اپنی سواری کے لئے رکھ لیجئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو بڑی شرم آتی ہے کہ جس شہر کی زمین میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں اس شہر کی زمین کو میں اپنی سواری کے جانور کے کھروں سے روندواؤں۔ (چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی زندگی بھر مدینہ ہی میں رہے مگر کبھی کسی سواری پر مدینہ منورہ میں سوار نہیں ہوئے۔) (3) (شفاء شریف ج۲ ص۴۴)

﴿۶﴾ حضرت احمد بن فضلویہ جن کا لقب زاہد ہے، یہ بہت بڑے مجاہد تھے اور تیر اندازی میں بہت ہی باکمال تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب سے مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کمان بھی اُٹھائی ہے۔ اس وقت سے

1 ......الاصابة فی تمییز الصحابة ، انس بن مالك بن النضر ، ج۱، ص۲۷٦

2 ......الطبقات الکبری لابن سعد ، عمربن عبدالعزیز، ج۵، ص۳۱۸

3 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل و من اعظامه و اکباره... الخ ، ج۲، ص ۵۷

میں کمان کا اتنا ادب واحترام کرتا ہوں کہ بلا وضو کسی کمان کو ہاتھ نہیں لگاتا۔[1]

(شفاء شریف جلد۲ص۴۴)

﴿۷﴾ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے کسی نے یہ کہہ دیا کہ ''مدینہ کی مٹی خراب ہے'' یہ سن کر حضرت امام موصوف نے یہ فتویٰ دیا کہ اس گستاخ کو تیس درے لگائے جائیں اوراس کو قید میں ڈال دیا جائے اور یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کو قتل کر دینے کی ضرورت ہے جو یہ کہے کہ مدینہ کی مٹی اچھی نہیں ہے۔[2] (شفاء شریف جلد۲ص۴۴)

﴿۸﴾ ایک دن سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ رونق افروز تھے۔ آپ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ہمیں پانی پلاؤ۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پیالہ میں آپ کو پانی پلایا۔ حضرت ابو حازم کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت سہل بن سعد کے یہاں مہمان ہوئے تو انہوں نے وہی پیالہ ہمارے واسطے نکالا اور برکت حاصل کرنے کے لئے ہم لوگوں نے اسی پیالے میں پانی پیا۔ اس پیالہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی خلیفہ عادل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سہل بن سعد سے مانگ کر اپنے پاس رکھ لیا۔[3]

(صحیح مسلم جلد۲ص۱۶۹ باب اباحۃ النبیذ الذی الخ)

﴿۹﴾ جب بنو حنیفہ کا وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو اس وفد میں حضرت سیار بن طلق یمامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے اپنے پیراہن شریف کا ایک ٹکڑا عنایت فرمائیے میں اس سے اپنا دل بہلایا کروں گا۔

1 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل و من اعظامه و اکباره...الخ، ج۲، ص ۵۷

2 ......الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل و من اعظامه و اکباره...الخ، ج۲، ص ۵۷

3 ......صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب اباحة النبیذ...الخ، الحدیث:۲۰۰۷، ص۱۱۱۲

حضور نے ان کی درخواست منظور فرما کران کو پیراہن شریف کا ایک ٹکڑا دے دیا۔ ان کے پوتے محمد بن جابر کا بیان ہے کہ میرے والد کہتے تھے کہ وہ مقدس ٹکڑا برسہا برس ہمارے پاس تھا اور ہم اس کو دھو کر بغرض شفاء بیماروں کو پلایا کرتے تھے۔ (1)

(اصابہ ترجمہ سیار بن طلق)

﴿۱۰﴾ مشک کا منہ کاٹ لیا

ایک صحابیہ حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کی مشک کے منہ سے آپ نے اپنا منہ لگا کر پانی نوش فرمالیا تو حضرت کبشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اس مشک کا منہ کاٹ کر تبرکاً اپنے پاس رکھ لیا۔ (2)

(ابن ماجہ ص ۲۵۳ باب الشرب قائماً)

﴿۱۱﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مقدس تلوار ''ذوالفقار'' حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس تھی۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے بعد وہ مدینہ منورہ واپس آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے کہا مجھے یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ بنو امیہ آپ سے اس تلوار کو چھین لیں گے۔ اس لئے آپ مجھے وہ تلوار دے دیجئے جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی اِس کو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ (3)

(بخاری جلد ۱ ص ۴۳۸ باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

---

1 ......الاصابة فی تمییز الصحابة، سیار بن طلق الیمامی، ج۳، ص ۱۹۴

2 ......سنن ابن ماجه، کتاب الاشربة، باب الشرب قائما، الحدیث: ۳۴۲۳، ج۴، ص ۸۰

3 ......صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی...الخ، الحدیث: ۳۱۱۰، ج۲، ص ۳۴۴

﴿٦﴾ مدحِ رسول

ہر اُمتی پر یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے جس کو ادا کرنا امت پر لازم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کا ہمیشہ اعلان اور چرچا کرتے رہیں اوران کے فضائل وکمالات کو علی الاعلان بیان کرتے رہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل ومحاسن کا ذکر جمیل رب العالمین جل جلالہ اور تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم کا مقدس طریقہ ہے۔ حضرت حق جل مجدہٗ نے قرآن کریم کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثناء کے قسم قسم کے گلہائے رنگارنگ کا ایک حسین گلدستہ بنا کر نازل فرمایا ہے اور پورے قرآن میں آپ کی مقدس نعت وصفات کی آیات بینات اس طرح چمک چمک کر جگمگا رہی ہیں جس طرح آسمان پر ستاروں کی برات اپنی تجلیات کا نور بکھیرتی رہتی ہے۔ اور انبیاء سابقین کی مقدس آسمانی کتابیں بھی اعلان کر رہی ہیں کہ ہر نبی ورسول، اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا کا نقیب اوران کے فضائل ومحاسن کا خطیب بن کر عمر بھر فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل وکمال اوران کے جاہ وجلال کا ڈنکا بجاتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقدس دور میں ہزاروں اصحاب کبار ہر کوچہ وبازار اور میدان کارزار میں نعتِ رسول کے نغموں سے انقلاب عظیم برپا کر کے ایسے ایسے عظیم شاہکار عالم وجود میں لائے کہ کائنات ہستی میں ہدایت کی نسیم بہار سے ہزاروں گلزار نمودار ہو گئے۔ اور دورِ صحابہ سے آج تک پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خوش نصیب مداحوں نے نظم ونثر میں نعت پاک کا جتنا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے کہ اگر ان کا شمار کیا جائے تو دفتروں کے اوراق تو کیا روئے زمین کی وسعت بھی ان کی تاب نہ لا سکے گی۔

حضرت حسان بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن رواحہ، کعب بن زہیر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے دربار نبوت کا شاعر ہونے کی حیثیت سے ایسی ایسی نعت پاک کی مثالیں پیش کیں کہ آج تک بڑے بڑے باکمال شعراء ان کو سن کر سر دھنتے رہتے ہیں اور اِنْ شاءَ اللہ تعالٰی قیامت تک حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح و ثنا کا چرچا نظم و نثر میں اسی شان سے ہوتا رہے گا۔ ؎

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا　　پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

﴿۷﴾ درود شریف

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا رہے۔ چنانچہ خالق کائنات جل جلالہ کا حکم ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo[1] (احزاب)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے مومنو! تم بھی ان پر درود بھیجتے رہو اور ان پر سلام بھیجتے رہو جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالٰی اس پر دس مرتبہ درود شریف (رحمت) بھیجتا ہے۔[2]

اللہ اکبر! شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان محبوبیت کا کیا کہنا! ایک حقیر و ذلیل بندہ خدا کے پیغمبر جمیل کی بارگاہِ عظمت میں درود شریف کا ہدیہ بھیجتا ہے تو خداوند

---

1 ......پ ۲۲، الاحزاب: ۵۶

2 ......صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث: ۴۰۸، ص ۲۱۶

جلیل اس کے بدلے میں دس رحمتیں اس بندے پر نازل فرماتا ہے۔

درود شریف کے فضائل وفوائد بہت زیادہ ہیں یہاں بہ نظر اختصار ہم نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ خداوند کریم ہم تمام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

﴿۸﴾ قبر انور کی زیارت

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی زیارت سنت موکدہ قریب واجب ہے۔ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ [1] (نساء)

اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں آپ کے پاس آجاتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لئے بخشش کی دعا فرماتے تو یہ لوگ خدا کو بہت زیادہ بخشنے والا مہربان پاتے۔

اس آیت میں گناہگاروں کے گناہ کی بخشش کے لئے ارحم الراحمین نے تین شرطیں لگائی ہیں اول دربار رسول میں حاضری۔ دوم استغفار۔ سوئم رسول کی دعائے مغفرت۔ اور یہ حکم حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری دنیوی حیات ہی تک محدود نہیں بلکہ روضہ اقدس میں حاضری بھی یقیناً دربار رسول ہی میں حاضری ہے۔ اسی لئے علماء کرام نے تصریح فرمادی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دربار کا یہ فیض آپ کی وفات اقدس سے منقطع نہیں ہوا ہے۔ اس لئے جو گناہگار قبر انور کے پاس حاضر ہو جائے اور

---

[1] ......پ ۵، النساء: ٦٤

وہاں خدا سے استغفار کرے اور چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اپنی قبر انور میں اپنی امت کے لئے استغفار فرماتے ہی رہتے ہیں۔ لہٰذا اس گناہگار کے لئے مغفرت کی تینوں شرطیں پائی گئیں۔اس لئے ان شاءاللہ تعالیٰ اس کی ضرور مغفرت ہوجائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ چاروں مذاہب کے علماء کرام نے مناسک حج و زیارت کی کتابوں میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص بھی روضہ منورہ پر حاضری دے اس کے لئے مستحب ہے کہ اس آیت کو پڑھے اور پھر خدا سے اپنی مغفرت کی دعا مانگے۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے علاوہ بہت سی حدیثیں بھی روضہ منورہ کی زیارت کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں جن کو علامہ سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''وفاء الوفا'' اور دوسرے مستند سلف صالحین علماء دین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے۔ ہم یہاں مثال کے طور پر صرف تین حدیثیں بیان کرتے ہیں۔

﴿۱﴾ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ [1] (دارقطنی و بیہقی وغیرہ)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

﴿۲﴾ مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ [2] (کامل ابن عدی)

جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

﴿۳﴾ مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَمَنْ مَّاتَ بِاَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بُعِثَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ [3] (دارقطنی وغیرہ)

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری حیات

---

1 ......سنن الدار قطنی ، کتاب الحج ، باب المواقیت، الحدیث:۲۶۶۹،ج۲،ص ۳۵۱

2 ......الکامل فی ضعفاء الرجال ، النعمان بن شبل الباھلی البصری،ج۸، ص ۲۴۸

3 ......سنن الدار قطنی ، کتاب الحج ، باب المواقیت، الحدیث:۲۶۶۸،ج۲، ص ۳۵۱

میں میری زیارت کی اور جو حرمین شریفین میں سے ایک میں مر گیا وہ قیامت کے دن امن والوں کی جماعت میں اٹھایا جائیگا۔

اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مقدس زمانے سے لے کر آج تک تمام دنیا کے مسلمان قبر منور کی زیارت کرتے اور آپ کی مقدس جناب میں توسل اور استغاثہ کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ تعالٰی قیامت تک یہ مبارک سلسلہ جاری رہے گا۔

چنانچہ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ وفات اقدس کے تین دن بعد ایک اعرابی مسلمان آیا اور قبر انور پر گر کر لپٹ گیا پھر کچھ مٹی اپنے سر پر ڈال کر یوں عرض کرنے لگا کہ

یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) آپ نے جو کچھ فرمایا ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے آپ پر قرآن نازل فرمایا جس میں اس نے ارشاد فرمایا: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ... الخ[1] تو یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) ظلم کیا ہے اس لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ میرے حق میں مغفرت کی دعا فرمائیں۔ اعرابی کی اس فریاد کے جواب میں قبر انور سے آواز آئی کہ "اے اعرابی! تو بخش دیا گیا۔"[2] (وفاء الوفا جلد۲ ص۴۱۲)

ضروری تنبیہ

ناظرین کرام یہ سن کر حیران ہوں گے کہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ گنبد خضرا کے اندر مواجہہ اقدس اور اس کے قریب مسجد نبوی کی دیواروں پر قبر انور کی زیارت

---

1 ......پ ٥، النسآء: ٦٤

2 ......وفاء الوفاء للسمهودى ، الفصل الثانى فى بقية ادلة الزيارة...الخ، ج ٢، ص ١٣٦١

کے فضائل کے بارے میں جو حدیثیں کندہ کی ہوئی تھیں، نجدی حکومت نے ان حدیثوں پر مسالہ لگوا کر ان کو مٹانے کی کوشش کی ہے اگرچہ اب بھی اس کے بعض حروف ظاہر ہیں۔ اسی طرح مسجد نبوی کے گنبدوں کے اندرونی حصہ میں قصیدہ بردہ شریف کے جن اشعار میں توسل واستغاثہ کے مضامین تھے ان سب کو مٹا دیا گیا ہے۔ باقی اشعار باقی گنبدوں پر اس وقت تک باقی تھے۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ جولائی ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے اسکے بعد وہاں کیا تبدیلی ہوئی اس کا حال نئے حجاج کرام سے دریافت کرنا چاہیے۔

ابن تیمیہ کا فتویٰ

بعض لوگ انبیاء کرام اور اولیاء وشہداء کے مزاروں کی طرف سفر کرنے کو حرام و ناجائز بتاتے ہیں۔ چنانچہ وہابیوں کے مورث اعلیٰ ابن تیمیہ نے تو کھلے الفاظ میں یہ فتویٰ دے دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ کے قصد سے سفر کرنا گناہ ہے اس لئے اس سفر میں نمازوں کے اندر قصر جائز نہیں۔ (معاذ اللہ)

ابن تیمیہ کے اس فتویٰ سے شام و مصر میں بہت بڑا فتنہ برپا ہو گیا۔ چنانچہ شامیوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں علماء حق سے استفتاء طلب کیا اور علامہ برہان بن کاح فزاری نے تقریباً چالیس سطروں میں فتویٰ لکھ کر ابن تیمیہ کو ''کافر'' بتایا اور علامہ شہاب بن جہبل نے اس فتویٰ پر اپنی مہر تصدیق لگائی۔ پھر مصر میں یہی فتویٰ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چاروں مذاہب کے قاضیوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ چنانچہ علامہ بدر بن جماعہ شافعی نے اس پر یہ فیصلہ تحریر فرمایا کہ ابن تیمیہ کو ایسے فتاویٰ باطلہ سے بزجر وتوبیخ منع کیا جائے اگر باز نہ آئے تو اس کو قید کر دیا جائے اور محمد بن الجریری حنفی نے یہ حکم دیا کہ اسی وقت بلا کسی شرط کے اُس کو قید کیا جائے اور محمد بن ابی بکر مالکی نے یہ

حکم دیا کہ اس کو اس قسم کی زجر و توبیخ کی جائے کہ وہ ایسے مفاسد سے باز آ جائے اور احمد بن عمر مقدسی حنبلی نے بھی ایسا ہی حکم لکھا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن تیمیہ شعبان ۷۲۶ھ میں دمشق کے قلعہ کے اندر قید کیا گیا اور جیل خانہ ہی میں ۲۰ ذوالقعدہ ۷۲۸ھ کو وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ مواخذہ اخروی ابھی باقی ہے۔(1) (منقول از سیرت رسول عربی ص ۵۳۳)

حدیث "لاتشدالرحال"

ابن تیمیہ اور اس کی معنوی اولاد یعنی فرقہ وہابیہ قبر انور کی زیارت سے منع کرنے کے لئے بخاری کی اس حدیث کو بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی.(2)

کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین ہی مسجدوں یعنی مسجد حرام و مسجد رسول و مسجد اقصیٰ کی طرف۔ (بخاری جلد ۱ ص ۱۵۸ باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ)

اس حدیث کا سیدھا سادہ مطلب جس کو تمام شراح حدیث نے سمجھا ہے یہی ہے کہ تمام دنیا میں تین ہی مسجدیں یعنی مسجد حرام، مسجد رسول، مسجد اقصیٰ ایسی مساجد ہیں جن کو تمام دنیا کی مسجدوں پر اجر و ثواب کے معاملہ میں ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔ لہٰذا ان تین مسجدوں کی طرف کجاوے باندھ کر دور دور سے سفر کر کے جانا چاہیے لیکن ان تین مسجدوں کے سوا چونکہ دنیا بھر کی تمام مسجدیں اجر و ثواب کے معاملہ میں برابر ہیں۔

1 ......سیرت رسول عربی، باب امت پر آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے حقوق کا بیان، ص ۵۰۵

2 ......صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، باب فضل الصلاۃ...الخ، الحدیث: ۱۱۸۹، ج ۱، ص ۴۰۱

اس لئے ان تین مسجدوں کے سوا کسی دوسری مسجد کی طرف کجاوے باندھ کر دور دور سے سفر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس حدیث کو مشاہدہ مقابر کی طرف سفر کرنے یا نہ کرنے سے تو کوئی تعلق نہیں ہے۔

اگراس بات کو عالموں کی زبان میں سمجھنا ہوتو یوں سمجھئے کہ اس حدیث میں اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مستثنیٰ مفرغ ہے اور ''مستثنیٰ مفرغ'' میں ''مستثنیٰ منہ'' ہمیشہ وہی مقدر مانا جائے گا جو مستثنیٰ کی نوع ہو مثلاً ''مَا جَاءَ نِیْ اِلَّا زَیْدٌ'' میں لفظ جِسْمٌ یا حَیْوَانٌ کو مستثنیٰ منہ مقدر نہیں مانا جائے گا اور اس عبارت کا مطلب ''مَاجَاءَ نِیْ جِسْمٌ اِلَّا زَیْدٌ'' یا ''مَاجَاءَ نِیْ حَیْوَانٌ اِلَّا زَیْدٌ'' نہیں مانا جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہی مانا جائے گا کہ ''مَا جَاءَ نِیْ رَجُلٌ اِلَّا زَیْدٌ'' تو اس حدیث میں بھی ''مستثنیٰ منہ'' بجز لفظ ''مسجد'' اور کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا حدیث کی اصل عبارت یہ ہوئی کہ ''لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلٰی مَسْجِدٍ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ'' یعنی تین مسجدوں کے سوا کسی دوسری مسجد کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں۔

چنانچہ اس حدیث کی بعض روایات میں یہ لفظ آیا بھی ہے۔ مثلاً ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ لاینبغی للمطی ان یشد رحاله الی مسجد یبتغی فیه الصلاة غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی هذا [1] (قسطلانی وعمدۃ القاری) یعنی سواریوں پر کجاوے کسی مسجد کی طرف بقصد نماز نہ باندھے جائیں سوائے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اس حدیث میں مستثنیٰ منہ ذکر کر دیا گیا ہے اور وہ اِلٰی مَسْجِدٍ

---

1 ......عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب فضل الصلوة فی مسجدمکة والمدینة، باب فضل الصلاة فی مسجدمکة...الخ، تحت الحدیث: ۱۱۸۹، ج۵، ص۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۶

ہے بہر حال وہابیہ خذلہم اللہ نے عداوت رسول میں اس حدیث کا مطلب بیان کرنے میں اتنی بڑی جہالت کا ثبوت دیا ہے کہ قیامت تک تمام اہل علم انکی اس جہالت پر ماتم کرتے رہیں گے۔

بارگاہِ خداوندی میں رسول کا وسیلہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنا کر دعا مانگنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اسی کو توسل و استغاثہ و تشفع وغیرہ مختلف الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کے دربار میں وسیلہ بنانا یہ حضرات انبیاء مرسلین کی سنت اور سلف صالحین کا مقدس طریقہ ہے۔ اور یہ توسل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سے پہلے آپ کی ظاہری حیات میں اور آپ کی وفات اقدس کے بعد تینوں حالتوں میں ثابت ہے۔ چنانچہ ہم یہاں تینوں حالتوں میں آپ سے توسل کرنے کی چند مثالیں نہایت ہی اختصار کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔

﴿ ۱ ﴾ ولادت سے قبل توسُّل

روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں آ کر باری تعالیٰ سے یوں دعا مانگی کہ

يَارَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرَ لِىْ

اے میرے پروردگار! میں تجھ سے **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تم نے **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کس طرح پہچانا حالانکہ میں نے ابھی تک ان کو پیدا بھی نہیں فرمایا؟ حضرت آدم علیہ السلام

نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! جب تو نے مجھے پیدا فرما کر میرے بدن میں روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ عرش مجید کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ اس سے میں نے سمجھ لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر عرش پر تحریر کرایا ہے وہ یقیناً تیرا سب سے بڑا محبوب ہوگا۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اے آدم (علیہ السلام) بے شک تم نے سچ کہا وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں چونکہ تم نے ان کو میرے دربار میں وسیلہ بنایا ہے اس لئے میں نے تم کو معاف کر دیا اور سن لو کہ اگر محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت فرمایا ہے۔ [1] (روح البیان سورۂ احزاب ص ۲۳۰)

﴿۲﴾ ظاہری حیات اقدس میں توسل

حضرات صحابہ کرام آپ کی مقدس مجالس میں حاضر ہو کر جس طرح اپنی دین و دنیا کی تمام حاجتیں طلب فرماتے تھے اسی طرح اپنی دعاؤں میں آپ کو وسیلہ بھی بنایا کرتے تھے۔ بلکہ خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو یہ تعلیم دی کہ وہ اپنی دعاؤں میں رسول کی مقدس ذات کو خداوند تعالٰی کے دربار میں وسیلہ بنائیں۔ چنانچہ ''معجزات'' کے ذکر میں آپ ایک نابینا کے بارے میں یہ حدیث پڑھ چکے کہ ایک نابینا بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ تعالٰی سے دعا کر دیں کہ وہ مجھے عافیت بخشے آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں دعا کر دیتا ہوں اور اگر تو چاہے تو صبر کر صبر تیرے حق میں اچھا ہے۔ جب اس نے دعا کے لئے اصرار کیا تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ تم اچھی طرح وضو کر کے یوں دعا مانگو کہ

---

1 ......تفسیر روح البیان ، الجزء الثانی والعشرون ، سورة الاحزاب ، ج۷،ص ۲۳۰

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

یااللہ! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی، نبی رحمت کا وسیلہ پیش کرتا ہوں یا محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ پیش کیا ہے اپنی اس ضرورت میں تا کہ وہ پوری ہو جائے یا اللہ! تو میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما۔

اس حدیث کو ترمذی ونسائی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا کہ ھذا حدیث حسن صحیح غریب اور امام بیہقی وطبرانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے مگر امام بیہقی نے اتنا اور کہا ہے کہ اس نابینا نے ایسا کیا اور اس کی آنکھیں اچھی ہوگئیں۔[1] (وفاء الوفا جلد۲ص۴۳۰)

دعاء نبوی میں وسیلہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب انتقال ہوا اور ان کی قبر تیار ہوگئی تو خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کی قبر کی لحد کھودی پھر اس قبر میں لیٹ کر آپ نے یوں دعا فرمائی کہ

یااللہ! میری ماں (چچی) فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اس پر اس کی قبر کو کشادہ فرمادے۔ بوسیلہ اپنے نبی کے اور ان نبیوں کے وسیلہ سے جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں کیونکہ تو ارحم الراحمین ہے۔[2] (وفاء الوفاء جلد۲ص۸۹)

1 ......سنن الترمذی ، کتاب احادیث شتی ، باب:۱۱۸، الحدیث:۳۵۸۹،ج۵، ص ۳۳۶
و وفاء الوفاء للسمهودی،الفصل الثالث فی توسل الزائر وتشفعه...الخ،ج۲،ص۱۳۷۲

2 ......وفاء الوفاء للسمهودی،الفصل السادس القبور التی نزلها رسول اللّٰه...الخ،ج۲،ص۸۹۸۔۸۹۹

جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بچپن میں ابو طالب کی کفالت میں تھے تو حضور کی یہ چچی یعنی ابو طالب کی بیوی فاطمہ بنت اسد آپ کا بڑا خاص خیال رکھتی تھیں یہ اسی احسان کا بدلہ تھا کہ آپ نے ان کو اپنی چادر مبارک کا کفن پہنایا اور خود اپنے دست رحمت سے اُن کی قبر کی لحد کھودی اور ان کی قبر میں کچھ دیر لیٹ کر دعا فرمائی۔

اللہ اکبر! واللہ! اس قبر میں قیامت تک رحمت کے پھولوں کی بارش ہوتی رہے گی جس قبر والے پر رحمۃ للعالمین کی رحمت کا اتنا بڑا اکرم ہوا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى نَبِيِّكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ دَائِمًا اَبَدًا

﴿۳﴾ وفات اقدس کے بعد توسل

وفات اقدس کے بعد بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی حاجتوں اور مصیبتوں کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی دعاؤں میں وسیلہ بنایا کرتے تھے بلکہ آپ کو پکار کر آپ سے استغاثہ کیا کرتے تھے۔

بارش کے لئے استغاثہ

حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ان سے ارشاد فرمایا کہ تم حضرت عمر کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور بشارت دے دو کہ بارش ہو گی اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ نرمی اختیار کریں۔ اس شخص نے بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر خبر کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر روئے پھر کہا اے رب! میں

کوتاہی نہیں کرتا مگر اسی چیز میں کہ جس سے میں عاجز ہوں۔[1] (وفاء الوفاء)

فتح کے لئے آپ کا وسیلہ

امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ اپنا خط امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام مقام ''یرموک'' میں بھیجا اور سلامتی کی دعا مانگی۔ حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسجد نبوی سے باہر آئے تو ان کو خیال آیا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ میں نے روضہ اقدس پر سلام نہیں عرض کیا۔ چنانچہ واپس جا کر جب قبر انور کے پاس حاضر ہوئے تو وہاں حضرت عائشہ، حضرت عباس وحضرت علی وحضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر تھے۔ حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حضرات سے جنگ یرموک میں اسلام کی فتح کے لئے دعا کی درخواست کی تو حضرت علی وحضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگی کہ

یا اللہ! ہم اس نبی مصطفیٰ اور رسول مجتبیٰ کہ جن کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہوگئی اور خدا نے ان کو معاف فرما دیا ان ہی کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ تو حضرت عبداللہ بن قرط پر اس کا راستہ آسان کر دے اور دور کو نزدیک کر دے اور اپنے نبی کے اصحاب کی مدد فرما کر ان کو فتح عطا فرما دے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اب آپ جائیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت عمر وعباس وعلی وحسن وحسین وازواج نبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی دعا کو رد نہیں فرمائے گا جب کہ ان لوگوں نے اس کی بارگاہ میں

[1]......وفاء الوفاء للسمهودى، الفصل الثالث فى توسل الزائر وتشفعه...الخ، ج٢، ص ١٣٧٤

اس نبی کا وسیلہ پکڑا ہے جو اکرم الخلق ہیں۔[1] (فتوح الشام جلد اول ص ۱۰۵)

حضرت عمر کی دعاء میں وسیلہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان کے دور خلافت میں قحط پڑ جاتا تھا تو وہ بارش کے لئے اس طرح دعا مانگا کرتے تھے کہ

یا اللہ! ہم تیرے نبی کو وسیلہ بنا کر دعا مانگا کرتے تھے تو اس وقت تو ہم کو بارش دیا کرتا تھا اب ہم تیرے دربار میں تیرے نبی کے چچا (حضرت عباس) کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے ہیں لہٰذا تو ہم کو بارش عطا فرما۔[2]

(بخاری جلد۱ ص ۱۳۷ باب سوال الناس الامام الاستسقاء)

الغرض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد تابعین و تبع تابعین اور دوسرے سلف صالحین نے ہمیشہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے توسل و استغاثہ کا سلسلہ جاری رکھا اور بحمدہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت میں آج تک اس کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس سلسلہ میں سینکڑوں ایمان افروز واقعات پیش نظر ہیں۔ لیکن کتاب کے طویل ہو جانے کا خطرہ قلم پر کرفیو لگائے ہوئے ہے پھر بھی چند واقعات تحریر کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسّی دینار عطا فرمائے

مشہور حافظ الحدیث حضرت محمد بن منکدر (متوفی ۲۰۵ھ) کا بیان ہے کہ ایک

---

1 ......فتوح الشام، جبلة بن الایہم، الجزء ۱، ص ۱۶۷ ۔ ۱۶۹

2 ......صحیح البخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام ...الخ، الحدیث: ۱۰۱۰، ج ۱، ص ۳۴۶

شخص نے میرے والد کے پاس اسّی دینار بطور امانت رکھے اور یہ کہہ کر جہاد میں چلا گیا کہ میری واپسی تک اگر تمہیں اس کی ضرورت پڑے تو خود خرچ کر لینا۔ والد نے قحط سالی میں یہ رقم خرچ کر ڈالی۔ اس شخص نے جہاد سے واپس آ کر اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔ والد نے اس سے وعدہ کر لیا کہ کل آنا اور رات مسجد نبوی میں گزاری کبھی قبر انور سے لپٹتے، کبھی منبر اطہر سے چمٹتے اسی حال میں صبح کر دی ابھی کچھ اندھیرا ہی تھا کہ ناگہاں ایک شخص نمودار ہوا وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اے ابو محمد! یہ لو۔ والد نے ہاتھ بڑھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک تھیلی ہے جس میں اسی دینار ہیں صبح کو والد نے وہی دینار اس شخص کو دے دیئے۔ (1)

قبر انور سے روٹی ملی

مشہور بزرگ اور صوفی حضرت ابن جلاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور فاقہ سے تھا میں نے قبر انور پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں آپ کا مہمان ہوں اتنا عرض کر کے میں سو گیا۔ خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی آدھی میں نے کھالی۔ جب آنکھ کھلی تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔ (2)

امام طبرانی کو کیسے کھانا ملا؟

امام ابوبکر مقری کہتے ہیں کہ میں اور امام طبرانی اور ابوشیخ تینوں حرم نبوی میں فاقہ سے تھے جب عشاء کا وقت آیا تو میں نے قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ''ہم لوگ بھوکے ہیں۔'' یہ عرض کر کے میں لوٹ آیا۔ امام ابوالقاسم طبرانی نے مجھ سے کہا کہ بیٹھو رزق آئے گا یا موت۔ ابوبکر مقری کا بیان

1 ......وفاء الوفاء للسمهودی،الفصل الثالث فی توسل الزائر...الخ،ج۲،ص ۱۳۸۰،۱۳۸۱

2 ......وفاء الوفاء للسمهودی ، الفصل الثالث فی توسل الزائر...الخ،ج۲،ص ۱۳۸۰،۱۳۸۱

ہے کہ میں اور ابوالشیخ تو سو گئے مگر طبرانی بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک علوی نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہم نے کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ دو غلام ہیں جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ٹوکری ہے جو قسم قسم کے کھانوں سے بھری ہوئی ہے۔ ہم لوگوں نے بیٹھ کر کھایا اور خیال کیا کہ بچے ہوئے کھانے کو غلام لے لے گا مگر وہ باقی کھانا بھی ہمارے پاس چھوڑ کر چلا گیا۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو علوی نے ہم سے کہا کہ کیا تم نے حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کی تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے پاس کچھ کھانا لے جاؤں۔ (1)

ایک ظالم پر فالج گرا

ایک شخص نے روضہ اقدس کے پاس نماز فجر کے لئے اذان دی اور جونہی اس نے "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کہا، خدامِ مسجد میں سے ایک شخص نے اٹھ کر اس کو ایک تھپڑ مارا۔ اس شخص نے رو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) "آپ کے حضور میں میرے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے؟" اسی وقت اس خادم پر فالج گرا۔ اسے وہاں سے اٹھا کر لے گئے اور وہ تین دن کے بعد مر گیا۔ (2)

(تذکرۃ الحفاظ، مصباح الظلام و کتاب الوفاء وغیرہ)

الغرض حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے توسل اور استغاثہ جائز بلکہ مستحسن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لاکھوں علماء ربانیین و اولیاء کاملین ہر دور میں بزرگان دین سے نظم و نثر میں توسل و استغاثہ کرتے رہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مقدس مذہب ہے۔

1 ......وفاء الوفاء للسمهودی، الفصل الثالث فی توسل الزائر...الخ، ج۲، ص ۱۳۸۰، ۱۳۸۱

2 ......وفاء الوفاء للسمهودی، الفصل الثالث فی توسل الزائر وتشفعه ...الخ، ج۲، ص ۱۳۸۲

حضرت امامِ اعظم کا استغاثہ

اگر ہم اس کی مثالیں تحریر کریں تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی مثال کے طور پر ہم صرف امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ میں سے تین اشعار تبرکاً نقل کرتے ہیں جن میں حضرت امام موصوف نے کس طرح دربار رسالت میں اپنا استغاثہ پیش کیا ہے اس کو بہ نگاہ عبرت دیکھئے اور انہی اشعار پر ہم اپنی کتاب کو ختم کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے:

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا
اَرْجُوْا رِضَاكَ وَاَحْتَمِیْ بِحِمَاكَ

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرَؤٌ
كَلَّا وَّلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاكَ

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ
لِاَبِیْ حَنِيْفَةَ فِی الْاَنَامِ سِوَاكَ (قصیدۂ نعمانیہ)

ترجمہ: اے سید السادات! میں آپ کے پاس قصد کرکے آیا ہوں میں آپ کی خوشنودی کا امیدوار ہوں اور آپ کی پناہ گاہ میں پناہ گزین ہوں۔ آپ کی وہ ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی آدمی پیدا نہ کیا جاتا اور نہ کوئی مخلوق عالم وجود میں آتی۔ میں آپ کے جود و کرم کا امیدوار ہوں۔ آپ کے سوا تمام مخلوق میں ابو حنیفہ کا کوئی سہارا نہیں!

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین واکرم الصلوٰۃ وافضل السلام علی سید المرسلین واٰلہ الطیبین اصحابہ المکرمین وعلی اھل طاعتہ اجمعین برحمتہ وھو ارحم الراحمین اٰمین یارب العالمین .

ہدیہ سلام بحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

سلام اے مصطفیٰ محبوب رحمٰں ، یا رسول اللہ
سلام اے مجتبیٰ محبوب یزداں، یا رسول اللہ

سلام اے مطلع انوار سبحاں، یا رسول اللہ
سلام اے منبع انہار احساں، یا رسول اللہ

سلام اے تاجدار بزم امکاں، یا رسول اللہ
سلام اے شہر یارِ ملک عرفاں، یا رسول اللہ

سلام اے یاور محتاج و سلطاں، یا رسول اللہ
سلام اے گوہر تاج سلیماں، یا رسول اللہ

سلام اے کارسازِ دردمنداں، یا رسول اللہ
سلام اے سرفرازِ عرشِ یزداں، یا رسول اللہ

سلام اے قبلۂ دل، کعبۂ جاں، یا رسول اللہ
سلام اے روح ملت، جانِ ایماں، یا رسول اللہ

سلام اے خاتم دورِ رسولاں، یا رسول اللہ
سلام اے کاشف اسرارِ پنہاں، یا رسول اللہ

قطعۂ تاریخ تصنیف

از مولوی فضل رسول بن حضرت مصنف مدظلہ العالی

خدا کی شان! لکھی اعظمی نے جب سیرت
تو خوب خوب ہوئی ملحدوں کی بیخ کنی

نشان حق سے مٹایا طلسم باطل کو
حریم کعبہ میں جیسی ہوئی تھی بت شکنی
ہے تاجدار دو عالم کی سیرت اقدس
ہے اس کے حرفوں پہ قربان گوہر یمنی
لکھی کتاب بہت مختصر مگر جامع
کہ سب خرید سکیں ہوں غریب یا کہ دھنی
قبول کرے الٰہی اسے دو عالم میں
بحق آل محمد پیغمبر مدنی
کہا یہ ہاتف غیبی نے فضل سے ہنس کر
کہ اس کتاب کی تاریخ کتنی اچھی بنی
ملا کے چار سروں کو نکالیے تاریخ
سرِ ولی سرِ صوفی سرِ شریف وغنی

ولی کا سر ''واؤ''، صوفی کا سر ''ص''، شریف کا سر ''ش''، غنی کا سر ''غ''، ان چار حرفوں کو بحساب ابجد جوڑ دینے سے ۱۳۹۶ھ ہو جاتے ہیں اس طرح سے

و ص ش غ

۶ ۹۰ ۳۰۰ ۱۰۰۰ ۱۳۹۶ھ

قطعۂ سال طباعت

خدا کی قسم مجھ پہ فضل خدا ہے
کہ سر پر میرے دامن مصطفٰی ہے

میرے دل میں ہے الفت شاہ طیبہ

میرے سر میں سوداء خیرالوریٰ ہے

میں قربان ہوں ان کے نقش قدم پر

میرا دین و ایمان ان کی ادا ہے

نہیں میرے اعمال بخشش کے قابل

مجھے آسرا ان کا روز جزا ہے

ضعیفی میں اک دن خیال آیا مجھ کو

کہ اب جلد ہی موت کا سامنا ہے

خداوند کو منہ دکھانا پڑے گا

عمل ہی وہاں پر مدار جزا ہے

مگر میرے اعمال اچھے نہیں ہیں

جرائم سے آلودہ دامن مرا ہے

میں کس طرح جاؤں گا دربار رب میں

گناہوں کا سر پر مرے ٹوکرا ہے

اچانک مرے دل سے آواز آئی

نہ گھبرا کہ تیرا وسیلہ بڑا ہے

شفیع دو عالم کا تو مدح خواں ہے

تجھے ان کی رحمت سے حصہ ملا ہے

ترا حشر اس شان و شوکت سے ہوگا

کہ تیرے لئے ہر طرف مرحبا ہے

خدا پیار و رحمت سے دیکھے گا تجھ کو

ترے ہاتھ میں ''سیرۃ المصطفیٰ'' ہے

ہزاروں درود اس میں لکھے ہیں تو نے

نبی کی اداؤں کا یہ تذکرہ ہے

خدا کو نہ کیوں پیار آئے گا تجھ پر

کہ تو مدح خوان حبیب خدا ہے

ہوئی اس طرح دل کو میرے تسلی

کہ محشر میں اب پار بیڑا میرا ہے

ہوئی مجھ کو جب فکر سال طباعت

کہا مجھ سے ہاتف نے کیا سوچتا ہے

لکھ اے اعظمی اس کا سال طباعت

شمیم نبی سیرۃ المصطفیٰ ہے

۱۳۹۷ھ

دعاء

اے خداوند جہاں اے کردگار

تیری رحمت کا ہوں میں امید وار

گو کہ میں اک بندۂ ناکارہ ہوں

بے کس ومجبور ہوں، بے چارہ ہوں

تیری رحمت سے مگر دل شاد ہوں
نعمتوں کے باغ کا شمشاد ہوں

تو نے ایسا فضل مجھ پر کردیا!
رحمتوں سے میرا دامن بھر دیا!

میری قسمت اس طرح نوری ہوئی
سیرت ختم الرسل پوری ہوئی

کس زباں سے شکر تیرا ہو ادا
میں ترا بندہ ہوں، تو میرا خدا

اے خدا جب تک رہے لیل و نہار
دو جہاں میں ہو یہ میری یادگار

غنچہ امید کھل کر پھول ہو!
نور کی سرکار میں مقبول ہو

آنکھ روشن پڑھ کے ہر دل سیر ہو
اور میرا خاتمہ بالخیر ہو

ہوں مرے ماں باپ یارب جنتی
ازطفیل "رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ"

میرے سب استاد بھی احباب بھی
جنۃ الفردوس پا جائیں سبھی

کر دعائے اعظمی یارب قبول
بہر اصحاب نبی آل رسول

مآخذ ومراجع

نام کتاب	مصنف	مطبوعه
تفسير الطبرى	ابو جعفر محمد بن جرير الطبرى ٣١٠ھ	دار الكتب العلمية بيروت
تفسير نسفى	عبد اللّٰه بن احمد بن محمود النسفى ٧١٠ھ	دار المعرفة بيروت
تفسير روح المعانى	ابو الفضل شهاب الدين السيد محمود الالوسى ١٢٧٠ھ	دار احياء التراث العربى
تفسير روح البيان	الشيخ اسماعيل حقى البروسوى ١١٣٧ھ	كوئٹه
التفسيرات الاحمدية	علامه احمد ملا جيون جونپورى ١١٣٠ھ	پشاور
صحيح البخارى	امام محمد بن اسماعيل بخارى ٢٥٦ھ	دار الكتب العلمية بيروت
صحيح مسلم	امام مسلم بن حجاج بن مسلم القشيرى ٢٦١ھ	دار ابن حزم بيروت
سنن الترمذى	امام ابوعيسىٰ محمد بن عيسى الترمذى ٢٧٩ھ	دار الفكربيروت
سنن ابى داود	امام ابو داود سليمان بن اشعث ٢٧٥ھ	دار احياء التراث العربى
سنن النسائى	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعيب النسائى ٣٠٣ھ	دار الكتب العلمية بيروت
سنن ابن ماجه	امام ابو عبد اللّٰه محمد بن يزيد القزوينى ٢٧٣ھ	دار الفكربيروت
المسند	امام احمد بن حنبل ٢٤١ھ	دار الفكربيروت
الموطاء	امام مالک بن انس ١٧٩ھ	دار المعرفة بيروت
المستدرک للحاكم	امام ابو عبداللّٰه محمد بن عبد اللّٰه نيشاپورى ٤٠٥ھ	دار المعرفة بيروت
مشكاة المصابيح	الشيخ ولى الدين ابى عبداللّٰه محمد بن عبداللّٰه ٧٤١ھ	دار الكتب العلمية بيروت
سنن الدار قطنى	الامام الكبير على بن عمر الدار قطنى ٣٨٥ھ	نشر السنة ملتان
فتح البارى	الامام الحافظ احمد بن على بن حجر عسقلانى ٨٥٢ھ	دار الكتب العلمية بيروت
ارشاد السارى	ابو العباس شهاب الدين احمد القسطلا نى ٩٢٣ھ	دار الفكربيروت
مرقاة المفاتيح	نور الدين على بن سلطان (ملا على قارى) ١٠١٤ھ	دار الفكر بيروت
عمدة القارى	الامام بدرالدين ابومحمدمحمود بن احمد العينى ٨٥٥ھ	مدينة الاولياء ملتان
حاشية صحيح البخارى	احمد على السهارنفورى ١٢٩٧ھ	باب المدينه كراچى
حاشية سنن الترمذى	احمد على السهارنفورى ١٢٩٧ھ	باب المدينه كراچى
حاشية سنن ابن ماجه	عبد الغنى المجددى الدهلوى ١٢٩٥ھ	باب المدينه كراچى
اشعة اللمعات	شاه عبدالحق محدث دهلوى ١٠٥٢ھ	كوئٹه
الشمائل المحمدية	امام ابو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذى ٢٧٩ھ	دار احياء التراث العربى

وفاء الوفاء	نور الدين على بن احمد السمهودى ۹۱۱ھ	دار احياء التراث العربى
السيرة النبوية	ابو محمد عبدالملک بن هشام الحميرى ۲۱۳ھ	دار الكتب العلمية بيروت
دلائل النبوة	ابو بكر احمد بن حسين البيهقى ۴۵۸ھ	دار الكتب العلمية بيروت
السيرة الحلبية	ابو الفرج نور الدين على بن ابراهيم الحلبى ۱۰۴۴ھ	دار الكتب العلمية بيروت
الشفاء	القاضى ابو الفضل عياض بن موسىٰ ۵۴۴ھ	مركزاهلسنت بركات رضا
شرح الشفاء	نور الدين على بن سلطان (ملا على قارى) ۱۰۱۴ھ	دار الكتب العلمية بيروت
الخصائص الكبرى	امام جلال الدين عبد الرحمان بن ابى بكر السيوطى ۹۱۱ھ	دار الكتب العلمية بيروت
المواهب اللدنية	الشيخ احمد بن محمد القسطلانى ۹۲۳ھ	دار الكتب العلمية بيروت
شرح الزرقانى	محمد بن عبد الباقى الزرقانى ۱۱۲۲ھ	دار الكتب العلمية بيروت
الاكتفا	ابو الربيع سليمان بن موسىٰ بن سالم الحميرى ۶۳۴ھ	دار الكتب العلمية بيروت
مدارج النبوت	شاه عبد الحق محدث دهلوى ۱۰۵۲ھ	مركزاهلسنت بركات رضا
سيرت رسول عربى	علامه نور بخش توكلى ۱۳۶۷ھ	ضياء القرآن پبليكيشنز
تاريخ الطبرى	امام ابو جعفر بن جرير الطبرى ۳۱۰ھ	دار ابن كثير
الكامل فى التاريخ	ابن الاثير ابو الحسن على بن ابى الكرم ۶۳۰ھ	دار الكتب العلمية بيروت
الاستيعاب	ابوعمر يوسف بن عبدالله القرطبى ۴۶۳ھ	دار الكتب العلمية بيروت
الطبقات الكبرىٰ	محمد بن سعد بن منيع الهاشمى البصرى ۲۳۰ھ	دار الكتب العلمية بيروت
الاصابة	امام الحافظ احمد بن على بن حجر عسقلانى ۸۵۲ھ	دار الكتب العلمية بيروت
اسدالغابة	عز الدين بن الاثير ابو الحسن على بن محمد ۶۳۰ھ	دار احياء التراث العربى
كتاب المغازى	محمد بن عمر بن وا قد ۲۰۷ھ	مؤسسة الاعلمى للمطبوعات
الاكمال	الشيخ ولى الدين ابى عبد الله محمد بن عبد الله ۷۴۱ھ	باب المدينه كراچى
تاريخ الخلفاء	امام جلال الدين عبدالرحمان بن ابى بكرالسيوطى ۹۱۱ھ	باب المدينه كراچى
الكامل فى ضعفاء الرجال	ابى احمد عبد الله بن عدى الجرجانى ۳۶۵ھ	دار الكتب العلمية بيروت
فتوح الشام	امام ابو عبد الله محمد بن عمر بن واقد ۲۰۷ھ	دار الكتب العلمية بيروت
الروض الانف	ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله سهيلى ۵۸۱ھ	ضياء القرآن پبليكيشنز
الاشباه والنظائر	الشيخ زين الدين بن ابراهيم ۹۷۰ھ	دار الكتب العلمية بيروت
شرح ديوان حسان	عبد الرحمان البرقوقى ۱۳۶۳ھ	باب المدينه كراچى
مثنوى مولانا روم	مولانا جلال الدين رومى ۶۷۲ھ	مركز الاولياء لاهور
حياة الحيوان الكبرى	كمال الدين محمد بن موسىٰ الدميرى ۸۰۸ھ	دارالكتب العلمية بيروت

مجلس المد ینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ 129کتب ورسائل مع عنقریب آنے والی 27 کتب ورسائل

{شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت علیه رحمة رب العزت }

اردو کتب:

1......الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (حصہ اول) (کل صفحات250)

2......کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (کِفلُ الْفَقِیۡہِ الْفَاھِمِ فِیۡ اَحۡکَامِ قِرۡطَاسِ الدَّرَاھِمۡ) (کل صفحات:199)

3......دعاء کے فضائل (اَحۡسَنُ الۡوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ مَعَہٗ ذَیۡلُ الۡمُدَّعَا لِاَحۡسَنُ الۡوِعَاءِ) (کل صفحات:140)

4......والدین، زوجین اوراساتذہ کے حقوق (اَلۡحُقُوقُ لِطَرۡحِ الۡعُقُوۡقِ) (کل صفحات:125)

5......اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظۡھَارُ الۡحَقِّ الۡجَلِیۡ) (کل صفحات:100)

6......ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان) (کل صفحات:74)

7......ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثۡبَاتِ ھِلَالِ) (کل صفحات:63)

8......ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلۡیَاقُوۡتَۃُ الۡوَاسِطَۃُ) (کل صفحات:60)

9......شریعت وطریقت (مَقَالُ الۡعُرَفَاءِ بِاِعۡزَازِ شَرۡعٍ وَعُلَمَاءِ) (کل صفحات:57)

10......عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الۡجِیۡدِ فِیۡ تَحۡلِیۡلِ مُعَانَقَۃِ الۡعِیۡدِ) (کل صفحات:55)

11......حقوق العباد کیسے معاف ہوں (اعجب الامداد) (کل صفحات47)

12......معاشی ترقی کا راز (حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح) (کل صفحات:41)

13......راہِ خدا عزَّ وجلَّ میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الۡقَحۡطِ وَالۡوَبَاءِ بِدَعۡوَۃِ الۡجِیۡرَانِ وَمُوَاسَاۃِ الۡفُقَرَاءِ) (کل صفحات:40)

14......اولاد کے حقوق (مشعلة الارشاد) (کل صفحات31)

عربی کتب:

15، 16، 17، 18......جَدُّ الۡمُمۡتَارِ عَلٰی رَدِّالۡمُحۡتَارِ (المجلد الاول والثانی والثالث والرابع) (کل صفحات:570، 672، 713، 650)

19...... اَلزَّمۡزَمَۃُ الۡقَمَرِیَّۃِ (کل صفحات:93) 20...... تَمۡھِیۡدُ الۡاِیۡمَان ۔ (کل صفحات:77)

21......کِفۡلُ الۡفَقِیۡہِ الۡفَاھِمۡ (کل صفحات:74) 22...... اَجۡلَی الۡاِعۡلَامِ (کل صفحات:70)

23......اِقَامَۃُ الۡقِیَامَۃِ (کل صفحات:60) 24...... اَلۡاِجَازَاتُ الۡمَتِیۡنَۃ (کل صفحات:62)

25......اَلۡفَضۡلُ الۡمَوۡھَبِیۡ (کل صفحات:46)

عنقریب آنے والی کتب

1......جَدُّ الۡمُمۡتَارِ عَلٰی رَدِّالۡمُحۡتَارِ (المجلدالخامس) 2......فضائل دعا

3......اولاد کے حقوق کی تفصیل (مشعلة الارشاد) 4 ......الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (حصہ دوم)

{شعبہ تراجمِ کتب}

عنقریب آنے والی کتب

{شعبہ درسی کتب}

عنقریب آنے والی کتب

1......نصاب النحو 2......قصيده برده مع شرح خرپوتی 3......حسامی مع شرحه النامی 4......شرح، شرح العقائد مع جمع الفرائد

{شعبہ تخریج}

1......بہارِ شریعت، جلداوّل (حصہ اول تا ششم، کل صفحات 1360)
2......جنتی زیور (کل صفحات:679)
3......عجائب القرآن مع غرائب القرآن (کل صفحات:422)
4......بہارِ شریعت (سولھواں حصہ، کل صفحات 312)
5......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کل صفحات:274)
6......علم القرآن (کل صفحات:244)
7......جہنم کے خطرات (کل صفحات:207)
8......اسلامی زندگی (کل صفحات:170)
9......تحقیقات (کل صفحات:142)
10......اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)
11......آئینۂ قیامت (کل صفحات:108)
12......اخلاق الصالحین (کل صفحات:78)
13......کتاب العقائد (کل صفحات:64)
14......اُمہات المؤمنین (کل صفحات:59)
15......اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات:56)
16......حق و باطل کا فرق (کل صفحات:50)
17 تا 23......فتاوی اہل سنت (سات حصے)
24......بہشت کی کنجیاں (کل صفحات:249)
25......سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عنقریب آنے والی کتب

1......بہارِ شریعت حصہ ۷، ۸، ۹
2......کرامتِ صحابہ علیہم الرضوان
3......منتخب حدیثیں
4......معمولات الابرار
5......جواہر الحدیث

{شعبہ اصلاحی کتب}

1......ضیائے صدقات (کل صفحات:408)
2......فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)
3......رہنمائے جدول برائے مدنی قافلہ (کل صفحات:255)
4......انفرادی کوشش (کل صفحات:200)
5......نصاب مدنی قافلہ (کل صفحات:196)
6......تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)
7......فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)
8......خوفِ خدا عزوجل (کل صفحات:160)
9......جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)
10......توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)
11......فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)
12......غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے حالات (کل صفحات:106)
13......مفتیٔ دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)
14......فرامین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (کل صفحات:87)
15......احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)
16......کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات: تقریباً 63)
17......آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)
18......بدگمانی (کل صفحات:57)
19......کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)
20......نماز میں لقمہ کے مسائل (کل صفحات:39)

21......تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)
22......ٹی وی اور مُووی (کل صفحات:32)
23......امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)
24......طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)

عنقریب آنے والی کتب

1......ریاکاری
2......زکوٰۃ کے احکام
3......صدقۂ فطر کے احکام

{شعبہ امیر اہلسنت دامت برکاتھم العالیہ}

1...... آداب مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات275)
2......قوم جِنّات اور امیر اہلسنّت (کل صفحات:262
3......دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220)
4......شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)
5......فیضان امیر اہلسنّت (کل صفحات:101)
6......تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)
7...... گونگا مبلغ (کل صفحات:55)
8......تذکرۂ امیر اہلسنت قسط (1) (کل صفحات:49)
9...... تذکرۂ امیر اہلسنت قسط (2) (کل صفحات:48)
10......قبر کھل گئی (کل صفحات:48)
11 ...... غافل درزی (کل صفحات:36)
12......میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33)
13......کرسچین مسلمان ہوگیا (کل صفحات:32)
14......ہیرونچی کی توبہ (کل صفحات:32)
15......ساس بہو میں صلح کاراز (کل صفحات:32)
16......مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)
17......بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)
18......عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24)
19......حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32)
20...... دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)
21......قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)

عنقریب آنے والے رسائل

1......تذکرۂ امیر اہلسنت قسط سوم (سنّت نکاح)
2......اعتکاف کی بہاریں (قسط 1)
3......نسبت کی بہاریں قسط 4 (مدینے کا مسافر)
4......انفرادی کوشش کی مدنی بہاریں قسط 2 (نومسلم کی درد بھری داستان)
5......V.C.D کی مدنی بہاریں قسط 3 (رکشہ ڈرائیور کیسے مسلمان ہوا؟)
6......اسلامی بہنوں میں مدنی انقلاب قسط 2 (معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟)

{شعبہ مدنی مذاکرہ}

1......وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج (کل صفحات:48)
2......مقدس تحریرات کے ادب کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:48)
3...... پانی کے بارے اہم معلومات (کل صفحات:48)
4...... بُلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48)

عنقریب آنے والے رسائل

1......اولیائے کرام کے بارے میں سوال جواب
2......دعوت اسلامی اصلاحِ امت کی تحریک

سنّت کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مَدَنی ماحول میں بکثرت سنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، ہر جمعرات کو فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پُرانی سبزی منڈی میں مغرب کی نماز کے بعد ہونے والے سنّتوں بھرے اجتماع میں ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجا ہے، عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں سنّتوں کی تربیت کے لیے سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مَدَنی انعامات کا رسالہ پُر کر کے اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے، اِن شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی بَرَکت سے پابندِ سنّت بننے گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کُڑھنے کا ذہن بنے گا، ہر اسلامی بھائی اپنا یہ ذہن بنائے کہ "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔" اِن شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

اپنی اصلاح کے لیے مَدَنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے مَدَنی قافلوں میں سفر کرنا ہے۔ اِن شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

کراچی: شہید مسجد کھارادر۔ فون: 021-2203311-2314045
لاہور: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ۔ فون: 042-7311679
سردارآباد (فیصل آباد): امین پور بازار۔ فون: 041-2632625
کشمیر: چوک شہیداں، میرپور۔ فون: 058274-37212
حیدرآباد: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن۔ فون: 022-2620122
ملتان: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ۔ فون: 061-4511192
اوکاڑہ: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال۔ فون: 044-2550767
راولپنڈی: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ۔ فون: 051-5553765
پشاور: فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور اسٹریٹ، صدر۔
خان پور: دُرّانی چوک، نہر کنارہ۔ فون: 068-5571686
نواب شاہ: چکرا بازار، نزد MCB۔ فون: 4362145
سکھر: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ۔ فون: 5619195
گوجرانوالہ: فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ۔ فون: 055-4225653

مکتبۃ المدینہ
فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ (کراچی)
فون: 4921389-93/4126999 فیکس: 4125858
SC1286
Email:maktaba@dawateislami.net \ www.dawateislami.net